اخساء الجواب

اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ

اخساء معروف بہ الجواب

حسب استدعاے تحریری

حضرت ولایت حسین صاحب گیاوی حنفی جناب علی مرتضیٰ کی ایمان و اسلام کے ثبوت میں

مرتبہ

مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر رسالہ روشنی

سنہ ۱۳۱۵ھ

در مطبع مطلع الانوار طبع شد

طبع اول ۵۰۰ جلد

فی جلد عہ

فہرست کتب ذیل جو مطبع مطلع الانوار مین زیر طبع ہین

جن حضرات کو خواہش ہو اطلاع دین کہ بعد طبع بذریعہ ویلیو پارسل بہیجدیجائیگی

عبقات الانوار جلد مدینۃ العلم - اس کی قیمت بعد تیاری کتاب کے قرار دیجائیگی

بالفعل ۵۱۲ صفحہ تک چہپ چکی ہے -

النار الحاطمہ لقاصد احراق بیت فاطمہ - اس کتاب مین وہ تمام روایات جمع کی

گئی ہین جو متعلق قصد احراق خانہ جناب فاطمہ کے کتب اہلسنت مین موجود ہین معہ

جواب تشکیکات صاحب تحفہ - قیمت ۸ر

باب سوم تنزیہ اثناعشریہ جواب باب سوم تحفہ اثناعشریہ - عہ

مناظرہ - سنی و شیعہ کا زبانی مناظرہ جو لکہنو مین ہوا تہا اس کتاب مین حرف

بحرف دستخطی فریقین ہے قیمت بعد طبع قرار پایگی ۳۶۵ صفحہ تک چہپ چکی ہے

المشتہر

سید مظفر حسین مہتمم و مالک مطبع مطلع الانوار نخاس لکہنو

احسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شاہ محمد ولایت حسین صاحب ساکن دیورہ ضلع گیا نے ایک سوال علماء شیعہ سے کیا ہے پہلے بھی سال مولوی محمد ابو القاسم صاحب ساکن الہ آباد نے پیش کیا تھا جسکی بنیاد ظاہرا کتاب ہدایت الرشید تصنیف مولوی خلیل احمد ساکن انبہٹہ ضلع سہارنپور پر ہے ۔

اب شاہ محمد ولایت حسین صاحب نے اوسی سوال کو بطور خود مرتب کیا ہے جسکی نسبت وہ ظاہر کرتے ہیں کہ اوسمیں ترمیم کر کے وسعت دی گئی ہے ۔

یہ سوال تین حصے مضامین پر شامل ہے ۔ پہلے حصے کے مضامین میں اول حکایتاً نسبت شیعوں کے لکھا ہے کہ ۔

"وہ ہمیشہ مذہبی چھیڑ چھاڑ رکھتے تھے اور دبی زبان سے ذیراسے سوالات کیا کرتے تھے اور جواب دینے پر امر حق کو بھی تسلیم نہ کرتے تھے ۔"

"اگر بفرض محال مذہب تشیع حق ہو اور شیخین و دیگر صحابہ [illegible]

جیسے شیعہ کہتے ہین تو جناب امیرؓ کا ایمان بلکہ رسول صلعم کی رسالت اور مذہب اسلام کی حقیت بلکہ خدا تعالے کی خدائی انشا اللہ تعالے قیامت تک بھی علمار شیعہ سے ثابت نہو گی ''

''جن دلائل سے وہ (اہلسنت) بزرگی اور افضلیت اور کمال ایمانی خلفار ثلثہ وغیرہم کا ثابت کرتے ہین اونہین دلائل سے جناب امیر کا بھی فضل و کمال و قرب من اللہ بموجب اون (اہلسنت) کے اعتقاد کے ثابت ہوتا ہے اور وہ (اہلسنت) دعوے کے ساتھ کہتے ہین کہ یہ دلائل عقلیہ و نقلیہ جنکو وہ بیان کرتے ہین بفرض محال غلط اور باطل ہو ن تو پہر صرف ثبوت ایمان و افضلیت جناب خلفار ہی مین خلل نہین پڑتا بلکہ جناب امیرؓ کا بھی ایمان کسی طرح ثابت نہین ہوسکتا بلکہ ثبوت رسالت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حقیت دین مین سخت رخنہ واقع ہوتا ہے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان حضرات بزرگان دین کا تو ایمان ثابت نہو اور جناب امیرؓ کا ایمان ثابت ہوجائے ''

''جو دلائل کہ اہلسنت وجماعت اثبات ایمان و فضائل خلفار وجملہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین پیش کرتے ہین اگر بالفرض غلط اور باطل ہین تو ایمان و فضائل جناب امیرؓ حضرات شیعہ کس دلیل سے ثابت فرماتے ہین ان دلائل مذکورہ کو اگر تسلیم کرینگے تو علی الرغم ایمان خلفار بھی ثابت ہوجائے گا ورنہ ایمان جناب امیرؓ بھی کسی دلیل سے ثابت نہو گا ''

''شیعون کو اختیار ہے خواہ دلائل عقلیہ سے ثابت کرین یا دلائل نقلیہ قطعیہ پیش کرین مگر یہ یاد رہے کہ اون دلائل مین کوئی احتمال مخالف اوس قسم کا پیدا نہوتا ہو جس قسم کے احتمالات حضرات شیعہ اون دلائل واقعیہ قطعیہ مین پیش کرتے ہین جو اہل حق اثبات فضائل جناب خلفار مین بیان کرتے ہین

اگر اون دلائل مین کسی احتمال مخالف کی گنجائش ہو تو اوسکے پیش کرنے کا ہرگز قصد نہ فرمائین "

(۱) اول مذہب خوارج کے اصول پر ثابت فرمائین کیونکہ جو نسبت حضرات شیعہ کو جناب شیخین و دیگر صحابہ سے ہے وہی حضرات خوارج کو جناب امیرؑ سے ہے پس ایسی دلیل ہونی چاہیے جسکے مقابلہ مین خوارج کو گنجائش چون وچرا باقی نہ رہے جیسے شیعہ کو مقابلہ اہلسنت باقی رہتی ہے ورنہ بہ ہیر انصاف کی رو سے اپنے آپ کو اثبات ایمان جناب امیرؑ سے عاجز سمجھین "

(۲) اور مذہب اہل حق (اہلسنت) پر ثابت کرنے کا قصد ہو تو محض تسلیم اہلسنت کو اپنی حجت مین پیش نہ کرین کیونکہ اسکے یہ معنی ہونگے کہ اثبات ایمان جناب امیرؑ کے لئے ہمارے پاس بجز تسلیم خصم باعتبار واقع کے کوئی دلیل نہین ہے "

(۳) اوس قسم کے دلائل بھی پیش نہ فرمائین جس قسم کے دلائل کو اثبات فضائل جناب شیخین مین (جو اہلسنت کیطرف سے پیش ہوئے) خود باطل ومجروح کر چکے کیونکہ اپنی مجروحہ دلائل کو بمقابلہ خصم پیش کرنا دلیل عجز ہے "

(۴) اگر جناب امیرؑ کا ایمان اپنی ہی مذہبی اصول پر ثابت فرمائین مگر اون دلائل قطعیہ عقلیہ یا نقلیہ یا اجماعیہ کے معارض ومخالف نہو جنسے بر وسے اصول مذہب شیعہ جناب امیرؑ کا (معاذ اللہ توبہ توبہ) خارج از ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر کسی امر کا مدار تقیہ پر رکھین تو پہلے اوسکو بدلائل خصم کو تسلیم کرادین اور اگر امور متذکرۂ بالا مین سے کوئی نہ کر سکین (اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک نکر سکین گے) تو جناب امیرؑ کے ہی ایمان سے صرف ہاتھ نہ دہو بیٹھین بلکہ مذہب اسلام سے بھی دست بردار ہون "

دوسرا حصہ مضمون سوال کا اون امور سے متعلق ہے جنکو سائل نے

واسطے ثبوت ایمان اور فضیلت خلفاء ثلاثہ کے ظاہر کیا ہے۔

تیسرا حصہ سوال کا اوس مضمون سے تعلق رکہتا ہے جسمین ایمان اور افضلیت علی مرتضےٰ پر قدح یا طعن کیا گیا ہے اور ثبوت ایمان اور افضلیت علی مرتضیٰ کا مانگا گیا ہے۔

اس سوال کا پہلا حصہ ایسے امور پریشان اور پراگندہ پر مبنی ہے کہ جسکی نسبت بہت غور کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوسکا تعلق طرز یا آداب مناظرہ یا بحث سے ہے یا اوسکو قیود اور شرائط سے مقید یا مشروط کیا ہے یا اوسکی نسبت سائل نے اپنا ایک خاص نو ایجاد منشا ظاہر کیا ہے لیکن جو کچھ وہ ہے کسی اصول کے مطابق نہین ہے اور سائل نے جو کچھ اوسکے متعلق کہا ہے وہ خود اونکی ایک ایسی طبعزاد ہے جسکو کسی حکیمانہ اور محققانہ خیالات والے کی نگاہ مین وقعت نہین ہو سکتی اور اوس ایجاد کو جس قدر تعلی سے رونق دی گئی ہے اوسی قدر وہ ایک حکیم اور محقق کی نگاہ مین پستی کا وقار رکہتی ہے اسلئے سب سے پہلے عام طور پر دکہانا ضرور ہے کہ سائل نے جو کچھ اوسکے متعلق لکہا ہے وہ بے بنیاد ہے اور کسی طرح صحیح قرار نہین پا سکتا۔

شروع مین حکایتاً شیعون کی نسبت کہا گیا ہے کہ "وہ ہی پیانے دہرانے سوالات کیا کرتے تھے" جس سے منشا سائل کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ جو کچھ کہتین وہ پرانی دہرانی بات ہو لیکن سب سے زیادہ قدیم اور پرانا خدا ہے اور حضرت آدم ابو البشر جنکے نبی ہونے سے کوئی فرقہ مسلمانو انکار نہین کر سکتا انسانون مین اور انبیا مین سب سے زیادہ پرانے دہرانے ہین۔ اونکے بعد جو انبیاء مشہور اور غیر مشہور جنکو ہر ایک گروہ مسلمانون کا قبول کرتا ہے سب پرانے ہوگئے ہین یہان تک کہ پیغمبر آخر زمان کو بھی

چودھوین صدی کا زمانہ شروع ہو گیا ہے وہی ضرور ہے کہ اب ہمارے اس زمانہ مین جدید نہ سمجھے جائین۔ اونکے بعد ائمہ اہلبیت یا خلفاء ثلثہ کو جو کوئی جسکو مانے پیرانے ہونے کا لقب ضرور دے گا کہ اونکے زمانہ کو تقریباً ایک ہزار برس گذر گئے۔

حضرت آدمؑ سے لیکر پیغمبر آخر الزمان تک جس قدر انبیا اور پیغمبرؐ آئے وہ اصول واحد ساتھ لائے جنکا تعلق توحید اور اخلاق سے تہا درمیان دو پیغمبرون کے جو زمانہ گذرا ہے اور جسکو ”فترت“ کہتے ہین اوسمین یہ کیفیت واقع ہوئی ہے کہ ایک نبی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اوسکے اصول تعلیم دیے ہوئے کو لوگ آہستہ آہستہ اپنی خواہشون اور اغراض نفسانی کے لحاظ سے اوسکا عمل اور برتاؤ اس طور پر کرتے رہتے ہین کہ اوس اصول سے ایسے الگ ہو جاتے ہین کہ جیسے نشانہ سے تیر جا لگے دیکھنے والے بظاہر یہی جانتے رہتے ہین کہ تیر نشانہ کی طرف گیا ہے لیکن اونکی خواہشات اور اغراض بھی اطمینان دلاتی رہتی ہین کہ نشانہ سے تھوڑا جدا ہو جانا کچھ مضائقہ نہین رکھتا۔

جب اوسی حالت پر کچھ زمانہ گذر جاتا ہے تب ایک دوسرا ہادی خواہ اوسکو نبی کہو یا رسولؐ یا امام بتاتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ وہ لوگ نشانہ سے الگ ہو گئے ہین اور وہ اصل مقام نشانہ کو بتاتا ہے جسکو صراط مستقیم کہتے ہین۔

کسی نبیؐ اور پیغمبرؐ اور ہادی اور پیشوا کے اصول مین کبھی فرق نہین ہو سکتا ہان اگر فرق ہوگا تو یہ ہوگا کہ اوس اصول توحید اور اخلاق کے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے جو قواعد اور ضوابط ایک وقت مقرر کئے گئے ہین

اور اونپر عمل کے وقت مختلف طبائع اور آرا کے سبب سے وہ مضمحل یا متغیر ہو گئے
تو دوسرے پیغمبر یا نبی یا ہادی نے ایسے قواعد مقرر کئے کہ جس سے حفاظت اس
اصول کی رہ سکے۔

وہ اصول توحید اور اخلاق۔ فرض کرو کہ ایک کشت زراعت ہے اور پہلی
مرتبہ اوس کھیت کی حفاظت کے لئے صرف کانٹون کی باڑ لگائی گئی تاکہ کھیت مین
سیکڑون راہین بنکر وہ تباہ نہو جاوے۔ جسکو زمانہ نے بہت آسانی سے
ضائع کر دیا۔ پھر کسی نے اوس باڑ کی جگہ کچہ مٹی سے بلندی کر دی۔ لیکن وہ بھی
ہمیشہ کے لئے پائیدار نہین ہو سکتی تھی۔ اوسکے بعد پختہ دیوار تعمیر کرے۔ ایسی بھی
ممکن ہے کہ انتہا کو کوئی ایسی بنیاد مستحکم ڈالے کہ جس کے نشان کو کوئی نابود
نہ کر سکے۔

پس انبیا اور پیغمبرون اور ہادیون کے باہم اگر کوئی اختلاف ہوا ہے
تو وہ اختلاف اوسی طریقۂ اصلاح کا ہے نہ باہم مخالفت جس سے استحکام اصول
توحید اور اخلاق کا مقصود تھا۔

جب کوئی واجب الوجود سے یا وجود کسی پیغمبر یا نبی یا ہادی سے اوسکے
زمانہ مین یا بعد اوسکے انکار کرے گا۔ یا بعد اقرار کے اپنی حالت سابق پر
اولٹ جائے گا۔ اوسکے مقابلہ مین جو شہادتین اور دلیلین اور حجتین وجود
باری تعالے یا کسی نبی اور پیغمبر اور ہادی یا اثبات توحید اور نبوت اور منصب
ہدایت کے لئے پیش کیجائینگی وہی دلیلین اور حجتین ہونگی جو کتب آسمانی مین
موجود پائی جائین گی۔ یا وہ اونسے ماخوذ اور مستنبط کی ہوئی ہون گی یہ بالکل
غیر ممکن ہے کہ وہ محض تازہ اور جدید ہون اس لئے کو اوس سے علم اور تعلیم
خدا مین نقصان لازم آتا ہے۔

البتہ جن لوگون کو بعد زمانہ کسی چیز کے زمانہ فرت اپنی روش پر چلانا چاہتا ہے وہ لوگ جدت پسند ہوتے ہین اور نوایجادون پر مرتے ہین۔ اور اسی جدید حالت پر جب ارث ور ارث زمانہ گذرجاتا ہے تو خود ہی پکارنے لگتے ہین کہ ہم مقلد اپنے آبا کے ہین اور ہمارے خلاف کہنے والے کا قول اساطیر الاولین ہے۔

شیعون کا خدا اور اوسکے پیغمبر اور اوسکا رسول آخر الزمان اور اوس رسول کے بتائے ہودی ائمہ سب پرانے ہین اور بیشک اونکے دلائل اور اونکی حجتین پرانی ہین جو پرانی کتب آسمانی مین مندرج ہین یا اونسے ماخوذ اور مستنبط ہین وہ سب پرانی۔ اور پرانی کتابون مین مندرج ہین۔ مگر یہ سب کچھہ پرانا ایسا پرانا ہے کہ اپنے خلاف کوئی نیا رنگ جمنے نہین دیتا اور بمقابلہ اون لوگون کے جو مخالف اوسکے رنگ مین غوطہ کہائے ہوئے ہین اور جن کو اوس رنگ کا دہبہ کہائے ہوئے دیر ہوگئی ہے اونکے مقابلہ مین بیشک تازہ ہین اگر وہ اصل حقیقت کو سمجہین۔

صرف یہی سب کچھہ پرانا نہین ہے بلکہ اس اصول کے ماننے والے شیعہ بھی ایسے ہی پرانے ہین جیسے کہ ملت ابراہیم پرانا ہے اور جو درحقیقت مذہب اسلام ہے۔ آیات۔

"وان من شیعتہ الابراہیم" "فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ" ترجمہ اور تحقیق کہ پیروی کرنے والے یا گروہ اوسکے (نوح) مین سے البتہ ابراہیم ہین" "پس فریاد کی اوس (موسیٰ) سے اوس شخص نے کہ شیعہ اوسکے سے تہا اوپر اوس شخص کے کہ دشمنون مین اوسکے تہا"

اس میری تقریر سے اہل بصیرت کو یقین ہو جائے گا کہ سائل کا جو منشا ہے کہ شیعہ کوئی پرانی بات پیش نہ کر سکین کسی طرح سے صحیح قرار نہین پا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ خود سائل اپنے اسی سوال مین اوس منشا پر جسکو وہ شیعون سے نسبت پسند نہین کرتے ہین قائم نہین رہ سکے۔ جہان اونہون نے اپنی دانست مین ثبوت ایمان یا فضائل خلفاء کے لئے دلیلین ظاہر کی ہین وہ سب پرانی دُہرانی ہین کہ جن مین کچھہ جدت نہین ہے اور جنکو شیعہ مقدوح و مجروح کر چکے ہین۔

بعد وفات پیغمبر کے جس وقت کہ امت رسول مین اختلاف ظاہر ہوا کہ جسکی بنیاد خود عہد آنحضرت مین پیدا اور موجود ہو گئی تھی اوسی وقت سے سمجھنا چاہیے کہ ہر فریق کے لئے کچھہ نہ کچھہ حجت ہے خواہ وہ حجت اصلی ہو یا مصنوعی۔ اور اسکے اصلی اور مصنوعی ہونے کا امتیاز خدا کی توفیق اور مکلف کے اذعان پر موقوف ہے جس اختلاف کا کہ مین نے ذکر کیا وہ مذہب اسلام مین بعد وفات نبی کے پہلا اختلاف ہے کہ جو امر خلافت مین کہ بعد نبی کون اونکا جانشین قبول کیا جاوے قبل تجہیز و تکفین نبی کے پیش آیا۔ اور حضرت ابوبکر کے جانشین منتخب کرنے پر جو عین وقت پیدا ہوا اور وہ مین شخصون نے بیعت کی اور علی مرتضے نے جس سے علانیہ مخالفت کی اوسی وقت سے اوس اختلاف نے امت رسول مین دو فرقے ظاہر کر دیئے۔ ایک وہ کہ علی مرتضے اور اہلبیت رسول کی طرف رائے دینے والے تھے اور جو خلافت کو اونکا حق جانتے تھے اور دوسرے وہ کہ جو علی کے مخالف تھے۔

اب مجکو اس بات کا موقع آیا کہ مین یہ بیان کرون کہ کوئی سخن کس کی طرف سے پیش ہونا چاہیے اور کس سخن کے پیش کرنے کی کسکو ضرورت ہوتی ہے

اور جسکو ضرورت ہوتی ہے وہ ہی نعش پیش کرنے کا حق رکہتا ہے۔
زمانہ اسکا اصول ہمکو یہ بتاتا ہے اور ابتداے خلقت انسانی سے
یہی اصول مسلم چلا آتا ہے کہ حالت موجودہ کا جو کوئی تغیر چاہے وہی بات
پیش کرے مخلوق کو تو اختیار ہے کہ چاہے اوسکی بات کو مانے یا نہ مانے لیکن اگر
وہ بات امر حق ہے تو ضرورت توفیق یزدانی کی تائید کی اوسکے بالقلب ماننے والے
کے واسطے بیشک ہے مگر اوسکی کثرت مخالفت سے گہبرانا نہین کرنا چاہیے
اور نہ کثرت مخالفت محض دلیل امر حق کی ہوسکتی ہے جسکی کم سے کم یہ مثال
ہے کہ دین تغیر آخرالزمان کے ماننے والون کو بمقابلہ اوسکے مخالفون کے شمار
کر لیا جائے۔۔۔
اسی بنا پر جو مخالفین مخالف حضرت علی مرتضےٰ اور ائمہ اہلبیت کے جس حیثیت
سے اور نوعیت سے وہ متفق ہوگئین اور قرار پا گئین اون حالتون موجودہ
کے متغیر کرنے کے لئے باتباع علی مرتضےٰ اور ائمہ اہلبیت اون (علی مرتضےٰ اور
ائمہ اہلبیت) کے گروہ کو حق ہے کہ وہ اون مخالفون کو ناواجب کہین اور ناجائز
ثابت کرین۔
اسی حق پر شیعہ خلفا پر طعن کرتے ہین اور ثبوت اون طعنون کا کتب
اہلسنت سے دکہاتے ہین شیعون کے طعن خلفاء ثلاثہ کی نسبت یا اوسکی
نوعیت گو محدود نہین ہے لیکن کلیہ اونکی طعنون کا یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ بالقلب
یا کامل ایمان رکہنے والے نہ تہے اور بعد نبی کے اون سے ارتداد کلی یا جزوی
ضرور واقع ہوا۔
اوسکے جواب مین فرقہ اہلسنت کو اختیار ہے کہ وہ شیعون کے طعن کو خلفاء ثلاثہ
پر سے رفع کرین اور روایت مندرجہ اپنی کتب کی نسبت جو چاہین کہین اور

جو چاہین بمقابلہ اونکے حجتین اور دلیلین لائین۔

اور جیسے کہ شیعون کو بہ نظر اصول متذکرہ کے خلفاء ثلاثہ کی نسبت طعن کا حق ہے ویسے ہی خوارج یا جو کوئی ہو علی مرتضے کی نسبت طعن کرنے کا حق رکھتا ہے اور اوسکو اون اپنی طعنون کا ثبوت دینا ہوگا یا دلیلین بتائید اپنی طعن کے پیش کرنی ہونگی شیعہ یا طرفدار علی مرتضے اوسکا جواب دینے کا حق رکھینگے مگر امتیاز صحت دلیلون اور حجتون کا اور حقیقت کا قبول کرنا نہ کرنا عقل سلیم اور توفیق ایزدی پر موقوف ہی۔

اس اصول کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ امر کس طرح صحیح قرار پاسکتا ہی کہ جن دلائل سے بزرگی اور افضلیت اور کمال ایمانی خلفاء ثلاثہ وغیرہم کا ثابت ہوسکے تو اونہین دلائل سے جناب امیر کا بھی فضل وکمال اور قرب من اللہ ثابت ہوجاوے۔

اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ عہد پیغمبر مین اصحاب رسول اور مسلمان دو قسم کے تھے ایک مومن اور ایک منافق۔ اور ان دونون کے وجود کی خبر قرآن مین موجود ہے چنانچہ سائل نے بھی اپنے سوال مین ان دونون قسمون کے وجود کو قبول کیا ہے اور جیسے کہ قرآن مین مومن اور منافق کے وجود کی خبر ہے ویسے ہی اون اہل ایمان کی بھی خبر ہے کہ جو مرتے دم تک اوسی ایمان پر قائم رہنے والے ہین اور اون لوگون کی بھی خبر ہے کہ جو مرتد ہوجانے والے اور فسق وفجور عمل مین لانے والے تھے۔ اور ان اخبار قرآنی کی تائید مین احادیث نبوی بھی مذہب اسلام کے ہر فرقہ کی کتب مین موجود ہین۔

اس امر سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ منافق بظاہر پابندی اپنی ارکان

اسلام پر ویسے ہی ظاہر کرتے تھے جیسے کہ مومن۔

اس موقعہ پر سمجھ لینا چاہیے کہ جب کسی منافق کا نفاق ظاہر اور ثابت کرنا کسی کو مقصود ہوگا تو اوسکے بیان واقعات اور دلائل اوسکے اثبات کی جداگانہ ہونگے بمقابلہ کسی دوسرے منافق کے کہ جسکی نسبت بھی ویسا ہی ارادہ کیا جاوے۔

اور ایسے ہی جب کسی کا ارتداد ظاہر اور ثابت کرنے کا قصد ہوگا تو اوسکے بھی واقعات اور دلائل اثبات علیحدہ ہونگے بمقابلہ کسی دوسرے کے کہ جسکے ارتداد کا اظہار کیا جاوے اور اوسکے ثبوت کے لئے دلائل پیش ہون۔

گو بمقابلہ ہر کسی کے بیان ایمان یا ثبوت اور اوسکی دلیل واسطے رفع طعن نفاق اور ارتداد کے ایک نوع کے ہون مگر وہ بیان ایمان اور اوسکا ثبوت اور دلیل یکسان بمقابلہ ہر ایک کے صحیح نہین قرار پا سکتا اور ضرور ہے کہ وہ بیان ایمان اور ثبوت اور دلیل اوسکی بمقابلہ ہر ایک کے جداگانہ منطبق کرنے کے قابل ہوگی۔

اس بنا پر یہ امر کسی طرح لازم نہین آسکتا ہے کہ اہلسنت وجماعت جو دلائل اثبات ایمان اور فضائل خلفاء اور جملہ صحابہ مین پیش کرین اور وہ غلط اور باطل قرار پائین تو ایمان اور فضائل جناب امیرؑ بھی کسی دلیل سے ثابت نہو سکے یا جن دلائل سے کہ ایمان و فضائل جناب امیرؑ ثابت ہوسکین تو اون سے خودبخود ایمان دیگر خلفاء بھی ثابت ہوجاوینگے کیونکہ جبتک ذات وصفات مین شخصون کی اتحاد نہ ثابت کیا جاوے ایسا حکم قائم ہی نہین ہوسکتا اور ایسا اتحاد جبتک ثابت نہین ہوسکتا اور نہ بطور قاعدہ کلیہ کے جیسا کہ اسماعیلیون کا فلسفہ بالتسلیم ہوسکتا ہے کہ شیعہ ایسے دلائل پیش کرین کہ جسمین احتمال تخلف کا ہو اور اس قسم کا پیدا ہونا ہر قسم کی احتمالات شیعہ

اون دلائل مین پیش کرتے ہین جو اہلسنت اثبات فضائل خلفاء مین بیان کرتے ہین۔

جو لوگ کہ خدا یا رسولؐ پر یقین نہین کرتے اور اوسکے اثبات مین جو دلائل پیش کئے جاتے ہین یہ غیر ممکن ہے کہ اونکا منکر اون دلائل اثبات پر احتمال نہ کر سکے اسلئے کہ یہ امر موقوف اذعان پر ہے۔

لاکھون منکر خدا اور کرورون منکر رسولؐ اسوقت موجود ہین جو اثبات وجود باری تعالےٰ اور حقیت رسالت کے دلائل دیکھتے ہین کہ جو پیش کئے جاتے ہین کہ جو پیش کرنیوالے کے عندیہ مین یقینی اور قطعی ہوتے ہین لیکن اوس منکر کا اون کو فی کوئی احتمال کرکے اونکو قبول نہین کرتا ہے۔

یہ امر اسی زمانہ پر موقوف نہین ہے بلکہ خود عہد ہر ایک نبی مین ایسا ہی ظہور مین آیا ہے کہ کمتر لوگون نے انبیا کی ہدایت کو قبول کیا او بیشتر نے انبیا کی حجتون اور دلیلون پر احتمال کرکے رد کر دیا جب خود انبیا ایسا اثنا دن لوگون پر نہین ڈال سکے کہ جسکے سبب سے کسی کو احتمال نہو سکتا دیے، ہی اتر کی امید شیعونسے رکھنا منکران خدا اور رسولؐ کے درجہ سے بھی ترقی کرنا ہی لیکن وہ احتمال جو مبطل استدلال ہوتا ہو نہ کبھی شیعونکی دلیل مین پیدا کیا گیا ہو اور نہ ہو سکتا ہے۔

یہ فقرہ کہ اگر وہ دلائل جو اہلسنت بیان کرتے ہین غلط اور باطل ہون تو پھر صرف ثبوت ایمان اور افضلیت خلفا مین ہی خلل نہین پڑتا بلکہ جناب امیر کا بھی ایمان کسی طرح ثابت نہین ہو سکتا اور ثبوت رسالت اور خدا کی خدائی اور حقیت دین مین سخت رخنہ واقع ہوتا ہے عجب سفیہانہ فقرہ ہی۔

کجا دلائل ایمان خلفاء ثلثہ اور کجا دلائل ایمان علی مرتضےٰ اور کجا اثبات رسالت و حقیت دین اسلام اور کجا خدا کی خدائی۔

ہر ایک کے لئے طوق اور قدح جدا گانہ ہے اور اون کے دماغ لے لئے جمتین علیحدہ۔

شاید سائل نے اس فقرہ کے پیرایہ مین اپنا اعتقاد منقولی ظاہر کیا ہے اور غرض سائل کی یہ ہے کہ اگر خلفاء ثلثہ مسلمان ثابت نہونگے تو علی مرتضے کا ایمان بھی ثابت نہوگا اور جس رسالت کو اونہون نے قبول کیا تہا وہ بھی قبول نہوگی اور جس رسول نے جس خدا کو خدا بتلایا ہے وہ بھی مانا نجاویگا مگر یاد رکہنا چاہئے کہ شیعہ قائل اور حامل مسئلہ حسن وقبح اشیاء کے عقلی کے ہین نہ نقلی کے وہ خدا کی خدائی اور ضرورت نبی اور پیغمبر آخر الزمان کی رسالت کو عقلی مانتے ہین نہ نقلی اور اسکے ثبوت کے لئے دلائل عقلی پیش کرتے ہین نہ نقلی۔ گو استفادہ اوسکا نبی یا ائمہ اہلبیت سے ہو۔ مگر بغیر اسکے کہ وہ میزان عقل مین جبتک تول نہ لین اوسکے قبول کرنے کے لئے دامن قلب نہین پہیلاتے۔

انکا خدا اس بات کا محتاج نہین ہے کہ کسی نبی نے اوسکو بتایا نہ وہ خدا کی معرفت مین محض کسی نبی کی حاجت رکہنے والے ہین نہ اونکا رسول محتاج اسکا ہے کہ محض زید بکر نے اوسکو قبول کیا نہ اونکو احتیاج محض زید عمر بکر کے قبول کرنے کی ہے

علی ہذا القیاس یہ قید کہ بوقت ثبوت ایمان جناب امیر کے شیعہ محض تسلیم اہلسنت کو اپنی حجت مین پیش نہ کرین کہ اوسکے یہ معنی ہون گے کہ اثبات ایمان علی مرتضے کے لئے بجز تسلیم خصم باعتبار واقعہ کے کوئی دلیل نہین ہے۔ سائل کی کم نظری کیوجہ سے ہے۔

سائل کو بالکل اسکا علم نہین ہے کہ شیعہ ایمان اور اسلام علی مرتضی

کی کسطرح اور کیونکر دکہلاتے ہین -

شیعہ علی مرتضےٰ کا ایمان اور افضلیت قرآن اور احادیث نبوی اور خود سرگذشت علی مرتضےٰ سے بیقین کرتے ہین اور اوسی کو دوسرون کے مقابلہ مین پیش کرتے ہین جبکہ کوئی اونکے ایمان اور افضلیت پر قدح کرتا ہے -

محض تسلیم خصم کو حجت نہین لاتے الا کتاب خدا اور احادیث پیغمبر یا جو سرگذشت علی مرتضےٰ کی قطعی طور سے کتب فریقین مین ہو اوسے حجت مین لاتے ہین لیکن آیات قرآنی ایسی عام ہین کہ جسمین خاص نام علی مرتضےٰ کا مذکور نہین ہی اور کچھ علی مرتضےٰ کی نسبت یہ امر نہین ہے بلکہ کسی صحابی کا نام عمل صالح اور غیر صالح کی جزا اور سزا کے لئے خاصۃً ذکر نہین کیا گیا ہے اور بموجب کتب مذہب شیعہ کے جن آیات کا نزول خاص شان اور حق علی مین ہے یا جو احادیث نبوی بتصریح کتب شیعہ مین منقول ہین اونکی حجت مین پیش کرنے کے وقت خصم کو اس امر کے احتمال کا موقع رہتا ہے کہ وہ حجتین خود - کتب شیعہ کی ہین اس نظر سے خصم کی زبان بند کرنے کے واسطے خصم کی کتب سے یہ دکہایا جاتا ہے کہ شان نزول اون آیات کا یا حدیث اون احادیث نبوی کا ایسا نہین ہے کہ جو صرف شیعون کے یہان ہو بلکہ وہی سب کچھ خصم کے یہان بھی موجود ہے -

اسکے یہ معنی نہین ہو سکتے کہ بجز تسلیم خصم کے باعتبار واقعہ کی دلیل نہین ہے "

درحقیقت یہ امر نہین ہے کہ شیعون کے یہان باعتبار واقعہ کے کوئی شہادت نہو اور محض تسلیم خصم کی دکہائی جاوے بلکہ شان یہ ہے کہ شیعہ

اپنے بیان کے ثابت کرنے کے لئے قرآن اور احادیث نبوی مندرجہ کتب اپنی کو پیش کرتے ہین اور خصم سے بھی اپنی شہادت کی صداقت کے لئے اظہار کراتے ہین۔

ایسی حالت مین وہ اظہار خصم ایک رکن شہادت کا منجملہ شہادتون شیعہ کے ہوگا نہ تسلیم خصم۔

اور ایسے ہی یہ فقرہ محض مبالغہ اور مہو کہ ہے کہ جسکی رو سے شیعون کو ممانعت کیجاتی ہے کہ وہ اس قسم کے دلائل پیش نہ کرین کہ جو اثبات فضائل شیخین مین اہلسنت کی طرف سے پیش ہوئے خود باطل اور مجروح کرچکے ہون کہ مجروحہ دلائل کو بمقابلہ خصم پیش کرنا دلیل عجز ہے۔

مبالغہ اور مہو کہ اسمین یہ ہے کہ جو دلائل اثبات ایمان یا فضائل شیخین یا خلفاء ثلثہ مین اہلسنت پیش کرتے ہین شیعہ نفس دلائل پر کوئی جرح نہین کرتے ہین یعنی شیعہ یہ نہین کہتے ہین کہ وہ دلائل درحقیقت ایمان یا فضیلت کسی کی ثابت کرنے کے لئے نہین ہوسکتے بلکہ شیعہ یہ کہتے ہین کہ وہ دلائل ایمان یا فضائل شیخین یا خلفاء ثلثہ کی ذات پر منطبق نہین ہوتے اور اونکے ایمان اور فضیلت پر صادق نہین آسکتے اور اس بنا پر اون دلائل کو شیخین یا خلفاء ثلثہ کے حقمین ایسا ناکافی قرار دیتے ہین کہ جو اونکے واسطے کچھ مفید نہین ہوسکتے ہین اور ایک قسم اون دلائل کی ایسی ہو کہ جو فی الواقع کسی شخص کے لئے مثبت ایمان ہو ہی نہین سکتی مثل بشارت سیارعیت حسن تمیم بر تحریم الفروج کے یہ اصول مرتہ نہین ہے کہ اگر کوئی شہادت کسی ایک پر کسی وجہ سے ناکافی ہو تو اوسکا وہان ناکافی ہونا مانع ہو کہ وہی شہادت کسی دوسرے کے حقمین بھی قبول نہ کیجا سکے۔ خصوص جبکہ اہل خصومت جدا گانہ ہون۔

بمقابلہ شیخین یا خلفاء ثلثہ کے ایک خصم ہے اور علی مرتضےٰ سے ایک

دوسرا خصومت کرنے والا ہے - جن دلیلوں کو خصم شیخین یا خلفا ثلثہ اون کے مقابلہ مین رفع کر دی تو یہ ضرور نہین ہے کہ وہی دلیلین بمقابلہ علی مرتضی اکے اونکا خصومت کرنے والا بھی اوٹھا سکے -

باعتبار اس صحیح اصول کے سائل دیکہین کہ اونکا یہ قول زیر بحث اس مقع پر صحیح قرار پاسکتا ہے یا مغالطہ اور دہوکا ہے ؟

سائل نے جو کچھہ نسبت طرز یا آداب مناظرہ یا بحث کے یا اوسکے قیود اور شرائط کے تحریر کیا تہا اور جسمین ایک خاص قوا یجاد منشا را اپنا ظاہر کیا ہے اوسکی نسبت ہم خاص طور پر دکہا چکے کہ سائل کا عندیہ بہ نظر اصول کے کسی طرح صحیح قرار نہین پا سکتا - اور درحقیقت سائل کے سوال کا جواب یہی ہے کہ وہ اصول یا قواعد یا شرائط اور قیود بحث کو غلط قرار دیکر مباحثہ کرنا چاہتے ہین -

اول جب تک کہ اصول یا قواعد اور شرائط یا قیود طرز بحث کے صحیح نہ قرار پا جاوین تب تک کوئی مباحثہ نہین ہو سکتا - اور اس بنا پر ہمکو کچھہ ضرور نہین ہے کہ اونکی بحث پر جیسا کہ وہ چاہتے ہین نظر کرین - لیکن -

اس خیال سے کہ سائل یہ تصور کرینگے کہ شیعونکی طرف سے کچھہ جواب نہین ہوسکا ہم اصول اور قواعد اور شرائط اور قیود بحث کو جیسا کہ ہمنے ظاہر کیا ہے پیش نظر رکہہ کے اون امور کی بابت جو سائل کیطرف سے پیش کئے گئے ہین اور جنکا تعلق تحقیق مذہب سے ہے نظر اور عام طور پر ہر ایک کلام سائل سے مواخذہ اور بحث شروع کرتے ہین -

وہ تحریر فرماتے ہین کہ "مولوی محمد ابو القاسم الہ آبادی سے جنکو اونکے احباب شیعہ مذہب جنکو زبانی مناظرہ کا بڑا شوق ہے مذہبی جہیڑ چہاڑ

رکھتے تھے اور وہی پرانے دہرانے سوالات کیا کرتے تھے اون مین سے
بعض نے کتاب ہدایت الرشید مولفہٗ مولوی خلیل احمد صاحب متوطن
انبہٹہ ضلع سہارنپور کو دیکھکر سکوت اختیار کیا مگر پہر بھی جنمین مادہ
تعصب اور ہٹ دہرمی بہت زیادہ ہے وہ اپنی رائے سے نہ ہٹے لہذا
مولوی صاحب موصوف نے مجبور ہو کر ایک سوال تمام دنیا کے علمار
شیعہ کو مخاطب کر کے شایع کیا۔

غالباً۔ ذی علم سائل مخاطب کا منشار اس سے یہ ہے کہ جو اعتراضات
شیعونکی طرف سے وارد ہوے ہین ہمارے بہائیون اہلسنت کیطرف سے
اون سب کے جوابات ہو چکے ہین لیکن محققین علم مناظرہ سے اگر کوئی دریافت
کرے گا تو وہ یہ ضرور فرماوینگے کہ متاخرین مین سب سے پہلے دہلی سے تحفہ اثنا عشریہ
رد مذہب شیعہ مین نکلا اور اوسکے شایع ہونے کے کچھہ ہی دنون بعد مرزا
محمد صاحب حکیم نے دہلی سے ہی نزہۃ اثنا عشریہ اوسکے جواب مین لکھکر شاہ صاحب
مولف اثنا عشریہ کی خدمت مین بہجوا دیا اور علاوہ اوسکے تقلیب المکائد
اور تشئید المطاعن اور عبقات الانوار کے مجلدات وغیرہ وغیرہ اوسکے جواب
مین شائع ہوئے جو الحمد للہ آجتک لاجواب ہین اور ہم مضبوطی کے ساتھہ دعوے
کرتے ہین کہ انشاء اللہ وہ کتابین لاجواب ہی رہینگی۔

ہمارے ذی علم سائل نے زبانی مناظرہ کو بھی بری نظر سے دیکھا ہے
اوسکی وجہ یہ ہے کہ تحریری مناظرہ مین چونکہ ایسی وسعت وطوالت ہے
کہ آجتک وہ اختلاف جو وفات پیغمبرؐ سے پڑ گیا ہے یکلخت دور ہوا
مگر برخلاف اوسکے زبانی مناظرہ قطعی فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے اور بہت سی
مثالین ہین گی کہ زبانی مناظرہ نے اوسی وقت اور اوسی مجمع کے

قطعی فیصلے کیئے ہین۔

چنانچہ اسی شروع سال ۱۳۲۹ھ مین بمقام بڑہہ سادات ضلع مظفر نگر ایک خوشنما مجمع علماء فریقین کا ہوا تہا جسمین واسطے مناظرہ کے بانیان مناظرہ نے چند شرائط مقرر کرکے عہد نامہ پر اپنے اپنے دستخط ثبت کر دئیے تہے۔

اس مناظرہ کی گورنمنٹ سے اجازت لیگئی تہی پولیس موقعہ پر انتظام کو موجود تہا۔ لیکن افسوس ہو کہ شیعی بانی مناظرہ علماء موجودہ نے تبدل مذہب کی شرط مندرجہ عہد نامہ کو قبول نہین کیا حقیقت مین ایسی شرط کو قبول نکرنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ اعتقاد متعلق بہ قلب ہے نہ بہ لسان بغیر تصدیق جنان کے محض اقرار باللسان اور عمل بالارکان شان نفاق دکہانے والا تہا مگر غالب کا مطیع ہونا فہمندی کا ضرور نشان تہا۔

الغرض جب علماء اہلسنت نے دیکہا کہ وہ شرطیں منظور نہین کیجاتی جو جان مناظرہ اگر نہتی تو نتیجہ مناظرہ ضرور نہتی تو اونہون نے حسب درخواست علماء اہلسنت مناظرہ کو موقوف رکہا۔

یہ قصہ اس غرض سے لکہا گیا ہے کہ درحقیقت تحریر کو وسعت وطوالت ہوتی ہے اور تقریر مین بشرط تحریر معاہدہ فیصلے کے لئے بہت آسانی ہوجاتی ہے جبکو ہمارے سائل مخاطب نے بہی بری نظر سے دیکہا اور اونکے ہم خیال علماء بہی علماء شیعہ یا یون سمجہئے کہ سادات بڑہہ کے مقابلہ سے باوجود عہد گریز کر گئے۔ لیکن مین اونکی گریز کو ہرگز بری نظر سے نہین دیکہتا ہون اونکین شان اقتدا امام کے مجہین کی ثابت ہوگئی یعنی اپنے ممدوحین کی تقلید گریز مین ثابت قدمی دکہلائی کہ اونکے ممدوحین بہی ہجرت بیعت توڑ توڑ کر گریز کر جاتے تہے جسکی وجہ

پیغمبر کو اون پر اطمینان نہین رہتا تہا اور تازہ بیعت اون سے لینی پڑتی تہی

ایسی ہی اس واقعہ سے نہ علماے شیعہ یا سادات بڑہ کو زیادہ خوشی
اور شیخی کا موقع ہو سکتا ہے - اون کے عمل سے اون مین بہی شان اتحاد اونکے
ممدوحین کی ظاہر ہو گئی کہ جو عہد اونہون نے کیا تہا اوسپر ثابت قدم رہے
اور ایک قدم پیچہے نہ ہٹے -

کتاب ہدایت الرشید کا تذکرہ اس موقعہ پر - ہم نہین سمجہے کس غرض سے
کیا گیا ہے ظاہرا تو یہی پایا جاتا ہے کہ محض اوسکے اعلان سے مقصود ہے جیساکہ
حاشیہ پر کتاب کی قیمت اور جہان سے وہ ملتی ہے خریدارون کی اطلاع
کے لئے پتہ لکہا ہے اور پہر اسی پر اکتفا نہین کیگئی ہے آخر مین منجانب عبدالحق ایک
طولانی اشتہار بہی اوسی کتاب کا دیا گیا ہے -

ایسے ہی وہ فائدہ بہی ہماری سمجہ مین نہین آیا جو اوسکے تذکرہ سے مرتب
کیا گیا ہے یعنی "بعض شیعون نے اوس کتاب کو دیکہکر سکوت کیا اور بعض نے
ہٹ دہرمی اور تعصب سے امر حق کو تسلیم نہین کیا"

جنہون نے نہین تسلیم کیا تہا اونکا نام ظاہر کرنا ضرور تہا کہ اندازہ اوس سکوت
کی وقعت کا ہو سکتا -

ہم جہانتک خیال کرتے ہین فقرہ کے دونون پارٹ نتیجہ مین متحد ہین - یعنی
اوس کتاب کی دلیلون کو اپنے اعتراضات کے جواب مین ناکافی تصور کر کے
شیعون کا اوسے نہ قبول کرنا - خواہ محض خاموشی سے جواب ظاہر کیا جاوے
خواہ اون دلائل کے مجروح اور مقدوح ہو جانے کے باعث اوسکو تسلیم نہ کیا جاوے
نتیجہ دونون کا برابر - وہی عدم تسلیم ہے -

ایسی کتاب کی بنیاد پر جو مولوی صاحب الہ آبادی نے پہلے سوال قرار

دیا تہا اوس سوال کو بہی شیعہ لوگون نے اوسی نگاہ سے دیکہا جیسا کہ اوس کتاب کو۔ اور شیعہ چاہتے تھے کہ فاش غلطی اوس سوال کی ظاہر کرکے فایدہ ذلت کا اپنے بہائیون اہلسنت کو نہ پہونچا وین لیکن سوال ثانی نے جو تعلی سے لبریز ہے مجبورانہ اونکو برانگیختہ کیا۔

اسکے بعد ذیعلم مخاطب نے اپنی طرف سے تحریر فرمایا ہے کہ "اکابر علماء شیعہ نے بجواب اوس سوال کے یہہ کہلا بھیجا کہ اگر سائل سُنّی ہے تو اوسکی کتب مذہبی فضائل علیؑ سے مالا مال ہین اور اگر ناصبی اور خارجی ہے تو اوسکو ہمسے تعلق گفتگو نہین" اس سے سائل شیعونکا عجز ظاہر کرکے خود افسوس کرتے ہین کہ "بجاے اسکے اگر یہہ کہلا بھیجے کہ ہمکو جواب نہین آتا مگر مذہبی۔ پابندی سے مجبور ہین تو ہزار درجہ بہتر تہا"

ذیعلم سائل اسی بنا پر یہہ فرماتے ہین کہ "ہم مولوی صاحب کے سوال کو ترمیم کرکے مکرر شایع کرتے ہین" اور اسی مقام پر جواب کے لئے چھ ماہ کی مہلت دی گئی ہے۔

سائل کے اس بیان کا کہ "شیعون کو دلائل اہلسُنّت کی قدر وقعت معلوم ہوجائے"

شیعہ معیار اسی سے کرسکتے ہین کہ سب سے پہلے ہمارے ذی علم مخاطب صاحب نے ہی اوسکو مرمت کرکے مکرر شایع کرایا۔ پہلی خطا تو مولف کتاب ہدایت الرشید کی مولوی صاحب الہ آبادی نے ظاہر فرمائی کہ شیعون سے "مجبور ہوکر" استدلال کتاب کو اصلاح کرکے بصورت سوال شایع کیا اور مولوی صاحب موصوف الہ آبادی کی خطا ہمارے سائل صاحب ممدوح نے ظاہر فرمائی یعنی باوجودیکہ شیعون کا جیسا کہ وہ خود کہتے ہین اوس سوال کے

جواب مین جب عجز ظاہر ہو گیا تہا تو پہر اونکو اس سوال کی مرمت کر کے شایع کرانیکی کیا ضرورت تہی۔

بے شک ذیعلم سائل کے نزدیک وہ سوال ایسا ناکافی تہا کہ جواب لکھے جانے سے پہلے اوسکی مرمت ہوکر مکرر شایع کیا جاوے۔

ذیعلم سائل نے سوال کے جواب مین جو زبانی پیغام کہلا بہیجنا علماء شیعہ کیطرف منسوب کیا ہے وہ بالکل خلاف عقل ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اون شیعون نے جنکی نسبت احباب کا لفظ استعمال کیا ہے اور جنکے ذکر سے مخاطب صاحب نے اپنے سوال کی پیشانی کو مزین کیا ہے وہ جواب دیا ہو جسکو وہ عجز تصور فرما رہے ہین لیکن اوسکو علماء شیعہ کی طرف منسوب کرنا خود ہمارے سائل صاحب مخاطب غور فرماوین کسقدر قابل وقعت ہو۔

علماء ایسے امور پر کہ جو مبتدیون کے قہقہہ اوڑانے کی بہی قابلیت نہین رکہتے توجہ نہین فرمایا کرتے۔ علماء شیعہ جب کبہی قلم اوٹہاتے ہین تو اہم مسائل اور مقدمات پر نہ ایسے مقدمات پر کہ جسپر ہین ایسا شخص کہ مبتدی بہی نہین ہون ہنس رہا ہون۔ اور اگر کبہی کسی مجہہ ایسے آزاد منش نے توجہ کی بہی ہے تو محققانہ طور پر کسی واقعہ کی نسبت اپنی تحقیق کو ضبط تحریر مین لائے ہین۔ یہ کبہی نہین ہوا ہے کہ کسی تحریری اور شایع شدہ مسئلہ کا جواب زبانی کہلا بہیجا جاوے بلکہ تحریر کا جواب تحریر اور تقریر کا جواب تقریر اور وہ بہی ترکی بترکی۔ یعنی جس زبان مین سائل پوچہتا ہو اوسی زبان مین جواب دیا جاتا ہے اور یہ ایسا قدیمی اصول ہے جسکو طرفین خوشی سے قبول کرتے آتے ہین۔

سائل مخاطب دو تین جگہہ دعوی کرتے ہین کہ شیعون سے قیامت تک جواب نہ دیا جاوے گا تو پہر جہ مہینے کی غیر ضروری میعاد کو قیامت کی میعاد ہی تصور

کرنا چاہیے۔

سائل اپنے علم و یقین کی بنا پر شیعون کے جوابون کا لکلنا اپنے سر پہ قیامت کا آنا تصور فرماوین اور یہ جواب ضرور اون پر قیامت ڈہاویگا۔

سائل صاحب نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "بہ فرض محال مذہب شیعہ حق ہو اور شیخین اور دیگر صحابہ ایسے ہی ہون جیسا کہ شیعہ کہتے ہین تو جناب امیر کا ایمان بلکہ آنحضرت کی رسالت اور مذہب اسلام کی حقیت بلکہ خدا کی خدائی انشاء اللہ قیامت تک بہی علماء شیعہ سے ثابت نہو گی" جسکا مقصود یہہ ہے کہ ایمان خلفاء ثلثہ اگر قبول ہے تو سب کچہہ ہے ورنہ کچہہ بہی نہین۔

یاد رکہنا چاہیے کہ یہ عقیدہ سنیون کا ہے اور شیعون کے نزدیک یہ عقیدہ فاسد ہے جو قائل اور عامل مسئلہ حسن و قبح اشیاء کے عقلی کے ہین نہ نقلی کے۔

جو لوگ ہین خدا کی قائل نہین ہین یا بت سے خدا اونکی قائل ہین اونکے مقابلہ مین خدا کا وحدہ لاشریک ہونا ثابت کیا گیا ہے جسکو نبوت سے کچہہ تعلق نہین ہے یعنی خدا کا وحدہ لاشریک ہونا عقلاً بغیر سند حدیث نبی کے ثابت کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی بمقابلہ دیگر امم کے جب کبھی آنحضرت کی رسالت یا حقیت دین اسلام ثابت کی جاتی ہے تو اوس سے مسئلہ امامت علی مرتضے خواہ اونکے ایمان کو کچہہ واسطہ یا رابطہ نہین ہوتا ہے یعنی نبوت بغیر تذکرۂ امامت ثابت ہو جاتی ہے۔

ایسے ہی علی مرتضیٰ کے ایمان و اسلام کو خلفاء کے ایمان و اسلام سے کچہہ تعلق نہین ہو سکتا جیسا کہ خود حضرت عمرؓ نے بہی اوس موقعہ پر جبکہ اون کے عہد مین حضرت عباس اور علی مرتضے میراث کے متعلق جہگڑتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تھے اپنی بابت اور نیز حضرت ابوبکرؓ کی حضرت عباسؓ اور علی مرتضے سے یہ اقرار کیا تہا کہ تم دونون کے نزدیک

ہم دونون آثم ۔ خائن ۔ غادر ۔ اور کاذب ہین یعنی بعد وفات پیغمبر صلعم جس وقت کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ مین ولی پیغمبر ہون اوس وقت بھی تم دونون آئے تھے ۔ اور تم (عباسؓ) نے اپنے بھتیجہ کی میراث مین سے اپنا حق ۔ اور تم (علیؓ) نے اپنی زوجہ کی طرف سے میراث پدری چاہی تھی جس پر ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول خدا فرما گئے ہین ۔

"لانورث ماترکناہ صدقۃ" یہ سنکر تم دونون نے اون کو کاذب ۔ آثم ۔ غادر اور خائن جانا ۔ مگر خدا خوب جانتا ہے کہ وہ صادق اور پرہیزگار اور تابع للحق تھے ۔

اور جب ابوبکرؓ مر گئے تو مین اون کا اور پیغمبر صلعم کا ولی ہوا تو اوس وقت بھی تم نے مجکو کاذب ۔ آثم ۔ غادر ۔ اور خائن جانا ۔[۱]

جب علی مرتضیٰؑ سے حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے جو پریسیڈنٹ سلیکٹ کمیٹی مجوزہ مسٹر عمرؓ کے تھے شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کو کہا تو علی مرتضیٰؑ نے اوس سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مین اپنے علم اور رفاقت سے عمل کرون گا ۔[۲]

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰؑ کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام کو اون حضرات کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام سے کچھ لگاؤ نہین تھا ۔

اسکے علاوہ حضرت حذیفہؓ سے بھی جو رازدار پیغمبر صلعم تھے اکثر حضرت عمرؓ قسم سے اس طرح فرمایا کرتے تھے ۔ باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین ۔[۳]

---

[۱] بروایت صحیح مسلم کتاب الجہاد مین زہری اسے سے اور ہمنے جن فقرات کو کہ ہماری بحث سے تعلق تھا لکھا ہے ۔ اور اسی حدیث کو کتاب ثقیفہ ابوبکر جوہری سے ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی لکھا ہے ۔

اِس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ علیؑ مرتضےٰ کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام
کو اون حضرات کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام سے کچھہ لگاؤ نہین تہا ۔

پس ایسی حالت مین ہم نہین سمجہہ سکتے کہ وہ سلسلہ اور التزام جو سائل مخاطب
نے باہم ایک دوسرے کے ساتھ باندہا ہے کیسے قائم رہ سکتا ہے ۔ اور کچھہ شک
نہین ہے کہ یہ التزام جسکو عقیدتاً ہمارے مخاطب صاحب نے ظاہر فرمایا ہے
عقیدتاً التزام فاسد ہے ۔

سائل مخاطب نے مکرر اِس امر پر زور دیا ہو کہ خلفاء ثلثہ کے قبول کرنے پر
خدا کی خدائی پیغمبرؐ کی رسالت علیؑ کے ایمان کا مدار ہے ورنہ کچھہ بھی نہین ۔ اور اسکو
وہ شیعون کے لئے سخت تر سمجھتے ہین لیکن وہ نہین جانتے کہ جن خلفاء کے
نہ قبول کرنے پر جس خدا کی خدائی سے اور جس پیغمبرؐ کی پیغمبری سے اور جس علیؑ کی
ولایت یا امامت اور ایمان سے شیعہ محروم رکہے جاتے ہین درحقیقت شیعونکا
نہ وہ خدا نہ شیعہ اوس خدا کے بندے ۔ نہ وہ نبی شیعون کا پیغمبر نہ شیعہ
اوس پیغمبر کی امت اور نہ وہ علیؑ شیعون کا علیؑ اور نہ ہم شیعہ اوسکے شیعہ ۔

وہ خدا سنیون کا ہے اور سنی اوسکے بندے ۔ وہ پیغمبرؐ سنیون کا ہوا اور
سنی اوسکی امت ۔ وہ علیؑ سنیون کا چوتہا خلیفہ ہے اور سنی اوسی حیثیت سے
جسطرح وہ مانتے ہین اوسکی امامت اور ایمان کے معتقد ۔

شیعون کا خدا اور ہے اور سنیون کا خدا اور ۔ شیعون کا پیغمبرؐ اور ہے
اور سنیون کا پیغمبر اور ۔ شیعون کا علیؑ اور ہے اور سنیون کا علیؑ اور ۔ اب

حاشیہ

۵۳ مورخین سنے یہ لکہا ہی وہ ارجوان اجہتد بل ان افضل بتبلیغ علمی وطاقتی ۵۴ دیکہو کامل صفحہ
جلد ثالث وغیرہ ابو الفدا۔ ۵۵ دیکہو ضخنی مولفہ امام ذہبی ۔

ہم مختصراً بتلاتے ہین کہ سنیون کا خدا کیسا ہے اور شیعون کا خدا کیسا ؟ سنیون کا پیغمبر کیسا ہے اور شیعون کا پیغمبر کیسا ؟ اور سنیون کا علی کیسا ہے اور شیعون کا علی کیسا ؟

سُنیون کا خدا

"کتاب العرش والعلو" مین علامہ ذہبی نے چند احادیث سنیون کی دوسرے خلیفہ (حضرت عمرؓ) اور اون کے بیٹے اور دیگر صحابہ سے نقل کی ہین جن سے سنیون کے خدا کے اوصاف خوب ظاہر ہوتے ہین جنکو بطور خلاصہ ہم اس مقام پر خاص "کتاب العرش والعلو" سے کہ جو اسوقت ہماری میز پر موجود ہے لکھتے ہین -

(۱) خدا عرش پر بیٹھا ہے اور چار چار انگل عرش سے باہر ہے - اور عرش اوسکے بوجھ سے چرچراتا ہے -

(۲) ہر شب جمعہ کو خدا آسمان اول سے جھانکتا ہے اور قبل خلقت دنیا جب عرش وغیرہ کچھہ نہ تھا تب ایک نور کی بدلی پر رہتا تھا -

(۳) "جہنم مین جب گنہگار بھر دئے جائینگے خدا سے جہنم پھر شکایت اپنے پیٹ نہ بھرنے کی کریگا اوسوقت خدا اپنی ٹانگ دوزخ مین ڈالدیگا"

"حالات خدا سنیان از کتاب ملل ونحل"

"مضر - کہمس - واحمد الہجیمی وغیرہ جو اہلسنت سے ہین اونکا عقیدہ ہے

۱؎ دیکھو تفسیر معالم التنزیل بغوی روایت انس ابن مالک تحت تفسیر آیت " ولقول جہنم ہل من مزید " ۲۶ پارہ سورۂ ق

کہ اون کا خدا صورت رکھتا ہے اور صاحب اعضا اور اجزا ہے۔

اور اون مین سے روحانیہ اور جسمانیہ جائز رکھتے ہین کہ خدا اون کا ایک جگھ سے دوسری جگھ جاتا ہے اور اوپر سے نیچے اوترتا ہے اور نیچے سے اوپر جاتا ہے اور مستقر اور متمکن ہوتا ہے۔

"ومنہم مثل مضر و کہمس و احمد الہجیمی وغیرہم من السنۃ قالوا معبودہم صورۃ ذات اعضاء و ابعاض۔ اما روحانیۃ او جسمانیۃ یجوز علیہ الانتقال والنزول والصعود والاستقرار والتمکن"

مضر کہمس و احمد الہجیمی (شیخ مسلم و بخاری) فرماتے ہین خدا مصافحہ کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت مین خالص مسلمانون سے معانقہ کرتا ہے۔

اور کعبی نے بعض سے روایت کی ہے کہ وہ دنیا مین رویت خدا کو جائز جانتا تھا اور اس بات کو بھی کہ خدا اونکی زیارت کرے اور وہ خدا کی زیارت کرین۔

داؤد الجواری کا عقیدہ ہے کہ خدا کے عضو مثل انسان کے ہین اور مجھسے جس عضو کی بابت چاہو پوچھ لو لیکن اوسکی فرج اور داڑھی سے معاف رکھو۔

"انہ قال اعفونی عن الفرج واللحیۃ و اسئلونی عما وراء ذلک"

اور کہا اوس نے کہ معبود اون کا جسم (خون اور گوشت سے مرکب ہے اور اوسکے ہاتھ اور پاؤن اور سر اور زبان اور دو آنکھین اور دو کان ہین اور پھر اوس کا جسم اور خون مانند اور اجسام اور لحوم اور دماء کے نہین ہے اور اسی طرح سب صفتین اوسکی۔ اور وہ کسی مخلوق کے مانند نہین ہے اور نہ مخلوق ہین اوسکے کوئی مانند ہے۔ اور اوسکی داڑھی سیاہ رنگ ہے اور بال گھونگھر والے۔

اور چونکہ قرآن مین لفظ استوا اور یدین اور وجہ اور جنب اور مجی یعنی آنے کے وارد ہین تو ان سب کو ظاہری معنی پر حمل کر لیا ہے۔

یہان تک کہتے ہین کہ خدا کی آنکھین دکھین اور فرشتے عیادت کو آئے اور خدا طوفان نوح پر اسقدر رویا	"قالوا اشتکت عیناہ فعادتہ الملٰیکۃ وبکیٰ علیٰ طوفان نوح حتیٰ رمدت عیناہ"

کہ اوسکی آنکھین دکھنے لگین۔

اور عرش چرچرانے لگا نیچے اوسکے۔ اور ہر طرف اوسکا گوشت چار چار انگشت بڑھا ہوا ہے۔

(۷) امام ابن تیمیہ اور اونکے اصحاب قائل خدا کے جسم کے ہین۔ شیخ الاسلام ابواسمٰعیل انصاری اور امام علامہ ذہبی بھی مجسمہ تھے کچھ یہی لوگ نہین بلکہ امام احمد حنبل صاحب اور اونکے مقلدین بھی اور نیز مقاتل ابن سلیمان و نفع ابن حماد وشیوخ حدیث بھی۔

(۸) علامہ جلال الدین شرح عقائد عضدی مین صاف یہ تحریر کرتے ہین "واکثر المجسمۃ ہم الظاہریون المتبعون لظواہر الکتاب والسنۃ واکثرہم محدثون" جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اکثر مجسمہ اہل ظاہر ہین۔ پیروی کرتے ہین ظاہر کتاب وسنت کی اور اکثر اونمین سے محدث ہین۔ اور تلبیس ابلیس مین ابن جوزی نے بھی یہی تحقیق کیا ہے۔

(۹) اشاعرہ اہلسنت ۱۰ خدائونکو مانتے ہین یعنی ایک تو خود خدا کو اور نو خدا کی صفتون کو جنکو وہ خدا کی ذات سے زائد اور مثل خدا کے قدیم ہی جانتے ہین قائل ہین جس خدا مین ان اوصاف کے حضور ہو وہ آپکا خدا ہی ہمارا خدا نہین

کاظمی صاحب صواقع انہین کے خوشہ چین ہین اور صواقع کا ترجمہ تحفہ شاہ صاحب دہلوی ہے اور سوال سائل اور کتاب ہدایت الرشید ہے خود از تحفہ ہے ۔ شرح عقائد عضدی ملا جلال الدین دوانی ۔ طبقات سبکی ہدایت العلیا محسن کشمیری ۔ میزان الاعتدال وتلبیس ابلیس ابن جوزی ۔ ملل ونحل وشرح مواقف ونہایۃ العقول۔

شیعون کا خدا

برخلاف اسکے۔ موجود ہر جگہ ہے اور پہر کہین نہین۔ نہ وہ عرش پر بیٹھا ہوا ہو نہ چار چار اونگل عرش سے باہر نکلا ہوا ہے اور نہ عرش اُسکے بوجھ سے چرچراتا ہو نہ وہ ہر شب جمعہ پہلے آسمان سے جہانکتا ہے۔ اور نہ قبل خلقت دنیا و عرش نور کی مچھلی پر رہتا تہا نہ اوسکی ٹانگ ہے جسے وہ دوزخ مین ڈالے گا۔ نہ وہ کسی سے مصافحہ کرتا ہے اور نہ معانقہ نہ دنیا مین اپنا دیدار دکہاتا ہے اور نہ حشر مین کسی کو دکہائی گا اور نہ وہ بلا ڈاڑھی اور فرج کا مخنث انسان ہے۔ نہ اوسکے صفات اوسکی ذات سے جدا ہین۔ اور جس خدا مین اسکے خلاف وہ صفتین ہون جو سنیون کے خدا مین ہین وہ نہ ہمارا خدا اور نہ ہم اوسکے بندے۔

سُنیون کا پیغمبر

(۱) بخاری اپنی صحیح مین عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا سے اور زید ابن عمرو ابن نفیل سے مقام بلدح مین اوس زمانہ مین جبکہ آنحضرت پر وحی نازل نہین ہوتی تھی ملاقات ہوئی حضرت کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا (بعض نسخون مین یہ ہے کہ خود رسول خدا نے یہ دسترخوان بچھایا تہا اور زید سے کہانے کی درخواست کی تھی) زید نے اوسکے کہانے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ مین اوس شے مین سے نہین کہاتا جو تم لوگ اپنے انصاب[ا] پر ذبح کرتے ہو۔ اور نہین کہاتا ہون مگر وہ چیز کہ جسپر خدا کا نام لیا گیا ہو[۲]۔

(۲) امام سُدی سے امام رازی تحت آیت ”وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ“ لکھتے ہین کہ پیغمبر قبل بعثت بت پرستی کرتے تہے (دیکھو تفسیر کبیر)

سلہ انصاب سے مراد وہ پتہر ہین جو کعبہ کے گرد اگرد لگے ہوتے تہے اور اونپر بتونکی قربانی کیجاتی تھی

سلہ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۵۴۲ مطبوعہ محمدی پریس بمبئی ۱۲۷۲ھ

(۳) علامہ سیوطی نے مختلف حوالون سے اور مولوی عبد الحی صاحب نے نہایت
شرح وبسط اور وثوق وزور کے ساتھ اس حدیث کو قبول کیا ہے کہ "رسول خدا
وقت تلاوت سورۃ والنجم جب اس آیت پر پہونچے "افرایتم اللات والعزی ومناۃ
الثالثۃ الاخری" تو اونکے بعد شیطان نے یہ کلمات اونکی زبان پر جاری کردئے
"تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" بعدہ پیغمبر نے سجدہ کیا اور کفار بھی سجدہ مین
جھک گئے کفار نے یہ کہا کہ پیغمبر ہمارے خداؤن کی تعریف کرتا ہے۔ [۱]

(۴) مولوی شاہ عبد الحق صاحب دہلوی "مسجد فضیخ" کی وجہہ تسمیہ مین بحوالہ
مسند امام احمد حنبل یہ تحریر فرماتے ہین کہ پیغمبر نے اوس مین فضیخ (شراب)
پی تھی جب ہی سے اوس کا نام مسجد فضیخ ہو گیا۔ (دیکھو مدارج النبوۃ)

(۵) پیغمبر ناچ گانا سنتے تھے یا دیکھتے تھے اور اپنی بی بی کو بھی دکھاتے تھے
(دیکھو بخاری و ترمذی شریف)

(۶) رسول خدا سے گناہ کبیرہ ہونے کے اکثر اشاعرہ قائل ہین اور صغیرہ گناہ
عمداً صادر ہوتے تھے اسکے جمہور اشاعرہ عقیدہ رکھتے ہین اور سہواً صغیرہ گناہ
کے صادر ہونے مین سب کا اتفاق ہے۔ اور فرقہ حشویہ اشاعرہ اسکا بھی عقیدہ
رکھتے ہین کہ اونکے پیغمبر عمداً بھی گناہ کبیرہ کرتے تھے۔ اور قاضی اون کے
یہ فتوے دیتے ہین کہ انبیا کی عصمت محض اوس وقت جبکہ وہ احکام خدا کی
تبلیغ کرے ضروری ہے اور اسکے علاوہ دیگر اوقات پر عصمت اونمین خیال کرنا
غیر ضروری ہے [۲]

(۷) شیعون کا پیغمبر قریب وقت وفات حواس باقی نہ رہنے کی وجہہ سے ہذیان

---

[۱] دیکھو تفسیر درمنثور و کتاب ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی مولفہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی

[۲] دیکھو شرح مواقف مع متن باب خیم مبحث عصمت انبیا۔

مین مبتلا ہو گیا تہا اور اوسکے ہذیان کی حالت کو حضرت عمرؓ نے جو اپنے قوت بازو
سے آئندہ اون کے جانشین ہونیوالے تھے لوگون پر ظاہر کیا تہا۔ (دیکھو
صحیح بخاری)

انصاب پر ذبیحہ کا جو گوشت کہاتا ہو بہ ابلیس ہم زبان جب اپنا بتاتا ہو
آگے بتونکے جو سر و گردن جہکاتا ہو بہ زوجہ کو ناچ رنگ کی صحبت دکہاتا ہو

ایسے نبی کو ہم تو نبی جانتے نہین بہ
ہان آپ مان لین مگر ہم مانتے نہین بہ

شیعون کا پیغمبر

برخلاف اسکے اوسنے نہ کبہی بتون پر قربانی کی نہ بتون کی قربانی کا گوشت خود کہایا
نہ کسی کو کہلایا نہ شراب پی اور نہ پلائی نہ قبل بعثت خواہ بعد بعثت اوسنے یا اوسکے
باپ دادون نے تا حضرت آدم بلکہ کسی نبی نے بھی نہ بت پرستی کی اور نہ بتون کو
سجدہ کیا نہ کبہی اوسپر شیطان مسلط ہوا اور نہ ہو سکتا ہے نہ اوس نے کبہی ناچ گانا
دیکہا اور نہ زوجہ کو دکہایا۔ وہ معصوم ہے اوس سے کوئی خطا کوئی گناہ کبہی سرزد نہین ہوا
نہ وہ کبہی مبتلائے ہذیان ہوا اور جو ان سب افعال کا مرتکب ہو وہ نہ ہمارا پیغمبر
اور نہ ہم اوسکی امت۔

سنیون کا امام

بارہ جانشین خلفاء پیغمبر ائمہ اہل سنت کے ہین جنکے یہ نام ہین۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔
عثمانؓ۔ علیؓ۔ معاویہؓ۔ یزیدؓ۔ عبدالملکؒ بن مروان۔ ولیدؒ۔ سلیمانؒ۔ یزیدؒ۔ ہشامؒ۔ عمرؒ
بن عبدالعزیز[1]

(۱) قبول کیا گیا ہے کہ خلفاء خاطی۔ غیر معصوم۔ اور مجتہد تھے شیطان اون پر تسلط
کر لیتا تہا۔ وہ بت پرست تھے۔ بعد اسلام بھی شرابخواری مین مصروف رہے بجل

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی باب حدیث اثنا عشر تحقیق ابن حجر

مسائل شرعیہ سے پوری واقفیت نہ رکھتے تھے۔ اون کا منصوص من اللہ ہونا ضروری نہیں ہے (دیکھو نہایۃ العقول امام فخر الدین رازی)

(۲) حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ یا امام نے جو اپنی شروع خلافت میں پہلا خطبہ فرمایا اوسمین اپنی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ مین تم مین کسی ایک سے بھی بہتر نہین ہون (پس) میری نگرانی کرتے رہو جب دیکھو کہ مین لغزش کرتا ہون تو میری کجی کو سیدھا کر دو اور یہ بھی سمجھ لو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر مسلط رہتا ہے[۹۱] جب تم دیکھو کہ مین غصہ مین ہو جاؤن تو مجھ سے پرہیز کر دے[۹۲]

(۳) ابن حجر عسقلانی نے حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ کی نسبت یہ قبول کیا ہے کہ بعد اسلام اونہون نے شراب پی[۹۳]

(۴) جب آیت "یسئلونک عن الخمر" نازل ہوئی اوسپر بھی مسلمانون نے اپنی دیرینہ عادت جاہلیت کو ترک نہ کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی "لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ" اوسپر بھی ان ائمہ نے یہ اجتہاد کیا کہ عین وقت نماز کے ممانعت ہے یا نشہ کی حالت مین نماز نہ پڑھنا چاہیے اسی اجتہاد کے موجب اس آیت کے نزول کے بعد بھی اونہون نے عمل رکھا۔ چنانچہ ایک موقع پر نشہ کی ترنگ مین حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن ابن عوف کے سر کو ایک اونٹ[۹۴] کی ہڈی سے زخمی کیا اور پھر اسود ابن یعفر کے اشعار بطور:

---

[۹۱] بتلایا ہو شیطان کے مسلط ہونیکی پہچان کا۔

[۹۲] دیکھو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی صفحہ ۹۴ مطبوعہ محمدی پریس لاہور (۱۳۰۳ھ)۔

[۹۳] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری روایت ابن مردویہ فی تفسیرہ من طریق علیہ ابن طہمان عن انس۔ نوادر الاصول مولفہ ابو عبداللہ محمد علی ابن الحسن بن بشیر المؤذن الحکیم الترمذی۔

[۹۴] اونٹ کی ہڈی سے زخمی کرنا اس واقعہ کی صحت پر یقین دلاتا ہے کیونکہ عرب میں سوائے استخوان شتر کے دوسری چیز کا نہ ملنا بعید بھی نہین ہے۔

کشتگان بدر پر دلفریب ارا مین پڑہنے لگے جنمین سے یہ دو شعر مقبول بھی ہوئے ہین
جن کو ہم لکہتے ہین۔

الا من مبلغ الرحمن عنی ٭ ٭ بانی تارک فرض الصیام
فقل للہ یمنعنی شرابی ٭ ٭ وقل للہ یمنعنی طعامی

ترجمہ

"آیا کوئی ہے ایسا کہ خدا کو میرا یہ پیغام پہونچا دے کہ مین روزون کے فرض کو چہوڑتا
ہون۔ کہہ دو خدا سے کہ مجھے شراب پینے سے منع کرے؟ اور کہہ دو خدا سے کہ مجھے
کہانے سے باز رکہے؟"

ان اشعار کی مقبولیت کی یہ وجہ ہے کہ پیغمبر خدا کو اوسکی اطلاع ہوگئی جیسا کہ
اوسی روایت مین بیان کیا گیا ہے کہ "جسوقت وہ یہ اشعار پڑہ رہے تھے کہ پیغمبر اونکی
آئے اور جو کوئی چیز وہ ہاتھ مین لئے ہوئے تھے وہ اونکے سر پر مار دی اور اسی واقعہ
پر یہ آیت نازل ہوئی کہ انما یرید الشیطان الخ الآیۃ"[۱]

(۵) اہلسنت کے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ صاحب نے جنکے ہندوستان مین لوگ
کثرت سے مقلد ہین جو فتوی حضرت ابو بکر کے ایمان کے متعلق دیا تہا اوسکو ہم بجنسہ عربی مین لکھے
دیتے ہین بظاہر ترجمہ کی ضرورت بھی نہین ہے "ان ایمان ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
وایمان ابلیس واحد"[۲]

(۶) وہی امام ابو حنیفہ صاحب حضرت عمر کے بھی قول کی نسبت یہ فتوی دیتے ہین
"عن عبد الصمد عن ابیہ قال ذکر لابی حنیفہ قول قالہ عمر فقال ہٰذا قول شیطان (جامع صغیر

---

[۱] دیکھو ربیع الابرار علامہ زمخشری و کتاب مستطرف مولفہ ابن الخطیب شہاب الدین احمد
حیزری [۲] دیکھو تاریخ بغداد مولفہ خطیب بغدادی وخلاصہ تاریخ مذکور مسمی مختصر تاریخ بغداد مولفہ ابن جزلہ۔

(۶) حضرت عثمانؓ اموی تیسرے خلیفہ سے جو اعمال و افعال ہوئے اوس سے کتب اہلسنت گنہگاروں کے اعمالنامہ کے مانند سیاہ ہین ۔

اور یہی وجہ ہی کہ اون کے پیغمبر اس خیال سے کہ وہ تو (عثمان) زمانہ خروج دجال تک زندہ نہین رہ سکتے دجال کی متابعت کرنے والون مین اون کے دوستون کی نسبت حدیث ذیل جسکو علامہ ذہبی نے نہایت تحقیق کے ساتھ قبول کیا ہی بطور پیشین گوئی فرما گئے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے ”فرمایا آنحضرت نے جب دجال خروج کرے گا تو اوسکی پیروی وہ لوگ کرین گے جو عثمانؓ کو دوست رکھتے ہین “

”عن حذیفہ انہ قال رسول اللہ صلعم اذا خرج الدجال یتبعہ من کان یحب عثمان“

(۷) سنیون کے چوتھے خلیفہ فرماتے ہین کہ ”میرے لئے عبد الرحمٰن ابن عوف نے کچھ کہانا پکوایا اور دعوت کی اور شراب پلائی جب وقت نماز آیا تو مین نے نماز پڑہائی اور ”سورہ قل یا ایہا الکافرونؔ مین بجائے “لا اعبد ما تعبدون کے نحن نعبد ما تعبدون“ پڑہہ گیا کہ جس پر آیت ”لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ“ نازل ہوئی “

”عن علی ابن ابیطالب قال صنع لنا عبد الرحمٰن ابن عوف طعاما فدعانا فسقانا من الخمر منا وحضرت الصلوٰۃ فقدمونی فقرءت قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ“ (صحیح ترمذی) ۔

(۸) سنیون کے چوتھے خلیفہ علی فرماتے ہین کہ ”ایک دفعہ پیغمبر نماز شب کے لئے جو اوٹھے تو میرے پاس بھی تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ تم اوٹھو اور نماز پڑہو مین نے اونکو یہ جواب دیا کہ ”لا نصلی الا ما کتب علینا“ ہم سوائے واجب کے اور کوئی نماز نہ پڑہین گے“ اور ایک روایت مین علی کا اس طرح سے جواب دادہ

ہوا ہے۔ کہ ”ہماری روحین خدا کے ہاتھ مین ہین۔ جب چاہتا ہے ہمکو جگا دیتا ہے“ سُنیون کے پیغمبرؐ نے یہ سُنکر زانو پر ہاتھ مارا اور یہ آیت پڑہتے ہوئے وہان سے لوٹ گئے ”کان الانسان اکثر شیئ جدلا“ (دیکھو صحیحین)

(۹) سُنیون کے چوتھے خلیفہ نے رسولؐ کی بیٹی کو اوسپر سوت لانے کا ارادہ ظاہر کرکے ناراض کیا جب یہ خبر اونکے پیغمبرؐ کو پہونچی کہ علیؑ ابوجہل کی بیٹی سے خطبہ کرتے ہین تو وہ ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ بنت نبی خدا اور بنت عدوئے خدا جمع نہین ہوسکتین مگر یہ کہ علیؑ فاطمہؑ کو طلاق دین۔ (دیکھو صحیحین)

(۱۰) سُنیون کا چوتھا خلیفہ پیغمبرؐ کی اس حدیث کے ”جب ان آل ابی طالب لیسوالی باولیاء“[1] خلیفہ اونکے پیغمبرؐ کا ہو نہین سکتا۔ اور کیسے خلیفہ ہوسکتا ہے جبکہ اونکے پیغمبرؐ اونکی نسبت یہ ارشاد فرمائین کہ آل ابوطالب نہ ہمارے دوست ہین نہ دوست نہ ناصر معین نہ وارث نہ کوئی ۔“

برخلاف

اسکے شیعون کے امام یا خلفاء پیغمبرؐ ایک سے لیکر بارہ تک مثل پیغمبرؐ رجس وخطا اور عمل فواحش سے طیب طاہر۔ نہ شیطان اونپر تسلط کرسکا نہ اونہون نے اور نہ اونکے اباء کرام علیہم السلام نے تا حضرت آدمؑ مثل اباء پیغمبرؐ (شیعون کے پیغمبرؐ اور اماموں کے باپ دادا تا حضرت آدمؑ ایک ہی ہین) کبہی کسی بت کو سجدہ کیا نہ بتون پر قربانی کی نہ ایسی قربانی کا گوشت کہایا۔ وہ کل مسائل شرعیہ پر مثل پیغمبرؐ واقف اور منصوص من اللہ تہے۔ نہ اونکے اور ابلیس کے ایک ایمان کے ہونے کا کوئی اونکا پیرو (گنوار سا گنوار اور عالم سا عالم) قائل ہے نہ کوئی اون کا پیرو اونکے قول کو شیطان کا قول بتلاتا ہے نہ اون سے محبت رکہنے والے دجال کی متابعت کرنے والے ہین

[1] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

نہ وہ اپنے علی کو چوتھا خلیفہ اپنے نبی کا جانتے ہین بلکہ بلافصل خلیفہ رسول مانتے ہین
نہ اونکے علی سے کبھی کوئی نماز ترک ہوئی نہ اونسے یا کسی امام نے یا اونکے باپ دادون
نے بدعت وائی یا کسی کے یہان دعوت مین شراب پی اور نہ کسی کو پلائی نہ انکا پیغمبر
اون کے علی سے کبھی خفا اور ناراض ہوا نہ اونسے کبھی پیغمبر کی بیٹی (اپنی زوجہ) پر ابوجہل
کی بیٹی یا کسی کی بیٹی کو بیاہ لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور نہ شیعون کے پیغمبر کا بجز علی اور
اور اولاد علی جو آل محمد ہونے کے علاوہ آل ابوطالب بھی ہین کوئی دوسرا
ولی اور وارث ہو سکتا ہے۔ اور انہین کو ہم قبول کرتے ہین۔ اور جنمین یہ اوصاف
نہ ہون نہ ہم اونکو خلفا پیغمبر قبول کرتے ہین اور نہ اونکی امامت و خلافت و ایمان کے
قائل ہین۔ ہمارے سنی بھائیون کو اپنے خلفاء کی امامت و خلافت اور ایمان جیسا تھا
ویسا اور وہ جیسے تھے ویسے مبارک مبارک باشند۔

سنی اور شیعہ کے خدا اور رسول اور ائمہ کے مقابلہ کرنے کے بعد غور کرنا
چاہیے کہ شیعون کا خدا اور اوس کا رسول اور اوسکے بارہ نائب قابل قبول ہین
یا سنیون کے؟

میرا یقین ہے کہ کسی مذہب کا بلا تعصب محقق کبھی سنیون کے خدا اور رسول
اور خلفاء کو پسند نہین کرے گا اور ایسی حالت مین دیکھنا چاہیے کہ اہلسنت کی
کوشش بمقابلہ شیعون کے کارگر ہو سکتی ہے کہ شیعہ اپنے ایسے خدا اور رسول
اور ائمہ کو ترک کرین اور اہلسنت کے جیسے خدا اور رسول اور خلفاء کو قبول کرین
اور اگر اہلسنت کے دلی غرض یہ ہے کہ اون کے جیسے خدا اور رسول اور خلفا ہین
اونہین کے اعتقاد کے بموجب شیعہ اپنا اعتقاد قرار دین تو خدا اور رسول کی نسبت
تو نہین ہو سکتا مگر اونکے خلفاء کی نسبت درحقیقت سنی اور شیعون کے اعتقاد
مین کچھ فرق نہین ہے۔

اہل سنت اپنے خلفار کی عصمت کے قائل نہین ہین شیعہ بھی اونکو معصوم نہین جانتے۔ سُنی اپنے خلفار سے کسی گناہ کبیرہ اور صغیرہ اور افعال قبیحہ اور شنیعہ کے ارتکاب یا کسی خطا کا سرزد ہونا عجب نہین جانتے شیعہ بھی اونکی نسبت ایسے ہی قائل ہین۔

باوصف اسکے اہلسنت جو اپنے خلفار کی ایسی خطاؤن اور غلطیون کو جو آسمان مُسلمات فریقین پر ستارون کیطرف چمک رہی ہین قبول کرکے بتاویل اور تحریف کرکے اونکو رفع کرنا چاہتے ہین تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اہل سنت جو عقیدہ اپنے خلفار کی نسبت رکھتے ہین اوسمین وہ کچے ہین۔ اور شیعون کو جو اعتقاد اونکے خلفار کی نسبت ہے اوسمین وہ پختہ ہین شیعہ اوس حکایت تمثیلی کے پیچھمین کبھی نہ آوینگے

"ناک کٹائے سو ہی کو پاوے"

اس تمہید کے بعد ذی علم سائل نے ایک التماس لکھی ہے جسمین جواب کے واسطے چند شرائط قرار دیتے ہین (۱) یہ کہ "کوئی کلمہ خلاف تہذیب استعمال نہو" اگرچہ ہم اون لوگون مین ہین جو اس زمانہ مین ایسے نالائق طریقہ کو پسند کرنے والے ہین مگر افسوس ہے کہ ہمارے ذی علم سائل نے خود اسکا لحاظ نہین کیا ایک جگہ اونہون نے شیعون کو سادہ لوح اور ناعاقبت اندیش لکھا ہو ایک جگہ روافض کے لقب سے اونکو یاد کیا ہے ایک جگہ کفار و منافقین سے اونکو تشبیہ دی ہے۔ کہین اونکو ہٹ دہرم بتلایا ہے۔ ممکن تھا کہ اس شرط کی پابندی کے واسطے اون سے ہم یہ کہدیتے کہ "آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران ہم مپسند" مگر غالباً اونکے نزدیک ایسے الفاظ سخت کلمات مین داخل اور خلاف تہذیب نہون گے بہرحال مین اونکو اطمینان دلاتا ہون کہ شیعہ خلاف تہذیب کلمات

کے استعمال کرنے یا کسی کے دل دکھانے کو اوصاف رذیلہ مین جانتے ہین اور نہ انکی تعلیم مذہبی جو اونکو اپنے پیغمبر اور پیغمبر کے جانشینون سے ہوئی ہے اونکو اوصاف حمیدہ سے برگشتہ کرنیوالی ہے۔

میرے خیال مین وہ بھی مثل عام سنیون کے شیعون کے مسئلہ لعن یا تبرا کو غلط سمجھے ہوئے ہین۔ تبرا کے معنی ہین کسی سے ناخوشی یا بیزاری ظاہر کرنا نہ یہ کہ کسی کو گالیان دینا یا فحش کا استعمال کرنا۔

خلفاے ثلثہ مین جن اوصاف کے شیعہ برنباے مسلمات فریقین قائل ہین اون اوصاف کی وجہ سے وہ اونکو قبول نہین کرتے اور بیزاری اور ناخوشی اوس سے ظاہر کرتے ہین اور اسی کے معنی مذہب شیعہ مین تبرا کرنے کے ہین اور لعن کے معنی دعاے بد کرنے کے ہین جو اوصاف حمیدہ مین داخل ہے۔ خدا نے بھی کاذب اور ظالم پر لعن کی ہے تو کیا خدا نے فحش بکا لعنت اللہ علی الکاذبین تبرا اور لعن کے معنی فحش بکنے کے نہین ہین۔

دوسری شرط یہ ہو کہ ہم اہلسنت خلفاے اربعہ کو مساوی التعظیم جانتے ہین اگر ہمارے دلائل قبول نہ کئے جائین گے اور حضرات شیخین کو ویسا ہی تصور کیا جائے گا جیسا کہ شیعہ اپنی سادہ لوحی سے سمجھتے ہین تو پھر جناب امیر کا بھی ایمان کسی طرح ثابت نہوگا۔ اور نہ ثبوت رسالت کا۔

اور بعد تمام شرطون کے فضائل خلفا مقدمہ مین یکجائی لکھے ہین اس غرض سے کہ ان دلائل پر اگر قدح ہوگی اور فضائل و اسلام و ایمان خلفا ثلثہ کا ثابت نہوگا تو جناب امیر کا بھی ایمان ثابت نہوگا۔ مگر ہم نہین سمجھتے کہ معزز سائل نے کیون اسکو شیعون کے لیے سخت تصور کیا ہے جبکہ شیعہ نہ اونکے خدا کے بندے نہ اونکے پیغمبر کی امت اور نہ اونکے خلفا کے معتقد نہ اونکا

وہ دین واسلام کہ جو سائل کا ہے تو وہ فضائل جو لکھے گئے ہین اگر ہم شیعہ دکھلا دینگے
کہ اون کا انطباق ذوات خلفاء پر نہین ہوتا جیسا کہ ہمیشہ سے شیعہ دکھلاتے آئے ہین
تو اوس سے شیعون کو کیا مضرت پہونچ سکتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہین کہ علی بھی اون مین
داخل ہے لیکن جبکہ وہ اوس علی کے (کہ جسمین صفت شراب خواری موجود ہو یا جو پیغمبر کا
چوتھا خلیفہ ہو یا جس نے پیغمبر کے حکم کو رد کر دیا ہو یا نماز پڑھنے سے انکار کر دیا ہو)
شیعہ ہی نہین تو پھر اونکو اوس علی کو اونہین خلفاء کا ساتھی قبول کر لینے مین کچھ پس پیش
نہین ہو سکتا۔

ہمارے سائل صاحب مخاطب کو چاہیے تہا کہ وہ اون اوصاف کو جو انہون نے
اپنے علی مین قبول کئے ہین پہلے کتب شیعہ سے اونکی تطبیق کر دیتے۔ لیکن ہمارے
علی کے لیے بطور واقعہ جو اوصاف ہماری کتب مین مندرج ہین اور ہمارے علی کے
اون واقعات کی تائید کتب اہل سنت مین کی گئی ہے پس ہم اپنے علی کے وہی
اوصاف جو بطور واقعہ کے ہماری کتب مین درج ہین اور جن سے اونکا کامل الایمان
ہونا ثابت ہوتا ہے آپ کی شہادت سے اون واقعات کو دکھلا کر بمقابلہ خلفاء ثلثہ
کے اونکو باایمان ثابت کر دینگے۔

اسکے بعد سائل چاہتے ہین کہ جو کچھ شیعہ ایمان علی کا ثابت کرنا چاہتے ہین پہلے
اصول خوارج پر ثابت کرینگے اور جو شیعہ ایسا اصول خوارج قرار دیتے ہین
اوسکو ہم بسلسلہ دیگر رسائل تمہید مین غلط ثابت کر آئے ہین لیکن اس وقت ہم
بھی یہ کہتے ہین کہ۔

بانی مذہب اسلام عرب مین پیدا ہوئے۔ وہین سے اسلام کی تعلیمین چاروں طرف
پہونچین۔ وہین بانی مذہب اسلام نے وفات پائی۔ وہین کی سرزمین سے
مخالفت کا درخت اوگا۔ وہین سے مناظرہ کی بنا قائم ہوئی۔ وہین اوس کے

قواعد مقرر ہوئے اور جن پر آجتک علمائے فریقین کا عمل تالیفات مناظرہ مین رہا ہے
اور جو توڑا نہین جا سکتا ۔ چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی اسی اصول کو قبول کیا اور اوسکے
شاگرد رشید شوکت عمریہ مین یہ تحریر فرماتے ہین "بسا اوقات روات یک فرقہ
نزد اہل آن ماموں و نزد غیر آن مطعون می باشد لہذا ہر فرقہ روایات ردیہ را
در طریق خود مسلم می دارد و روایات مرویہ سائر فرقہ مخالف خود مقدوح می انگارد"
اور عرب کا بھی یہ مشہور مقولہ ہے "قول المرء فی حقہ حجۃ لانی شان غیرہ"
یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی خصم مخالف کے اقوال کو مخالف کے مقابلہ مین استدلالاً
پیش کرتا ہے اور مخالف اپنے اقوال مین تاویل کرتا ہے جس سے یہ غرض ہوتی
ہے کہ وہ اپنی کتب کی تحریف یا تاویل کرکے اونکی اصلاح کرے ۔ لیکن خصم کو یہ حق
باقی رہتا ہے کہ وہ اوس تحریف یا تاویل یا اصلاح کو دکھا دے کہ وہ صحیح
ہے یا نہین ۔

اس مین کچھ شک نہین کہ ذی علم سائل نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ قواعد
غلط بطور دھوکہ کے قرار دیئے ہین اونکو مین بہت وضاحت سے بطور یکجائی تمہید
مین بتلا آیا ہون اور اگر شرائط قرار دادہ سائل کی پابندی کی جاوے گی تو جو
دعوے سائل کا قیامت تک ہے ضرور وہ اونکو کامیاب کرنے والا ہے ۔ لیکن
شیعون کو کسی صورت مین بھی کوئی اندیشہ نہین ہے جبکہ اون کے نزدیک وہ چارون
بزرگوار ایک ہی وصف کے مثل مین مطابق کتب اہلسنت نہیں پائے جاتے ہین
اور جن سے شیعون کو نہ دین مین واسطہ اور نہ دنیا مین ۔ لیکن ہمارے ذی علم سائل
کو ضرور متوقع رہنا چاہیے کہ جہان دنیا کی تاریخین مورخین دیگر علمائے مناظرہ کا
تذکرہ درج کرین گے وہان اون کا بھی نام سرخی سے لکھکر اشتہار ہوین صدی انگریزی
مین ضیاء اصول جدیدہ مناظرہ بمنسوخی اصول قدیمہ مناظرہ لکھین گے ۔

اب مین یہ بتلانا چاہتا ہون کہ حالت موجودہ علیؑ مرتضیٰ کی عموماً مذہب اسلام مین یہ قرار پائی ہے کہ وہ مومن مسلمان سمجھے جاتے ہین اب جو کوئی اونکی اس حالت کا تغیر کرنا چاہے خارجی ہو یا ناصبی وہ اونکے مطاعن ظاہر کرے اور اون کے ایمان و اسلام کے متعلق جو کچھہ قدح ہو اوسکو بیان کرے اوسکا جواب شیعون کے ذمہ ہوگا کہ جمیع وہ طعن اور قدح ایمان و اسلام علیؑ مرتضے اکو رفع کرینگے۔

اس بنا پر سائل کو چاہیے کہ وہ اپنے سوال کو اور وسیع کرین اور جو کچھہ طعن اور قدح ایمان و اسلام علیؑ پر خوارج کی طرف سے ہو اوسکو مفصل قائم کرین تب اوسکو شیعہ رفع کرینگے۔ اور چونکہ مطابق اس اصول صحیح کے اونہون نے مطاعن اور قدح ایمان و اسلام علیؑ پر بجانب خوارج ظاہر نہین کیئے ہین اور پہلے وہ اصول خوارج پر ہی ثبوت ایمان و اسلام علیؑ مرتضیٰ کا چاہتے ہین اسواسطے پہلے ایک عالم کی روح اس امر کے سمجھنے کے لیئے کہ مسلمان خارجی کہتے کسکو ہین شہادت مین پیش کیجاتی ہے اور اوس شہادت کی رو سے جو لوگ کہ خارجی قرار پاوین گے تو ہم اونہین کے اقوال سے علیؑ مرتضے اکا ایمان و اسلام ثابت کرین گے لیکن یہہ گذارش ہے کہ صرف اسی بحث مین اون کے نام معہ لفظ خارجی شناخت کی غرض سے لکھے جائین گے تاکہ سمجھنے مین لوگون کو آسانی ہو اور آئندہ کسی بحث مین جو دیگر اصول کے موافق ہوگی تو وہان اون خوارج کے نام کے ساتھہ اگر وہ صحابہ رسولؐ ہونگے تو لفظ خارجی نہ لکھا جائیگا بلکہ ہہ حضرتؓ لکھا جائیگا۔

"روح اور اوسکی شہادت"

سوال عمومی - آپکا نام کیا ہے؟

جواب - نام میرا ابو الفتح محمد - باپ کا نام عبد الکریم ابن احمد - سکونت

ملک عرب وطن اصلی شہرستان پیشہ ملل ونحل کی تحقیق کرنا۔

"سوال فرمایئے کہ خارجی کسکو کہتے ہین؟"

"جواب۔ کل من خرج علی الامام الحق الذی۔ اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیا"

"جو شخص کہ امام برحق پر خروج کرے۔ اور وہ ایسا امام ہو جسپر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو اوسی کو خارجی کہتے ہین"

"سوال۔ یہ آپ کی تحقیق زبانی ہے یا کسی اپنی تصنیف مین بھی آپ نے اسکو شایع کیا ہے؟"

"جواب۔ ہان مین نے اس تحقیق کو اپنی کتاب ملل ونحل مین الخوارج کی سُرخی سے لکھا ہے۔"

"سوال" آپ کی بابت کسقدر لوگ اس بات کو ظاہر کر سکتے ہین کہ آپکی تحقیق قابل سند ہے"

"جواب۔ متاخرین علماء نے مجھے امام المتکلمین کا معزز خطاب دیا ہے اور میری تحقیقاتون کو سرمایہ اپنی تالیفات کا سمجھا ہے اور اونسے بہت کچھ لیا ہے"

"سوال" دو ایک نام بتلا دیجیے؟"

"جواب" تاریخ مرات الجنان مولفہ علامہ یافعی۔ تاریخ علامہ ابوالفدا۔ تاریخ علامہ خلکان وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ اول حضرت عائشہ اور پھر حضرت معاویہ نے معہ اپنے اپنے ہمراہیون کے علی مرتضیٰ پر خروج کیا اور پھر جنگ نہروان واقع ہوئی لہذا یہ سب لوگ طبقۂ اعلانیہ الخوارج سے ہوئے۔ پس ہم انہین خوارج کے اقوال سے اپنے علی کا کامل الایمان ہونا ثابت کرتے ہین جو بطور واقعہ دیگر راویون سے کتب شیعہ مین بھی درج ہین

اقوال عائشہ خارجیہ سے علیؑ کا باایمان ہونا

ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں اور اخطب خوارزم نے اپنے مناقب میں باسانید مختلفہ اور نیز سبط ابن جوزی نے اپنے تذکرہ "خواص الائمہ" میں اور نیز غالباً[1] صحاح ستہ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ "جب مسروق جنگ نہروان سے ہمراہی علیؑ مرتضےٰ واپس مدینہ آئے تو عائشہ (خارجیہ) سے ملے اور جنگ کی حالت بیان کرکے پوچھا کہ اگر آپ نے کچھ پیغمبرؐ سے خوارج کی نسبت سُنا ہو تو اوسے بتلائیے اونہوں (خارجیہ) نے کہا کہ "میں نے پیغمبرؐ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ (خوارج) اشرار امت میری سے ہیں اور اخیار امت میری انکو قتل کرینگے" اس شہادت عائشہ

> "انی سمعت من رسول اللہ صلعم یقول انہم اشرار امتی یقتلہم اخیار امتی"

(خارجیہ) سے علیؑ کا اخیار امت سے ہونا اور اشرار امت کو قتل کرنا ثابت ہوگیا اور اخیار امت کا اطلاق کسی ناقص الایمان پر ہو نہیں سکتا بجز کامل الایمان کے۔

سید علی ہمدانی[2] اپنی کتاب مودۃ فی القربیٰ میں عائشہ (خارجیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ "خارجیہ مذکورہ نے رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہو کہ خدا نے مجھسے عہد کیا ہے کہ جو شخص علیؑ ابن ابیطالب پر خروج کرے گا وہ کافر ہے اور دوزخی ہے اور میں اس حدیث کو بروز جنگ جمل بھول گئی تھی بصرہ میں مجکو یاد آئی پس میں خدا سے طلب مغفرت کرتی ہوں اور امید ہے کہ وہ میری توبہ قبول کریگا"

بہر حال بزعم خارجیہ بھی علیؑ مرتضےٰ کے کامل الایمان ہونے کو ثابت کرتا ہے کیونکہ[3] ظاہر ہے کہ کافر و جہنمی وہی ہو سکتا ہے جو کسی کامل الایمان خدا کے نیک بندے پر خروج کرے۔

---

[1] وجہ یہ ہے کہ ابھی جلد ۱۰ کتب عجائب کی روسائل دستیاب نہیں ہو نہیں خود تجویز فرمایئے ۔۔!!

[2] دیکھو کتاب مودۃ القربیٰ مودۃ ۱۴ ۔۔۔ علی بن شہاب الدین ہمدانی شافعی مطبوعہ ۔۔۔

عائشہ (خارجیہ) سے دیلمی نے روایت کی ہے جسکو صواعق محرقہ مین ابن حجر مکی نے بھی قبول کیا ہے کہ "اوس (خارجیہ) سے پیغمبرؐ نے فرمایا سبقت لیجانے والے تین شخص ہین - ایک یوشع ابن نون - جو سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے - دوسرے صاحب آل یٰسین (حبیب نجار) جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے - تیسرے علیؑ جو سب سے پہلے اپنے پیغمبرؐ پر ایمان لائے اور یہ اون تینون سے افضل ہین" اس سے بھی علیؑ کا سابق الایمان ہونا اور دیگر امم کے سابق الایمان سے افضل ہونا ثابت ہے -

سعد ابن ابی وقاصؓ خارجی کی شہادت سے علی مرتضیٰؑ کا مل الایمان ہونا

مسلم اپنی صحیح مین بسلسلہ متصل بیان کرتے ہین کہ معاویہ ابن ابی سفیان (خارجی) نے سعد ابن ابی وقاص (خارجی) سے پوچھا کہ تمکو ابو تراب پر سب کرنے کو کون وجہ مانع ہے - کہا اگر مین نے پیغمبرؐ سے اونکی نسبت تین امر نہ سنے ہوتے تو مین ضرور سب کرتا اور اگر وہ تینون فضیلتین میرے لئے ہوتین تو مین اونکے مقابلہ مین حمر نعم (شتر سرخ مو) کو بھی بہتر نہ جانتا -

پہلی فضیلت تو یہ ہے کہ جب ایک غزوہ پر علیؑ کو پیغمبرؐ ساتھ نہین لے گئے اور اونکو مدینہ مین اپنا قائم مقام کر گئے اور انہون نے اونکی نسبت پیغمبرؐ سے جب عرض کیا تو اونہون نے یہ فرمایا "اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"

دوسری فضیلت یوم فتح خیبر یہ نصیب اونکے ہوئی کہ پیغمبرؐ نے جب فرمایا کہ"

ؑ علامہ شہرستانی گواہ نے خوارج متقدمین مین بسلسلۂ اعتزال اسکو فہرست مین نمبر دوم پر خارجی لکھا ہے اور عبد اللہ ابن عمرؓ کو اول نمبر پر -

اب یہ علم اوس شخص کو دون گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ
اوسکو۔ لوگون نے خواہش ظاہر کی مگر باوجودیکہ درد رمد مین علیؑ مبتلا تھے مگر انہین کو
بلا کر اور اپنے آب دہن سے اونکی شکایت آشوب چشم کو رفع کر کے علم عطا کیا اور
اونہین کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔

تیسری فضیلت یہ ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور پیغمبرؐ مع اپنے ہمراہیون
کے تشریف لے چلے تو بنی نجران کے دریافت پر اپنے چارون ساتھیون کو بتلایا
کہ یہی میرے اہل بیت ہین اور علیؑ کو کہا کہ یہ نفس رسول ہے[1] چنانچہ سب کا اتفاق ہے
کہ معاویہ خارجی نے یہ فضائل علیؑ سنکر سعد کو سب علیؑ سے معذور رکہا جس سے ثابت
ہو گیا کہ ایک خارجی کی دلیل کو دوسرے خارجی نے قبول کر لیا۔ جو قطعی دلیل علیؑ کی
کامل الایمانی کی ہے اور کسی طرح مقدوح نہین ہو سکتی۔ اور خود اوسکا عمل سب کو
ترک کرنا تائید توفیق ایزدی پر موقوف تہا مگر دوسرے کو مجبور نکرنا علیؑ مین اون اوصاف
کا قبول کرنا ضرور ہے۔

اگرچہ پہلی اور تیسری فضیلت مین بہی کوئی گنجایش تاویل نہین ہو سکتی ہے نبیؐ
نہ کسی ناقص الایمان کو اپنا نفس قرار دے سکتے اور نہ اوسکو مثل موسیٰ کے ہارون کے
اپنا ہارون فرما سکتے ہے لیکن دوسری فضیلت کو جو ایک خارجی نے دوسرے خارجی سے
بیان کیا ہے وہ قطعی فیصلہ اس امر کا کرنیوالی ہے کہ علیؑ کامل الایمان ہین۔ یعنی علیؑ کا تو ایسا
خدا و رسولؐ کو دوست رکہنا اور خدا اور رسولؐ کا علیؑ کو دوست رکہنا۔ کیونکہ خدا و رسولؐ
کا ہرگز کوئی ناقص الایمان دوست نہین ہو سکتا اور نہ وہ اوسکو اپنا دوست بنا
سکتے ہین۔

[1] دیکہو شرح صحیح مسلم از علامہ نووی صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نولکشور پریس لکہنو۔

معاویہ خارجی کا فضائل علی سُنکر اون مین اون فضائل کا قبول کرنا

علامۂ سبط ابن جوزی اپنے جد ابوالفرج اصفہانی سے اپنے تذکرہ خواص الامہ مین تحریر کرتے ہین کہ معاویہ خارجی نے ضرار ابن ضمرہ سے آپکے فضائل بیان کرنے کو کہا اونھون نے عذر کیا معاویہ نے تاکیداً کہا کہ نہین تمکو ضرور بیان کرنا ہونگے۔ تب ضمرہ نے ایک پُر جوش اسپیچ مین اس طرح فضائل شروع کئے۔ کہ قسم خدا کی وہ قوت مین نہایت سخت تھے اور ایسی بات کہتے تھے جو فیصلہ کر دیتی تھی۔ اور فیصلہ اون کا عدالت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اونکے پہلوؤن سے علم کی نہرین ابلتی تھین۔ اور اونکی ہر ہر بات سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اوسکی سرسبزی سے وہ گھبرا تے تھے غبار یک اور اوسکی وحشت سے اون کو اُنس تہا۔ آنسو بکثرت جاری رہتے تھے۔ امر آخرت مین اونکی فکر نہایت طولانی ہوتی تھی۔ لباس اون کو موٹا اور گندہ پسند تہا۔ غذا دُرشت و بدمزہ کہاتے تھے۔ برتاؤ ہر کسی سے سادہ تہا۔ جب ہم اون سے کچھ پوچھتے تھے فوراً بتلا دیتے تھے۔ جب کبھی اونکو بلاتے تھے فوراً چلے آتے تھے۔ باانیہمہ اونھون نے ہمین اپنا مقرب اور گستاخ بنا لیا تہا تاہم اونکی ہیبت ایسی تھی جو بات نہین کرنے دیتی تھی۔ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے۔ اور مساکین کو اپنے پاس بٹہاتے تھے۔ اور کبھی کسی زبردست کو ایسا موقع ہی نہ دیتے تھے کہ وہ اپنے امر باطل پر رجوع کر سکے۔ اور نہ کسی ضعیف کو اپنے عدل سے مایوس رکہتے تھے۔ یہ واقعہ مین چشم دید اپنا بیان کرتا ہون کہ بعض حالتون مین مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جبکہ رات اپنے پردون کی لپیٹنے والی ہوتی تھی اور ستارہ بھی شمع سحر کی طرح جھلملانے لگتے تھے تو وہ اپنے محاسن کو پکڑے ہوئے اسطرح تلملاتے تھے اور تڑپتے تھے کہ جیسے کسی مار گزیدہ

کی حالت ہو۔ اور ایسے روتے تھے جیسے کہ درد رسیدہ اور محزون روتا ہو۔ اور فرماتے تھے کہ اے دنیا میرے غیر کو دھوکہ دے۔ مجھسے کیا معترض ہوتی ہے۔ کیا تجھے مجھسے رغبت پیدا ہوئی ہے۔ لیکن مجھسے دور رہو مجھسے دور رہو۔ مین تو تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہون۔ تیری عمر بہت کم ہے۔ اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ اور لطف زندگی تیرا بہت حقیر و کم ہے۔ آہ آہ من قلۃ الزاد و بُعد السفر۔ افسوس کہ زاد راہ تھوڑا اور سفر دور ہے۔

اس مقام پر جب ضرار پہونچا معاویہ بے اختیار رونے لگا ایسا رویا کہ تار آنسوؤن کا اوسکی داڑھی پر جاری تھا۔ چاہتا تھا کہ ضبط گریہ کرے مگر ہرگز ضبط نہ کرسکا اور نہ دیگر حضار مجلس ضبط گریہ کر سکے معاویہ کہنے لگا کہ خدا ابوالحسن پر رحمت نازل کرے ابوالحسن ایسے ہی تھے۔

معاویہ خارجی کا ان اوصاف کو ابوالحسنؑ مین نہ صرف تسلیم کرنا بلکہ اوسکی تائید ان الفاظ سے کرنا کہ حقیقت مین وہ ایسے ہی تھے۔ علی مرتضےٰ کی کامل الایمانی کی پوری شہادت ہے جو کسی طرح مجروح نہین ہوسکتی۔ اور یہ اوصاف ہرگز کسی ناقص الایمان مین جمع نہین ہوسکتے۔

اور یہ علی مرتضےٰ کی سے ایمان کی سچائی تھی کہ معاویہ سا اون کا دشمن اونکے فضائل کو سنکر اور بمقابلہ ہر فضیلت کے اپنی شدتون کو جو بعد شہادت بھی اونکے اون پر جاری رکھی تھین یاد کرکے ضبط گریہ نہ کرسکا اور تمام اوس کی صحبت ماتم سرا ہوگئی۔

عمرو عاص خارجی کی شہادت

جب علی مرتضےٰ کا فرمان گورنر شام یعنی معاویہ خارجی کو پہونچا تو اوسکو تفکرات

پیدا ہوئے۔ عتبہ ابن ابوسفیان نے اوسکو یہ صلاح بتلائی کہ" ایسے وقت مین تجکو عمرو عاص کا ملا لینا ضرور ہے۔ کہ اوس سے بڑھ کے آج کوئی دوسرا حیلہ جو نہین ہے۔ مرد ہان شام مین اوسکی وجاہت سے تجکو نفع پہونچے گا" معاویہ نے کہا کہ "مجکو اوس سے علیؑ کی دوستی کا خدشہ ہے" عتبہ نے کہا "یہ سب صحیح لیکن وہ بہت ہی بڑا لالچی ہے اگر مصر کی حکومت کی طمع دوگے وہ فوراً تمہارا ساتھی ہوجائے گا" چنانچہ راے قرار پاگئی اور معاویہ نے اوسے خط لکہا۔ یہ واقعات مفصلاً کتاب مناقب اخطب خوارزم مین لکہے ہین ہم معاویہ کے خط کو بنظر طوالت اس مقام پر نہین لکہتے لیکن اوسکا جواب جو عمرو عاص نے بہیجا ہے اوسکو لکہتے ہین اور اوسی سے معاویہ کے خط کے مضامین کا پتہ مل سکتا ہو۔

نقل خط منجانب عمرو عاص خارجی بنام گورنر شام معاویہ خارجی

(کمپ فلسطین)

"تمہارا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ تم مجہے اس امر کی طرف دعوت کرتے ہو کہ قلادہ اسلام اپنی گردن سے نکال ڈالون اور تمہارے ساتھ [illegible] گمراہی مین کود پڑون۔ اور امر باطل مین تمہارا [illegible] ہو کر دون۔ علیؑ ابن ابیطالب جو برادر رسولؐ اور وارث اور وصی اور قاضی دین اور اونکی طرف سے وعدہ وفا کرنے والے اور اونکی دختر کے شوہر [illegible] جنت مین اور پدر حسنؑ و حسینؑ جو سرداران جوانان بہشت ہین۔ اور [illegible] ہین۔ یہ جو لکہا ہے کہ خلیفہ عثمانؓ کا مین ہون یہ صحیح نہین ہے۔ تم اون کی خلافت سے معزول ہوگئے ہو اور اب اور شخص کی بیعت ہوئی ہے [illegible] جاتا رہا خط مین جو میری مدح و ثنا لکہی ہے کہ مین رسولِ خدا کے لشکر کا [illegible] ہون تو مین ایسی تعریف [illegible] ہو کہ مین نہین آؤن گا دولت اسلام [illegible]

ہوگا - اور یہ جو علیؑ مرتضی برادر رسولؐ خدا کی نسبت خط مین ذکر ہے کہ وہ عثمانؓ سے
حسد رکھتے تھے اور اون سے بغاوت کی تھی - کیسے تم صحابہ کو فاسق کہتے ہو - اور
گمان کرتے ہو کہ علیؑ مرتضے اسنے اونکے قتل پر لوگون کو ورغلاتا تہا - یہ بڑی گمراہی
کی بات ہے - وائے ہو تجہپر اے معاویہ کیا تو نہین جانتا کہ ابو الحسنؑ وہ شخص ہین
کہ اونہون نے اپنی جان سے رسولؐ خدا کے سامنے کبھی دریغ نہین کیا - اور اونکے
فرش خواب پر آرام کیا - اور وہ سبقت اسلام اور ہجرت کی طرف سب سے سابق
تھے اور انہین کی شان مین رسولؐ خدا فرما گئے ہین کہ مین اون سے ہون اور
وہ مجھسے ہین - وہ مجھے بمنزلہ ہارون کے ہین موسے سے مگر فرق اتنا ہے کہ میرے
بعد کوئی نبی نہوگا - اور اونہین کی شان مین رسولؐ خدا نے بروز غدیر فرمایا کہ جسکا
مین مولا ہون اوسکا علیؑ مولا ہے - خدایا دوست رکہ اوسکو جو اوسے دوست
رکھے - اور دشمنی رکھہ اوس سے جو اوس سے دشمنی رکھے - اور مدد کر اوسکی جو اوسکی
مدد کرے - ترک نصرت کر اوس شخص کی جو ترک نصرت کرے اونکی -

اور اونہین کی شان مین بمقام خیبر فرمایا تہا کل مین اوسکو علم جنگ دونگا
کہ خدا اور رسولؐ خدا کو وہ دوست رکھتا ہے اور اوسکو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہین

اور اونہین کی شان مین روز طیر فرمایا تہا خداوندا جو شخص تیرے نزدیک
محبوب ترین خلق ہو میرے پاس بہیج - جب علیؑ مرتضے آئے تو رسولؐ خدا نے
فرمایا میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ -

اور روز احد فرمایا تہا کہ علیؑ مرتضے پیشوا اور امام پرہیزگارون کے ہین اور
قاتل فاجرون کے ہین - فتحمند ہے وہ شخص جو اون کی مدد کرے ذلیل ہے جو
اون کی تذلیل کرے -

اور اونہین کی شان مین رسولؐ خدا نے فرمایا تہا کہ علیؑ میرے بعد تم لوگون پر

حاکم ہین اور یہ وہ بات ہی کہ مجبر اور سب مسلمانون پر حاوی ہے ۔

اور یہ بہی فرمایا تہا کہ مین تم مین دو گران قدر چیزون کو چہوڑتا ہون ایک کتاب اللہ دوسرے میری عترت ۔

اور یہ بہی رسولؐ خدا نے فرمایا تہا کہ مین شہر علم ہون اور علیؑ اوسکا دروازہ ہے ۔

اور ای معاویہ تو خوب جانتا ہو کہ خدا نے اونکی شان مین وہ آیات نازل کی ہین کہ جنمین دوسرا شریک نہین ہی خدا فرماتا ہے کہ "یوفون بالنذر انما ولیکم" الخ الآیہ اور فرماتا ہی "امن کان علی بینۃ من ربہ" الخ اور یہ بہی فرماتا ہی "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" اور انہین کی شان مین رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ ای ابو الحسنؑ کیا تم پسند نہین کرتے ہو کہ تمہاری صلح میری صلح اور تمہاری جنگ میری جنگ ہے اور تم میرے بہائی ہو میرے ولی ہو۔ دنیا و آخرت مین اور ای ابو الحسنؑ جس نے تمہین دوست رکہا اوس نے مجہے دوست رکہا ۔ اور جس نے تم سے دشمنی کی اوس نے مجہسے دشمنی کی ۔ اور جو تمہین دوست رکہے گا خدا اوسے جنت مین داخل کرے گا اور جو تم سے دشمنی رکہے گا خدا اوسے جہنم مین رکہے گا ۔ اور یہ میرا خط اے معاویہ ایسا نہین ہے جسکے بعد کوئی صاحب عقل وہو کہ کہانے والسلام ۔

اگرچہ عمرو عاص نے معاویہ کو یہ جواب بہیجدیا ہے لیکن عتبہ ابن ابی سفیان کی تدبیر ایسی نہ تہی کہ جسکا اثر عمرو کے دل پر نہوتا ۔ مصر کی حکومت کے لالچ نے اوسی معاویہ خارجی کا دوست بنا ہی دیا اور وہ علیؑ مرتضیٰ کے مقابلہ مین بحمایت معاویہ سر میدان آہی گیا جسے معاویہ خارجی نے اپنا ندیم خاص مقرر کیا تہا ۔

ہماری مراد اس جواب کے لکہنے سے صرف یہ ہے کہ عمرو خارجی کی شہادت سے جو اوصاف علیؑ کے ثابت ہوتے ہین آیا وہ کسی ناقص الایمان مین جمع ہو سکتے ہین ؟

سے مجھے اِس مقام پر کل خط کے مضامین کے اعادہ کرنے کی ضرورت نہین صرف ابتدائی فقرات کو یاد دلا کر کہتا ہون کہ علیؑ کی مخالفت سے قلادہ اسلام کا گردن سے نکلنا اور اندہا و بہند گمراہی مین کود پڑنا اور امر باطل کی مدد کرنا ہے اور جس شخص کی مخالفت سے یہ نتایج حاصل ہون کہ قلادہ اسلام بھی گردن سے نکلجائے۔ گمراہی مین بھی ڈوب جائے اور امر باطل کی بھی مدد کرنے لگے وہ کون ہو سکتا ہے؟ وہ وہی شخص ہو سکتا ہے کہ جو کامل الایمان ہے۔ پس اِس خارجی کی یہ شہادت قطعی دلیل کامل الایمان ہونے علیؑ مرتضےٰ کی ہے۔ کیا خوارج اپنے ان اقوال مین کہ جن مین وہ علیؑ مرتضےٰ کے ایمان کی صداقت کر رہے ہین چون وچرا بھی کر سکتے ہین؟

البتہ وہ لوگ کہ جو خوارج تو نہین ہین مگر مذہب اہلسنت وجماعت کے برقع مین اپنا اصلی جمال دکہا رہے ہین۔ لیکن ہمکو اون سے شکایت نہوگی نہ اونکی چون وچرا کے جواب کے ذمہ دار ہون گے۔ مگر اوسوقت جبکہ وہ اقرار کرلین کہ درحقیقت ہم خارجی ہین اور ہمکو اپنے ان اقوال کے قبول کرنے مین یہ عذر ہے۔

یہانتک جن خوارج کے اقوال سے علیؑ مرتضےٰ کا کامل الایمان ہونا ثابت ہوا ہے وہ افسران طبقہ اعلےٰ خوارج کے تھے کہ جنکے زیرکمان جنگ نہروان وصفین مین بمقابلہ علیؑ مرتضےٰ فوجین تھین اب یہان سے خوارج نہروان نے جس بنا پر علیؑ مرتضےٰ کو چھوڑ دیا اور اُن سے جنگ کی۔ دکہلایا جاتا ہے کہ آیا وہ بنا کس قدر مستحکم تھی اور آیا جسوقت اون لوگون نے حالت موجودہ علیؑ مرتضےٰ کو متغیر کرنے کے لئے دلائل بیان کئے ہین اور اونکے جوابات اونکو بالمواجہ موقع جنگ پر ہی جو دئے گئے ہین تو وہ کہانتک اپنے اعتراض پر قائم رہے ہین اور جس سے صاف اندازہ اس بات کا ہو سکے گا کہ وہ دلائل ہرگز ہرگز علیؑ مرتضےٰ کو اونکی موجودہ حالت سے کہ وہ عموماً مذہب اسلام مین مومن مسلمان قرار پائے ہین متغیر نہین کر سکتے۔

لیکن قبل اسکے کہ ہم اون اعتراضات کو اور اون کے جوابات کو شروع کریں پہلے
ہمکو ان خوارج نہروان کی اصل بتانا چاہئے کہ یہ لوگ کون سے تھے کہاں سے پیدا ہو گئے تھے
علامہ ابوالفدا اور علامہ ابن خلدون نے اپنی اپنی کتب تواریخ میں یہی خلاصہ
لکھا ہے کہ جب کہ بمقام صفین آخر معرکہ لیلۃ الہریر کے روز کہ جمعہ کا دن تھا اور شب
جمعہ میں جنگ ساتمام ہی تھی اور ایسی شدید جنگ ہوئی تھی کہ
علی مرتضےٰ نے اپنی عادت قدیم کے موافق کہ وہ جب کسی کافر کو قتل کرتے تھے
نعرۂ اللہ واکبر بلند فرماتے تھے ۔ صرف اس رات میں چار سو تکبیریں کہی تھیں اور
ایسے ہی حضرت مالک اشتر بھی جو نہ صرف ایک سپہ سالار ہی علی مرتضےٰ کے لشکر کے
تھے بلکہ علی مرتضےٰ کی قوت لشکر ایسے ہی تھے جیسے کہ خود علی مرتضےٰ ہجوم کے لشکر کی
قوت تھے ۔ لڑائی میں جان لڑائے ہوئے تھے ۔ آثار فتح نمایاں ہو چکے تھے ۔ قریب
تھا کہ لشکر مخالف کے قدم میدان سے اوکھڑ جاتے کہ ناگاہ مخالف فوج کے علموں پر
قرآن بلند ہوئے ۔ یہ تدبیر عمرو عاص وزیر معاویہ نکالی تھی جس سے مقصود اسکا
علی مرتضےٰ کے لشکر میں اختلاف ڈلوانے کا تھا چنانچہ اوسکا یہ خنجر فریب کارگر ہو گیا
مسعود ابن فدک تمیمی و زید ابن حسن طائی و اشعث ابن قیس و دیگر عراقی (یہ لوگ
منجملہ خوارج نہروان اکبر الخوارج سے تھے) علی مرتضےٰ سے مصر ہوئے کہ یہ لوگ ہمکو
اب کتاب خدا کی طرف بلاتے ہیں اگر اب آپ جنگ موقوف نہ کریں گے اور
مالک اشتر کو مورچہ سے واپس نہ بلا لیں گے تو بے شک آپ کے ساتھ بھی وہی
کیا جائے گا جو عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا ۔ علی مرتضےٰ نے ہر چند سمجھایا صاف
کہا کہ دیکھو معاویہ ۔ عمرو عاص ۔ ابن ابی معیط ۔ ابن ابی سرح ۔ اور ضحاک ابن قیس
وغیرہ وغیرہ یہ لوگ اصحاب دین سے نہیں ہیں ۔ یہ لوگ مکار ہیں ان کا یہ قرآن
نہیں ہے ۔ میں اس قرآن کا جاننے والا ہوں اور حکم کرنے والا ہوں لیکن اونہوں نے

نے کسی طرح قبول نہ کیا۔ چنانچہ علی مرتضیٰ نے مالک اشتر کو واپس بلالیا اور اونہون نے بھی آکر بتائید ارشاد اپنے آقا امیر المومنین کے ظاہر کیا کہ ہین تو اوسی وقت جبکہ قرآن علمون پر بلند کئے گئے۔ سمجھ گیا تہا کہ یہ بہت بڑا فریب کیا گیا۔ جب مالک اشتر مورچہ سے واپس آچکے لڑائی تہم گئی اونہین سرو پا قانون نے جن پر عمرو عاص کی تدبیر کے خنجر فریب سے اپنا کام کر دیا تہا معاویہ سے سبب علمون پر قرآن کے بلند کرنے کا پوچہا تو کہا مطلب یہ ہے کہ ایک حکم (پنچ) ہماری طرف سے مقرر ہو اور ایک آپ کی طرف سے اور مطابق کتاب خدا کے فیصلہ کر دے یہ سنکر اس امر کو علی مرتضےٰ نے نامنظور فرماکر ارشاد فرمایا کہ ہین قرآن ناطق ہون لیکن وہ لوگ اپنی راے پر مصر رہے اور طالب تعین حکم ہوئے۔ اشعث ابن قیس نے (یہ اکبر الخوارج نہروان سے تہا) کہا کہ ہماری طرف سے ابو موسیٰ اشعری حکم مقرر ہو۔ پہر جناب امیر علیہ السلام نے اس انتخاب سے بہی بیزاری ظاہر کی اور ارشاد فرمایا کہ ابو موسےٰ ہرگز ثقہ نہین ہے۔ وہ مجہسے جدا ہو گیا تہا مجہسے لوگون کو پہیرتا تہا بلکہ ابن عباس یا مالک اشتر حکم مقرر کئے جائین مگر اسکو بہی کسی نے نہ مانا اور ابو موسیٰ کی نسبت بتائید راے اشعث جو لوگ ووٹ دے چکے تہے وہ اپنی راے سے ہرگز نہ ٹلے چنانچہ اودہر سے ابو موسیٰ اور اودہر سے وہی عمرو عاص حیلہ جو مقرر ہوا اور کتاب لکہی گئی جس مین علی مرتضےٰ کے نام کے ساتہہ امیر المومنین کا بہی لفظ لکہا گیا۔ عمرو عاص نے کہا کہ یہ امیر تمہارے ہین نہ کہ ہمارے یہ لفظ نہین لکہا جائے گا۔ احنف نے اسپر اصرار کیا کہ ضرور یہ لفظ لکہا جائے گا۔ لیکن وہی اشعث ابن قیس بولا کہ اس کا لکہا جانا بہی کچہہ ضرورت نہین یہ سُنکر علی مرتضےٰ نے اپنے ہاتہہ سے لفظ امیر المومنین کو محو کر دیا اور یوم صلح حدیبیہ مین پیغمبر کے ساتہہ جو کفار قریش سے ظہور مین آیا تہا اور اوسی وقت وہ پیشین گوئی جو علی مرتضےٰ کی نسبت آنحضرت نے

مخصوص اِسی دن کے لئے فرمائی تھی۔ سب کو یاد دلائی جس پر عمرو عاص نے کہا کہ آپ ہمکو کفار سے نسبت دیتے ہین۔ آپ نے فرمایا کہ کیون نہین تم خاسقین مین ہو۔ بعد کتابت علی مرتضیٰؑ کوفہ مین رونق افروز ہوئے اور یہ لوگ کوفہ مین داخل نہین ہوئے اور اوسی وقت سے یہ اعتراض علیؑ مرتضےٰ پر قائم کر دیا کہ "لاحکم الا للہ" بجز خدا کے کسی کا حکم نہین ہے[1]

صاحب ملل ونحل اعنی فاضل شہرستانی اِن خوارج کی تعداد بارہ ہزار لکھتے ہین جو علیؑ مرتضےٰ سے پھر گئے تھے اور نہروان مین بمقابلہ علی مرتضےٰؑ شریک جنگ تھے۔ اور جنمین سے صرف نُو نفر فرار کر گئے تھے اور باقی سب قتل ہو گئے تھے۔ فراریونمین سے دو سمت کرمان دو سمت سجستان دو سمت جزائر اور ایک یمن کو بھاگا تھا۔ اور آئندہ خلج کے مختلف فرقون کے یہی مورثان اعلیٰ ہوئے۔

اِن سب کا علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام ہو کہ "گناہ کبیرہ کا کرنے والا کافر ہوتا ہے اور حکمین کا مقرر کرنا گناہ کبیرہ ہے" لیکن عقلاً خواہ جو کفر کی تعریف مختلف فرقون اسلام مین کی گئی ہے اون سب کی رو سے حکمین کا مقرر کرنا نہ داخل گناہ کبیرہ ہے اور نہ داخل کفر ہے۔ اور ذی علم سائل نے جو کہ خود کچھ قدح منجانب خوارج ایمان واسلام علیؑ پر کی نہین ہے۔ پس اسمقام پر صرف ہم وہ گفتگو حضرت عبد اللہ ابن عباس اور خود علی مرتضےٰؑ امیر المومنین کی لکھدینا کافی سمجھتے ہین کہ جو رو بروے خوارج نہروان سے ہوئی تھی اور جس سے وہ مطاعن جو خوارج موجودہ حالت علیؑ مرتضےٰ کے تغیر کرنے کے لئے کافی سمجھتے تھے وہ بھی معلوم ہون گے اور اونکے جوابات بھی۔

---

[1] دیکھو تاریخ ابو الفدا وغیرہ ابن خلدون۔

تقریر حضرت عبد اللہ ابن عباس با خوارج نہروان

امام ابی عبد اللہ احمد ابن شعیب النسائی صاحب صحیح اپنی کتاب خصائص مین عبد اللہ
ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ جب فرقہ حروریہ ہمسے جدا ہو گیا جنکی تعداد
چھ ہزار تھی وہ ایک مکان مین جمع ہوئے اوسوقت مین نے علی مرتضے سے
کہا کہ یا امیر المومنین نماز کو ٹھنڈے وقت پر ہے گا تاکہ مین اس گروہ سے کچھ
بحث کر لون۔ علی مرتضے نے فرمایا کہ مجھکو خوف ہے کہ تمکو اونکے ہاتھ سے کہین گزند
نہ پہونچے۔ مین نے اونسے کہا کہ ایسا نہو گا چنانچہ مین نے کنگھی کی اور لباس پہنا اور اون
(خوارج) کے پاس پہونچگیا وہ دوپہر کا وقت تھا اور وہ لوگ کہانا کہا رہے تھے
اون سب نے کہا کہ اے ابن عباس تمہارے آنے کا کیا سبب ہوا؟
مینے کہا کہ اصحاب نبی مہاجرین و انصار اور پسر عم رسول خدا اور داماد جن کے
حق مین قرآن نازل ہوا ہے اور تمسے تاویل قرآن کے زیادہ عالم ہین اون
لوگون کے پاس سے آیا ہون اور تم مین کوئی بھی شخص ایسا نہین ہے کہ جو
کچھ وہ کہین وہ تم تک پہونچا دے اور تمہاری طرف سے اون تک پہونچا دے
یہ سنکر اون مین سے چند لوگ اونسے علیحدہ ہو کر میرے پاس آ گئے مین نے پوچھا کہ
اصحاب رسول اور اونکے ابن عم پر تم کیا الزام لگاتے ہو اونہون نے کہا کہ
ہمارے تین الزام[1] ہین مین نے پوچھا کہ وہ کون کون ہین لوگون نے کہا۔
اول یہ کہ علی مرتضے نے امر خداوند عالم مین دو شخصون کو حکم (پنچ)
مقرر کیا اور خداوند عالم فرماتا ہے۔ لا حکم الا للہ اور بھلا اون دونون کا

---

[1] دیکھو ابتدائے سخن طاعن یا قادح کیطرف سے ہوتی ہے یعنی اوسکی طرف سے جو کسی حالت
موجودہ کا تغیر چاہتا ہے۔ مولف عفی عنہ۔

حکم کیا چاہیے۔

ثانیا یہ کہ علی مرتضے نے جنگ[1] کی اور بندی اور لوٹ سے منع کیا پس اگر لوگ کافر تھے تو اونکی بندی ہمکو حلال تھی اور اگر مومن تھے تو نہ اونکی بندی حلال تھی اور نہ قتل۔

ثالثا یہ کہ علی مرتضے نے اپنی ذات کو امیر المومنین سے محو کیا پس اگر وہ امیر المومنین نہین ہین تو امیر الکافرین ہین۔

جب وہ تینون الزامون کی تصریح کر چکے تو مین نے پوچھا کہ کوئی اور الزام ہے تو اونہون نے کہا کہ یہی کافی ہین۔ تب مین نے کہا کہ اگر کتاب خدا اور سنت نبوی سے ایسی چیزین دکہاؤن جس سے تمہارے شبہات کا بطلان ہو جاوے تو آیا تم اپنے فعلون سے باز آؤگے؟ اونہون نے کہا کہ بیشک۔

جواب شبہہ نمبر ۱ حرف الف

دربنسبت اعتراض اول بابت تقرری حکمین کے مین تمہارے لئے کتاب خدا کو پڑھتا ہون تحقیق کہ خدا نے اوس چیز مین کی قیمت جو چہارم حصہ درہم کا ہے دو شخصون کو حکم کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے اور یہ حکم کیا کہ اسمین دو شخص حکم کرین خدائے بزرگ کا وہ حکم یہ ہے۔ حاصل ترجمہ آیت یہ اے وہ لوگو

"یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم"	جو ایمان لائے ہو نہ قتل کرو شکار کو اوس موقت مین کہ تم احرام باندہے ہو۔ اور جس شخص نے کہ عمدا قتل کیا

پس اوسکی جزا مثل اوس چیز کے ہے کہ اوس نے قتل کیا چوپاؤن سے۔ اوسکا حکم

[1] جنگ جمل سے مراد ہے۔

کرینگے دو صاحب عدل تم مین سے "

پس خداوند تعالےٰ نے اپنے حکم کرنے کو دو شخصون کے حکم کرنے پر گردانا تھا کہ وہ اسمین حکم کرین - اگر خدا چاہتا تو اس مین خود کچھ حکم کر دیتا اور خدا نے دو شخصون کے حکم کرنے کو جایز رکہا ہے پس مین تمکو خدا کی قسم دیتا ہون کہ اصلاح ذات البین اور خون بہانے مین دو شخصون کا حکم افضل ہے یا حکم کرنا لوگون کا خرگوش کے لئے سب نے باتفاق کہا کہ نہین بلکہ خون بہانے مین ہی حکم کرنا بہتر ہے "

جواب شبہ نمبر - ا - حرف - ب -

" خدا نے زن و شوہر مین اگر ان مین کچھ جھگڑا ہو دو شخصون کو حکم مقرر کرنے کو کہا ہے جسکا ماخذ یہ آیت ہے "

آیت " وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللّٰہ بینہما "

پس تمکو قسم خدا کی دیتا ہون کہ آیا دو شخصون کا حکم واسطے اصلاح درمیان مسلمانون کے اور ان کے خون بہانے کے بہتر ہے یا حکم انکا درمیان نکاح زن و شوہر کے بہتر ہے کہ جسکو نکاح سے شوہر خارج بہی کر سکتا ہے " جب خوارج ان تطاکر جقہ کو سنکر جواب اول کے مقر ہو چکے تو پہر ابن عباس نے کہا کہ -

جواب شبہ دوم

" بابت اعتراض لڑنے اور بندی اور لوٹ کی اجازت نہ دینے کے مین پوچھتا ہون کہ " کیا تم اپنی مان عائشہ کو بندی مین لینے اور کیا ان کے ساتھ بہی وہ حلال کرنے جو غیر ان کے واسطے ہے حالانکہ وہ تمہاری مان

ہین ؟ پس اگر تم یہ کہو گے کہ اون سے بھی وہ چیز حلال ہے جو غیر زن سے حلال ہے[1]
پس تم کافر ہو گے اور اگر یہ کہو گے کہ وہ ہماری مان نہین ہے تو بھی تم کافر ہو گے
اسواسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم"
پس درمیان دو گمراہیون کے تھے پس تمہین ایسا راستہ بتلاؤ کہ اس خرابی سے کیونکر
بچئے" سب نے کہا کہ آپ صحیح فرماتے ہین۔

جواب شبہہ نمبر سوم

بابت تمہارے تیسرے اعتراض یعنی اپنے نفس سے لفظ امیرالمومنین کے
محو کہنے کے بھی ہین ایسی چیز بیان کرتا ہون کہ تم راضی ہو جاؤ۔

"مین شہادت دیتا ہون کہ رسولؐ خدا نے روز حدیبیہ جبکہ مشرکین سے
صلح کر لی تھی علیؑ ابن ابیطالب سے کہا کہ لکھو یا علیؑ" ماھذا صالح علیہ محمد رسول اللہ
پس جب یہ لکھا گیا تو مشرکین نے کہا کہ اگر ہم یہ جانتے کہ آپ
رسولؐ اللہ ہین تو آپ سے نہ لڑتے پس محمدؐ ابن عبداللہ لکھا گیا اور رسولؐ خدا نے
علیؑ مرتضےٰ سے فرمایا کہ لفظ رسولؐ اللہ کو محو کر دو اور یہ لکھو کہ ہذا ما صالح علیہ محمدؐ
ابن عبداللہ اور درگاہ خدا مین عرض کی کہ بار الہا تو جانتا ہے تحقیق کہ مین
تیرا رسولؐ ہون۔

قسم ہے خدا کی کہ رسولؐ علیؑ مرتضےٰ سے بہتر تھے۔ پس رسولؐ خدا نے اپنے
نفس سے لفظ رسولؐ خدا محو کر دیا تھا لیکن اس سے رسالت سے جدا ہو جانا نہیں
ہے پس مین نے تمہارے اعتراضات سے فراغت حاصل کی۔ سب نے
کہا کہ ہان۔"

---

[1] علیؑ مرتضےٰ نے اپنی تقریر مین جو جواب فرمایا ہم شیعہ اوسکے قائل ہین۔

پس اوسمین سے دو ہزار جدا ہو گئے اور باقی سب لوگ اوسی طرح رہی اور حالت ظلالت مین مہاجر و انصار کے ہاتہہ سے قتل ہوئے[1]

اب ہم جناب علیؑ مرتضےٰ نے جو بنفس نفیس ان خوارج سے خاص بمقام نہروان گفت گو فرمائی ہے اور جس سے خوارج کو کوئی گنجائش کا پہلو نہین ملا ہے اوسکو لکھتے ہین۔

گو اس گفتگو کو علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ موسوم کامل مین اور علامہ ابن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب موسوم مطالب السئول مین اور علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامہ مین بھی لکھا ہے لیکن ہم اسکو اپنے بزرگ برادر میرزا محمد تقی خان لسان الملک کی ناسخ التواریخ سے کہ وہ جامع ہے لکھتے ہین۔

تقریر جناب علیؑ مرتضیٰ با خوارج نہروان

علیؑ مرتضےٰ جب نہروان مین داخل ہوئے تو پہر ابن عباسؓ کو خوارج کے پاس بھیجا اونہون نے کہا کہ اب ہم آپ سے گفتگو نکرینگے خود علیؑ مرتضیٰ سے گفتگو کرینگے چنانچہ آپ خود تشریف لے گئے اور صدا دی کہ اے گروہ خوارج جو تمہارے مطاعن ہون بیان کرو[2] خوارج نے جواب دیا کہ یہ

طعن اول۔ آپ نے جب کتاب صلح لکھی تو اپنے نام کے ساتھ سے امارت

[1] یاد کرو ہمارا وہ قول کہ اختیار صحت دلیلون اور حجتون کا قبول کرنا نہ کرنا توفیق ایزدی پر موقوف ہے۔

[2] دیکھو یہان بھی جیسا کہ ہمنے اصول صحیح بتلایا ہے اوسی کے موافق قادح اور طاعن کی طرف سے ابتدا اونکی طعن اور قدح ہوئی۔

مومنین کی محو فرمائی - پس جب آپ امیر المومنین نہین ہین اور ہم مومنین ہین تو ہم یہ نہین چاہتے کہ آپ ہمارے امیر ہون آپ میر کافرونکے رہیے ۔

رفع طعن - جناب امیرؑ نے فرمایا کہ "تم سب جانتے ہو کہ عہد رسول خدا ﷺ مین کاتب وحی اور قضا اور کاتب شروط ضمان تہا - جبکہ حدیبیہ مین ابوسفیان اور سہیل ابن عمر سے کتاب صلح لکھی گئی تو مین نے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا ما اصطلح علیہ رسول اللہ ﷺ ابا سفیان و سہیل ابن عمرو لکہا - اوسوقت سہیل نے کہا کہ مین رحمن اور رحیم کو نہین جانتا اور تمکو رسول خدا بھی نہین مانتا - اگر تمکو رسول خدا مانتا تو تمسے نہ لڑتا اور نہ زیارت مکہ سے تمکو باز رکہتا یہی تمہاری خوشی کے لئے کافی ہے کہ اپنے نام کو ہمارے نام سے مقدم لکہو ورنہ تم مجھسے کم سن ہو اور تمہارے باپ میرے باپ سے کم سن تھے چنانچہ رسول خدا نے مجھے برسم قانون جاہلیت باسمک اللہم ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ لکہنے کو ارشاد فرمایا لیکن مین نے لفظ رسول اللہ کا ادبا محو نہین کیا اور خود آنحضرت نے محو فرماکر مجکو پیغمبر نے اوس روز کی خبر دی تھی کہ وہی واقعہ مجکو معاویہ اور عمرو عاص سے پیش آیا - مین نے اوسکے محو کرنے مین رسول خدا کی متابعت کی" یہ سنکر خوارج نے کہا کہ اچھا پہلے امر کا تو آپ نے جواب دیا دوسرا امر سنیئے کہ -

طعن دوم

"آپ نے حکمین سے فرمایا کہ امر خلافت مین نظر کرو - اگر معاویہ سزاوار ہے تو اوسے قبول کرین ورنہ میری اطاعت کرین - اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امر خلافت مین اپنے حق مین آپ کو شک تہا پس ہمارا شک آپ کے اوپر بدرجہ اولے ہے"

رفع طعن - جناب امیرؑ نے فرمایا کہ "مین اپنے حق مین شک نہین کرتا مین نے جو یہ کہا کہ اگر معاویہ کو لائق زیادہ پاؤ تو اوسے قبول کرو - تو یہ میرا قول از روے عدالت تہا اس واسطے کہ اگر حکمین سے مین یہ کہتا کہ معاویہ کو دفع کردو اور مجکو مقرر کردو تو کسی طرح ایسے موقع پر ٹہیک نہین ہے خدا فرماتا ہے " قل من یرزقکم من السموا والارض قل اللہ وانا او ایاکم لعلی ھدی او فی ضلال مبین "

خدا خود جانتا تہا کہ پیغمبر اوسکا حق پر ہے " تو انا او ایاکم لعلی ھدی فی ضلال المبین " کہنے سے خدا اس شک مین نہ تہا کہ رسولؐ حق پر ہے یا ناحق "

یہ سنکر خوارج نے کہا کہ اچہا اسکو بھی جانے دیجئے اور یہ فرمایئے کہ -

طعن سوم

"ہم آپ کو افضل اور احکم الناس جانتے تھے اور آپنے دوسرے شخصون کو حکم کرنیکو فرمایا اور خود اونکے حکم کے مطیع ہوگئے "

رفع طعن - جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تم رسولؐ خدا کو احکم الناس جانتے ہو یا نہین " کہا " بے شک وہ ایسے ہی تھے " پہر آپ نے یہ آیت پڑھکر " لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ " فرمایا کہ ہمین نے اسمین بھی پیغمبر خدا کے عمل کے موافق عمل کیا - یعنی یوم بنی قریظہ رسولؐ خدا نے سعد ابن معاذ کو حکم مقرر کیا اور اون کے حکم سے بنی قریظہ کی گردن ماری گئی اور اون کی عورتین بندی مین لائی گئین " اسکو بھی تسلیم کر کے پہر خوارج نے یہ اعتراض کیا کہ -

طعن چہارم

"ہم آپ کے ساتھ بصرہ مین لڑے جب فتح ہوئی اور اونپر آپ کو قدرت

حاصل ہوئی تو اونکی عورتون اور بچون کو جسسے باز رکھا پس جن لوگون کا خون بہانا
حلال ہے تو زن و فرزند کیونکر حرام ہو سکتے ہین "؟

رفع طعن "جناب علی مرتضےٰ نے ارشاد فرمایا کہ "بصرہ والے خود چڑہ کر
مجھپر آئے اور ابتداءً جنگ کی اور نکا رفع کرنا مجھپر واجب ہوا جب مین نے فتح پائی
تو مناسب نہ جانا کہ اون کے زن و فرزند کو اون کے مردون کے گناہ مین ماخوذ
کرون اور اس کام مین بھی مین نے پیغمبرؐ کی متابعت کی۔ یعنی یوم فتح مکہ رسولؐ خدا نے
مشرکون پر احسان کیا کہ اونکی عورتون اور بچون سے باز رہے اوسی طرح مین نے
بصرہ والون پر احسان کیا اور اونکی عورتون اور بچون کو چھوڑ دیا اور بندی مین
نہ لیا پس مجھپر کسی طرح تمہارا یہ اعتراض بھی وارد نہین ہو سکتا" چنانچہ اسکو بھی قبول
کرکے پھر خوارج نے کہا کہ۔

طعن پنجم

"خدا نے تمہارے لئے یہ حکم نہین دیا ہے کہ جس کسی کو چاہو دین خدا مین
حکم مقرر کر دو اور آپ نے دین خدا مین لوگون کو حکم مقرر کر دیا"؟

رفع طعن۔ آپ نے فرمایا کہ "مین نے لوگون کو دین خدا مین حکم مقرر نہین
کیا بلکہ قرآن کو حکم مقرر کیا تھا اور قرآن کو خدا نے حکم مقرر کیا ہے مین نے یہ کہا
کہ حکم خدا کو قرآن سے استخراج کرین۔ نہ کہ اپنے ہواے نفس سے کچھہ حکم کرین چنانچہ
خود خدا اپنے کلام مین جہان کہ لوگون کو خون طائر کی بابت حکم کیا ہے یہ فرماتا
ہے "ومن قتلہ منکم متعمداً فجزاءٌ مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدلٍ منکم"
یہ ظاہر ہے کہ خون مسلمانون کا خون طائر سے بزرگ ہے جب خون طائر کے
لئے حکم مقرر کرنا جائز ہے تو خون مسلمانون کے لئے بدرجہٴ اولے جائز ہے اور

اسی طرح اصلاح ذات البین مرد و زن کے لئے بہی خدا فرماتا ہے کہ ایک شخص مرد کی طرف سے اور ایک شخص عورت کی طرف سے حکم مقرر ہو ویں ان خفتم" الخ الایہ"

یہ سُنکر خوارج نے کہا کہ اچہا اس اعتراض کا کیا جواب ہو کہ "

طعن ششم

(۶)

"آپ وصی رسولؐ خدا تھے اور آپ نے حق وصیت ادا نہین کیا اور اوسکو ضایع کیا"

رفع طعن۔ آپ نے فرمایا کہ "تم لوگ اوسوقت بہی کافر ہو گئے تھے اور تمنے دو مردون کو مجہپر تفضیلت دی اور میرے ہاتھ سے امر خلافت کو نکال لے گئے اور اوصیا پر یہ لازم نہین ہے کہ لوگون کو اپنی طرف بلاوین کیونکہ یہ کام انبیا کا ہے اور اوصیا دعوت سے مستغنی ہین اسواسطے کہ اوصیا کو نبیوں نے مقرر کیا ہے جو شخص کہ خدا و رسولؐ پر ایمان رکہتا ہے اوسکو اوصیا کی بہی اطاعت کرنا چاہئے کیونکہ اوصیا حکم رسولؐ سے ہوتے ہین۔ اوصیا کی اطاعت نہ کرنا رسولؐ کی اطاعت نہ کرنا ہے اور رسولؐ کی اطاعت نہ کرنا خدا کی اطاعت نکرنا ہی خدا ارشاد فرماتا ہے " وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا "

اگر کوئی شخص ترک حج بیت اللہ کرے تو بیت اللہ کا کوئی نقصان نہین ہے وہ خود کافر ہو گیا کیونکہ خدا نے کعبہ کو واسطے مسلمانون کے علامت مقرر کیا ہے اور ایسے ہی پیغمبر خدا نے مجکو درمیان امت کے علامت مقرر کیا ہے آنحضرت فرماتے ہین " یا علیؑ انت منی بمنزلۃ الکعبۃ تؤتی ولا تاتی [1] " یا علیؑ تم میرے مثل

---

[1] اس پوری حدیث کو علامہ حافظ ابن اثیر الجذری نے اپنی سند متصل سے کتاب اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مین بہی نقل کیا ہے۔ دیکہو ساٹہ روشنی مطبوعہ فروری حدیث نمبر ۱۹ حرف (ب) صفحہ ۲۵۔

کبھی ضد اسکے ہو کہ لوگ اوسکے پاس آتے ہین اور وہ کہین نہین جاتا ہے

جب علیٔ مرتضیٰ اس مقام تک پہونچے تو دیکھا کہ کل خوارج خاموش ہین جب عرصہ تک کوئی اوٹھین وقدح کسی نے نہین کی اوسوقت آپ نے خطبۂ ذیل سے اون کو خوف دلایا۔

علیٔ مرتضیٰ کا خطبہ ہم اہل بیت نبوت اور جائیگاہ رسالت اور محل آمد وشد فرشتگان وخمیر آب رحمت اور معدن علم وحکمت ہین۔ ہمین ہین افق حجاز کہ ام القرائے وقبلتہ البلاد ہے ہماری ہی طرف سب لوگون کی بازگشت ہے۔ ہماری ہی طرف ہر نیکو کار و بد کار رجوع کرنے والے ہین۔[۱]

اب مین بالعموم خوارج کو اور بالخصوص ذی علم سائل صاحب مخاطب وکیل خوارج کو مخاطب کر کے پوچھتا ہون کہ کیا آپ کے جملہ اعتراضات جو قدمائے خوارج نے کئے تھے اور جنکے مقلدین خواہ نسل والون کی آپ نے وکالت فرمائی ہے؟ غائب نہین ہو گئے؟ اور کیا اب بھی آپ کو اپنے موکلون کے اصول پر علیؑ کی قدح کی کوئی آرزو باقی رہتی ہے؟

اور کیا اب بھی آپ اپنے موکلون کو یہ جرات دلانا پسند فرماوینگے کہ آئندہ پھر وہ بے سود ندامت کی زیر باری کے متحمل ہووین۔؟

ہان اسکا مضائقہ نہین ہے بلکہ ہم اجازت دیتے ہین کہ دنیاوی عزت اور نمود حاصل کرنے کے لئے آپ شوق سے اپنے ہارے ہوئے موکلین کو وکلاء کے اصول پر تسکین ودیدیجئے کہ یہ رائے مقدوح ہو جاوے گی اور اگر آئندہ بحث کرین تو مہربانی فرما کے موجبات کفر علیؑ بخوبی تصریح کے ساتھ تحریر کر دین تاکہ شیعون کو معلوم ہو کہ یہ دلائل کفر کے ہین اور لائق وکیل کے موکل ان طعن اور

---

[۱] دیکھو ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم صفحہ ۵۹۳ لغایت ۵۹۵۔

قدح کی بنا پر اثبات ایمان علی چاہتے ہین اور لائق وکیل اپنے دعوے کے انھین دلائل پر لڑتے ہین۔

اصول اہلسنت پر علی مرتضےٰ کے ایمان و اسلام کا ثبوت

بعد طلب ثبوت اسلام بر بناے اصول خوارج سائل اصول اہل سنت پر اسلام و ایمان کا ثبوت چاہتے ہین اور جو شرائط قرار دیے ہین اون کو ہم تمہید مین غلط ثابت کر آئے ہین اور یہان بھی اون سے پوچھتے ہین کہ اگر کوئی پیغمبر آخر الزمان کی نبوت کو دیگر کتب آسمانی سے ثابت کر دے تو کیا خصم یہ کہہ سکتا ہے کہ تم تو اپنے پیغمبر کی پیغمبری ثابت نہین کر سکتے ہو۔ ہان ہمارے مسلمات سے ثابت ہے یعنی ہم اونکو پیغمبر تسلیم کرتے ہین اور تم نہین۔ آپ بہ قسم شرعی بتلائے کہ کیا اونکا یہ دعویٰ ہیچ ہو گا؟ اور اگر آپ اسے نہ قبول کرینگے تو پھر آپ کو یہ بھی قبول کرنا پڑے گا کہ جو جو پیشین گوئیان پیغمبر آخر الزمان کی دیگر کتب سماوی مین موجود ہین اور اُن کی رو سے پیغمبر آخر الزمان کے برحق نبی ہونے پر بمقابل خصم حجت لائی جاتی ہے وہ غلط ہین اور امم سابق پیغمبر کو پیغمبر تسلیم کرتے ہین۔ اور آپ اون کو پیغمبر نہین تسلیم کرتے۔

مگر ہمارے نزدیک وہی بات ہے کہ جو ہم لکھ آئے ہین یعنی دیگر امم کی کتب مین وہ پیشین گوئیان ایک رکن شہادت واقعات مندرجہ کتب اسلام کی ہین نہ یہ کہ بجز تسلیم خصم باعتبار واقعہ کتب مذہب اسلام مین کوئی دلیل نہو۔

اب مین علی مرتضےٰ کے ایمان کو بر بناے اصول مذہب اہل سنت والجماعت ثابت کرتا ہون۔ اوس اصول صحیح پر جو تمہید مین ظاہر کیا گیا ہے اور سائل کو ضرور تھا کہ وہ جو کچھ طعن اور قدح بموجب مذہب اہل سُنت کے ہوتین اون کو اول ظاہر کرتے۔ لائق سائل کو یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے جو مین ابتدا

بیان کر آیا ہون کہ ہم اوس علیؑ کے جنکی شراب خواری پر روایت صحیح ترمذی اور پیغمبرؐ کی عدول حکمی کرنے پر اور پیغمبرؐ کو ناخوش کرنے پر روایت صحیح مسلم و بخاری شہادت دے رہی ہین ۔ اور جو آپ کا علیؑ ہے ۔ ایمان کے قائل نہین ہین اور جس کا ایمان و اسلام ثابت کرتے ہین وہ ہمارا علیؑ ہے جس کے ایمان و اسلام کے دلائل ہماری کتب مین بطور واقعہ درج ہین اور جنکی شہادت آپ کی کتب سے دینگے کہ ہمارے علیؑ مین وہی اوصاف آپکی کتب مین بھی قبول کئے گئے ہین جو ایک رکن شہادت واقعات مندرجہ کتب شیعہ ہے لیکن پہلی مین یہ بتلانا چاہتا ہون کہ وہ تمام دلائل جن سے علی مرتضےٰ کا کامل الایمان واسلام ہونا کتب شیعہ مین درج ہے اور جنکا ماخذ قرآن اور حدیث پیغمبرؐ ہے کتب اہل سنت مین کمی ہے کے ساتھ اون کی تائید کیون کی گئی ہے ؟ ۔

علامہ ابو جعفر اسکافی جو عالم متبحر معتزلہ کے ہین وہ بجواب جاحظ عثمانی کے یہہ تحریر کرتے ہین کہ "اگر خیال غلبہ جہل ہوتا تو اس عثمانی کے جواب دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سب جانتے ہین دولت اور سلطنت اونہین کے موافق ہوتی ہے جو ارباب سلطنت کے ہم آواز ہون[۱] ۔

اور سب آگاہ ہین کہ قدر و منزلت اونہین علماو شیوخ کے پہلے زمانہ مین ہوتی تھی جو فضائل ابوبکرؓ بیان کرتے تھے بنی اُمیہ کی اس باب مین کسقدر تاکید اور سختی تھی اور بدون اسکے کسی طرح دنیا سے تمتع ممکن نہ تھا پس محدثین نے بھی کوئی دقیقہ ایسے روایات کے بنانے مین اوٹھا نہ رکھا تھا ۔ چونکہ یہ امر بدون اخفائے مناقب علیؑ ابن ابیطالب ممکن نہ تھا لہذا ہر طرح در پئے اس امر کے ہوئے کہ ذکر علیؑ

[۱] شمس العلما شبلی نعمانی بھی سیرۃ النعمان مین اسی رائے کا پہلو دبائے ہوئے نسبت امام ابو حنیفہ صاحب کے لکھتے ہین کہ "امام صاحب کا مذہب اصول سلطنت سے بہت موافقت رکھتا تھا"

اور اولاد علیؑ کو محو کریں اور اون کے فضائل اور مناقب اور سابق الایمانی کو مٹا ئیں
چنانچہ اسلئے سب کو برانگیختہ کیا کہ سب وشتم علیؑ کریں اور منبروں پر لعن کریں۔ اولاد علیؑ کی
یہ حالت تھی کہ اون کے دشمنوں کی قطار روز بروز بڑہتی جاتی تہی اور اون کے
دوستوں کی یہ حالت تھی کہ تلواریں اونکے خون سے رنگی جاتی تہیں اور روز بروز تعداد
اونکی کم ہوتی جاتی تھی۔ کوئی کہیں قتل ہوا کوئی کہیں اسیر ہوا باقی لوگ پوشیدہ ہوگئے
غرضکہ عجب حالت خوف وبیم وترس تھی یہانتک کہ فقیہ ومحدث اور قاضی اور متکلم سب کے
سب لوگوں کو عقوبت سلطانی سے ڈراتے تہے اور کہتے تہے کہ علیؑ کے فضائل نہ بیان
کرو اونکی اولاد کے پاس تک نجاؤ۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ محدثین مارے خوف کے
جناب امیر کا نام نہیں لے سکتے تہے اگر کسی حدیث میں حضرت کا ذکر ہوتا تہا تو اس طرح
بدل دیتے تہے کہ ”کہا ایک مرد قریش نے یا ایسا کہا ایک مرد قریش کے لئے مگر نام
نہیں لیتے تہے۔ اونکی تو یہی حالت رہی لیکن اہل مذہب جتنے ہیں وہ سب اسیر تلے بیٹہے
ہیں کہ فضائل ومناقب کو علیؑ کے باطل کریں۔ تاویلات بعیدہ اور حیلہ ومکر سے کام لیں
خارجی ہوں یا ناصبی۔ عثمانی ہوں یا معتزلی۔ یا کوئی فرقہ جو پیدا ہوا سب کی یہی خواہش رہی
کہ کسی طرح علیؑ کے فضائل ومناقب کو مخفی کریں[۱]۔

حتے کہ زمانہ معاویہ اور یزید سے مابعد والے سلاطین بنی اُمیہ تک کہ اسی سال تک
اونکی سلطنت رہی کوئی دقیقہ سب وشتم اور اخفائے فضائل میں باقی نہیں رہا“

یہاں اوسی کتاب میں دوسرے مقام پر ابوجعفر لکہتے ہیں کہ ”تم خوب جانتے ہو
کہ سلاطین وملوک کوئی دین یا کوئی بدعت اگر قائم کرتے ہیں تو اپنی رعایا کو اوسکی
تعمیل پر ایسا مجبور کرتے ہیں کہ سوائے اوس دین اور بدعت کے دوسرے سے

---

[۱] ابن دحیہ کہتے ہیں کہ بخاری کی عادت ہے کہ فضائل علیؑ کو کاٹکر حدیث بیان کرتا ہے۔
دیکھو کتاب شرح اسماء النبی مولفہ ابن دحیہ۔

واقف بھی نہین ہونے دیتے چنانچہ حجاج ابن یوسف کہ عامل عبدالملک ابن مروان کا تہا۔ علاوہ اون ظلم و ستم کے جو اولاد علیؑ پر اوسنے کئے لوگون کو اس امر پر بھی مجبور کیا کہ قرآن کو بہ قرات عثمان کے پڑہین اور قرات ابن مسعود اور ابی ابن کعب کو ترک کرین[1]۔

کُل بیس برس اوسکی سلطنت رہی مگر اوسکی زندگی ہی مین تمامی ملک عراق قرات عثمان پر متفق ہو گیا اور اونکی نسلین تو سوائے قرات عثمانی کے دوسری قرات سے بالکل ناواقف ہوئین خواہ اس وجہ سے کہ اونکے مان باپ مانع ہوتے تھے خواہ اسوجہہ سے کہ معلمون نے اوسکی تعلیم موقوف کر دی تہی تا اینکہ اگر کوئی عبداللہ ابن مسعود یا ابن ابی کعب کی قرات پڑہتا تو اوسکو لوگ قرآن نہین جانتے تھے بلکہ عبرانی زبان والے کی تالیفات و موضوعات سے قرار دیتے تہے۔ یہ حال تو اون سلاطین اور اونکی رعایا کا اس قرات کے بارہ مین تہا جسکے خلاف کے رواج سے نہ خوف زوال سلطنت تہا اور نہ کسی فساد کا اندیشہ۔ برخلاف اظہار فضائل علیؑ اور اونکی اولاد کی بزرگی ظاہر ہونے مین ہر طرحکا خوف تہا اسلئے اسمین اوربھی کد کیگئی اسلئے واضح ہو کہ یہہ حالات اسّی سال تک کی خلافت عہد بنی اُمیہ کے بیان ہوئے اب حالات آئندہ خلافت بنی عباس کے لکہے جاتے ہین۔

علامہ ابن اثیر جامع الاصول مین بذیل طبقات مجروحین لکھتے ہین کہ بدترین طبقات جرح سے رسولؐ مقبول پر افترا کرنا ہے جسکے بارہ مین آنحضرتؐ نے فرمایا ہے

---

[1] علی مرتضیٰ کا جمع کیا ہوا قرآن جسکا ذکر استیعاب اور تاریخ الخلفاء و دیگر کتب مین ہے وہ تو عہد خلافت اولین مین ہی ساکت کر دیا گیا تہا اور اوسکی بابت صاحب استیعاب یہ رائے نقل کرتے ہین کہ وہ سبکو نہایت مفید ہوتا تہا الخ تو اونکی قرات سے بھی فضائل مرتضوی چونکہ ظاہر ہوتے تھی یہی وجہ اوسکی ترک کرانیکی ہے۔

[2] دیکہو شرح نہج البلاغہ مولفہ ابن ابی الحدید و عبقات الانوار۔

کہ جو جان بوجھکر مجھپر تہمت باندھے گا اوسکی جگہ جہنم مین ہے۔ مگر اس بلا مین بہت بڑی جماعت مبتلا ہوئی جن کے مقاصد و مطالب جداگانہ تھے مثل جعفر ابن سعد کوفی اور محمد ابن سعید شامی جنہون نے اس غرض سے احادیث وضع کین کہ لوگون کے دلونمین شک پیدا کردین بعضون نے اپنی خواہش کے مطابق احادیث گڑھ لین جن مین سے بعض نے تو توبہ بھی کی اور اپنی وضع احادیث کے مقر بھی ہوئے چنانچہ ایک شیخ نے شیوخ خوارج سے بعد توبہ کہا کہ یہ حدیثین دیکھی ہین جنکو مین نے وضع کیا تھا۔ دیکھین اب کون اسکو پہچانتا ہے ہم لوگ جب کوئی بات چاہتے تھے تو اوس کے لئے حدیث بنا لیتے تھے۔

ابو العینیہ کہتا ہے کہ مینے اور جاحظ نے حدیث فدک بنائی اور شیوخ بغداد کے سامنے پیش کی سب نے قبول کرلی مگر ابن شیبہ علوی پہچان گیا اور کہا کہ اول حدیث آخر سے نہین ملتی[1]

سلیمان ابن حارث کہتے ہین کہ مین ایک شیخ کی خدمت مین گیا دیکھا کہ وہ رو رہا ہے دریافت پر یہ وجہ بتلائی کہ چار سو حدیثین بنا کر مین نے داخل کردین بعضون نے بغرض خوشنودی خدا حدیثین بنائین تاکہ لوگون کو فضائل اعمال کی طرف رغبت دلائین۔ مثل ابی عصمۃ نوح ابن مریم مروزی اور محمد ابن عکاس کرمانی اور احمد ابن عبد اللہ وغیرہ۔ چنانچہ ابی عصمۃ سے پوچھا گیا کہ تم اسقدر حدیثین ہر ہر سورۃ کی فضائل مین ابن عباس سے بذریعہ عکرمہ روایت کرتے ہو حالانکہ دوسرے شاگردان عکرمہ اوس سے واقف بھی نہین۔ اوس نے کہا چونکہ مینے دیکھا کہ لوگ فقہ ابو حنیفہ اور مغازی ابن اسحاق مین مصروف ہین۔ قرآن سے بالکل روگردانی کیے ہوئے ہین اسلیئے مین نے قربتہ الی اللہ یہ احادیث بنائین بعضون نے بادشاہون کی خوشامد مین احادیث بنائین چنانچہ غیاث ابن ابراہیم محدث نے مہدی خلیفہ کے واسطے ایک حدیث بنائی اوسکو

[1] بخاری کے باب فرض الخمس مین جو تیسری حدیث متعلق فدک ہے اسکا بھی اول آخر سے نہین ملتا شاید یہی ہے

کبوتر اوڑانے کا بڑا شوق تھا دور دور دراز مقامات سے منگاتا تھا۔ اسلیے اوسنے ایک
حدیث جو اوسکے شوق کی جائز کہنے والی تھی بنائی۔ جسکے صلہ مین مہدی خلیفہ نے اوسے
دس ہزار درہم دیے۔ اکثر ایسے لوگ تھے جو دروازون پر سوال کرتے پھرتے تھے اور
بازارون مین کھڑے ہوکر آنحضرت کی طرف موضوعات کی نسبت کرتے تھے چونکہ سندین
صحیح یاد کرلی تھین اونہین اسناد صحیحہ کے ساتھ موضوعات بیان کردیتے تھے[1]

یہ آرا را ایسے صاف و صحیح ہین کہ جن پر ہمکو کوئی راے لکھنے کی ضرورت نہین معلوم
ہوتی ہے۔ کل ۶۰۰ برس بنی امیہ اور بنی عباس مین خلافت رہی یعنی ۸۰ برس بنی امیہ
۵۲۰ برس عباسیہ مین لیکن ۶۰۰ برس کامل یہی کوشش رہی کہ فضائل سردار خاندان
پیغمبر کے نیست و نابود کیے جاوین۔ مین ایک خاص روایت اس مقام پر مروج الذہب
سے لکھتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ اس کوشش کے نتیجہ مین خلفاے بنی امیہ کے عہد
مین ہی کہان تک کامیابی ہو گئی تھی۔

صاحب مروج الذہب بسلسلۂ حالات بنی امیہ تحریر کرتے ہین کہ اوسی زمانہ مین
ایک شخص متوطن شام بغداد مین آیا اوسکو یہان معلوم ہوا کہ اقرباے نبی اور اہلبیت
نبی سے مراد بنی ہاشم ہین تو اوسنے تعجب بیان کیا کہ مین نے اسوقت تک یہ سنا ہی نہ تھا
اور نہ مین ایسا جانتا تھا بلکہ یہ جانتا تھا کہ سواے بنی امیہ کے کوئی شخص رسول خدا کا
قرابت دار ہی نہین ہے۔

ہمارے ذیعلم سائل صاحب مخاطب غور فرماوین جبکہ ۸۰ برس کے زمانہ مین تو
یہ حالت ہو چکی تھی کہ لوگ یہ جانتے بھی نہ تھے کہ بنی ہاشم قرابت دار پیغمبر کے ہین پھر

[1] شمس العلما و پروفیسر نعمانی نے بھی سیرۃ النعمان مین قبول کیا ہے کہ چودہ ہزار حدیثین صرف
ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کی تہین اور عبد الکریم ایک وضاع نے قبول کیا ہے کہ اوسمین چار ہزار
محض اوسکی موضوعات سے تہین۔ مولف عفی عنہ۔

اوسکے بعد ۵۰۰ برس تک جبکہ برابر فضائل علیؑ کے نیست ونابود کرنے کی کوشش جاری رہی تو کیا رنگ زمانہ کا ہوگیا تہا۔

ایسی حالت مین جبکہ خود بزرگان واکابر علمار اہلسنت پکار پکار کر اِس بات کی تائید کررہے ہین کہ فضائل علیؑ ابن ابیطالب کے نیست ونابود کرنے مین ۱۰۰ برس کامل تک کوشش بلیغ رہی اور اہلبیت کے ہاتہہ مین سلطنت ظاہری نہونے کی وجہسے اون کے غیرون کو حسبِ دلخواہ کامیابی ہوئی اور اون کے غیر خلفائے بنی اُمیہ وعباسیہ) اپنے فضائل ومناقب کی احادیث کے وضع کرانے مین کوشان رہے۔ وضاعون کی قدر ومنزلت کیجاتی تہی اور چونکہ انہبر اسکے دنیاوی تمتع ناممکن تہا محدثون نے بہی موضوعات کے پل باندہ دئیے اور فضائل شیخین یا خلفائے ثلثہ کے موضوعات کا ایک دفتر بے پایان ہے۔

تو ایسی حالت مین ذیعلم سائل مخاطب کو شرم کرنی چاہئیے۔ کیا وہ فضائل اہلبیت اور علیؑ مرتضےٰ کے جو کٹ کٹا کر اور چہٹ چہٹا کر باقی رہ گئے ہین اور جنکو آپ کے مستند علمار نے بطور رکن شہادت منقولات مذہب شیعہ اپنی اپنی تصانیف مین داخل کیا ہی آپکی آنکہہ مین کہٹکتے ہین ؟

یا در کہنا چاہئیے باوجودیکہ بعد وفات پیغمبرؐ چہہ سَو برس تک جیسا کہ ثابت کیا گیا ائمہ اہلبیت کے فضائل مین کاٹ چہانٹ رہی تاہم اون کی تائید وتصدیق کتب اہل سُنّت سے بہت کچہہ ہوتی ہے اور مین اسمقام پر بہت اختصار کے ساتہہ علیؑ مرتضےٰ کا ایمان واسلام جیسا کہ سائل چاہتے ہین ثابت کرتا ہون۔

دلائل اثبات ایمان و اسلام علیؑ مرتضیٰ مندرجہ کتب شیعہ کی کتب اہلسنت کی شہادت

(۱) آیت ؎ السابقون السابقون ؎ قال ابن عباس اول من صلی مع رسول اللہ صلعم علیؑ

؎ آیۂ السابقون السابقون کی تفسیر مین ابن عباس کہتے ہین کہ جس شخص نے سب سے پہلے

کرم اللہ وجہہ۔ وفیہ نزلت منہ الآیۃ۔ | رسول خدا کے ساتھ نماز پڑہی وہ علی ہین

اور اونہین کیطرف خدا نے اِس آیت مین اشارہ فرمایا ہے۔ (دیکھو تذکرہ خواص الامہ)

(۲) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور حضرت مباہلہ کے واسطے تشریف لے چلے تو اون کے آگے آگے علی مرتضےٰ تھے اور داہنی جانب امام حسنؑ اونگلی پکڑے ہوئے اور گود مین امام حسینؑ اور پیٹھ پشت جناب سیدہ۔ آنحضرت نے علی مرتضےٰ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ "انفسنا" ہین اور حسنؑ اور حسینؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ "ابنا ئنا" ہین اور جناب سیدہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ "نسائنا" ہین (دیکھو تذکرہ خواص الامہ)

(۳) جب آیت تطہیر نازل ہوئی پیغمبر خدا نے اپنی عبا مین علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کو داخل کرکے فرمایا کہ خداوندا یہی میرے اہلبیت ہین اور اون سے رجس کو دور کر۔ (۴) ابن اسحٰق اپنی کتاب سیرۃ مین اور ابن ہشام اپنی سیرت مین لکھتے ہین کہ "اول جو شخص مردون مین رسول خدا پر ایمان لایا اور اونکے ساتھ نماز ادا کی اور جو کچھ کہ وہ خدا کیطرف سے لائے تھے اوسکی تصدیق کی وہ علی ابن ابیطالب ہین اور اوس وقت انکا سن دس برس کا تہا اور جو کچھ کہ نعمات الٰہی خدا نے علیؑ کو عطا کی تھین منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اونہون نے آغوش نبوی مین پرورش پائی۔"

(۵) علی مرتضےٰ فرماتے ہین کہ "مین بندۂ خدا اور برادر رسول خدا اور صدیق اکبر ہون میرے سوا کوئی دعوی صدیق اکبر ہونے کا نہ کرے گا بجز کذاب اور مفتری کے۔ اور مین نے تمام آدمیون سے سات برس پیشتر رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔"

واضح ہو کہ اِس حدیث کو ابن اثیر نے تاریخ کامل مین۔ اور ابن ماجہ نے اپنی سُنن مین اور حاکم نے مستدرک مین بشرط شیخین (بخاری اور مسلم) صحیح کہا ہے اور شیخین

ف مناقب احمد ابن حنبل وتفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی۔

کی شرط حاکم کے نزدیک یہ ہے کہ دو صحابی عادل اور ثقہ روایت کرین - اسی طرح دو تابعین عادل و ثقہ اور اسی طرح تبع تابعین یہانتک کہ کل سلسلہ رواۃ اسی طرح پر ہون یہ حدیث انہین شرائط کے ساتھ ہو -

اسی حدیث کو نسائی نے اپنی کتاب خصائص مین بھی نقل کیا ہے - اور نسائی کے حال مین علمائے رجال لکھتے ہین کہ یہ جب شام مین پہونچے تو وہان ناصبی بہت تھے پس اونہون نے کچھہ احادیث ایسی مستند لکھین جسمین ناصبی پر حجت قاطع ہو اور اوسکا نام خصائص رکھا پس یہ حدیث وہ ہے کہ جس پر علاوہ خوارج اور اہل سنت کے لوگ بھی کان نہین ہلا سکتے -

اسی حدیث کو کشف الغمہ مین بھی مسند امام احمد ابن حنبل سے روایت کیا گیا ہے اور صاحب کشف الغمہ کی نقل کی توثیق علمائے رجال کر چکے ہین -

(۶) علامہ سبط ابن جوزی تذکرہ مین ابو الفرج اصفہانی سے بروایت عبد اللہ ابن عمر نقل کرتے ہین کہ مین نے رسول خدا سے سُنا کہ آنحضرت نے علی مرتضے سے فرمایا یا علی انت فی الجنۃ ۔ واضح ہو کہ علی مرتضے کا بمشر بالجنۃ ہونا متواترات فریقین سے ثابت ہے -

(۷) اخطب خوارزم - عمر ابن خطاب سے روایت کرتے ہین کہ کہا اونہون نے مین شہادت دیتا ہون کہ رسول خدا سے مین نے سُنا ہے کہ اگر ساتون آسمان ساتون زمین ترازو کے ایک پلہ مین رکھے جاوین اور علی کا ایمان دوسرے پلہ مین تو علی کا ایمان ہی بھاری ہوگا ؎

اب سائل صاحب مخاطب ان جملہ آیات اور ان کی تفاسیر اور اون احادیث و روایات کو جو سب بطور واقعہ کتب مذہب شیعہ مین موجود ہین اور جس کی شہادت اہل سنت کی تحقیقاتون سے دی گئی کافی طور پر غور فرما کے ارشاد فرماوین کہ یہ کیا ان

اوصاف سے ایک نبی برحق کسی ناقص الایمان کو موصوف کرسکتا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک کسی ناقص الایمان کا ایمان زمین و آسمان سے گران تر ہو سکتا ہے؟

کیا ایسا شخص کہ جس نے بچپن سے آغوش نبوتؐ میں پرورش پائی ہو۔ نبیؐ نے جسے اپنی زبان چوسائی ہو اور جس وجہ سے اوسکا خون گوشت پوست پیغمبرؐ کا خون گوشت و پوست ہو اور جو روز پیدایش سے تا وفات پیغمبرؐ اور بعد وفات تا دفن ایک دم کے لئے بھی پیغمبرؐ سے جدا نہوا ہو ناقص الایمان ہو سکتا ہے؟

کیا پیغمبرؐ کسی ناقص الایمان کو اپنا نفس فرما سکتا تہا اور کیا خدا بھی کسی ناقص الایمان کو اپنی آیت میں بتائید ارشاد پیغمبرؐ انفسنا مین گن سکتا تہا ؟ حالانکہ خدا بوجہ عالم الغیب ہونے کے اور نبی بذریعہ اوس خاص قوت ملکوتیہ کے جو نبیوں مین خدا نے ودیعت فرمائی ہے ہر شخص کے حالات زندگی پر عبور رکہنے والے ہوتے ہین۔

کیا جسکو خدا سابق الایمان اپنی آیت مین فرمادے وہ ناقص الایمان بہی ہو سکتا ہے؟

کیا کسی ناقص الایمان کو پیغمبرؐ بوقت نزول آیت تطہیر اپنی عبا مین داخل کر سکتے تہے اور فرما سکتے تہے کہ یہی میرے اہلبیت ہین بار الہا انسے رجس کو دور کر؟

ذیل مین سائل اوس روایت کو نقل کئے دیتا ہے جس مین علی مرتضےؑ نے بجز اپنے ہر کسی شخص کو جو لقب صدیق اکبر کا دعویٰ کرے کذاب و مفتری بتلایا ہے جو بطور واقعہ کتب مذہب شیعہ مین درج ہے اور اوس کی تائید آپ کی کتب سے ہوتی ہے۔

مین نہین جانتا جبکہ یہ زمانہ مثل زمانۂ خوارج اور نواصب کے اپنی طرف کہینچنے الا نہین ہے تو پہر لوگ اپنے چہرہ پر مذہب اہل سنت و جماعت کے نقاب ڈال کر اونکی جالی سے جو اونکا اصلی جمال دکہا رہے ہین وہ کیون اس آزادی کے زمانہ مین نقاب

(راز) جو اونکے دل مین ہو ظاہر نہین کر دیتے۔ کون وجہ مانع ہوئی

اسکے بعد سائل چاہتے ہین کہ اصول مذہب شیعہ پر ہی علی کا ایمان ثابت کیا جاوے اور مین بہت خوش ہوا کہ جس بات کی تلاش مجھکو تھی وہ ذیعلم سائل مخاطب نے اصول مذہب شیعہ مین کتب مذہب شیعہ سے دکھلا دی یعنی قدح ایمان یا افضلیت علی مرتضی کی لہذا ہم اسکو اسی مقام پر جہان کہ قدح کی گئی ہو غور کرینگے کہ آیا اونکی رد سے علی مرتضی خارج از ایمان ثابت ہوتے ہین یا نہین۔

اگر وہ ایسے ہی ثابت ہوئے جیسا کہ ذی علم سائل کا دعوے ہے تو مجھکو ذی علم سائل کا متحد الخیال بنجانے مین کوئی عذر نہو گا اور اگر کوئی ذی علم سائل مخاطب کی رائے کے خلاف نتیجہ نکلا تو مین ایسا غیر مہذب اور بد خلق تو ہون نہین کہ اپنے لائق دوست مخاطب کو کسی وصف رذیل سے موصوف کرون لیکن مین اونسے بیزاری ضرور ظاہر کرونگا کہ جیسے خدا نے جھوٹون سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور مین اس مقام پر صرف مسئلہ تقیہ کو لکھتا ہون کہ جس کو بدلائل خصم ذی علم سائل نے تسلیم کرادینے کو شرط قرار دیا ہے۔

رسالہ روشنی جسکا مین اڈیٹر ہون اور جو اُس مذہبی حملہ کی دفاع مین جاری کیا گیا ہے جو مذہب شیعہ پر قاضی احتشام الدین صاحب فرماید کرتے ہین اوسکے نمبر اول اکتوبر ۱۹۰۳ء مین اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے لہذا مین اس مقام پر بقدر ضرورت اوسی سے انتخاب کرتا ہون۔ اور امید کرتا ہون کہ سائل صاحب مخاطب اس مسئلہ کے وجوب اور اوسپر علماء اہلسنت کے عمل کو شوق سے ملاحظہ کرینگے۔

مسئلہ تقیہ

(ماخوذ از رسالہ روشنی)

تقیہ کے معنی ہین پوشیدہ رکھنا کسی چیز کا بسبب خوف کے یا پرہیز کرنا کسی چیز سے بسبب خوف کے۔ یہ مسئلہ دراصل ایک مسئلہ رازداری کا ہے جسکی ضرورت

ہر انسان کو پیش آتی ہے اور اسکا پوشیدہ رکھنا یا اوس کے فاش کرنے سے پرہیز کیا

امر لازمی اور ضروری ہے۔ قرآن مین جو حروف مقطعات نازل ہوئے ہین جیسے "الم"

ضرور ہے کہ وہ بے معنی نہین ہین بلکہ وہ علامات ہین کسی احکام اور اخبار کے مگر خدا

کا راز اور بہید ہے اور خدا نے چاہا کہ اوسپر کوئی آگاہ نہو لیکن رسول اوس کا ضرور

خبردار تہا اور شیعہ اس بات کے بہی قائل ہین کہ بموجب تعلیم پیغمبرؐ علی مرتضے اور تمام

ائمہ اہلبیت اوسپر آگاہ ہوتے چلے آئے بہر حال رسولؐ خدا نے اوس راز کو غیر پر فاش

نہین کیا نہ علانیہ کسی کو بتایا کہ اون سے کیا مطلب ہے۔ پیغمبرؐ کا غیر پر نہ ظاہر کرنا

یہی مسئلہ رازداری ہے۔

یہ مسئلہ راز وہ ہے جسکو نجوے (راز) کہتے ہین اور اوسکی بابت آیت نجوے

نازل ہوئی جو سورۂ مجادلہ مین ہے (دیکہو آیات) (۱) "یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم

الرسول الخ" (۲) "ا اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجویکم" (۳) "لاخیر فی کثیر من نجویہم

واذا اسر النبی الی بعض ازواجہ الخ"

پیغمبرؐ سے راز کی بات کرنا ایسا امر اہم اور عظیم قرار دیا گیا تہا کہ قبل راز کی بات

کرنے کے صدقہ دیا جاوے۔ اور اوس آیت نجوی کی تعمیل بجز علی مرتضے کے اور کسی نے

نہین کی تہی۔ اور آیت اذا اسر النبی الی بعض ازواجہ الآیۃ پر غور کرنے کے بعد

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے راز کا پوشیدہ رکہنا نہین چاہئے اور فاش کرنا اوسکا

مذموم بلکہ باعث عتاب الہی نہین ہے؟

اون آیات کے سوا اور واقعات بہی شہادت دے رہے ہین جس سے مسئلہ

رازداری کے وجوہ اور ضرورت پر یقین ہوتا ہے۔ جیسے کہ بعد فتح طائف قوم ہوازن

و بنو ثقیف کے بتون کو توڑ کر اور اونکے دیار کو مسمار کر کے علی مرتضے پیغمبرؐ خدا کی خدمت

مین جب واپس آئے اور پیغمبرؐ نے اون سے تا دیر راز کی باتین کین اور اوسپر

اہلسنت کے معقولین صحابہ کو شاق گذرا اور پیغمبرؐ سے شکوہ کیا جس کے جواب مین آنحضرتؐ نے صاف الفاظ مین فرمایا کہ مین نے خود باتین نہین کین بلکہ بحکم خدا باتین کین [۱]

مرض الموت مین بھی پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی کو بلاؤ لوگون نے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا جب اون کو دیکھکر پیغمبرؐ نے مُنہ پھیر لیا تو حضرت عمرؓ بلائے گئے ان کے ساتھ بھی وہی عمل پیغمبرؐ نے کیا پھر حضرت عثمان بلائے گئے یہ بھی پیغمبرؐ کی خاموشی دیکھکر واپس گئے پھر حضرت اُم سلمہ نے کہا کہ مقصود پیغمبرؐ کا بھائی کے بلانے سے۔ پدر حسنؑ و حسینؑ علی مرتضےؑ سے ہے اور سوائے اونکے اور اونکا کوئی بھائی نہین ہے۔ چنانچہ علی مرتضےؑ بلائے گئے اور پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہان مین تمھین کو بلاتا تہا چنانچہ سب لوگ ہٹا دئے گئے اور دروازہ پر روک دیے گئے اور پیغمبرؐ نے علی مرتضےؑ کو اپنے سینہ پر جُھکا لیا اور اوپر سے چادر اوڑھلی دیوار کی طرف کو کروٹ لیکر تادیر راز کی باتین کین چنانچہ جب علی مرتضےؑ باہر آئے اور لوگون نے استفسار کیا کہ آیا کچھ آپ سے آنحضرتؐ نے راز بیان فرمائے؟ آپ نے فرمایا کہ ہان ایک ہزار دروازے علم کے مجھپر ہوئے کہ ہر دروازہ سے ہزار دروازہ علم کے کشادہ ہوتے ہین۔ (زین الفتی عاصمی)

حضرت حذیفہ بھی صاحب سِرِ رسولؐ تھے اور اونکو علم منافقون کا تہا جو آنحضرتؐ نے اون کو بتایا تہا اور حضرت عمرؓ اون سے کبھی صفات نفاق کو اور کبھی اوسکے مصداق کو پوچھا کرتے تھے اور حقیقت جس قابل پیغمبرؐ نے حذیفہ کو سمجھا تہا وہ اوسی قابل ثابت ہوئے یعنی وہ جواب مین حضرت عمرؓ سے کچھ اس عنوان سے کہا کرتے تھے کہ راز بھی فاش نہوتا تہا اور حضرت عمرؓ کو تسکین بھی ہو جاتی تھی اور اوس جواب سے یہ نتیجہ خود نکالا کرتے تھے کہ "یا اللہ یا حذیفہ انا من المنافقین" [۲]

---

[۱] دیکھو مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق و معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۲۶۹ مطبوعہ لکھنؤ ترمذی شریف

[۲] دیکھو مختصر مؤلفہ امام ذہبی۔

"صحیح بخاری مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ یاد رکھے مین نے پیغمبر سے دو ظرف

"قال حفظت من رسول اللہ وعائین فاما احدہما فبثثتہ فیکم واما الاخر فلو بثثتہ قطع ہذا البلعوم"

(علم) لیکن اون مین کا ایک ظاہر کیا مین نے اوس کو درمیان تمہارے اور لیکن دوسرا اگر ظاہر کرون مین تو کٹ جاے گلا" شاہ عبدالحق دہلوی شرح مشکوۃ مین فرماتے ہین کہ "علم اول سے مراد احکام اور اخلاق ہے جو خواص اور عوام کو مشترک ہے اور دوسرا علم اسرار ہے کہ غیرون سے محفوظ اور مصئون ہے اور عوام کا فہم علم باطن اور حقایق اسرار کو نہین پہونچتا۔ اور اوس کا افشا مصلحت وقت اور صلاح روزگار نہین ہوتا ہے اور اسا اوسکا اشارہ بعض مخاطبین سے کلام نبوت اور ارباب ولایت مین بہت ہے اور کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم بھی اوسی پر اشارہ کرتا ہے۔ اور ضرور ہے کہ ظاہر کو باطن اور ہر شریعت کو حقیقت ہو کہ جسکے بیان مین دقت اور دشواری ہو۔ جب وہ عوام کی سمجھ مین نہین آتا ہے کہنے والے کو برا کہنے لگتے ہین۔ اور افشا و اظہار اسی وجہ سے منع کیا گیا ہو نہ اس سبب سے کہ امر دین اور علم شریعت کے مخالف ہو"

صحیح مسلم مین ابوبکر بن ابی شیبہ سے روایت کی گئی ہے کہ "پیغمبر خدا نے معاذ سے دریافت کیا آیا تم جانتے ہو کہ خدا کا بندون پر اور بندون کا خدا کا کیا حق ہے۔ معاذ نے کہا کہ خدا اور اوس کا رسول بہتر جاننے والے ہین۔ آپ نے فرمایا کہ معاذ خدا کا حق تو بندون پر یہ ہے کہ خدا کی پرستش کرین اور اوس کا شریک کسی کو نہ بناوین۔ اور حق بندون کا خدا پر یہ ہے کہ اوسکو عذاب نہ کرے جو شخص اوسکا شریک کسی کو نہ گردانے۔ معاذ کہتا ہے کہ مین نے پیغمبر خدا سے اجازت اسکے ظاہر کرنے کی چاہی تو آپ نے فرمایا ہرگز مت بشارت دو اسکی تاکہ لوگ اوسی پر بھروسہ نکر لین اور ترک عمل نہ کرین"

"جب پیغمبر خدا نے عزیمت فتح مکہ کی مصمم فرمائی اور لوگون کو منع فرمایا کہ کوئی افشا نہ

نہ کرے چنانچہ حاطب بن ابی بلتعہ کہ نے اہل مکہ کو لکھ بھیجا تہا کہ آنحضرت کو اطلاع ہوئی اور وہ
قاصدہ بذریعہ علی مرتضے گرفتار ہوکر آئی اور پیغمبر نے حاطب پر ناخوشی ظاہر کی اور مسجد سے
نکلوا دیا اور بعد کو اوسکی خطا معاف کی گئی [۱]

کیا اس سے انکار ہوسکتا ہے کہ رازداری کا مسئلہ دین سے متعلق نہیں اور کیا اُس کا افشا
بے محل مذموم نہیں ہے؟

جب آنحضرت نے ہجرت مکہ سے فرمائی اور علی مرتضے کو اپنے بستر پر اپنی سبز ردا اوڑھا کر سلا گئے
اور کفار جب بارادہ قتل گھس آئے اور علی مرتضے کو دیکھا اور پوچھا کہ پیغمبر کہاں گئے آپ نے
فرمایا کہ کیا تم مجھکو سونپ گئے تھے جو مجھسے پوچھنے آئے ہو مجھکو نہیں معلوم وہ کہاں ہیں اور
کدہر گئے [۲]۔

چنانچہ پیغمبر کا علی مرتضے کو اپنی جگہ سلا کر پوشیدہ ہونا ایک راز کی تدبیر تھی کہ دشمن
غافل اور آنحضرت اون کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں اور علی مرتضے نے جو جواب دیا ہے
ایک ایسا اعلیٰ درجہ رکھتا ہے کہ جس سے مخالف بھی ساکت ہوگئے اور راز بھی پیغمبر کا فاش
نہ ہوا حالانکہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ علی مرتضے کو علم تہا۔ تو میں اب پوچھتا ہوں
کہ علی مرتضے [۳] نے (معاذ اللہ) جھوٹھ بولا۔

حضرت ابراہیم سے جب کفار نے اپنے ساتھ عید میں چلنے کو کہا تہا کہ کفار کے بتوں کی
شان وشوکت دیکھیں حضرت ابراہیم نے اون کے دستور کے موافق نجوم دیکھکر بیماری کا
عذر کر دیا [۴]۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیل نہ تھے۔ تو کیا حضرت ابراہیم نے (معاذ اللہ) جھوٹھ
بولا۔ ہرگز نہیں بلکہ مقصد یہ تہا کہ جب وہ لوگ اون کو چھوڑ کر چلے گئے آپ نے یہاں اون

---

[۱] دیکھو سیرت ابن ہشام و عبر ابن خلدون جزو ثانی۔

[۲] دیکھو ابوالفدا مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳ و ۲۰ و خمیس نسخہ قلمی ورق ۱۹۰۔

[۳] کامل جلد ثانی صفحہ ۴۵ طبع مصر۔ [۴] دیکھو آیۃ "انی سقیم"۔

بتون کو توڑ ڈالا۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ تدبیر محض دین سے متعلق تھی جسکا تعلق رازداری و مصلحت سے ہے کہ کفار کے ساتھ اونکی عیدگاہ کو نہ گئے کیونکہ ایسے موقعہ پر کفار سے خالی رہیگا اور بت شکنی کا موقع اچھا ملے گا۔

ایسے ہی حضرت یوسفؑ نے خود اپنے بھائی کے اسباب مین پیالہ رکھدیا اور خود انکو چور بتایا حالانکہ اون کے بھائی نے کوئی چیز چرائی نہ تھی مگر یہ تدبیر انکی محض دنیا سے متعلق تھی کہ اپنے حقیقی بھائی کو وہ اپنے علاتی بھائیون سے علٰحدہ کرنا چاہتے تھے مفسرون نے قبول کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی شریعت یہ تھی کہ چور مالک مال کا ایک سال تک غلام رہے (غلام سے مراد شاید قید رہنے سے ہو) اور بادشاہ مصر کا مذہب سنا ہے کہ تازیانہ اور تاوان لینے کا تھا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ "یوسفؑ اپنے بھائی کو بموجب مذہب بادشاہ کے نہین لے سکتا تھا" اور یہ تدبیر حضرت یوسفؑ کی وہ تدبیر تھی کہ اون کے خاندان پدری مین خود اون پر آزمائی گئی تھی اور جس کی تعلیم انہون نے اپنی پھوپھی سے پائی تھی۔ یعنی مفسرون نے اجمال کہا ہے کہ بعد وفات مادر یوسف حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کو اپنی بہن کو پرورش کے لئے دیدیا جب وہ پانچ برس کے ہوئے اور اون کی پھوپھی کو اونسے نہایت محبت ہو گئی تھی اور وہ اون کو جدا کرنا نہیں چاہتی تھین اور حضرت یعقوبؑ نے اونکو لینا چاہا تو انہون نے وہ پٹکہ جو کہ حضرت اسحٰقؑ سے اون کو ملا تھا حضرت یوسفؑ کی کمر سے خود باندھ دیا اور حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ میرا پٹکہ نہین ملتا گھر مین سب کی خانہ تلاشی لی تو یوسفؑ کی کمر سے بندھا ملا یہ سنکر حضرت یعقوب نے فرمایا کہ بموجب شریعت حضرت ابراہیمؑ کے تم یوسفؑ کو جبتک چاہو اپنے پاس رکھو"

مسئلہ رازداری ایک امر ضروری ہے کہ جس سے ہر کوئی فائدہ اوٹھاتا ہے خواہ خلیفہ ہو یا منتظم یا سلطان یا حاکم وقت یا کوئی متنفس انسان۔ اور خود ادسی پر اور اون پر جو اوسکے مطیع و فرمانبردار یا مشیر اور صلاحکار جو شریک راز ہوتے ہین اون پر فرض ہے

کہ وہ اوس راز کو غیروں اور مخالفوں یا دشمنوں پر فاش نہ کریں اور اگر وہ راز فاش ہو جاتا ہے تو جس غرض کے حاصل کرنے کے لئے کوئی راز قرار دیا جاتا ہے تو وہ غرض فوت ہو جاتی ہے اور صرف غرض ہی فوت نہیں ہوتی بلکہ اکثر اوس راز کے فاش ہو جانے سے ذلت اور مصیبت نازل ہو جاتی ہے۔ اسکی بہت سی مثالیں مذہبی شان سے اور علم تاریخ کی شان سے ملیں گی اور کوئی ملک مہذب یا کوئی قوم مہذب یا کوئی سلطان یا حاکم اسی زمانہ کا ہو یا کسی زمانۂ گذشتہ کا۔ ایسا نہیں ہے کہ جس سنے مسئلۂ راز کو نہ قبول کیا ہو۔ دیکھو اس زمانہ کی گورنمنٹ انگریزی نے بھی قانون و قواعد جاری کئے ہیں کہ راز فاش نہ کیا جاوے اور بذریعہ ڈپی افیشل کارروائی کیجاتی ہے لیس تقیہ وہی راز اور اوسپر عمل کی تاکید کا مسئلہ ہو۔

یہ ایک مسلمہ مسئلہ حکماء کا ہے کہ جو علم اور حقیقت کہ کسی کے فہم اور ذہن میں آسکنے کے قابل ہو … اوسکو جتانا نہ چاہیئے کہ وہ اوس سے فائدہ نہ حاصل کر سکے گا ایسے ہی مخالف جو مکابرہ کی شان رکھنے والا ہو ضرور ہے کہ سخن واجبی کی تکذیب کرے گا اور استخفاف کی نگاہ سے دیکھے گا اور قائل کو احمق کہے گا اسلئے نا اہلوں پر ظاہر کرنا اوسکا ضرور لائق ممانعت کے ہے کیا موتی کسی ایسے جانور کے گلے میں ڈالنا پسند کیا جا سکتا ہو جو قابل عزت ہو اور کسی مصرف کا ہو۔

امام بیہقی نے کثیر حضرمی سے روایت کی ہے کہ حکمت کی بات بیوقوفوں سے نہ کہنا چاہئے کہ وہ جھٹلا دیں گے اور امر باطل حکماء سے نہ کہنا چاہئے کہ وہ دشمن ہو جاویں گے اور علم کا روکنا اوسکے اہل سے برا ہے اور غیر اہل کو بتایا جاوے تو وہ بتلانے والے کو احمق بتاوے گا عالم کو اپنے علم میں ویسا ہی حق ہے جیسے کہ مالدار کو اپنے مال میں ہے اور جامع صغیر میں علامہ سیوطی روایت کرتے ہیں کہ علم کے لئے آفت ہے اور غیر اہل سے علم کی بات کہنا علم کا ضایع کرنا ہے اور علامہ مناوی نے فیض القدیر

مین تشریح کی ہے کہ "ضایع کرنا علم کا اوس کا مہمل کرنا اور تلف کرنا اور ہلاک کرنا ہے اگر علم کی بات نا اہل سے کہی جاوے ایسا کہ وہ اوسکو نہ سمجھ سکے یا اوس پر نہ عمل کر سکے پس وہ علمی بات مہمل ہو جاوے گی اور بسبب اوسکی سمجھ مین نہ آنے کے اور اوس سے فائدہ نہ اوٹھانے کے ہلاک ہو جاوے گی - اور مثل نا اہل اور نا فہم کے غفلت کرنے والا اور بہک جانے والا آدمی کا ہے - لقمان نے کہا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اوٹھا لیجانا بڑے بھاری پتھرون کا اون کی جگہ سے آسان ہے نا فہم کے سمجھانے سے "

اور اسی مسئلہ رازداری کے متعلق یہ صورت بھی ہے جبکہ زمانہ جور ہو اور جس مین بسبب پورے تسلط اور غلبہ پائے ہوئے لوگون کے دوسرا فریق جس کے وہ لوگ دشمن یا مخالف یا آزار دینے والے ہون آزادی سے نہ مسائل اپنے دین کے جاری کر سکتا ہے اور نہ اوسکی جان و مال و آبرو کی حفاظت ہو سکتی ہے - بلکہ گروہ غالب اور تسلط کے اندیشہ ہے کہ تدوین مذہب اوس دوسرے فریق کی باعث گرویدگی مخلوق کا ہو کر خلافت یا حکومت کی بنیاد او کھاڑ دیگی تیزی اور تندی سے درپے تخریب اور بربادی اوس فریق کے ہو - ایسی حالت اور زمانہ مین اوس دوسرے فریق کو اوسی مسئلہ رازداری پر عمل اور تاکید کا زیادہ موقع حاصل ہونا چاہئے کہ اوس وقت ایک خاص وجہ سے اوس کی زیادہ ضرورت ہے - کتب تواریخ سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ ائمہ اہلبیت کا زمانہ ایسا سخت مصیبت کا گذرا ہے کہ خلفاء اور سلاطین کے عہد سے اور مخالفین سے جو خلفاء اور سلاطین کے متعلق تھے کسی وقت مطمئن نہین رہے اور آخر کار دشمنون اور مخالفون کے ہاتھ سے اونکی زندگیان منقطع کی گئین اور دیگر سادات بنی فاطمہ اور علویین اور اونکے شیعہ بہت بے رحمی او بے دردی سے قتل کئے گئے ہین - وہ زمانہ جور اور ستم اسقدر محیط اور قابو طلب تہا کہ ایسے افعال اور اعمال پر بالجبر اور بالاکراہ مجبور کرتا تہا کہ جو بحالت رضا اور اختیار کے نہین مجبور کئے جا سکتے تھے اور کوئی انسان جو افعال و اعمال اون کے

زمانہ مین کرسکتا ہے خوف کے زمانہ مین ہرگز نہین کرسکتا اور نہ کوئی مہذب یا تعلیم یافتہ مالک یا قوم یا اسکے حکما اور فلاسفر یا علما اہل مذہب کے انسان کے کسی فعل یا عمل کو جو باکراہ اور بہ اجبار واقع ہوگا اوسکو عیب کی نگاہ سے دیکہین گے۔ نہ اوس پر نکتہ چینی اور حرف گیری کرتے ہین۔ ایسے وقت اور حالت مین سوا اوس مصلحت کے یا اوس طریقہ کے اختیار کرنے کے جو حضرت عمار یاسر نے عہد پیمبر مین اختیار کیا تہا یا مرد مومن آل فرعون نے قبول کیا یا جو خدا نے مومنون کو کفار کے ساتھ طریقہ برتاو بتلایا ہے اور کوئی چارہ نہین ہے کہ ایسے اعمال یا افعال مجبورانہ کئے جاوین اور ائمہ اہلبیت کا یہ کام تہا کہ مطابق قرآن اور دستور انبیا کے ہدایت کرین۔ آیت جو معاملہ عمار یاسر مین نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

"من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان"	"جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے بعد ایمان اپنے کے مگر وہ کہ اکراہ کے ساتھ اور قلب

اوسکا مطمئن ہو ساتھ ایمان کے"

آیت مرد مومن آل فرعون "کہا مرد مومن آل فرعون نے جو چھپاتا تہا اپنے ایمان کو"

"قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ" آیت "لا یتخذ المومنین الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ شیئا الا ان تتقوا منھم تقاۃ الخ"	"نہ بنائین مومنین کافرون کو دوست سوائے مومنین کے۔ اور جو کوئی ایسا کرے پس نہین ہے اللہ کسی چیز مین مگر یہ کہ تقیہ کرو انہین سے تقیہ کرنا کرکے"

تفسیر روح البیان مطبوعہ مصر کی جلد اول صفحہ ۵۴۳ ۔ ذیل تفسیر الا ان تتقوا منھم تقاۃ مین لکہا ہے کہ "جسوقت کوئی شخص ہمراہ بدکارون کے مبتلا ہوجاے سفر حج یا جنگ مین

"اذا کان الرجل قد ابتلی بصحبۃ الفجار فی سفر للحج او للغزا لا یترک الطاعۃ بصحبتھم ولکن یکرہ ولا یرضی بفعل الفاسق فیثوب ببرکتہ کراہت قلبہ"	تو صحبت بدکارون مین تابعداری کو نہ چھوڑے لیکن اپنے دل مین تابعداری کو برا جانے اور اوس تابعداری سے خوش

نہ رہے پس شاید کہ احمق یہ برکت مدارات کے اوس کے دل کی توبہ کرے ۔

تفسیر بیضاوی جلد اول مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۱۳۴ "الا ان تتقوا منہم تقاۃ" ۔

"الا ان تخافوا من جہتہم امرا یجب اتقاؤہ او تقاۃ والفعل معدی بمن لانہ فی معنی الحذر والتحاشی" ۔

کی تفسیر یہ لکھی ہے "مگر یہ کہ ڈرو تم کافرون سے دوستی نہ کرنے پر اوس چیز سے کہ واجب ہے بچانا اوس کا یا از روے تقوی کے" "وقرء یعقوب تقیۃ" اور یعقوب نے تقیہ پڑھا ہے

"منع عن موالاتہم ظاہرا وباطنا فی الاوقات کلہا الا وقت المخافۃ فان اظہار الموالاۃ حینئذ جائز"

یعنی آپسمین محبت کرنا کافرون سے منع کیا گیا ہے ظاہر اور باطن مین کل وقتون مین مگر بوقت خوف پس تحقیق ظاہر کرنا آپسمین محبت کا اسوقت مین جائز ہے ۔

جلد اول تفسیر مدارک مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۲۱ مین "الا ان تتقوا منہم تقاۃ" کی تفسیر لکھی ہے "مگر یہ کہ ڈرو تم کافرون کی محبت نہ کرنے سے ایسے امر مین کہ واجب ہے بچانا

"الا ان تخافوا من جہتہم امرا یجب اتقاؤہ ای الا ان یکون الکافر علیک سلطانا فتخافہ علی نفسک ومالک فحینئذ یجوز لک اظہار الموالاۃ وابطان المعاداۃ" ۔

اوس کا یعنی جو کافر تمہارے اوپر حاکم پس ڈرو تم اوس کافر سے اپنے نفس اور اپنے مال پر پس جائز ہے اوس وقت مین جائز ہے تمہارے لئے ظاہر کرنا باخودہا محبت کا اور پوشیدہ رکھنا دشمنی کا ۔

اور تفسیر معالم التنزیل بغوی مین تحت آیت مذکورہ لکھا ہے کہ "مگر یہ کہ ڈرو تم کافرون

"الا ان تخافوا منہم امرا یجب اتقاؤہ او اتقاء والفعل متعد بمن لان فی معنی تحذر وتخاف وقرء یعقوب تقیۃ" ۔

سے دوستی نہ کرنے سے اور اوس چیز سے کہ واجب ہے بچنا اوس سے یا از روے تقوی کے اور یعقوب نے تقیہ پڑھا ہے اور

اوسکے معنی علامہ بغوی یہ لکھتے ہین کہ "منع کیا گیا ہے باخودہا دوستی کرنا کافرون سے

"منع من موالاتہم ظاہرا وباطنا فی الاوقات"

ظاہر اور باطنا کل وقتون مین بوقت خوف

كلها الا وقت المخافة فان اظهار الموالاة حينئذ جائز"	پس تحقیق کہ ایسے وقت مین محبت کا ظاہر کرنا جائز ہے"

اور تفسیر کبیر مین اسی آیت کے تفسیر مین یہ لکھا ہے کہ "پنجم تقیہ جائز ہی واسطے بچانے نفس کے

"الخامس - التقية جائزة لصون النفس هل هي جائزة لصون المال - يحتمل ان يحكم فيها بالجواز لقوله عليه السلام حرمة مال المسلم كحرمة دمه ولقوله عليه السلام - من قتل دون ماله فهو شهيد"	اور آیا تقیہ واسطے بچانے مال کے بھی جائز ہو یا نہیں ہوسکتا ہی کہ واسطے بچانے مال کے بھی تقیہ کا حکم کیا جاوے بسبب اوس قول آنحضرت کے کہ حرمت مال مسلم کی مثال حرمت خون مسلم کے ہے اور بسبب قول ثانی کے کہ جو شخص قتل کیا جاوے نزدیک اپنے

مال کے پس وہ شہید ہے"

"السادس - قال مجاهد هذا الحكم كان ثابتاً في اول الاسلام لاجل ضعف المومنين فاما بعد قوة دولة الاسلام فلا - وروی عوف عن الحسن انه قال التقية جائزة للمومنين الى يوم القيمة وهذا القول اولى لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامكان"	"ششم - مجاہد یہ کہتا ہے کہ تقیہ اول اسلام مین بہ سبب کمزوری مومنین کے ثابت تھا لیکن بعد قوت اسلام جائز نہین اور حسن بصری سے عوف نے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ تقیہ واسطے مومنین کے قیامت تک جائز ہے (امام رازی کہتے ہین) اور یہ قول بہتر ہے اسواسطے

کہ تحقیق دفع ضرر نفس سے واجب ہے جہانتک کہ ممکن ہو"

اسی آیت کی تفسیر مین ثعلبی اپنی سند سے یہ حدیث لکھتے ہین - کہ فرمایا امام جعفر صادق

"وروی عن جعفر ابن محمد صادق انه قال التقية واجبة"	علیہ السلام نے کہ تقیہ واجب ہے"

اسکے بعد ثعلبی یہ کہتے ہین کہ "تقیہ وقت خوف قتل بہ سلامتی نیت جائز ہے -"

"فالتقية لاتكون الا مع خوف القتل وسلامة النية"

یادداشت

ثعلبی نے بھی مثل امام رازی کی روایت تقیہ کا ابتدائے اسلام مین بوجہ کمزوری اسلام ذکر کرکے اور پھر وہ روایت حسن بصری سے لکھی ہے کہ قیامت تک واسطے مومنین کے تقیہ جائز ہو" **سورۂ یٰسین** " اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوا ہما فعززنا بثالث "

یعنی جبکہ بھیجے ہمنے اونکی طرف دو۔ پس ان دونون کو جھٹلایا۔ پھر ہمنے غالب کیا ساتھ تیسرے کے" ملا حسین واعظ اپنی تفسیر مین اسکے متعلق یہ لکھتے ہین کہ

"پہلے دو شخص حواریون حضرت عیسیٰ سے بھیجے گئے تھے۔ قوم گمراہ کے بادشاہ نے اون کو قید کر لیا پھر حضرت شمعون گئے اور انہون نے بادشاہ سے تقرب حاصل کیا اور حضرت شمعون بادشاہ کے ساتھ بتخانہ جا کر خدائے واحد کی پرستش کی نیت کرتے تھے مگر لوگ یہ جانتے تھے کہ بتون کو سجدہ کرتے ہین اور آخرکار اون دونون کو ایک روز بادشاہ کی اجازت سے بلوایا اور اون دونون سے پوچھا کہ تمہارا خدا کون ہے اور کیا کرتا ہے اور ان کے جواب کے نتیجہ سے بادشاہ اور قوم گمراہ مسلمان ہوئی"

آیت " ولبثت فینا من عمرک سنین " زندگانی کی تونے ہم مین اپنی عمر سے برسون "

اس آیت کی تفسیر مین علامہ بیضاوی لکھتے ہین " فانہ علیہ السلام کان یعاشرہم بالتقیۃ " پس موسیٰ علیہ السلام زندگانی کرتے تھے اون مین ساتھ تقیہ کے "

صحیح بخاری مین مقداد سے روایت ہے کہ " آنحضرت نے فرمایا اگر مومن اپنے ایمان کو قوم کفار سے پوشیدہ کرے پس وہ بہترین ایمان ہے جیسا کہ تم مکہ مین اخفا کرتے تھے "

صحیح مسلم جلد اول مین حذیفہ سے روایت ہے کہ " ایک مرتبہ ہم حضرت کے ساتھ

تہا آپ نے فرمایا کہ پوشیدہ کرو اپنے اسلام کو پس مین نے کہا یا حضرت آپ خوف کرتے ہین حالانکہ ہم لوگ چہو سات سو قبیلے رکہتے ہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم نہین جانتے کیا عجب ہے کہ بعض مواقع پر تمکو دشمنون مین جانے کا اتفاق ہوا اور جب جیسا موقع پیش آوے تو لازم ہے کہ نماز کو باہستگی پڑہو۔"

ان تمام مفسرین اور علمار کی رائین اور روایات دیکہکر امید ہے کہ مخالفین مسئلہ تقیہ اپنی رائے کو غالباً تبدیل کرینگے اور اگر تبدیل نہ کرینگے تو دوسرا پہلو نکالینگے جو اوس کے مساوی ہو لیکن مجکو غیر مقلد اہل سنت سے بہت بڑی امید ہے کہ وہ مجہی سے اتفاق کرینگے۔

اگرچہ قرآن کی اور آیات مین بہی اس قسم کے نشانات ائمہ اثنا عشر نے بتلائے ہین اور دیگر مومنین کو بہی جتلایا ہے جو ایسا عمل کرتے تھے جیسا کہ اصحاب کہف کا فرون کے عہد مین رہکر نماز مین شریک ہوتے تہے مگر مین نے یہان اونہین آیات و روایات کا ذکر کیا ہے جس سے اہلسنت و جماعت انکار نکر سکین۔

اب مجکو صرف یہ امر دریافت کرنا منظور ہے کہ دین کا کسی موقع پر چہپانا یا خود حامل دین کا کسی موقع پر چہپ جانا کیا فرق رکہتا ہے اور پیغمبر خدا نے ہجرت کیون اختیار کی اور مکہ کو کیون چہوڑا اور غار ثور مین کیون چہپے اور مدینہ مین کیون پناہ لی ہمکو تو اس کا جواب اوس زمانہ کی حالت یہی دیتی ہے کہ پیغمبر کو یقین ہو گیا تہا کہ وہ کفار کے ہاتہہ سے قتل کئے جاوینگے اور دین الٰہی جو اون کے سینہ مین تہا وہ معدوم ہو جاوے گا اور اوس کی حفاظت کے لئے آپ نے ہجرت اختیار کی یعنی اوس جگہ سے چلا جانا جہان خوف تہا اور اوسی دین کی حفاظت کے لئے غار ثور مین پوشیدہ رہنا۔ اور دین کو چہپائے رکہنا اور پہر مدینہ مین جاکر امن لینا اور پہر جب وقت آیا تو کسی قسم کی ترک و احتشام سے علانیہ اوسی مکہ معظمہ مین داخل ہونا۔ نتیجہ علانیہ شوکت دین

کا اوسی عمل اخفائے ظہور مین آیا۔ اگر آنحضرت مقام خوف سے مقام امن کی طرف ہجرت نہ فرماتے اور غار ثور مین مخفی نہوتے اور علی مرتضے راز کو فاش کر دیتے تو دین بھی ضایع ہو جاتا اور آنحضرت بھی۔

اب مین بتلاتا ہون کہ راز اور جھوٹ مین کیا فرق ہے۔

ان دونون مین جو فرق ہے وہ ایسا باریک نہین ہے جو غور سے نظر نہ آسکے راز وہ ہے کہ کوئی دوست کوئی سخن یا تدبیر اپنے فائدہ و جائز کے لئے یا ضرر ناجائز سے محفوظ رہنے کے لئے کسی پر ظاہر کرے اوس کا فاش کرنا مذموم ہے اور چھپانا نیک ہے۔ اور جھوٹ وہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قتل ہوتا ہوا کسی کے ہاتھ سے دیکھے اور دیکھنے والا اوس واقعہ سے انکار کرے یا قاتل کی جگہ کسی غیر قاتل کا نام ظاہر کرے " (ختم ہوا انتخاب سالہ روشنی)۔

اب مجکو امید ہے کہ ہمارے ذی علم سائل صاحب خاطب بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ تقیہ کس کو کہتے ہین اور یہ عمل کہانتک لازمی اور ضروری اور متعلق امر دین اور دنیا کے ہے۔ اب مین آپکے اکابر علمائے اہلسنت کا عمل بھی دکہلاتا ہون۔

علامہ سیوطی لکھتے ہین کہ " مامون رشید کا یہ اعتقاد تہا کہ قرآن مخلوق ہے اور تمام اہل سنت اور تمامی محدثین ایسے اعتقاد رکھنے والے کو کافر بتلاتے ہین۔ مامون نے ایک مرتبہ اپنے زمانہ کے مشائخ حدیث و فقہا کو جمع کیا۔ محمد ابن سعد کاتب واقدی یحیی ابن معین ابو خیثمہ۔ ابو مسلم مستملی۔ یزید ابن ہارون۔ اسمعیل ابن داؤد۔ اسمعیل ابن ابی مسعود اور احمد ابن ابراہیم دورقی حاضر ہوے۔ مامون نے اون سے اون کا اعتقاد نسبت قرآن کے پوچھا اول تو سب نے سکوت کیا لیکن آخر مین سب نے تقیۃً مامون کے اعتقاد کی تائید کی یعنی کہا کہ قرآن مخلوق ہے "[۱]

---

[۱] دیکھو تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۱۱

ہمین نہین معلوم کہ ہمارے ذیعلم سائل کا اعتقاد اس مسئلہ مین کیا ہوگا لیکن مین یہ پوچھتا ہون کہ یہ عمل ان آپ کے علمار کا کیا اور کیسا تھا؟

مجھے امید ہے کہ ہمارے ذی علم سائل اپنے علمار کو ضرور جھوٹ بولنے کے الزام سے بری کردین گے اور علاوہ اس کے جو کچھ اس عمل کو بتلائین گے اوسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے۔

اس مسئلہ مذہب شیعہ کی یہ تعبیر کرنا کہ مذہب شیعہ مین جھوٹ بولنے کی اجازت دیگئی ہے محض جھوٹ ہے۔

شیعہ کذب کو صفت رذیلہ جانتے ہین وہ مذہب اسلام مین ایسی بداخلاقی کا روا رکھنا پسند نہین کرتے ہین۔ جھوٹ بولنا کسی حالت مین بھی روا نہین ہے۔ لیکن مذہب اہل سنت مین البتہ اسکی اجازت دی گئی ہے۔

چنانچہ پروفیسر شبلی نعمانی سیرۃ النعمان مین آیت حرمت عتیہ مین بہ سلسلہ لفظ غیر باغ دعاوٍ قبول کرتے ہین کہ "جھوٹ بولنا گناہ ہے اور بعض حالتون مین مثلاً جب جان کا خوف ہو تو اوسکی اجازت دیگئی ہے"

اور اسی قسم کی اجازت نے مذہب عیسائی کو اہل سنت پر اعتراض کا موقعہ دیا ہے چنانچہ سر ولیم میور کا یہ اعتراض ہے کہ "کسی شخص کی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنا مذہب اسلام مین جائز ہے" اور استدلال مین اونھون نے وہی آیت جو معاملہ حضرت عمار یاسر مین نازل ہوئی ہے پیش کی ہے۔ مگر اوس کے جواب مین سر سید احمد خان صاحب نے خطبات احمدیہ کے ایک خطبہ مین مسئلہ تقیہ کو جیسا کہ شیعہ سمجھتے ہین قبول کیا ہے۔ چنانچہ وہ اس اعتراض کو یون دفع کرتے ہین کہ عمار نے کسی کی جان نہین بچائی۔ اور اگر کفار یا بے رحم جفاکار جبر اور اذیت کی دھمکی سے کسی آدمی سے اوس شے کا انکار کرا لے جسکو وہ اپنے دل اور ایمان سے برحق سمجھتا ہو اور ایسی مصیبت مین بھی دلی اعتقاد رکھتا ہو

تو ایسی حالت مین وہ شخص سزائے ارتداد کا مستوجب نہین ہو سکتا - اس کی تائید مین نظیر
ایک مقید بادشاہ فرانس کے پیش کی ہے جس سے ایک صلحنامہ پر اتبال بالجبر کے ذریعہ سے
دستخط کرائے گئے تھے اور جس نے بعد مخلصی اوس صلحنامہ کے شرایط کو توڑ دیا تہا اور
اوس وقت کے پوپ[1] (عالم) نے بھی وہ عہد شکنی جائز رکہی تھی - پہر سر سید نے بتلایا ہے
کہ جرم کا مدار نیت پر ہوتا ہے اور اوس کی تائید آیت "من کفر باللہ" سے کی ہے اوسکے
بعد بتلایا ہے کہ فقہاے حنفی نے اس مقصد کی تعمیل کے لئے دو طریقے قرار دیے ہین اور
دوسرا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ ایسی حالت ہین اوسکو اپنی جان بچانے کے لئے اجازت
ہے کہ ظاہر مین اوس ایمان کا جس کی تصدیق اوس کے دل مین ہے بطور تقیہ کے انکار
کرے اور دشمنون کی ایذا سے نجات پا دے - اسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے
اور اسی کی نسبت ائمہ اہلبیت نے "التقیۃ دینی و دین آبائی" کہا ہو۔

ہماری راے مین مذہب سنی اور شیعہ مین جو کچھ اختلاف اس مسئلہ مین ہے وہ یہ ہے
کہ شیعہ ایسے عمل کو امر دین جانتے ہین اور اوس کو لفظ جھوٹ سے تعبیر نہین کرتے اور
مذہب اہل سنت مین گو عمل تو کرتے ہین لیکن امر دین تصور نہین کرتے بلکہ جھوٹ سے
تعبیر کرتے ہین -

حقیقت مین یہ ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے اس کو جہان
بحیثیت راز کے قبول کر کے اوس کے عمل مین تاکید کی ہے جیسا کہ رسالہ روشنی مین بیان
کیا گیا ہے وہان بحیثیت جبر و اکراہ کے بھی اوس کو ایک خاص جرم (استحصال بالجبر) قرار
دیدیا ہے جس مین وہ شخص کہ جو کسی سے بالجبر و اکراہ کسی عمل کو کرانا چاہے یا بجبر کوئی چیز
حاصل کرے تو فاعل اوس فعل کا مجرم نہین ہوتا بلکہ وہ شخص جس نے جبر و اکراہ سے وہ
فعل کرایا تہا - دیکھو شرح دفعہ ۳۸۳ تعزیرات ہند۔

---

[1] رومن کیتھولک کے عیسائیون مین پوپ سے بڑہکر کوئی مذہبی عہدہ نہین ہوتا اور اوسکو تمام لوگ مانتے ہین -

اب ہمکو یقین ہے کہ ذی علم سائل مسئلہ تقیہ کو بخوبی سمجھ گئے ہون گے اور یہ بھی سمجھ گئے ہون گے کہ جھوٹ بولنا اور چیز ہے اور تقیہ اور چیز ہے۔ جھوٹ بولنا اُسکو کہتے ہین کہ جس کی اجازت صاف وصریح الفاظ مین مذہب اہل سُنت مین دی گئی ہے اور مسئلہ راز اور اوس پر عمل امر دیگر ہے جس کو مذہب شیعہ مین تقیہ کہتے ہین میرے خیال مین خصم کے قبول کر لینے کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

اب مین قبل اس کے کہ ذی علم سائل صاحب کے مقدمہ کی تحقیقات کرون مجھے اس مقام پر اس امر کے ظاہر کر دینے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جیسے ابتدءً مسئلہ تقیہ پر مصنف نصیحۃ الشیعہ نے اعتراض کیا تھا ویسے ہی مصنف نصیحۃ الشیعہ نے اکثر قدح اور طعن جنکی رو سے علی مرتضے کا خارج از ایمان ہونا بر بنائے مسلمات مذہب شیعہ ہمارے سائل صاحب مخاطب منتخب کرتے ہین کئے ہین اور اونکی تحقیق رسالہ جات روشنی مین دکھلائی گئی ہے اور یہ امر تین حال سے خالی نہین ہے۔ یا تو وہی باپ دادون کی تقلید۔ یا سرقہ مضامین نصیحۃ الشیعہ یا شاعرانہ طور پر توارد مضمون۔

سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ جو کچھ بھی فضائل خلفائے اربعہ کے لکھے گئے ہین اون کو کوئی شیعہ تین وجوہ سے قبول نہین کر سکتا اول یہ کہ بعض فضائل کا خلفائے ثلثہ پر انطباق نہین ہوتا ہے۔ دویم یہ کہ وہ کتب شیعہ مین منقول نہین ہین۔ سویم بعض واقعات ایسے ہین کہ درحقیقت وہ کسی کی فضیلت مین داخل ہو نہین سکتے۔ اور جو فضائل کہ بعض منقولاً کتب اہل سنت کے ہین وہ اون کے مخالف مذہب والون پر حجت نہین ہو سکتے جیسے کہ مذہب شیعہ کے واقعات واقعیہ مذہب اہل سُنت پر جبتک کہ اون کا صحیح ہونا اونکی کتب سے نہ دکھلایا جاوے حجت نہین ہو سکتے۔

فرض کرو جو کچھ کہ فضائل خلفائے ثلثہ کے آپ نے اپنی کتب سے (وہ بھی خلاف واقعہ) دکھلائے ہین اگر اون کی تائید مسلمات مذہب شیعہ سے دکھلائی جاتی تب تو شیعون پر

حجت لائی جاسکتی تھی اور وہ اون پر غور او فکر کرسکتے تھے اور اگر ایسا نہیں ہے تو شیعہ انکو پھینکدینگے اور ایسے ہی شیعون کے مسلمات مذہبی کی روسے جو فضائل اہلبیت علیہم السلام اصلی جانشینون پیغمبر کے ثابت ہوگئے ہین اگر فقیر ایسی کے کہ اوس کا نشان مسلمات اہل سُنت سے نہ دکہلایا جاوے تو اہل سنت اُسکو پھینکدینگے اور کبھی قبول نہ کرینگے اسواسطے مین اون تمامی فضائل پر جو کچھ مقدمہ مین بیان کئے گئے ہین مُجملاً یہ راے دیتا ہون کہ جس قدر وہ بر بناے محض مسلمات و منقولات مذہب اہل سنت و جماعت ہین اور اون کا نشان کتب مذہب شیعہ مین نہین بتلایا گیا ہے اس واسطے وہ شیعون پر حجت نہین ہو سکتے۔ ذیعلم سائل کو چاہیے تہا کہ وہ ہر واقعہ کی تطبیق مسلمات مذہب شیعہ سے کرکے دکہلاتے تاکہ شیعون کو اوس کے قبول کرنے مین کچھ چون وچرا کا موقع نہوتا اور جبکہ اونہون نے ایسا نہین کیا وہ بیکار ہین اور مین افسوس کرتا ہون کہ ناحق ذی علم سائل مخاطب کا وقت ضایع ہوا اور جہان کہین بظاہر استدلال کسی کتاب شیعہ کو فرض کرکے کیا گیا ہے اوس کی اصلی حقیقت دکہلائی جاوے گی۔

یہ امر بھی یاد رکہنے کے قابل ہے کہ ہمارے ذی علم سائل کا مدعا عام ہے اور دلیل خاص۔ یعنی مدعا ہرسہ خلفا بلکہ عام صحابہ ہین مگر دلیل خاص ہے جو سراسر جناب علی مرتضیٰ پر مطابق ہے اور عموماً خلفا پر مطابق نہین ہے اور فن مناظرہ مین ثابت ہوا ہے کہ جو دلیل خاص مدعا سے ہوگی وہ غلط قرار پائے گی اور ثبوت مدعا مین کافی متصور نہوگی[1]

ذی علم سائل نے جو کچھ فضائل خلفاے ثلثہ کے لکہے ہین درحقیقت وہ شیعون کے مطاعن کے جوابات ہین جو شیعہ ہمیشہ سے وارد کرتے آئے ہین۔ یعنی جب کبھی شیعون پر اوس قسم کی حجتین کی گئی ہین اور وہ رفع کرتے آئے ہین اور مین بھی اونہین کی خوشہ چینی کرونگا۔

---

[1] دیکہو بحث قیاس فن منطق در رشیدیہ۔

مقدمہ متدائرہ سائل کے ہر پاوئنٹ کی تحقیق

ذی علم سائل کے مقدمہ کا عنوان یہ ہے کہ "اہل حق ایمان اور فضائل شیخین ودیگر صحابہ یا تو واقعات واقعیہ سے ثابت کرتے ہین یا آیات کتاب اللہ سے یا احادیث رسول اللہ سے۔ یا شہادت جناب امیرؑ یا دیگر ائمہ سے۔ اور جناب امیرؑ کا ایمان اور فضائل بھی آخری دلیل کے انہین دلائل سے قبول کرتے ہین۔

واضح ہو کہ چار چیزین ذی علم سائل نے اثبات ایمان اور فضائل شیخین ودیگر صحابہ مین قرار دی ہین۔

(۱) واقعات واقعیہ (۲) آیات کتاب اللہ (۳) احادیث رسولؐ (۴) شہادت جناب امیرؑ ودیگر ائمہ۔

حقیقت مین یہ انتخاب ایسا ہے کہ موافق ومخالف انطباق ہونے پر اسی سے مسلمان با ایمان بہی ثابت ہو سکتا ہے اور مرتد ومنافق بہی۔

(۱) واقعات واقعیہ

واقعات کا علم خبر سے ہوتا ہے اور خبر محتمل صدق وکذب ہے مگر وہ خبر جو متواترات سے ہو اور نیز ایسی خبر جو تواتر سے ثابت ہو وہ سچ واقعہ واقعیہ تسلیم کیا جا سکتا۔

جامع الاصول مین ابن اثیر نے خبر متواتر کو جو بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ "وہ اس کثرت سے مروی ہو کہ اوسکی راستی کے خلاف نتیجہ مرتب نہو سکے یا اوسکی صحت پر کوئی پہلو شک وشبہ کا نہ نکلے پس ہم آگے چلکر جہان یہ کہ سائل صاحب نے اپنے مقدمہ کی تشریح کی ہے دکہلا وینگے کہ اون کا دعوے کیا اصل رکھتا ہے۔

(۲) آیات کتاب اللہ

اکابر علماے اہل سنت تحریف قرآن کے قائل ہوئے ہین اس سے کوئی اہل سنت انکار نہین کرسکتا ہے۔ اور مین اوس کی ایک مختصر فہرست دیتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ اکابر حضرات اہلسنت کا عقیدہ موجودہ قرآن کی نسبت کیا ہے؟

(دیکھو نقشہ منسلکہ جواب ہذا جو بطور ضمیمہ آخر کتاب مین ہے)

ہمنے بالاختصار اس فہرست مین یہ امر دکہلایا ہے کہ اکابر علماے اہل سنت نے اپنی عالی ہمتی سے قرآن مین کس قدر تحریف کی شہادت دی ہے اور اس سے زیادہ منزلۃ القرآن مین کل اعتقادات اہلسنت کو بابت تحریف کے بالتصریح دکہلایا گیا ہے۔ تو اب غور کرنا چاہئے کہ جب قرآن محرف اہل سنت تسلیم کرتے ہین تو ایسے محرف قرآن سے خلفاے ثلثہ کے فضائل ثابت کرنا اہلسنت کی ہے جرات کا کام ہے یا ایسے محرف قرآن کو فضائل خلفاء کا ماخذ قرار دینا اہل سنت ہی کی ہمت کا کام ہے لیکن چونکہ موجودہ قرآن کو ہم قرآن محرف نہین جانتے اس واسطے ہمنے بہت دیکہا مگر ہمکو کوئی آیت جس مین بالتخصیص خلفاء ثلثہ کے فضائل درج ہون نہین ملی برخلاف اس کے وہ آیات ملین کہ جس مین مطاعن خلفاء کا ذکر ہے اور جو بطور تفصیل ہدایتہ کتب شیعہ مین درج ہین اور اونکا نشان کتب اہل سنت مین بھی موجود ہے اور جن کا ذکر بہ سلسلہ حقیقت فضائل ہوگا۔

یہ امر تو طے ہوچکا کہ کوئی خاص آیت اون کے فضائل مین نہین ہے مگر شاید تفسیر سے اس مقصد مین کام لیا جاوے تو وہ بھی ہمپر اوسی دلیل سے حجت نہوگی جو ہم اوپر لکھ چکے ہین یعنی وہ تفاسیر اہل سنت کی ہین اور اگر آپ اصرار فرمادین تو مین تھوڑی دیر کے لئے مان کر اون کی بابت آپ کے اکابر علماے کے یہ ارادہ آپ کے روبرو

پیش کرتا ہون -

(۱) مولوی محمد طاہر صاحب گجراتی اپنی کتاب تذکرۂ موضوعات مین بحوالہ حضرت امام احمد حنبل یہ تحریر فرماتے ہین کہ "ثلث کتب لیس لہا اصول المغازی والملاحم - والتفسیر" یعنی مغازی ملاحم اور تفسیر کی کچھ اصلیت نہیں ہے"

(۲) علامہ سیوطی کتاب اتقان مین لکھتے ہین کہ "علم تفسیر مین کثرت سے مراسیل (احادیث ضعیف جنکا سلسلہ روایت شکستہ ہو) ہین"

(۳) علامہ مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر مین لکھا ہے "قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونة بالاحادیث الموضوعة"

مین ذیعلم سائل سے باادب پوچھتا ہون جبکہ آیات کتاب اللہ (جو بہ عقیدۂ اکابر اہل سنت محرف ہے) مین تحریف کا نام نہیں ہے اور تفسیر سے رجوع کیا جاوے تو اون کی حالت ایسی ہے کہ وہ ایک مجموعہ موضوعات اور مراسیل کا ہے تو پھر ایسی چیزون کی بنا پر کوئی دعوے کرنا کیا ایسا نہیں ہے جیسے کہ ریتلی مٹی پر کچے رڑون کی بنیاد قائم کرکے عالیشان محل کا تیار کرنا - یہین سے اس امر کو لحاظ کر لینا چاہیے کہ جب کسی واقعہ کی بنیاد ایسی تفسیرون پر یا ایسے قرآن پر جو بعقیدۂ اکابر اہل سنت محرف ہو رکہی جاوے گی تو کیا اون کو مخبر واقعات واقعیہ ہونے کا تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ "لاحول ولاقوة الا باللہ"

(۳) احادیث رسول اللہ

احادیث کی جو حالت ہے مین یقین کرتا ہون کہ آپ اوسکو دیکھکر اگر شرم نہ کرین گے تو افسوس ضرور کرین گے -

گو علامۂ ابوجعفر اسکافی اور علامۂ ابن اثیر کی آرا کے لکھنے کے بعد جسکو ہم اوپر لکھ آئے ہین (دیکھو صفحہ ۶۵ لغایت ۶۹) کوئی ضرورت احادیث کی حقیقت دکھلانے کی نہین تھی لیکن ذیعلم سائل

کی خاطر سے تہوڑی سی تکلیف گوارا کرتا ہون۔

اب آپ اپنی کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم (جنکو صحیحین کہتے ہین اور جن کا مرتبہ بعد کتاب باری کے آپ کے یہان قبول کیا گیا ہے) کی نسبت اول میری زبانی سنئے کہ آپ کے اکابر علما کیا کیا زوردار پوچھ گئے ہین۔

(۱) امام ابن تیمیہ کتاب منہاج السنۃ مین فرماتے ہین کہ "انکر جماعۃ من الحفاظ علی مسلم والبخاری"

پھر اسی کتاب مین دوسری جگہ بدین خلاصہ فرماتے ہین کہ "جو احادیث متفق علیہ صحیحین کے ہین اون سے بھی بہت سی جماعت حفاظ نے انکار کیا ہے"

(۲) مولوی حیدر علی نے بھی امام ابن تیمیہ کی تائید کر کے ایک تعداد ضعیف روایات بخاری اور مسلم کی بتلائی ہے (دیکھو ازالۃ الغین)۔

(۳) علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ "ابو زرعہ نے جو مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی کے شیخ ہین اور نیز امام ابو حاتم نے بخاری کو متروک کر دیا تہا اور اون کی روایت سے ہاتھ کھینچ لیا تہا۔ اور مسلم ابن حجاج صاحب صحیح نے علی ابن مدینی اوستاد بخاری کو ضال اور بدعت کرنے والا بتلایا ہے" پھر علامہ ذہبی حال مین محمد ابن اسحق فردی کے کہ یہ بھی شیخ بخاری کے ہین یہ لکھتے ہین کہ ان کو نسائی نے ثقہ نہین جانا ہے اور ابو داؤد اون کو واہی کہتا ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ بخاری نے جو محمد ابن اسحق سے روایت کی ہے اوس پر اون کو لوگ ملامت کرتے ہین۔

(۴) محمد ابن یحیےٰ ذہلی کہ یہ بھی شیخ بخاری کے ہین خود اپنے شاگرد بخاری کو اسقدر برا جانتے تہے کہ جو اون سے ملتا تہا اوس کو بھی اپنی صحبت مین بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تہے۔ [۱]

[۱] دیکھو مقدمہ فتح الباری۔

یادداشت

یہ حالات تو متعلق صحیح بخاری کے بطور مختصر ہدیۂ پیش کئے گئے ہین بمصداق مشتے نمونہ از خروارے۔ اب صحیح مسلم کی نسبت صرف ایک ریویو اونکے اوستاد کا اور ملاحظہ کر لیجئے

(۱) جب صحیح مسلم اون کے اوستاد ابوزرعہ کے سامنے پیش کی گئی اونہون نے یہ ریویو اوسپر دیا کہ "یہ کتاب صحیح نہین کہی جاسکتی کیونکہ اسکے راوی کذاب ہین"[1] اور ملا علی قاری کتاب رجال ہین مسلم کو بقول ابوزرعہ زینۂ اہل بدعت بتلاتے ہین ؎

صحیحین کی نسبت ان آراء کو دیکھکر مین نہین سمجھتا کہ ان کتب کی بنا پر جو خلفائے ثلثہ کے فضائل ومناقب شیعون کو دکھلائے جاتے ہین تو وہ کیسے اوسکو قبول کر سکتے ہین۔

قبل اس کے کہ اون فضائل ومناقب کی تطبیق کتب خصم سے کی جاوے باقی دیگر کتب صحاح کی جو حالت ہے وہ تصانیف ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن جوزی اور نیز علامۂ ذہبی کی تصانیف سے خوب معلوم ہو سکتی ہے لیکن مختصراً ذیل کی فہرست بھی ہدیۂ پیش ہے۔

(دیکھو فہرست منسلکہ جواب ہذا جو بطور ضمیمہ آخر کتاب مین ہی)

مائی ڈیر حضرت ولایت حسین صاحب بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس میگزین کے بھروسہ پر آپنے کیون شیعون پر حملہ کیا ہے خدا راس لائے۔

بہرحال جیسے کہ آیات کتاب اللہ کے سلسلہ مین آپ کو تفسیر سے مدد کا بھروسہ ہوتا اوسی طرح شاید احادیث پیغمبر کے سلسلہ مین آپ کو کتب مغازی اور سیر سے بھی امید کامیابی ہو اس واسطے اب مین بالاختصار کتب سیر ومغازی کے متعلق بھی آپ کے بزرگان ماقبل کی رائے علاوہ امام احمد حنبل کی رائے کے جو اوپر مین متعلق تمامی مغازی کے دکھلا آیا ہون

[1] دیکھو میزان الاعتدال سلسلہ حالات احمد ابن عیسیٰ۔

یاد دلاتا ہون —

اِس فن مین سب سے اول جو کتاب لکھی گئی ہے وہ مغازی موسے ابن عقبی کی ہے جس کا حال نقشہ سے ناظرین کو معلوم ہو گا - اور پہر مغازی ابن اسحق - یہ شیخ مالک ابن انس کا ہمعصر تہا جو مصنف موطا ہین - اِس کے بعد جسقدر کتب مغازی تالیف ہوئین سب کا سرمایہ سیرت ابن اسحق ہے -

اب مین بتلاتا ہون کہ ابن اسحق کی بابت علماء ادبین کے کیا خیالات تھے ؏

(۱) ابو داؤد کی تحقیق ان بزرگوار کی نسبت یہ ہے کہ " ابو اسحق قدری اور معتنزلی ہے "

(۲) سلیمان تیمی کی تحقیق ہے کہ ابن اسحق کذاب ہے -

(۳) ہشام ابن عروہ کی بہی یہی تحقیق ہے -

(۴ و ۵) یحیٰے ابن سعید اور امام مالک - ابن اسحاق کی قدح مین ہم داستان ہین "

(۶) ابن ادریس بیان کرتے ہین کہ " مین امام مالک کے پاس بیٹہا تہا کسی نے کہا کہ ابن اسحق کہتا ہے کہ علوم مالک کو ہمارے پاس لاؤ ہم اوس کے بیطار ہین - امام مالک نے یہ سُنکر ابن اسحق کی نسبت کہا کہ وہ منجملہ دیگر دجالون کے ایک دجال ہے[۱] -

واقدی کی قدح

دراوردی واقدی کو امیر المومنین فی الحدیث بہی کہتے ہین مغزوات مین یہ معتبر مانے جاتے ہین اور کوئی کتاب تاریخ ایسی نہو گی کہ جس نے اِن سے اخذ نہ کیا ہو لیکن - خوارزمی مسند ابو حنیفہ مین یحیٰے ابن معین کی تحقیق واقدی کی نسبت یہ لکہتے

[۱] دیکہو میزان الاعتدال ذہبی -

ہین "کہ واقدی نے بیس ہزار احادیث وضع کین اور رسول خدا کی طرف انکی نسبت کی ہے۔ امام شافعی کہتے ہین کہ واقدی کی کتابین کذب سے بھری ہین (دیکھو میزان الاعتدال) پروفیسر شبلی نعمانی اس زمانہ کے محقق نے بھی اسکو قبول کیا ہے کہ "بڑے بڑے ائمہ تدلیس کے عادی تھے اور موضوعات کا ایک دفتر بے پایان تیار ہو گیا تھا اور بارہ ہزار احادیث صرف ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کین اور عبدالکریم ایک وضاع نے چار ہزار حدیثین اپنی موضوعہ بتائین" (دیکھو قزلباش کا ریویو سیرۃ النعمان)

اب ہمارے سائل مخاطب فرماوین کہ جب قرآن و تفسیر کا تو وہ حال ہو اور حدیث و مغازی و سیر کا یہ حال تو آپ اپنے دعوے کی کشتی کو کس قوت بازو سے کنارے کر پار لگا سکتے ہین اور غرق سے بچنے کی کیسے امید کر سکتے ہین؟

(۴) اقوال جناب امیر (بابی انت و امی) سے فضائل خلفاء

یہ دعویٰ بھی ایسا ہی کیا گیا ہے جو لائق نہ تھا۔ اگر یہ اقوال آپ کے خلیفہ چہارم کے بھی صفات آپ کی کتب مین مثل شرح الجواری و عادیل نکمی تنبیر وغیرہ درج ہین اور جو آپ کے معتقدات مین ہین تب تو ہمین گفتگو کی حاجت نہین ہے۔ اور اگر وہ اقوال ہمارے علیؑ کے ہین۔ یعنی

وہ علیؑ کہ جن کی افضلیت آپ کے علماء نے اپنی کتب مین لکھی ہے [۱]

وہ علیؑ کہ جس کے بغیر کوئی مشکل آپ کے خلفاء کی حل ہی نہین ہوتی تھی [۲]

وہ علیؑ کہ جسکی نسبت آپ کے شیخین کا یہ قول تھا کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے اور جس کا ان صفات کی وجہ سے **مشکل کشا** نام ہو گیا ہے [۳]

---

[۱] دیکھو صحیحین و نسائی و ترمذی شریف و جملہ کتب سیر و تواریخ [۲] دیکھو ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری و کنز العمال و ازالۃ الخفاء [۳] دیکھو تذکرہ خواص الامہ علامہ سبط ابن جوزی۔

وہ علیؑ کہ سُنّی ائمہ حدیث جس کے ذاتی معجزات نقل کرتے ہیں [1]

وہ علیؑ کہ جسکے غیب دانی کے روایات ائمہ اہل سنت برابر نقل کرتے چلے آئے ہیں [2]

وہ علیؑ کہ جن کے اون آثارات علوم فلسفہ باصنافہا کو کہ جن کا ریاضیات کے متعلق کبھی ایجاد و دریں وغیرہ سے پیشتر وجود بھی نہ تہا آجتک اہل سنت روایت کرتے ہیں [3]

وہ علیؑ کہ جسکو اگر تمام دنیا کی قضا ملجاتی تو وہ اہلِ توریت کا توریت پر اہلِ انجیل کا انجیل پر اہلِ زبور کا زبور پر اہلِ فرقان کا فرقان پر فیصلہ کرتا [4]

وہ علیؑ جس پر بطور راز کے پیغمبرؐ نے ایسے ہزار دروازہ علم کے کہولدئے کہ ہر دروازہ سے ہزار ہزار دروازہ علم کے اور کہل گئے [5]

وہ علیؑ کہ جسکو بروز غدیر پیغمبرؐ نے وصی کیا تہا ان الفاظ سے کہ جس کا میں مولے ہوں علیؑ بہی اوسکا مولے ہے [6]

وہ علیؑ کہ جسکی ولیعہدی پر آپ کے شیخین نے مبارکباد دی تہی [7]

وہ علیؑ کہ جو شب ہجرت بستر رسول خدا پر سویا اور اوس کی شان میں خدا نے یہ آیت نازل کی ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد [8] اور جبرئیلؑ نے جس کے سرہانے یہ کہا تہا بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یباہی اللہ بک الملائکۃ

وہ علیؑ کہ جس سے خدا نے رجس کو دور کیا اور جس کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی [9]

وہ علیؑ جسکو نبیؐ نے انفسنا میں گنا جبکہ آیت مباہلہ نازل ہوئی [10]

[1، 2، 3] دیکھو رسالہ روشنی بابت نومبر ۹۳ء [4] دیکھو ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری و مودۃ القربیٰ ہمدانی [5] دیکھو عاصمی کی زین الفتیٰ [6] دیکھو فہرست عبقات الانوار جلد غدیر [7] دیکھو عاصمی کی زین الفتیٰ وصواعق محرقہ بروایت دارقطنی و فہرست عبقات الانوار جلد غدیر [8] دیکھو خمیس دیار بکری و تفسیر کبیر [9] دیکھو مسند احمد حنبل و تفسیر معالم التنزیل [10] دیکھو صحیح مسلم و تفسیر معالم التنزیل ـ

وہ علیؑ کہ جسکی محبت کو خدا نے اجر رسالت قرار دیا[1]

وہ علیؑ کہ جسکو خدا نے قرآن مین کہین صالح المومنین اور کہین خیر البریہ۔ و من عندہ علم الکتاب کے معزز لقب سے پکارا[2]

وہ علیؑ کہ جسکی محبت عنوان صحیفہ مومن ہے[3]

وہ علیؑ کہ جس کا اسم گرامی قبل پیدایش ارض و سما باب جنت پر اس طرح لکہا تہا۔ لا الہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ و علی اخ رسول اللہ[4]

وہ علیؑ جسکا نام لوح محفوظ پر تحت عرش یون لکہا تہا۔ علی ابن ابیطالب امیر المومنین[5]

وہ علیؑ کہ جس کی کارزار پر یوم احد یا خیبر منادی غیب لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی صدا دے رہا تہا[6]

وہ علیؑ کہ جسکی محبت پروانہ برأت نار ہے[7]

وہ علیؑ کہ جو اوس کی محبت لیکر مرا قیامت مین پیغمبرؐ اور اونکی آل کے ساتہ ہوگا اور جو اوس سے بغض لیکر مرا بس وہ یہودیون اور نصرانیون کی موت مرا[8]

وہ علیؑ کہ جسکی صلب سے پیغمبر آخر الزمان کی ذریت ہے[9]

وہ علیؑ کہ جسکی عداوت کے بعد کوئی نیکی نفع نہین پہونچا سکتی[10]

وہ علیؑ کہ جس سے محبت رکہنے والا مومن اور بغض رکہنے والا منافق ہوتا[11]

وہ علیؑ کہ جسپر سب کرنا خدا پر سب کرنا ہے[12]

وہ علیؑ کہ جسکو پیغمبر نے بمقابلہ شیث وصی آدم۔ و یوشع وصی موسےٰ۔ و شمعون وصی عیسےٰ اپنا وصی اور خیر الاوصیا فرمایا[13]

وہ علیؑ کہ جسپر بروایت ام المومنین عائشہ خروج کرنے والا کافر ہے[14]

---

[1] دیکہو تفسیر بغوی تحت آیہ قل لا اسئلکم الخ۔ [2] دیکہو صواعق محرقہ و تفسیر در منثور و تفسیر ثعلبی تحت آیت قل کفی۔ و مناقب ابن مغازلی ۳ تا ۱۴ دیکہو مودۃ القربیٰ مطبوعہ بمبئی

وہ علیؑ جسکی ولادت کعبہ مین ہوئی سلہ

وہ علیؑ کہ جس کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی مین تہا ۲

وہ علیؑ جو مثل حضرت پیغمبرؐ حالت جنب مین مسجد مین داخل ہونیکا حق رکہتا تہا ۳

وہ علیؑ کہ جسکے احادیث فضائل و مناقب پر امام احمد حنبل یہ کہتے ہین
کہ کسی صحابی کے فضائل و مناقب کے احادیث بمقابلہ اون کے احادیث مناقب کے
مین نے اس کثرت سے صحیح ہی نہین دیکہے ۴

وہ علیؑ کہ امام شافعی ابہی نا تحقیق حالت مین رہ گئے کہ رب اونکا آیا اللہ ہے یا علیؑ ۵

وہ علیؑ جس نے سائل کو نماز مین انگوٹھی دی اور جس کی شان مین آیۂ انما ولیکم اللہ
نازل ہوا ۶

وہ علیؑ کہ جسکی شان مین سورۂ ہل اتیٰ نازل ہوا ۷

وہ علیؑ کہ جس کے اسقدر فضائل و مناقب ہین کہ میری تو بہلا کیا مجال ہے اگر تمام دریا
سیاہی کی جگہہ کام مین لائے جاوین اور تمام اشجار قلم بنائے جاوین اور تمام جن و انس
ملکر لکہین تو بہی نہ لکہہ سکین ۸ جیسا کہ ایک شاعر نے بہی کیا خوب اس مضمون کی طرف اشارہ
کیا ہے۔ شعر کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست ۔ کہ تر کنند سر انگشت و صفحہ بشمارند۔

اللہم صل علی محمد و آل محمد والعن علی اعدائہم

اور وہ علیؑ کہ جس کے ایمان کا ذی علم سائل آج مجہ سے ثبوت طلب کرتے ہین)
تب آپ کے دماغ مین اون کے اقوال کی ماہیت کے سمجھنے کا مادہ ہی خدا نے
خلق نہین کیا ہے آپ کیا سمجھ سکتے ہین اون کے اقوال تو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہین

۱ خمیس دیاربکری و مطالب السول و تاریخ ابی الحسن و ذہبی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ ۲ دیکھو
صحیح ترمذی و مسند امام احمد حنبل ۳ دیکھو صواعق محرقہ ۴ دیکھو مناقب مرتضوی مولفہ محمد
صالح حسینی ترمذی المتخلص بہ کشفی ۵ دیکھو معالم التنزیل و تفسیر حسینی و تفسیر کبیر و تفسیر ثعلبی ۔
۶ دیکھو اخطب خوارزم ۔

کہ جو رسولؐ اور آل رسولؐ کی محبت اور مودت مین ایسے دلدادہ اور سرشار ہین کہ کسی دوسرے کی محبت کے لئے اپنے قلب مین تل برابر بھی جگہ نہین رکھتے جو علیؑ و نبیؐ کو حسب ارشاد پیغمبر ایک ہی نور سے جانتے ہین[۱] - جو نبیؐ و علیؑ پر سچے دل سے نماز مین درود پڑہتے ہین اپنے دل سے درود پڑہنا اوسی حالت مین ہوسکتا ہے کہ جب دوسرے غیر کو اون پر کسی نوعیت سے مقدم نہ سمجھا جاوے -

اب مین مخاطب سائل کے چارون انتخاب کے متعلق جن سے کہ فضائل شیخین ثابت کرنے کا دعوے کیا گیا تہا بالاجمال اپنی محققانہ راے دکھلا آیا کہ جس سے بظاہر کوئی فائدہ نہین اوٹہا سکتے - اسکے بعد چونکہ اوس اجمال کی تفصیل یعنی اوس انتخاب کی بنا پر فضائل تفصیل کے ساتہ لکھے ہین لہذا مین بھی اوس واقعہ کی نسبت تفصیلی محققانہ راے ظاہر کرتا ہون جسپر مخاطب صاحب کی کافی توجہ درکار ہو -

اوس تفصیل کو ذی علم سائل مخاطب بہی بطور اجمال اس طرح شروع کرتے ہین کہ صحابہ مقبولین مثل حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ وغیرہ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین جناب پیغمبر محمد صلعم کے ہاتہہ پر اول ہی زمانہ شیوع دعوت اسلام مین کہ اوسوقت کوئی امید نفع دنیا کی نہ تہی بلکہ ہرطرحکی ذلت و مضرت کا سامنا تہا ایمان لانے -

اپنے عزیز و اقارب کو چہوڑ کر ایسے وقت مین آپ کا ساتہ دیا کہ اوسوقت آپکا کوئی رفیق و غمگسار نہ تہا[۲]

[۱] دیکہو مناقب امام احمد حنبل و مودۃ قربیٰ ہمدانی - عبقات الانوار جلد حدیث نور -

[۲] یہ بات قابل غور ہے کہ علیؑ کا نام بتخصیص نہین لکہا گیا وغیرہ مین شامل ہین جسکو جس سے محبت ہوتی ہے قاعدہ کی بات ہے کہ اوسی کے فضائل انسان ظاہر کرتا ہے اور جس سے محبت نہین ہوتی اوسکا نام بہی قلم سے نہین نکلتا مگر شیعونکو شکرگذار ہونا چاہئے کہ ذیعلم سائل نے اسوجہ سے کہ شیعہ علیؑ کو بلافصل خلیفہ رسولؐ تسلیم کرتے ہین تہذیب و اخلاق چوتہے درجہ پر بھی اونکا نام نہین لکہا - تاکہ شیعونکی آزردگی کا باعث نہو -

واضح ہو کہ اس جملہ مین بالتخصیص خلفاء ثلثہ کا (۱) ابتداے اسلام مین کہ اوس وقت کوئی امید دنیاوی نفع کی نہ تھی اسلام قبول کرنا۔

(۲) مصیبت و ذلت کا سامنا۔

(۳) عزیز و اقارب کی مفارقت کرکے پیغمبر کا ساتھ دینا۔

(۴) اور اوس وقت پیغمبر کا کوئی رفیق و غمگسار ہونا؛

انہین چار باتون سے افضلیت کا فخر عطا کیا گیا ہے نسبت امر اول یعنی ابتداے زمانہ اسلام مین ان تینون بزرگوارون کا مسلمان ہونا اسکو اگر بالفرض قبول ہی کیا جاوے تو ابتداء دعوت اسلام قبول کرنا اس امر کا سرٹیفکٹ حاصل کرنا نہین ہے کہ وہ شخص ہمیشہ مسلمان اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہی رہے گا بے شک جب یہ بزرگوار اگر بالفرض سچے دل سے ایمان لاکر مسلمان ہوئے خدا اور خدا کا رسول ان سے خوش ہوا مین یہانتک بھی کہتا ہون کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کے روز گناہان ماسبق سے اسی طرح پاک ہوے جیسے کہ ہر ایک مسلمان گو وہ قوم رذیل اور رذیل درجہ اوسنے سے ہی کیون نہو مسلمان ہونے کے بعد بحیثیت اسلام دیگر مسلمانون کا بھائی اور گناہان ماسبق سے پاک ہوجاتا ہے اور وہی حقوق اوس کو حاصل ہوتے ہین جو دیگر مسلمانون کو بحیثیت اسلام حاصل ہین اور اوسی دسترخوان یا طبق پر وہ شریک ہوسکتا ہے کہ جس پر پیغمبر یا دیگر جنٹلمین کھانا کھاتے ہون اور یہ ایک ایسا مسئلہ اہم ہین ہے کہ جس سے کوئی شریعت انکار نہین کرسکتی مثلاً فرض کرو کہ کوئی مذہب عیسائی قبول کرے تو شریعت عیسوی کے رو سے وہ شخص ایسا ہی پاک گناہان ماسبق سے سمجھا جائے گا جیسے کہ ایک تازہ مولود۔ لیکن یہ حالت اوس کی اوسی وقت تک برقرار رہے گی جبتک کہ اوس سے کوئی فعل برخلاف اصول اوس مذہب کے ظاہر نہو گا اور جب وہ کسی فعل قبیح کا برخلاف اجازت اصول مذہب کے مرتکب ہو گا اوسی وقت اوس سے خدا اور اوس کا رسول

بیزار ہو جاوے گا۔

پیغمبرؐ کے ہاتھ پر ان لوگون کا بظاہر مسلمان ہونا بیشک ایک نوع سے خدا اور رسولؐ کی خوشی کا باعث ہوا جب غزوات پر تشریف لیجاتے تھے تو مزید خوشی کا باعث ہوتا تھا لیکن جب جنگ شروع ہوتی تھی اور یہ بزرگوار پیغمبرؐ کی نصرت ترک کرکے ایسے ایسے دور بھاگ جاتے تھے کہ بعضے ان مین سے تین تین دن کے بعد حاضر خدمت رسالت پناہ ہوئے تو یہ فعل اون کا ضرور خدا اور رسولؐ کی ناخوشی کا باعث ہوتا تھا جسکو مین آگے بہ سلسلہ غزوات کسی قدر تفصیل سے دکھلاؤن گا پیغمبرؐ کی نبوت پر شک کرنا یا پیغمبرؐ کے قول کو (معاذاللہ توبہ توبہ) پیغمبرؐ کا ہذیان کہنا یہ زیادہ پیغمبرؐ اور خدا دونون کی ناخوشی کا باعث ہوتا تھا اور ایسی بہت سی مثالین ہین۔ بہر حال کوئی فخر اگر ہے تو اوسی وقت مین مسلمان ہونے کا ہے جو طاعت خدا اور طاعت رسولؐ اور اولی الامر منکم سے ذرہ برابر بھی منہ نہ پھیرے

امر دوم۔ "یعنی اوس وقت کسی دنیاوی نفع کی امید کا خلفاء کو ہونا" یہ امر بہت دشوار ہے کہ قبول کیا جائے اور بالخصوص وہ لوگ جو تاریخ پر عبور رکھتے ہین علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء مین ابن عساکر سے روایت کرتے ہین کہ "انہون نے حضرت ابوبکرؓ جناب پیغمبر خدا کے مبعوث برسالت ہونے کے حالات پیشتر سے سن چکے تھے" اور امام بیہقی نے حضرت ابوبکرؓ کے اسلام کی نسبت اپنی یہ تحقیق لکھی ہے کہ "انکا فوراً اسلام قبول کر لینا اسواسطے تھا کہ اون کو پیشتر سے بذریعہ کاہنون کے حالات پیغمبر اسلام اور اسلام کی ترقیون کے معلوم ہو چکے تھے اور اون اخبار کاہنین پر یہ کافی غور کر چکے تھے"

بیشک یہ رائین اسی امر کو قبول کراتی ہین کہ ان بزرگوار کا ایمان لانا پیغمبرؐ کی تلقین اور دعوت کی بنا پر نہ تھا بلکہ کاہنون کے اخبار کی بنا پر۔ اور وہ کاہنون کے

اخبار و اقوال پر ایمان رکھتے تھے۔

ابن ہشام و دیار بکری وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ اقوال و اخبار کاہنین سے ایک پیغمبر کا مبعوث برسالت ہونا منتشر ہو چکا تھا اور یہ بھی وہ پیشین گوئی کر چکے تھے کہ اوس پیغمبر کو ابتدا اً مکہ مین تکالیف پہونچین گی اور پھر ہجرت کرے گا اور بعد ہجرت مکہ کو فتح کرے گا۔ غرب سے شرق تک جنوب سے شمال تک اوسکے مذہب کی شعاعین پہونچین گی فارس و روم پر بھی مسلمانون کا قبضہ ہو گا۔

شیعہ اِن بزرگوارون کے مسلمان ہونے کی بابت آپ کے انہین اکابر علماے کی آرا سے متفق ہین اور وہ اس بات کو نہین مانتے کہ پیغمبر اسلام کی دعوت اور ہدایت کی بنا پر یہ مسلمان ہوے تھے۔ گو یہ سچ ہی کہ بر وقت اسلام لانے کی کچھ امید دنیاوی نفع کی نہ ہو۔

صاحب روضۃ الاحباب نے نسبت مسلمان ہونے حضرت عثمان کے یہ لکھا ہے کہ "وہ حضرت ابو بکر کے بہکانے بجھانے سے ایمان لائے تھے"

اور حضرت عمر کو یوم صلح حدیبیہ کے روز بہت بھاری شک پیغمبر کی نبوت مین واقع ہوا تھا اور واقعہ مرض موت پیغمبر جس روز کہ پیغمبر کی نسبت "ہذیان" کا کلمہ کہا یہ اشعار کرتے ہین کہ حضرت عمر کے قلب مین پیغمبر کی عظمت اور اون کی نبوت کچھ وقعت نہین رکھتی تھی جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قسم کے مومن مسلمان تھے اور اسی جگہ سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ اون کی غرض نظاہر ایمان و اسلام قبول کرنے سے کچھ اور تھی۔ ہر شخص کی نیت اوس کے قول و فعل سے وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ کسی وقت کم اور کسی وقت زیادہ۔ اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ انسان کے خیالات کبھی یکسان نہین رہتے بلکہ وہ وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہین اور واقعات زمانہ اوس کے خیالات کو تبدیل کرتے رہتے ہین۔ عہد پیغمبر مین اصحاب پیغمبر کے خیالات

کچھ ہی ہون یا کسی کے اصلی خیالات ظاہر ہوئے ہون یا نہ ہوئے ہون لیکن بعد وفات پیغمبرؐ کے اون کے خیالات ظاہر ہو گئے جیسا کہ اہلسنت کے حجت الاسلام محمد ابن محمد غزالی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین مین اوس کے متعلق اپنی تحقیق جو آخر عمر مین تھی یہ ظاہر کرتے ہین کہ "یوم غدیر خم کا جو آنحضرت کا خطبہ ہے اوس کے متن حدیث پر سب کا

"واجمع الجماہیر علی متن الحدیث من خطبتہ فی یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وہو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ یا ابا الحسن لقد اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ فہذا تسلیم ورضی وتحکیم ثم بعد ہذا غلب الہوی لحب الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الہوی فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول وفتح الامصار فسقاہم کاس الہوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون"

اتفاق ہے یہ کہ آنحضرت فرماتے تھے من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اسپر حضرت عمرؓ نے بدین الفاظ مبارکباد دی بخٍ بخٍ مبارک ہو مبارک ہو اے ابوالحسنؑ تحقیق کہ صبح کی آپ نے ایسی حالت مین کہ میرے اور کل مومن و مومنہ کے آپ مولا ہو گئے اور یہی تسلیم اور رضا ہے خلافت جناب امیرؑ پر اور اون کو اپنے اوپر حاکم کرنا ہے بلکہ بعدہ محض بغرض حب ریاست اور ستون خلافت اوٹھانے کے لئے اور رایات حکومت کی خدمت کے لئے اور نیز اس وجہ سے کہ اعلام جنگ کی جھنکارون اور ازدحام سواران میدان ہیجا سے خواہش نفسانی حرکت مین آئی اور نیز بغرض فتح بلاد ہوا و ہوس نفسانی نے ان پر غلبہ کیا پس ان امور نے اونہین جام ہوا و ہوس پلا دیا پس یہ لوگ از سر نو اپنی مخالفت قدیمہ پر عود کر آئے اور دین کو اپنے پس پشت پھینکدیا اور اوسکو بہت تھوڑی قیمت کے عوض مین بیچڈالا پس کیا بد خرید تھی اونکی"

سبط ابن جوزی نے امام صاحب کا یہ قول اپنے تذکرہ مین بھی نقل کیا ہے اور علامہ ذہبی نے امام غزالی کی توثیق اور سر العالمین اونہین کی تصنیف ہونا تس

مین لکہا ہے۔

ایسی حالت مین مین نہین سمجہتا کہ کیون ان بزرگوارون کی نسبت یہ عقیدہ کیا جاوے کہ وہ کاہنون کے اخبار کے عقیدت مند تھے اور کاہنون کے اخبار کی صداقت نے ہی اسلام کی جاہ وحشمت وعظمت وجلالت پر ان حضرات کو تحریص وترغیب دلائی تہی خصوصاً جبکہ بعد پیغمبر یہ حضرات اپنی حسن تدبیر سے خلافت پر متمکن ہوگئے تو پہر کوئی شبہہ نہین رہتا ہے کہ وہ محض دنیاوی فائدہ کی غرض سے بظاہر اسلام لائے تھے اون کی نسبت یہ عقیدہ رکہنا کہ وہ دنیاوی فائدہ کی غرض سے اسلام نہین لائے تھے۔ مائی ڈیر۔ بالکل صحیح نہین ہوسکتا۔

نسبت امر دوم یعنی "ذلت ومضرت کا سامنا ہونا" اس کی نسبت ہمکو یہ دکھلانا چاہئے کہ ان حضرات کو ذلت ومضرت اسلام مین کیا پہونچی اور نیز یہ کہ ان کے ایام جاہلیت مین کیا وقعت تھی یا ان کا قبیلہ یا اپنے قبیلہ مین خود یہ بزرگوار کس وقعت کے تھے۔

ہمنے جہانتک کتب سیر وتاریخ کو دیکھا ہے تو ابتدائے اسلام مین صرف حضرت ابو بکر کو البتہ ایک ذلت پہونچنا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ خود اونہین ذات شریف کی عقلمندی تھی۔

ملا معین کہ جو معتبرین علمائے اہل سنت کے ہین معارج النبوۃ مین تحریر فرماتے ہین کہ "جب صحابہ قریب ۳۹ کے ہوگئے تو حضرت ابوبکرؓ نے پیغمبر خدا سے اصرار کیا کہ اسلام کو آپ کیون نہان رکہین اور آشکار کیون نہ کرین حضرت نے فرمایا کہ ہنوز قوت کافی نہین ہے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے بہت مبالغہ کیا چنانچہ آنحضرت اون کے ساتھ مسجد حرام مین تشریف لائے اور حضرت ابو بکرؓ نے ایک خطبہ طولانی پڑھا مشرکین کو نہایت صدمہ ہوا اور بغلظت تمام اوٹھکر حضرت ابو بکر پر ٹوٹ پڑے اور عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعن نے اس قدر جوتیان مارین کہ ناک کا امتیاز رخسارہ پر ———

نہین ہوتا تہا کہ بنو تیم بہی پہنچ گئے اور اونہون نے بچایا اور ایک چادر مین لپیٹ کر
اون کے گہر پہونچا دیا اور رات بہر وہ بیہوش رہے۔ ؎

اِس واقعہ کا مجملاً روضۃ الاحباب صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰ ؎
اور کتاب ریاض النضرہ مین بھی ذکر ہے۔ اس مین کچھ شک نہین ہے کہ یہ واقعہ
حضرت ابوبکرؓ کو کفار او مشرکین کے ہاتہ سے نہایت دردناک پہونچا لیکن باعث
اس کا خود حضرت ابوبکرؓ کا اصرار ہوا کیونکہ پیغمبرؐ فرماتے تھے کہ یہ تمہاری خواہش قبل
از وقت ہے۔ مگر جبکہ پیغمبر خدا نے اصرار مین شدت دیکھی تو آپ کا اُنکی درخواست
قبول کرنا پیغمبرؐ کی مرضی کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دکہلا دینا تہا اور یہی وجہ ہوئی کہ پیغمبرؐ
اور دیگر مسلمان جو وہان موجود تہے اس واقعہ کو دیکہتے رہے اور کسی نے حضرت ابوبکرؓ
کو بچایا نہین۔ اور مخالفت پیغمبرؐ کے سبب سے درحقیقت حضرت ابوبکرؓ نے وہ ذلت اوٹہائی
اور اوس جوش جاہ و دولت کے حصول کی جلدی اور تیزی نے جو اونکے دل مین تہی
اونکی وہ صورت بنادی ؎

اب مین یہ امر تو دکہا چکا کہ ان حضرات کو کوئی مضرت خواہ ذلت نہین پہونچی
اور اب مین یہ دکہلاتا ہون کہ ان حضرات کا قبیلہ اور اپنے قبیلہ مین خود یہ حضرات کس
درجہ کی عزت رکہنے والے تہے۔ تاکہ بفرض محال اگر تہوڑی دیر کے لئے یہ مان بہی
لیا جاوے کہ ان کو مضرت اور ذلت اسلام کی حمایت کے سبب سے پہونچی تو یہ اندازہ
ہو سکے کہ بحیثیت وضعت قبیلہ کے انکو کسی ذلت خواہ مضرت کا پہونچنا کسقدر انکی کسر
شان کا باعث ہو سکتا تہا۔

؎ اصل عبارت یہ ہے کہ عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعن نعلین برگرفت وچندان بر روے ابوبکر
زد کہ بینی او از رخسارہ ممتاز نمی گشت۔ مولف عفی عنہ۔

؎ دیکہو معارج النبوۃ صفحہ ۵۴ سطر ۱۲ رکن سوم باب دوم مطبوعہ بمبئی۔ ؎ مطبوعہ لاہور

حضرت ابوبکرؓ قبیلہ بنی تیم اور حضرت عمرؓ قبیلہ بنی عدی مین سے تھے - علامہ ابن قتیبہ معارف مین تحریر کرتے ہین کہ "ہشام ابن مغیرہ افسران قبائل کا تہا"[۱]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونون بزرگوار اپنے قبیلہ مین سردار نہ تھے نہ کوئی خاص شرف یا وجاہت ان کو اپنے قبیلہ مین حاصل تھی اور نہ یہ اوس شاخ مین تھے کہ جس شاخمین افسر قبیلہ تہا - "ابن خلدون کی تحقیق ہو کہ عبداللہ ابن جدعان افسر قبیلہ بنی تیم تہا اور ابوبکرؓ اس شاخمین نہ تھے"[۲]

صاحب شرح طوالع شمس الدین اصفہانی اور فاضل روزبہان کی تحقیق ہے کہ "قبیلہ بنی تیم اور بنی عدی دیگر قبائل قریش مین گھٹیل تھے" چنانچہ حضرت ابوقحافہ پدر حضرت ابوبکرؓ کو جب کسی سے یہ اطلاع ملی کہ ابوبکرؓ خلیفہ ہوے تو اونھون نے اوس سے کہا کہ کیا بنی عبدمناف اور بنی مغیرہ اوس کی امارت پر راضی ہو گئے اوس نے کہا کہ ہان تب ابوقحافہ نے کہا کہ جسکو خدا بلند کرے اوسے کوئی پست نہین کر سکتا - اور جس کو وہ پست کرے اوسے کوئی بلند نہین کر سکتا - [۳]

اس راے حضرت ابوقحافہ سے صاف ظاہر ہو گیا کہ خود وہ اپنے قبیلہ کو بمقابلہ بنی ہاشم اور بنی مغیرہ کے کم رتبہ مین جانتے تھے -

حضرت عثمانؓ تو قبیلہ بنی امیہ سے تھے اور اس قبیلہ نے جو سلوک پیغمبرؐ کی آل سے کیا ہے وہ میر احتاج بیان نہین ہے گو اوس سلوک کو ذیعلم سائل بری نظر سے نہ دیکھین مگر اون واقعات سے انکار نہین کر سکتے کہ جو اس قبیلہ کے ہاتھ سے اہلبیت پیغمبرؐ پر گذرے ہین -

اور اس سے سوا یہ اون کی ذات کا اس ارشاد حضرت عائشہ سے بھی پتہ مل سکتا ہے "اقتلوا نعثلاً فقد کفر قتلہ اللہ"[۴]

---

[۱] دیکھو عبر ابن خلدون صفحہ ۳۲۰ مطبوعہ مصر [۲] دیکھو صواعق محرقہ صفحہ مطبوعہ مصر و براہین قاطعہ صفحہ ۸۹ مطبوعہ لاہور

[۳] دیکھو انسان العیون و نہایہ ابن اثیر تحت لفظ نعثل و کامل ابن اثیر -

حضرت عفانؓ پدر حضرت عثمانؓ کی بابت ابو المنذر ہشام ابن محمد سائب الکلبی اپنی کتاب مثالب میں لکھتے ہیں۔ وعفان ابن ابی العاص ابن اُمیہ ممن کان مخنث ویلعب بہ[1] اِس روایت سے حضرت عفان کی جو کچھ حالت تھی وہ مخفی نہیں رہ سکتی اور اوسی طبیعت کا یہ اثر تھا کہ حضرت عثمان مردانہ وار جنگ میں قائم نہیں رہ سکتے تھے اور کارزار کے وقت پیٹھ دے جاتے تھے اور کچھ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ مردی اور نامردی نسل میں بذریعہ ارث کے مورث ہوتی ہے۔

پھر کتاب مثالب میں ہشام اپنے باپ محمد سائب الکلبی سے (کہ جو نہ صرف اکابر مستند اور اعاظم علماے اہل سنت سے ہیں بلکہ وہ شیوخ ترمذی اور ابن ماجہ کے بھی ہیں اور بغوی سے محقق اور مفسر نے معالم التنزیل کو اونکی روایتوں سے بھر دیا ہے اور شعبہ ابن الحجاج امام علم حدیث نے کہ جنہوں نے ایک راوی کو گھوڑے کو ایڑ دیتے ہوئے دیکھکر اوس سے روایت لینا ترک کر دیا تھا انہیں ہشام کے باپ سے اخذ علم کیا ہے) روایت کرتے ہیں۔

"ہشام عن ابیہ قال کانت صہاک امۃ حبشیۃ لہاشم ابن عبد مناف فوقع علیہا نفیلہ ابن ہاشم ثم وقع علیہا عبد العزے بن ریاح فجاءت بنفیل جد عمر ابن الخطاب"

یعنی کہ صہاک لونڈی ہاشم بن عبد مناف کی تھی پس اوس پر نفیلہ ابن ہاشم پڑ گیا اور اُس کے بعد عبد العزیٰ بن ریاح پڑ گیا اور اوس سے نفیل دادا ابن الخطاب کے پیدا ہو گئے تھے۔

فضل ابن روزبہان نے کتاب ابطال الباطل میں اس امر کو قبول کیا ہے کہ یہ مضمون کتاب مثالب میں موجود ہے مگر اونہوں نے ابو المنذر ہشام کی نسبت یہ قدح لکھدی کہ وہ غیر ثقہ ہے لیکن درحقیقت اونکی ایسی قدح کرنے کی یہ وجہ پائی جاتی ہے

[1] یعنی حضرت عفان سے لوگ مخنث ہونے کا کام لیتے تھے۔

کہ شیعون کی طرف سے حضرت عمرؓ کے ایک زینہ نسبی شرافت سے گرانے کے لئے جو استدلال اوس مضمون پر کیا گیا جس سے ایک نوع کی قدح اونکی ذات کی ہوتی ہے تو فضل روزبہان کو کچھ بن نہ آیا سواے اِس کے کہ ہشام کی قدح کرین حالانکہ علامۂ سبط ابن جوزی نے کہ جو ائمہ اہلسنت سے ہین اپنی کتاب مثالب سے اور انہین ہشام کی روایت سے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو عاص اور دیگر لوگون کے نسب کے متعلق بہت کچھ لیا ہے۔ اگرچہ بعض علماے اہلسنت نے ہشام کی صرف حدیث پر وثوق نہ کیا ہو مگر اون کو روایت نسب مین بہت کچھ قبول کیا گیا ہے چنانچہ امام ابن تیمیہ منہاج السنہ مین ان کی بابت یہ لکھتے ہین کہ گو وہ حدیث مین مقدوح تھے اور اسمار و نسب مین اونکی کوئی قدح نہین ہوسکتی ہے اور ابن کلبی کی کتب انساب سے ابن خلکان نے بھی نسب کے متعلق لیا ہے اور اون کو معتبر جانا ہے۔ پھر علامۂ ابن تیمیہ منہاج السنہ مین امام احمد حنبل کی یہ تحقیق لکھتے ہین یعنی

”قال الامام احمد فی ہذا ہشام بن محمد سائب الکلبی ماظننت ان احدا یحدث انما ہو صاحب سمر و النسب“	امام صاحب فرماتے ہین کہ ”ان ہشام بن سائب الکلبی کی نسبت مجھے گمان نہین کہ ان سے حدیث لی ہو بجز اسکے کہ وہ صاحب سمر اور نسب کے ہین“

اور علامہ ابن سعد صاحب طبقات ثقہ بتصریح زین الدین عراقی شرح الفیہ مین بہت کچھ روایات ان سے اخذ کئے ہین اور بتصریح امام ذہبی (میزان الاعتدال) ایک جماعت اہل حدیث نے ان سے حدیث بھی اخذ کی ہے۔

علامہ ابن قتیبہ دینوری کتاب معارف (صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر) مین لکھتے ہین۔

”کان الخطاب بن نفیل من رجال قریش و امہ امراۃ من فہم و کانت تحت نفیل فتزوجہا عمرو ابن نفیل بعد ابیہ فولدت لہ زیدا الخ“ وامہ ام الخطاب و جدۃ عمرؓ	یعنی خطاب بن نفیل رجال قریش

سے تھا اور ماں اوس کی ایک زن قبیلہ فہم سے تھی جو نفیل کی جورو تھی پس عمرو ابن نفیل نے بعد اپنے باپ نفیل کے اوس کو اپنی زوجہ بنا لیا اور اوس سے زید پیدا ہوا زید اور خطاب ایک ہی ماں سے ہیں۔

اور زید باپ ہیں سعید کے جو عشرہ مبشرہ اہل سنت میں سے ہیں۔ بہر حال مادری نسب ضرور حضرت عمر کا ان روایات سے غیر اشراف خاندان قریش سے ثابت ہوتا ہے اب میں ایک شجرہ دیتا ہوں کہ اوس سے حالات خوب ذہن نشین ہو نگے۔

سلسلہ حسب تحقیق تاریخ الخلفا علامہ سیوطی صفحہ ۹۴، سلسلہ تحقیق علامہ قتیبہ معارف صفحہ ۵۱

(شجرہ حضرت عمر [۱])

نمبر ا رباح — رباح نمبر ا

قرط نمبر ۲

نمبر ۲ عبد العزے نمبر ۳ (بہ شرکت نضلہ ابن ہاشم)

نمبر ۳ نفیل نمبر ۴ (از بطن کنیز ک حبشیہ ہاشم ابن عبد مناف

حسنیہ [illegible])

نمبر ۴ خطاب (از بطن زن قبیلہ فہم) — عمرو نمبر ۵

نمبر ۵ عمر ابن خطاب خلیفہ — زید نمبر ۶ (از بطن زن [illegible])

سعید نمبر ۷ (از عشرہ مبشرہ)

[۱] شجرہ میں ایک طرف سلسلہ تحقیق سیوطی ہے اور دوسری طرف سلسلہ تحقیق علامہ قتیبہ

عبد العزٰے نمبر ۶ جو پردادا حضرت عمرؓ نمبر ۵ کے ہین اونکے باپ مین مورخین نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہوتا ہے ایک مورخ کی رائے ہے کہ عبد العزٰے نمبر ۶ کے باپ رباح نمبر ۱ تھے دوسرا کہتا ہے کہ قرط نمبر ۲ تھے اب خدا جانے کہ دونون مین سے کون سے اونکے باپ تھے ۔

علامہ ابن قتیبہ کی تحقیق کے بموجب زید نمبر ۸ - اور خطاب نمبر ۴ متحد البطن بھائی بھی ہوے اور بموجب رشتہ پدری خطاب نمبر ۴ کے زید نمبر ۸ بھتیجہ بھی ہوسکے ۔

ہمارا دل اس بد اخلاقی اور بد تہذیبی کو قبول نہیں کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کی دادی کی نسبت علامہ ابن قتیبہ سے عالم نے گواہی دی ہے کہ اون کو اون کے بیٹے عمرو نمبر ۵ نے کہ جو چچا حضرت عمر نمبر ۵ کے تھے زوجہ بنالیا ہو ہمارا یہ گمان ہے کہ حضرت عمرؓ نمبر ۵ کی دادی زوجہ نفیل نمبر ۳ شاید لونڈی قبیلہ بنی فہم سے تھین اور وہ بعد وفات نفیل کے اون کے بیٹے عمرو نمبر ۵ کے تصرف مین آئی ہون اگرچہ وہ اُم الولد تھین اور ایام جاہلیت مین ایسا رواج خلاف قیاس نہین ہو سکتا ہے بمقابلہ اسکے کہ بیٹا مان کے ساتھ تزویج کرے ۔

حضرت عمرؓ کے نام کے بارہ مین صاحب استیعاب امام ابن عبد البر اور نیز امام ابن عبدربہ کتاب عقد فرید مین ایک یہ روایت لکھتے ہین کہ ایک دن وہ جب جاتے تھے کہ ایک عورت (خولہ بنت حکیم) اثناء راہ مین ملی حضرت عمرؓ نے اوسے سلام کیا اوس نے سلام کے جواب مین کہا کہ "اے عمرؓ ٹھہر جا مین تجھے خوب پہچانتی ہون تیرا نام عکاظ کے بازار مین عُمیر تھا اور تھوڑے دنون بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب بہت عرصہ نہین ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا" اس اختلاف نام کو ہمارے اس زمانہ کے ایک نوخیز مورخ سراج الدین مولف سیرۃ الفاروق نے بھی تعجب کی نظر سے دیکھا ہے لیکن کوئی وجہ نہین بتلائی ہماری رائے مین چونکہ وہ کسی معزز قبیلہ کے نہ تھے اور نہ خود کوئی ذاتی وقعت اور وجاہت اپنے قبیلہ مین رکھتے تھے اس سے پایا جاتا ہے کہ ابتدائی حالت مین اون کو لوگ

عُمیر محاورۂ عرب کے بموجب تحقیر اور تصغیر سے کہتے ہون اس وجہ سے کہ وہ کوئی ذی قوت نہ تھے کہ تکلف وعزت سے اون کا نام لیا جاتا گو اون کا نام اصلی عمرؓ ہی سہی۔ لیکن عکاظ کے بازار کے پتہ دینے سے اوس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس مین اونکا دلال پیشہ ہونا حضرت ابوبکر کے پیشہ کے سلسلہ مین صاحب حیاۃ الحیوان دُمیری لکھتے ہین۔ پس یہ

"فقال کان ابوبکرؓ الصدیق بزاز وکذلک عثمان وطلحہ وعبدالرحمٰنؓ ابن عوف وکان عمرؓ دلالاً یسعی بین البایع والمشتری"

بالکل صحیح ہے کہ اوس زمانہ مین جبکہ وہ عکاظ کے بازار مین پیشہ دلالی کرتے تھے تو اونکو بجاے اونکے اصلی نام عمر کے عُمیر کر کے لوگ پکارتے ہون جیسا کہ اِس زمانہ مین بھی دلالون کو حقارتاً کچھ کا کچھ پکارا جاتا ہے اور جب رفتہ رفتہ اس پیشہ نے کسی قدر خوشحال اونکو بنا دیا تو لوگون نے ظاہری حثیت کے خیال سے اون کو عُمیر کہنا چھوڑ دیا اور اصلی نام عمرؓ کہنے لگے لیکن تجربہ اس کا شاہد ہے کہ جب کوئی انسان اتفاقات زمانہ سے عروج پکڑ جاتا ہے تو پھر لوگ گو دل مین اوس کی حسب ونسب کے متعلق کچھ ہی خیال رکھتے ہون لیکن اوسکی وجاہت ظاہری مانع ہوتی ہے کہ اوس سے اوسکی پہلی حالت کے موافق کلام یا برتاؤ کیا جاوے۔

بہر حال یہ تغیر نام مصداق اِس ہندی مثل کا سا معلوم ہوتا ہے "پرسا۔ پرس پرسرام"

یہ امر بھی ظاہر کر دینے کے قابل ہے کہ یہ عورت خولہ بنت حکیم ایک مشاطہ تھی جس نے پیغمبر کا نکاح بی بی عائشہ کے ساتھ کرایا تھا جیسا کہ آگے ہم ایک موقع پر مفصل لکھین گے۔

اِس مقام پر ہمکو یہ دکھلانا ہے کہ مشاطہ عام طور پر لوگون کے حسب ونسب چال چلن وطرز معاشرت سے واقفیت رکھتی ہین اور اسی وجہ سے وہ اون ذات شریف کے بھی حسب ونسب سے ضرور آگاہی رکھنے والی تھی۔

اِس روایت مین یہ بھی ذکر ہے کہ "حضرت عمرؓ نے سلام مین سبقت کی" مین بتول

کرتا ہون کہ مذہب اسلام نے سلام مین ہر شخص کو سبقت کرنے کی تعلیم دی ہے لیکن مین یہ نہین سمجھتا کہ اوس عورت نے سلام کے جواب مین وہ بے تکا جواب کیسا دیا وہی مثل ہوئی "مار وگھٹنا پھوٹے آنکھ" کچھ شک و شبہ نہین ہے کہ اس تمام واقعہ سے جو روایت مین مذکور ہوا ہے تائید اوسی بات کی ہوتی ہے کہ وہ نہ اپنے قبیلہ مین ذی عزت و ذی وجاہت تھے نہ اونکی حالت ایسی تھی کہ جس پر فخر کیا جائے چونکہ ان حضرات کی سختیان بہت مشہور تھین بات بات پر رجم کا حکم دیا جاتا تہا بالخصوص عورتون کو۔

خولہ چونکہ ان کے کچے حالات سے خوب واقف تھی (اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اوسے جانتے تھے جب ہی تو سلام مین سبقت فرمائی) در پردہ انکی حالت کی اصلاح منظور تھی اور وہ سمجھتی تھی کہ کوئی وجہ ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے میری اس تقریر پر وہ کان نہ ہلائینگے۔

یہانتک مین نے متعلق نسب اور قبیلہ کے تحقیق دکھلائی جس مین متعلق حسب حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے بھی ایک روایت لکھی گئی اب مجھے صرف نسبت حضرت عثمانؓ کے حسب کی صرف اونہین کا ایک قول اور لکھنا ہے۔

علامہ ابن اثیر اوس موقعہ پر جبکہ حضرت معاویہ نے جناب امیرؑ اور حضرت طلحہ اور زبیر سے اپنے لئے بیعت لینا چاہا تو علیؑ مرتضےٰ نے بیعت سے انکار کرکے فرمایا کہ تجکو خلافت سے کیا تعلق ہے لکھتے ہین کہ بتائید حضرت معاویہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "ہان ہان میرا برادر زادہ سچ کہتا ہے مین تم سے اپنی خلافت کا حال کہتا ہون مجھسے پیشتر جو دو شخص خلیفہ ہوئے اونہون نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اون لوگون پر ظلم کیا جو اون کے عزیز تھے رسولؐ خدا بھی اپنے عزیزون کو دیا کرتے تھے "وان فی رھط اہل عیلۃ وقلۃ معاش" یعنی مین ایسے گروہ مین ہون جو اہل فقر و قلت معاش ہین اب مین نے کچھ اپنے ہاتھہ کو فراخ کیا ہے اس امر مین اگر تم خطا سمجھتے ہو تو اوس

مال کو پھیر لو ۔ (دیکھو کامل جزو ثالث صفحہ ۶۵ مطبوعہ مصر)

مجکو ان تمام واقعات کی نسبت کوئی راے دینے کی ضرورت نہین ہے وہ خود بہت صاف وصریح ہین لہذا مین اپنے لایق دوست سائل صاحب مخاطب سے پوچھتا ہون کہ اول تو کوئی واقعہ ذلت ومضرت کا پایا نہین جاتا اور اگر فرض کیا جاوے تو ان حضرات کی کیا بحیثیت شرافت قبیلہ اور کیا بحیثیت اون واقعات کے جو متعلق نسب کے تحقیق ہشام ابن سائب الکلبی اور علامہ ابن قتیبہ دینوری کے دکھلائے گئے اور کیا بحیثیت اونکے حسب کے جسکا بہت کچھ تعلق اون کے پیشہ سے ہے اور کیا بحیثیت اوس اقرار حضرت عثمانؓ کے کہ اون کے اعزا اہل قلت ومعاش مین تنگ تھے اور جب وہ خلیفہ ہوئے اور بیت المال پر قبضہ پایا اور ہاتھہ فراخ ہوا تو خاطر خواہ اپنے قبیلہ والون کو دیا۔

ایسی حالت مین کہانتک آپ اپنے دعوے کو چلا سکتے ہین اور کہانتک قبول کرا سکتے ہین کہ اوس مضرت سے اون کا کسر شان ہوا۔ اور یہی قول حضرت عثمانؓ کا ہمارے ذیعلم سائل کے اوس دعوے کی تصدیق کرنے والا ہے کہ ”اوسوقت (بوقت قبول اسلام) کوئی امید دنیاوی نفع کی نہ تھی“

افسوس ہے کہ شیعہ جو ان حضرات خلفاے ثلثہ کو (اس وجہ سے کہ اون مین اخلاق حمیدہ اور وصف حسنہ کی بو تک نہین ہے اور جسکی تائید ہمارے سائل صاحب مخاطب کے ہی مسلمات سے ہوتی ہے) نہین قبول کرتے تو کیون مورد الزام سمجھے جاتے ہین اور حضرت عثمانؓ کو کیون نہین مورد طعن بنا لیا جاتا کہ جنھون نے اپنی اسی تقریر مین جسکو مین نے کامل سے لکھا ہے شیخین کو ظالم قرار دیدیا ہے ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“

اب مین امر سوم یعنی عزیز واقارب کی مفارقت گوارا کرنے پر اور امر چہارم یعنی پیغمبرؐ کا اوسوقت ساتھہ دینے پر جبکہ اون کا کوئی رفیق وغمگسار نہتھا نظر کرتا ہون۔

عزیز واقارب کی مفارقت گوارا کرنے کا اطلاق اوسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ

تعلقات بھی اون سے ترک دیے جاوین ورنہ مفارقت اسکو نہین کہتے ہین کہ تعلقات تو بدستور باقی رہین اور بعض کاموں کی بندشین گو یون کے ظہور کے منتظر وقت رہے یا اپنے اغراض دیگر کے لئے مفارقت کیجاوے جیسے کہ کوئی اپنے شہر کو کسی نفع آئندہ کے حاصل کرنے کے لئے چھوڑتا ہے اب ہمکو یہ بتلانا چاہیے کہ ان حضرات نے کہان تک تعلقات کو ترک کر کے مفارقت گوارا کی تھی ۔

صاحب روضۃ الاحباب (جو اکابر و اعاظم علماے اہل سنت اور شاہ عبد الحق صاحب اور شاہ عبد العزیز صاحب کے شیخ ہین) آخر سال دہم نبوت مین ایک واقعہ متعلق عقد حضرت عائشہ کے یہ لکھتے ہین کہ ایک مشاطہ نے جو زوجہ عثمان بن مظعون کی تھی اور اوسکے نام خولہ بنت حکیم تہا جناب پیغمبر سے جاکر عرض کیا کہ آپ اپنا عقد کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ کس سے کرون اوس نے کہا کہ اگر باکرہ سے چاہتے ہو تو ابوبکر کی لڑکی موجود ہین اور اگر زن بیوہ سے چاہتے ہو تو سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لائی ہے اوس سے کیجیے آپ نے دونون جگہ کیلیے سلسلہ جنبانی کی اجازت دی وہ پہلے حضرت ابوبکر کے ہی گہر آئی اور اون کو پیغام دیا جواب ملا کہ مین بحیثیت اسلام چونکہ پیغمبر کا بھائی ہون بھتیجی سے شادی پیغمبر کیسے کر سکتے ہین مشاطہ واپس آئی پیغمبر سے عذر بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بحیثیت اسلام بے شک بھائی ہو سکتے ہین لیکن نہ کہ رضاعی اور نسبی ۔ حضرت ابوبکر کو مشاطہ نے واپس آکر اطمینان دلایا تو وہ پہر یہ سوچنے لگے کہ مین تو اپنی دختر کا خطبہ پسر مطعم ابن عدی سے کر چکا ہون اور اب وعدہ کے خلاف کیسے ہو مگر آخرکار اونہون نے مشاطہ کو تو اپنے ہی گہر چہوڑا اور خود مطعم کے گہر چلے مطعم کی زوجہ نے جو انکو اون کو آتے ہوئے دیکھا دور ہی سے چلائی کہ تو جس غرض کے لئے آتا ہے وہ مراد پوری ہو گی کیا تو چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی دیکر ہمکو ہمارے دین سے

سے یہ وہی مسماۃ خولہ ہین جنکو حضرت عمر نے سلام کیا تہا اور اونہون نے دو بات حجت کی تہی ۔

برگشتہ کرے یہ کبھی نہوگا حضرت ابوبکرؓ یہ سنکر مطعم کی طرف متوجہ ہوئے اوس نے بھی اپنی زوجہ کی تائید کی۔ یہ حضرت واپس آئے مشاطہ سے حقیقت کہی وہ پیغمبر خدا کے پاس آئی اور بی بی عائشہ کا عقد پیغمبرؐ سے ہوا[۱]

کیا یہ واقعہ دلیل اس بات کی نہین ہے کہ بعد اسلام حضرت ابوبکرؓ کے تعلقات کفار سے برابر جاری رہتے کچھ کمی نہین ہوئی تھی۔

بہرحال حضرت ابوبکرؓ کی نسبت یہ نہین کہا جاسکتا کہ اونہون نے جبکہ غیر لوگون سے اس درجہ پر مراسم جاری رکھے تھے تو اپنے عزیزون کو چھوڑ دیا ہوگا۔ مفارقت صرف ترک وطن کو مفارقت عزیزان نہین کہتے ہین بلکہ ترک وطن اگر نہ کیا جاوے اور عزیزون سے میل جول قطعی ترک کردیا جاوے اسی کا نام مفارقت عزیزان ہے۔

اب مین اور ایک واقعہ حضرت ابوبکرؓ کا لکھتا ہون کہ اس سے بھی تائید میری اس محققانہ راے کی ہوگی کہ کفار سے اون کا بڑا گہرا میل جول تھا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ بھی پیغمبر خدا سے اجازت لیکر حبش کو گئے تھے لیکن راستہ مین اون کو ابن الدغنہ کہ سردار قبیلہ قارہ تھا (اور بروایت تاریخ الخمیس صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مصر حارث ابن زید کہ سردار قبیلہ بنی بکر تھا) ملا اور دریافت پر اوس نے اونکو اپنی امان مین لے لیا اور مکہ واپس لے آیا اور کفار قریش سے کہدیا کہ ان کو نہ چھیڑو انکو مین نے اپنی امان مین دیا ہے چنانچہ کفار قریش نے آئندہ اون سے اس وجہ سے کہ وہ ایک سردار قبیلہ کی کہ منجملہ کفار قریش کے ہے امان مین ہین کچھ مزاحمت نہین کی[۲]

جیسے حضرت ابوبکرؓ کے تعلقات دوستانہ بعد اسلام کفار سے جاری تھے ایسے ہی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بھی تھے جس کو بنظر طوالت اختصار سے لکھتا ہون۔

---

[۱] دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۱۰۵۔

[۲] دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ لکھنو۔

(۲) ترمذی نے اپنی سند متصل سے اپنی صحیح مین اور ابو داؤد نے اپنی سنن مین
اس مضمون کو روایت کیا ہے کہ رسول خدا نے ایک حلہ ریشمین حضرت عمرؓ کو عنایت کیا
اونھون نے پوچھا کہ مین اسے پہن سکتا ہون۔ آپ نے فرمایا کہ نہین مگر فروخت کر کے
اپنی ضرورت مین صرف کرو۔ حضرت عمرؓ نے بجائے تعمیل حکم پیغمبرؐ کے اوس حلہ کو اپنے
ایک مشرک بھائی کو محبت برادرانہ کے صلہ مین دیدیا اور اوس نے پہنا۔

حضرت عثمانؓ کے تعلقات تو اس درجہ پر تھے کہ جس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا
ہے کہ اونھون نے بروز فتح مکہ برخلاف مرضی پیغمبرؐ اپنے ایک ایسے بھائی کی سفارش
پیغمبرؐ سے کی اور اوسکو چھڑا یا کہ جس کا خون پیغمبرؐ نے ہدر کر دیا تھا اور پیغمبرؐ اون کی سفارش
سنکر خاموش رہے تھے اس وجہ سے کہ قبل اس کے کہ مین کوئی حکم دون لوگ
اسے قتل کر دین [۱]۔

پس یہ حقیقت ہمارے ذلیلم صاحب مخاطب کے اس دعوے کی کہ ان بزرگوارون
نے مفارقت عزیزون قریبون کی گوارا کی تھی جو تھنے دکھلائی اور اب مین سائل صاحب
کے دیگر اظہار فضائل کی حقیقت دکھلاتا ہون۔

اس کے بعد ذلیلم سائل فرماتے ہین کہ ان خلفا نے آنحضرت کی اعانت مین آبرو
اور جان اور مال سے دریغ نہ کیا۔ اگر کوئی کسی کی اعانت کر سکتا ہے تو تین چیزون سے
اعوان و انصار سے یا جان اور مال سے۔ تو اونکے بابت سائل کو کچھ تفصیل سے دکھانا تھا
کہ خلفا ثلثہ کے کس قدر اعوان اور انصار اور قوم برادری کے لوگ پیغمبرؐ کے کام آئے
اور کیا کیا کام اونھون نے کئے اور کس کس نے جان اپنی صرف کی یا پیغمبرؐ کے دشمنون کو
قتل یا زخمی کیا اور خود بھی زخم اوٹھائے۔

ہم اوپر ظاہر کر آئے ہین کہ خود اون کی اپنے قبیلہ مین کوئی عزت و آبرو نہ تھی

[۱] دیکھو سیرت ابن ہشام و دیگر کتب سیر و مغازی۔

اور دیگر قبائل کے مقابلہ مین اونکا قبیلہ بھی کوئی وقعت نہ رکھتا تھا جس کی وجہ سے یہ قبول کیا جاوے کہ اونکی کچھ آبرو ریزی ہوئی اور اون کے بھائی برادر کام آئے چنکہ کوئی واقعہ بھی آبرو ریزی کا نہین ملتا ہے مگر اس مقام پر بھی سائل صاحب کے ملاحظہ کے لیے مین اور دو شہادتین پیش کرتا ہون۔

فاضل ابن روزبہان کتاب ابطال الباطل مین لکھتے ہین کہ "ما جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ بنی تیم اعیان قریش سے نہ تھے" اور کتاب طوالع مین ناصر الدین بیضاوی اوسکے مؤلف لکھتے ہین کہ "کان ابوبکر شیخا ضعیفا عاش	"والغرض انہ لم یرد بہ قوم عائشہ وہم بنو تیم فانہم لم یکونوا ذلک الیوم من الاعیان فی قریش ولم یرد بہ ابا بکر وطلحہ کما لایخفی"

سیلما عدیم المال وقلیل الاعوان" اور شمس الدین اصفہانی شارح طوالع نے بھی اسی کی تائید کی ہے"

اب غور کرنا چاہیے (تعصب کی عینک آنکھون سے اوتار کر) کہ ان کی کیا عزت و آبرو تھی اور کیا وقعت رکھتے تھے اور کس درجہ مالدار تھے کہ سمجھا جاوے اونھون نے آبرو اور مال سے پیغمبرؐ کی مدد کی۔ جب حضرت ابوبکرؓ کی نسبت یہ تحقیق ہوتا ہے کہ وہ عدیم المال اور قلیل الاعوان تھے تو ایسے شخص سے کب کسی کو امید مدد پہونچانے کی (خواہ مال سے ہو یا اعوان سے) ہو سکتی ہے اور کیا وہ مدد پہونچا سکتا ہو؟

پیغمبر خدا کا مددگار بجز بنی ہاشم کے کوئی قرار نہین پا سکتا۔ چنانچہ صاحب معارج النبوۃ بروایت ابن اسحاق لکھتے ہین کہ "جب تک حضرت ابو طالب زندہ رہے اوس وقت تک کسی کفار قریش کی یہ مجال نہ تھی کہ آنحضرتؐ کو تکلیف پہونچائے اور وہ دیگر مسلمانون کی بھی مدد کرتے تھے"

اور صاحب روضۃ الاحباب بحوالہ جمیع مورخین (صفحہ ۹) سے لکھتے ہین "چون کفار قریش دیدند کہ اسلام روز بروز قوت میگردد کار پیغمبر صلعم ترقی می یابد بحسد و بغی و عداوت ابنان

زیادہ شد لیکن بر آن سرور دست ندا شتند زیرا کہ ابو طالب بغایت حمایت میکرد و بنو ہاشم و بنو مطلب او را دران حمایت مساعدت می نمودند"

پیغمبر خدا کی لائف مین نہایت سخت مصیبت کا زمانہ اون کے واسطے وہ گذرا ہے کہ جسکو زمانہ محصوری شعب ابی طالب کہتے ہین کامل ابن اثیر نے اس مقام پر اوس عہد نامہ کا بھی ذکر کیا ہے جسکو کفار نے کعبہ مین لٹکا دیا تھا اور اوس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس قدر وہ زمانہ پیغمبر اور دیگر بنی ہاشم پر تکلیف و مصیبت کا گذرا ہے اگر اس مصیبت سے بھی رہائی حضرت ابو طالب یا علی و عقیل نے ہی جو پیغمبر خدا کے سرپرست تھے دلوائی تھی اور جو کچھ اس مصیبت کے وقت مین مدد کی ہے وہ سب حضرت ابو طالب کے ہی حصے مین ہے۔

مورخین نے اس مقام پر یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ شعب ابو طالب مین کوئی اور بجز بنی ہاشم کے نہ تھا اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ یہ محمد وحسن سائل پیغمبر کی اس مصیبت مین بھی شریک نہ تھے۔

جبکہ کسی مدد کا پتہ جو ان حضرات سے پیغمبر کو ملی ہو کسی خبر واحد سے بھی نہین چلتا تو پھر ذی علم سائل فرمائین کہ وہ آپ کا دعوے واقعات واقعیہ کا کس قدر خلاف واقع ثابت ہوتا ہے۔

یہ امر تو بخوبی ظاہر ہو چکا کہ ان حضرات سے کوئی مدد پیغمبر کو نہین پہونچی سوائے بنی ہاشم کے مگر سائل نے کچھ یہی دعوی کیا ہے کہ "جان ومال سے بھی دریغ نہین کیا"

ناظرین مجھے اجازت دین گے کہ جان سے مدد دینا تو مین بہ سلسلۂ غزوات دکھلاؤن اور یہان صرف مال سے مدد دینے کی بابت اپنی ازادانہ رائے ظاہر کر دون۔

یہ امر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ صحابہ مقبولین سائل کس قدر دولتمند تھے اور جو پیشہ

اون کا تھا وہ اونکو کسقدر دولتمند بنا سکتا تھا اور علامہ ناصر الدین بیضاوی کی وہ رائے
بھی ہونے کے قابل نہیں ہے کہ محض مفلس و قلاش تھے اور نیز حضرت عثمانؓ کا وہ اقرار
جس کو ہم کاہل سے لکھ آئے ہیں کہ میں محض مفلس تھا مسلمان ہونے سے میرا ہاتھ کچھ
فراخ ہوا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ ذیعلم سائل کا کام یہ تھا کہ وہ ہر واقعہ امداد کا
نشان دیتے تاکہ معلوم ہوتا کہ یہ مدد کی۔ وہ مدد کی۔ مگر نہیں بلکہ کتب تاریخ و سیر کو دیکھا جاتا
تو ہمکو بجز حضرت خدیجۃ الکبریٰ زوجہ آنحضرت کے کہ جنہوں نے قبل اپنی شادی کے اپنی
تجارت کے منافع میں آنحضرت کو شریک کر لیا تھا۔ و بعد شادی تو پیغمبر اون کی جان
و مال سب ہی کے مالک تھے۔ اور کوئی مال سے مدد کرنے والا نہیں ملا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بابت کسی مورخ کو اس سے انکار نہیں ہے کہ تمامی قریش
میں اون سے زیادہ کوئی دولتمند او بھی تھا اون کے بعد اگر کوئی دولتمند ملتا ہے تو
حضرت عباس چچا آنحضرت کے۔ اور نہ اوس وقت تک ہمکو کوئی ضرورت ایسی ملتی ہے
کہ پیغمبرؐ کو مال سے مدد کی احتیاج ہوئی ہو البتہ ایک موقع بیشک زیادہ ضرور ایسا ہے
کہ حضرت ابوبکر پیغمبرؐ کو مال سے مدد دے سکتے تھے یہ وہ زمانہ ہے کہ جب بی بی عائشہ
پیغمبرؐ خدا کے عقد میں آچکی ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خسر بنا چکے ہیں اور ہجرت کا عزم
سے تہیہ ہو چکا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ موقع ملنے پر بھی حضرت ابوبکرؓ نے مال سے مدد
نہ کی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ خدا کا قصد مصمم ہجرت کا ہو گیا تو
حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یکے ازین دو شتر مرا قبول کن حضرت فرمودہ قبول
نمودم بہا۔ و روایتے آنکہ شترے کہ از من نباشد سوار نمی شوم ابوبکرؓ گفت یا رسول اللہ
ازان تست۔ فرمودند۔ ولکن بہائے کہ خریدہ۔ آنرا میگیرم از تو۔ ابوبکرؓ گفت
چون خاطر مبارکت چنین می خواہد بہا بگیر۔ والتدی آوردہ کہ بہائے آن

ہشت صد درم بود[۱]

اِس روایت سے پایا جاتا ہے کہ آٹھ سو درم کو حضرت ابو بکرؓ سے یہ ایک اونٹ پیغمبرؐ نے خریدا تھا اور واقدی کی روایت سے پایا جاتا ہے کہ دو اونٹ حضرت ابو بکرؓ نے آٹھ سو کو خریدے تھے۔

اب غور کے قابل یہ امر ہے جبکہ آٹھ سو درم کو دو اونٹ خریدے گئے تھے تو ایک اونٹ کی قیمت چارسو درم ہی اون کو پیغمبرؐ سے لینا چاہئے تھے۔ نہ کہ آٹھ سو پوری قیمت دونوں اونٹوں کی۔

اور صاحب مدارج النبوۃ یہ لکھتے ہین کہ "حضرت ابو بکرؓ کے پاس دو اونٹ تھے کہ اون کو چارسو درم یا ایک روایت کے بموجب آٹھ سو درم کو خرید کر کے چار ماہ تک اون دونوں کو گھاس کھلا کر فربہ کیا تھا اون دونوں کو حضرتؐ کے حضور مین لائے تاکہ ایک کو حضرت قبول فرمائین حضرتؐ نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا لیکن بشرط ابتیاع یعنی اِس شرط سے کہ مول لون تب تو سے درم کو حضرتؐ نے اون دونوں مین سے ایک ناقہ خرید کیا اور تحقیق کہ خرید کرنے مین اِس ناقہ کے صدیق اکبر سے باوجود نہایت صدق و وداد اور اتحاد کے حکمت یہ تھی کہ حضرتؐ نے نہ چاہا کہ راہ خدا مین کسی سے استمداد اور اعانت ڈھونڈھین"[۲]

اِس روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ دونوں اونٹ چار یا آٹھ سو درم کو خود مول لئے تھے اور ایک اون مین کا تو سو درم کو پیغمبرؐ کے ہاتھ فروخت کیا مجھے بہت افسوس ہے کہ اگر چارسو روپیہ کے وہ دونوں اونٹ خریدے تھے تب ایک اونٹ کی قیمت دوسو درم ہوتی لیکن حضرت ابو بکرؓ نے

۱؎ دیکھو صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ لکھنو۔

۲؎ دیکھو مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم مطبوعہ لکھنو۔

سات سو درم کے منافع پر پیغمبرؐ کے ہاتھ فروخت کیا اور اگر وہ دونوں اونٹ آٹھ سو درم کے خرید حضرت ابو بکرؓ تسلیم کئے جادین جیسا کہ واقدی کی تحقیق ہے تب بھی ایک اونٹ کی قیمت صرف چارسو درم ہوتے لیکن چارسو اصلی قیمت کے علاوہ پانسو منافع لینے کے بعد حضرتؐ کے ہاتھ فروخت کیا۔

اِس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد کیا یہ کہنا قابل شرم کے نہیں ہے کہ ان لوگوں نے پیغمبرؐ کو مال سے مدد دی۔

اِس مقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ پیغمبرؐ خدا اور خدا مین کسی سے استمداد اور اعانت نہین چاہتے تھے جیسا کہ شاہ عبد الحق صاحب کی تحقیق ہو۔

یہ بالکل غلط دعویٰ ہے کہ مال سے پیغمبرؐ خدا کی ان حضرات نے مدد کی پیغمبرؐ کو جبتک کہ اونکی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ زندہ رہین اور بعد اون کی وفات کے جب تک اون کا مال رہا احتیاج ہی دوسرے سے مدد کی نہ تھی تو ابتداً اون کو مال سے کسی کا مدد دینا قبول نہین ہوسکتا اور بعدہ یعنی بعد شادی بی بی عائشہ کے جو ایک موقع مدد پیغمبرؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو ملا بھی تو وہان کی حقیقت یہ ظاہر ہوئی کہ سنگین منافع لیا گیا اب رہے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تو انکی حالت اِس قابل نہ تھی کہ وہ کچھ مدد مال سے کر سکتے حضرت عمرؓ تو دلال ہی تھے وہ بھلا اس قدر سرمایہ کہان رکھتے تھے کہ مدد کر سکتے اور اگر سرمایہ تھا تو کسی کتاب سے اون کا مدد کرنا محقق نہین ہوتا حضرت عثمانؓ تو ایسے مفلوک تھے کہ وہ خود مقر ہوے ہین کہ "اسلام کی بدولت کچھ میرا ہاتھ فراخ ہوا ہے"

اِس کے بعد سائل نے بہر چند اون نہین فضائل کا اعادہ کیا ہے کہ جن کی حقیقت مین دکھلا چکا ہون مگر اون فقرات مین تازہ امور حقیقت دکھلانے کے قابل یہ ہین۔

(۱) "سفر کی صعوبتین جھیلنا فقر و فاقہ کی مصیبتین سر پر لینا۔

(۲) باوجود غیرت و حمیت مخالفین کی طعن و تشنیع اور کفار و منافقین کی اج تک گالیاں سہنا۔"

سائل نے ابتک جو واقعات بیان کئے جیسے کہ وہ غلط ثابت ہوئے ایسے ہی یہ بات بالکل غلط ہے کہ سفر مین فقر و فاقہ کے مصائب جھیلے یا سوتیتین او شتا مین اسکا پتہ بھی ہمکو کسی کتاب مین نہین ملتا کاش کسی خبر واحد سے ہی اسکا حال معلوم ہوتا تو اوسپر موقع غور اور فکر کا ملتا۔

اور یہ امر نہایت تھوڑے غور سے ذہن نشین ہوسکتا ہے کہ جب پیغمبرؐ کی حالت بوقت ہجرت ایسی تھی کہ نو سو درہم نقد کو اونٹ خرید فرمایا تو کیا اور کچہ اون کے پاس نہو گا۔[۱] دوم حضرت ابوبکرؓ جو ہجرت کرکے اپنے داماد پیغمبرؐ کے ساتھ جاتے تھے اور جو ابھی آٹھ سو درہم نقد ہاتھ مین پکڑ چکے تھے کیا اوسکو گھر چھوڑ گئے ہونگے اور زاد راہ کے لئے کچہ بھی نہ لیا ہوگا مشکل سے ذہن نشین ہوسکتا ہے کہ جب انسان ترک تعلق کرکے کہین جاوے تو اپنے مال کو ساتھ نہ لیجاوے یا اگر کل مال لیجانے کا موقع نہ ملے تو تھوڑا بہت بھی نہ لیجاوے کہ جو زاد راہ کے واسطے کافی ہوسکے اور یہ گوارا کرین کہ راستہ مین بھوکے پیاسے فاقے کرتے ہوئے جاوین۔

صاحب روضۃ الاحباب نے یہ لکہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے مکان ہی سے آنحضرت روانہ ہوئے تھے اور اون کی صاحبزادی (عائشہ) ناقل ہین کہ مین نے توشہ دان لٹکایا اور ساتھ کر دیا تہا اور ایسا ہی صاحب معارج النبوۃ کی تحقیق ہے کہ سفرہ پر طعام گوشت آنحضرت کے واسطے طیار کر دیا تہا۔[۲]

اگر یہ کچہ تسلیم نہ کیا جاوے تو بھی پیغمبرؐ کا خلق کبھی مقتضی اس کا نہوا ہوگا کہ اونہون نے حضرت ابوبکرؓ کو بھوکا رکہا ہو۔ اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ دونون صاحبون کے پاس کچہ بھی نہ تہا تب بھی مجھے یقین ہے کہ پیغمبرؐ کی اوس قوت ملکوتیہ نے جو پیغمبرؐ دن مین ہوتی ہے

---

[۱] اتنا تہا کہ مدینہ ہو نچکر بھی بچار کے دو یتیمون سے زمین مول لی تہی جہان کہ آجتک مسجد ہے کامل صفحہ ۴۵ جلد ثانی

[۲] صفحہ ۱۲۹ جلد اول روضۃ الاحباب معارج النبوۃ رکن چہارم باب اول صفحہ ۴ مطبوعہ بمبئی۔

حضرت ابو بکرؓ کی شکم پری کی ہو گی اور اگر یہ کچھ نہ قبول نہ کیا جاوے تو سائل صاحب مجھے بتلاویں کہ وہ آپ کا دعوی کہاں گیا کہ "ہمیشہ ان حضرات نے پیغمبرؐ کو مال سے مدد دی"۔

ذیلع سائل نے جہاں کہ مخالفین و منافقین کے طعن و تشنیع اور گالیوں کا ذکر کیا ہے وہاں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں کہ "باین غیرت و حمیت یہ طعن و تشنیع و گالیاں سنیں"۔

ماہی ڈیر کیا غیرت و حمیت اسی کا نام ہے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد اپنی اولاد کا خطبہ کافر سے کر دیا جاوے۔ کیا غیرت و حمیت اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے ایسے داماد سے جو باعث ایجاد خلق ہو سوا قیمت اونٹوں کی لے لیجاوے جبکہ ادن ہیں کا ایک اونٹ خود اپنی ہی سی کے لئے ہو۔

منافقین کے ہاتھ سے ہرگز کوئی مصیبت اور ذلت ادن کو نہیں پہونچی جس کی تحقیق ہم اوپر کر آئے ہیں اور جو کچھ کہ ابتداءً مسلمانوں کو کفار کے ہاتھ سے اذیت پہونچی ہے اوس کا حصہ سوائے حضرت عمار یاسر اور ادن کے ماں باپ کے اور کسی نے نہیں لیا ہے اور یہی وہ بزرگوار (ماں باپ حضرت عمار یاسر) ہیں کہ اسلام میں ادن کو اول درجہ شہادت نصیب ہوا۔ اسی کو جان سے پیغمبرؐ کی نصرت کرنا اور اسی کو دشمنوں کے ہاتھ سے مصیبتیں جھیلنا اسی کو کفار کے طعن و تشنیع سننا کہتے ہیں۔

طعن و تشنیع اسکا نام ہے کہ جو پیغمبرؐ اسلام کو ساحر کہا جاتا تھا۔ طعن و تشنیع اسکو کہتے ہیں کہ نبی کی شان میں کلمہ لیہجر (ہذیان) کہا جاتا تھا[1]۔

طعن و تشنیع اسکو کہتے ہیں جو علانیہ ممبروں پر علی مرتضےؑ پر ہوتی تھی۔

طعن و تشنیع اسکو کہتے ہیں کہ جس کا پتہ آیت سال سائل بعذاب واقع دے رہی ہے[2]۔

طعن و تشنیع اسکو کہتے ہیں کہ اہل بیت رسولؐ کے ورثاء کو بے گناہ تین دن کا بھوکا پیاسا

---

[1] دیکھو صحیح بخاری کتاب الجہاد و صحیح مسلم باب الوصایا و عینی و فتح الباری۔

[2] دیکھو تفسیر ثعلبی۔

قتل کرکے اون کو در بدر پھرایا گیا - درباروں میں بلایا گیا - کنیزی میں طلب کیا گیا - یہ مصائب اور طعن و تشنیع جو میں نے بیان کئے ابتدائی زمانہ کے تھے -

کیا میں اب یاد دلاؤں کہ بعد پیغمبر اور علی مرتضے کے دیگر اولاد علی و فاطمہ جو آل محمد تھی اور جن پر نمازوں میں درود بھیجا جاتا ہے اور جنکی مثال پیغمبر سفینۂ نوح سے دینے گئے تھے جنکی نگہداشت اور اطاعت کی وصیت کر گئے تھے اون پر کیا گذری -

اسی قدر اشارہ کافی ہے کہ طوفان مخالفت نے اوس کشتی کے تختہ کو تختہ سے الگ کر دیا اگر کوئی تختہ مدینہ میں ہے تو کوئی نجف میں - کوئی سامرہ میں تو کوئی کاظمین میں ہے - کوئی کربلا میں - تو کوئی خراسان میں - کسی کو تیغ زہر آلود سے قتل کیا اور کسی کو زہر و دغا سے فنا کیا - اور کوئی مظلوم اس شعر کا مصداق ہوا -

شعر

حضرت پہ انتہا ہے اسیری گذر گئی	زندان میں جوانی و پیری گذر گئی

بے حساب بانسل پیغمبر سے زندہ دیواروں میں چنوا دئے گئے - اور اسیر بھی صبر شعار آجتک مخالفین و معاندین کے طعن و تشنیع سنتے آتے ہیں اور آجتک اون کے پیرو منافق و کفار کہے جاتے ہیں جس کی تائید کے لئے ہمارے سائل صاحب مخاطب کا یہی سوال کافی ہے -

اگر وہی علم سائل مخاطب اسکو قبول نہ کریں تو مجکو سمجھاویں کہ یہ لوگ جن کے ظلموں کو میں نے کنایہ کیا آیا مسلمان تھے ؟ اگر مسلمان تھے تو کس فرقہ کے مسلمان تھے ؟ کس مذہب کے پابند تھے ؟ کس خدا کے بندے تھے ؟ کس پیغمبر کا کلمہ پڑہنے والے تھے ؟ اور کن خلفا کے جانشین تھے - ؟

سائل صاحب منافقین و کفار کی نسبت جو ظاہر کرتے ہیں کہ آجتک اُن کی گالیاں سُنتے ہیں میں سمجھتا ہوں جو مراد اونکی ہے -

شیعون پر یہ جھوٹا الزام ہے اور محض افترا دہ گالیان بکنے کو صفت رذیلہ جانتے ہین۔ البتہ آپ کے خلفا مین اوصاف حمیدہ کے خلاف وہ اوصاف ذمیمہ کے قائل ہین اور اون اوصاف ذمیمہ کا پتہ اور نشان آپ کی کتب معتبرہ سے دیتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اون سے بیزاری ظاہر کرتے ہین اور قبول نہین کرتے اور قیام قیامت تک بیزاری ظاہر کرتے رہین گے اور قبول نکرینگے اور اسکو فحش یا گالیون سے کسی کا تعبیر کرنا خود اوسکا فحش اور گالیان بکنا ہے۔

پھر ذی علم سائل صاحب فضائل خلفاء کی تصحیح اس طرح فرماتے ہین کہ " آنحضرت کے رنج و راحت مین شریک رہے اکثر اوقات بلکہ ہمیشہ غزوات و سفر و حضر مین آپ کے ہمرکاب رہے "

اور پھر ایک مقام پر یہ لکھتے ہین کہ " سرایا و مواقع فوج کشی مین دین کے لشکر کے سردار یا دین کے لشکری رہے "

واضح ہو کہ پہلے فقرہ مین سائل نے پیغمبر کے رنج و راحت مین خلفاء کی شرکت کا دعویٰ کیکے تائید اوس کی دوسرے فقرہ سفر و حضر مین ساتھ رہنے سے کی ہے۔ یعنی رنج مین شرکت کرنے سے مراد سائل کی پیغمبرؐ کے ساتھ ساتھ سفر مین رہنے سے ہے اور راحت مین شریک رہنے سے مراد حضر مین پیغمبرؐ کے پاس رہنے سے ہے مگر اصلی مقصود اس سے بھی پیغمبرؐ کی حمایت کا ہے۔

ہم بخوبی ثابت کر آئے ہین کہ پیغمبر اسلام کو ان بزرگوارون نے کوئی بھی مدد اس قابل نہین دی ہے کہ جسپر ہمارے ذیعلم سائل ناز کرین لیکن اس مقام پر اوس کا اعادہ چونکہ بسلسلۂ غزوات و سریات ہے لہذا مین پہلے ایک گوشوارہ متعلق غزوات کے پیش کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ ہمارے سائل صاحب مخاطب ادب سے غور سے ملاحظہ فرماکے خود تجویز کرلین گے کہ سفر و حضر مین ساتھ رہنے سے کہانتک ادنہین

فضیلت پائی جاتی ہے۔

گوشوارہ غزوات پیغمبرؐ

تعداد غزوات جن میں جنگ واقع ہوئی	جن میں جنگ واقع نہیں ہوئی	میزان کل	تعداد شرکت جنگ حضرت ابوبکرؓ	تعداد شرکت جنگ حضرت عمرؓ	تعداد شرکت جنگ حضرت عثمانؓ	تعداد شرکت جنگ حضرت علیؑ
۹	۱۵	۲۴	۰	۱	۰	۹۴

اس گوشوارہ سے تعداد ان غزوات کی جن میں جنگ واقع ہوئی اور جن میں جملہ ممدوحین سائل صاحب بجز حضرت عثمانؓ کے کہ وہ صرف ایک جنگ بدر میں تو شریک نہ تھے اور سب میں سب شریک تھے ظاہر ہوتی ہے تو اب غور کرنا چاہیے کہ یہ گوشوارہ کس کار نمایاں کا سرٹیفکیٹ ان ہر سہ بزرگوار ان کو ہمارے سائل صاحب مخاطب سے عطا کرا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی حالت پر جن کی نیچی صفر ہے میں خیال کرتا ہوں کہ شاید ذی علم سائل بھی افسوس کریں اور اگر وہ ان پر افسوس کرنا عیب جانیں گے تو پھر اس میں شک نہیں ہے کہ وہ اپنے دعوے کی بے بنیادی پر ضرور رشرما دیں گے مگر شاید حضرت عمرؓ کا اکلوتہ کشتہ مصنف کو اپنے دعوے پا بجنگے وہ مدارج میں ان کی حالت پر افسوس نہ کرنے دے۔ لیکن اوس کشتہ کا محقق واقدی جبکہ خود مجروح ہے تو اوس کی تحقیق بھی جراحت آلۂ قدح سے مبترہ نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے کہ واقدی مقدوح ہے چند دیگر وجوہ سے اس کشتہ کا جو عاصون قائل کا تھا بھانجے کے ہاتھ سے جنگ بدر میں اوس کا قتل ہونا مشکوک معلوم

ہوتا ہے۔

(۱) حضرت عمرؓ کے عمرو جیسن حضرت عمرؓ کا ایسا دبدبہ صولت اور ہیبت بیان کرتے ہین کہ اگر اوس دبدبہ ہیبت اور صولت کا جوان تلوار پکڑے تو شاید بڑے بڑے صاف کو صف کے بعد ہی دم لے تو لے ایسی حالت مین ایک ایسے دبدبہ صولت اور ہیبت کے جوان کا فقط ایک کو ہی قتل کرنا چہ معنی دارد۔

(۲) واقدی یا دیگر مورخین نے کہ جنہون نے ماموں کا بھانجہ کے ہاتھ سے قتل کا سرمایہ واقدی سے ہی لیا ہے یہ تحقیق نہین کیا کہ کس وقت ان ماموں بھانجون سے تلوار چلی اور کس مقام پر حالانکہ یہ پہلا وہ غزوہ تھا جس مین اس قدر رہبری تھی جو مانع تحقیق ہوتی جیسا کہ قابل اطمینان کے علی مرتضے کے مقتول اس جنگ مین نکلا کل مقتولین کے ۳۰ تحقیق ہو گئے ہین[1]

(۳) علی مرتضےؑ جو کم سن تھے۔ جنگو جنگ بدر سے پہلے کبھی اپنی بے مثل شجاعت کے دکھلانے کا موقعہ ہی نہین ملا تھا جنھون نے کبھی جنگ وجدال کا میدان ہی نہین دیکھا تھا جبکہ اونہون نے دو تین جنگ مقابلہ مین قتل کیا اور باقیون کو جنگ حملہ مین یعنی کل ۳۶۔ تو ان کے مقابلہ مین حضرت عمرؓ جیسے آزمودہ کار جاہلیت کے لڑے بھڑے ہوے زخمون کی ہزار ہا گلیون کو چھانے ہوئے بانکے سپاہی کا محض اکلوتہ کشتہ والی کی صحت پر بہت شبہہ پیدا کرتا ہے۔

بہرحال کچھ ہو اس گوشوارہ مین جس نے جس قدر قتل کئے ہین سب لکھے گئے ہین اوسکو دیکھکر خود تجویز کر سکتے ہین کہ سائل مخاطب کا دعوےٰ کیا حقیقت رکھتا ہے اسی موقعہ پر مجھے یہ بھی ظاہر کر دینا چاہئے کہ علی مرتضےٰ کے کشتون کی جو تعداد لکھی گئی ہے اون مین وہ تمام اون کے مقتول شامل نہین ہین کہ جو دیگر جنگہائے حملہ مین

[1] دیکھو ناسخ التواریخ و مدارج النبوۃ۔

اون کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں البتہ بدر اور حنین کے مقتولان کہ جن کی تعداد تحقیق ہو گئی ہے وہ اسمیں شامل ہیں۔

علامہ ابن شہر آشوب[1] کی تحقیق کے بموجب بجاے ۶۵ کے ۷۰ مقتول ہیں لیکن وہ ۶۳ بھی داخل اسمیں ہیں[2] اور ان کے نام یہ ہیں۔

۱	ولید بن عتبہ۔	۱۵	طعیمہ بن عدی بن نوفل۔
۲	عاص بن سعید بن عاص بن امیہ۔	۱۶	زمعہ بن اسود بن مطلب۔
۳	حنظلہ بن ابی سفیان۔	۱۷	ابو قیس بن ولید بن مغیرہ۔
۴	نوفل بن خویلد۔	۱۸	عبیدہ بن الحارث۔
۵	عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب۔	۱۹	اوس بن جمحی۔
۶	مسعود بن امیہ بن مغیرہ۔	۲۰	عقبہ بن ابی معیط۔
۷	قیس بن فاکہہ۔	۲۱	حارث بن زمعہ۔
۸	عاص بن منبّہ بن حجاج۔	۲۲	منبّہ بن حجاج۔
۹	ابو العاص بن قیس بن عدی۔	۲۳	یزید بن تلیص۔
۱۰	عبد اللہ بن منذر بن ابی رفع۔	۲۴	یزید بن تمیم تیمی۔
۱۱	حاجب بن سائب بن عویمر۔	۲۵	نضر بن حارث بن کلدہ
۱۲	عامر بن عبد اللہ۔	۲۶	عمر بن عوف۔
۱۳	عقیل بن اسود۔	۲۷	اوس بن مغیرہ بن لوذان۔
۱۴	حرملہ بن عمرو بن ابی عقبہ۔	۲۸	معاویہ بن عامر بن عبد القیس۔

[1] علماے اہلسنت ان کی توثیق فرماتے ہیں۔
[2] دیکھو تاریخ خمیس و تاریخ واقدی و سیرت ابن ہشام و کتاب المناقب علامہ ابن شہر آشوب۔

۲۹و۳۰	عثمان و مالک اخوی طلحہ۔	۳۶	عاصم بن ابی عوف۔
۳۱	مغیرہ بن عمر بن مخذوم۔	۳۷	سعید بن وہب۔
۳۲	منذر بن ابی رفع۔	۳۸	عبداللہ بن جمیل بن زہیر۔
۳۳	علقمہ بن کلدہ	۳۹	سائب بن سعید بن مالک۔
۳۴	معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص	۴۰	ابوالحکم بن قیس۔
۳۵	لوذان بن ربیعہ۔	۴۱	ہشام بن امیہ۔

ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد اس جنگ بدر میں تو کوئی کام ان بزرگواروں کا ثابت نہیں ہوتا کہ جس سے قیاس ہوسکے کہ رنج و راحت میں کہاں تک شرکت کی۔ اب نہایت اختصار سے دیگر غزوات میں جن میں کہ شدید جنگ واقع ہوئی ان بزرگوار دنکی شرکت اور جانبازی مطلوب ہے۔

غزوۂ احد

اس غزوہ میں بھی ہر سہ ممدوحین شامل ہمرکاب پیغمبر تھے۔ یہی وہ غزوہ ہے کہ جس میں بہت سے مسلمانوں کے علاوہ خود دندان مبارک آنحضرت اور نیز جناب حمزہ سیدالشہدا شہید ہوئے۔ اس جنگ میں ابتداءً قریب تھا کہ مسلمان فتح پالیں مخالفین کے پیر اوکھڑ چکے تھے مگر میدان ابھی کفار سے بالکل خالی نہیں ہونے پایا تھا کہ ایسے ہی بزرگوار اور اون کی دیکھا دیکھی اور بھی لوٹ میں مصروف ہوگئے اور درّہ کے سنگین پکیٹ نے جو ماتحتی عبداللہ تھا جب دیکھا کہ یار لوگ لوٹ میں پڑے ہیں لڑائی فتح ہوچکی ہے اور خود

بتاکید حکم پیغمبرؐ کمانیہ نے اون کو روکا ـــــ مگر وہ نہ رکے اور لوٹ مین پڑ گئے یہان بجز چند لوگون کے اوس مورچہ پر کوئی نہین رہا سخالد جنکو سائل سیف اللہ بہی کہتے ہین مع ایک گروہ کفار اون باقی ماندہ موجودگان موقعہ کو شہید کر کے اوسی طرف سے ان لڑیرون کی پشت پر جا چڑے اور مارنے لگے ـ بنی بنائی ہوئی لڑائی بگڑ گئی ـ لیڑے کہ جن مین محدوحین سائل بہی شامل تہے جب اونکی ضربون کو نہ سہ سکے ـ رسولؐ خدا کو چہوڑ کر گریز کر گئے ـ اسی موقع پر اون چندینی ہاشمون اور انصارون کی جانبازیان جو حمایت پیغمبرؐ مین اونہون نے کین سیر ہی محتاج بیان نہین ہین اون سے کسی فرقۂ اسلام کو انکار کرنا بہت ہی دشوار ہے ـ

حضرت ابو بکرؓ کی نسبت مورخین نے نئے نئے رنگون سے اختلاف کیا ہے متقدمین تو اونکی فراری پر اتفاق کرتے ہین لیکن موخرین کو اوس سے اختلاف ہے ـ

علامۂ ابن ابی الحدید معتزلی نے جو اونکی بابت اپنی راے دی ہے وہ ایسی ہے کہ جس سے فیصلہ اونکے بہاگنے نہ بہاگنے کا آسانی سے ہو سکتا ہے وہ لکہتے ہین ـ

قال الرواۃ من اہل الحدیث ان ابا بکر لم یفر یومئذ فانہ ثبت فی من ثبت وان لم یکن نقل عنہ قتل او قتال والثبوت الجہاد فیہ وحدہ کفایۃ " شرح نہج البلاغہ جزو ۱۵ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بزرگ نہ کسی کے ہاتہ سے مجروح و مقتول ہوئے اور نہ انہون نے کسی کو مجروح و قتل کیا اون کا سالم رہنا ہی اونکے واسطے اہل حدیث نے غنیمت سمجہا ہے ـ

جن احادیث سے ان بزرگ کی عدم فراری پر استدلال کیا جاتا ہے ماخذ اون کا صرف یہ دو روایات ہین ـ جن مین سے ایک کی راویہ خود اون کی دختر بلند اختر ہین اور وہ یہ ہے "

" عن عائشۃ قالت قال ابو بکرؓ الصدیق لما جال الناس عن رسول اللہ صلعم یوم احد کنت اول من فاء الخ الحدیث "" (دیکہو ازالۃ الخلفاء از معجم حاکم)

دوسری حدیث علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا رباب شجاعت حضرت ابوبکرؓ مین ہشیم ابن حکیم کی مسند سے یہ لکھی ہے ”قال لما کان یوم احد انصرف الناس کلہم عن رسول اللہ صلعم فکنت اول من فاء“ واضح ہو کہ اسکے راوی خود حضرت ابوبکرؓ ہین۔

ان دونون احادیث مین جو لفظ ”فاء“ بمعنی رجع (پہرنے) کے آیا ہے یہی وہ لفظ ہے کہ جس سے انکے ثابت قدم رہنے پر استدلال کیا جاتا ہو۔

گویا اس لفظ سے ثابت قدم رہنے کا دعویٰ خود حضرت ابوبکرؓ کا ہے اور وہ ایسا دعویٰ ہے کہ جس سے اقرار فرار خود بخود ثابت ہوتا ہے یعنی اس روایت کا صرف اسقدر مقصود ہو سکتا ہے کہ اولاً گریز کرنا اور بعد گریز دوبارہ موقع جنگ پر بہ نبرا اول رجعت کرنا جب تک کہ موقع جنگ سے ٹل جانا نہ قبول کیا جائے گا تو لفظ فا رکب صادق آسکتا ہے۔ گو میرے نزدیک یہ لفظ فاء تحریف کیا ہوا لفظ فر کا ہے۔ جس کے معنی یہ ہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی سچائی سے اول بہاگنے والون مین اپنا شمار کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کے فرار مین بہی گو کسی مورخ کو اختلاف نہین ہے لیکن اون کے معتقدین ناحق اوسکو نہین مانتے۔ اونکے فرار یا گریز یا موقع جنگ سے ٹل جانے پر ایک تو خود اونکے قول سے استدلال کیا جاتا ہے اور ایک دوسری روایت بھی ہو۔

”وہ قول“

”مین بروز احد پہاڑ پر ایسے اُچکتا پہرتا تہا جیسے بُز کوہی“ صفحہ ۲۰۹ جزو ۱۵ شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران۔

مین جانتا ہون خیال کرتا ہون ممدوح سائل مخاطب نے اس مثال سے اپنی سبقت رفتار پر اشارہ کیا ہے۔ اس کتاب کے پڑہنے والے اوسی بُزدلی پر حمل نہ فرماوین کیونکہ میری رائے غزوہ احد مین ان حضرات کے متعلق بُزدلی سے بہاگنے کی نہین ہے

جیساکہ مین آگے وجہ فرار کی ظاہر کرونگا۔

"وہ روایت"

صاحب خمیس امام دیاربکری نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے اور دیگر کتب تاریخ وسیر مین اوس سے اقتباس کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ معہ چند دیگر لوگون کے جن مین طلحہ ابن عبداللہ وغیرہ تھے پہاڑ پر ایک جگہ بیٹھے ہوے تھے کہ انس بن نضر اودہر سے گذرے انکو مطمئن بیٹھے ہوے دیکھکر سبب پوچھا تو کہا کہ پیغمبرؐ مارے گئے۔ یہ سنکر وہ بولے جب وہ مارے گئے تو تمکو بھی مرجانا چاہیے یہان کیلئے بیٹھے ہو۔ یہ کہکر انس بن نضر میدان جنگ مین آئے پیغمبرؐ کو زندہ پایا اور دیکھا کہ وہ چارہ اوران اسلام دشمنون کے حملون کو آنحضرتؐ سے دفع کررہے ہین یہ بھی لڑنے لگا اور شہید ہوگیا"

ہم نے بھی بہت غور کیا لیکن حقیقت مین حضرت عمرؓ کا وہ جواب جو اونہون نے انس کو دیا تھا اس وقت تک کچھ سمجھ مین نہ آیا پیغمبرؐ کی شہادت واقع ہونے کی خبر خود غلط تھی اس سے پایا جاتا ہے کہ انہون نے مطلق تصدیق ہی نہین کی کہ یہ خبر کس نے اوڑائی۔ تحقیق ہے یا نہین۔ اصلیت اس کی کیا ہے۔ جب ہم پیغمبرؐ کے خبر شہادت کا غلط مشہور ہونے اور ان حضرات کا اوسکو تصدیق نہ کرنے کا ذہن نشین کرکے اوس جواب حضرت عمرؓ پر غور کرتے ہین جو انہون نے انس کو دیا تھا تو ہمارے ذہن مین آتا ہے کہ بے شک یہ جواب بھی اون کا ویسا ہی تھا جیساکہ سقیفہ کی کیٹی کے روز اونہون نے اپنی ایک تقریر کرنے کا جس کا زور[1] سے مرتب کرنا خود قبول کیا ہے ارادہ ظاہر کیا تھا اور جب وہ اسکو بیان نہ کرسکے اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی اسپیچ دی تو اوس کی اونہون نے تائید کی کہ یہی باتین مین نے دل مین گڑھی تھین حقیقت مین پیغمبرؐ کی خبر وفات اگر مشہور ہوئی تھی تو وہ اوس وقت مشہور نہین

---

[1] تزدیر کا ترجمہ ہو روایت صحیحین۔ مولف عفی عنہ

ہوئی تھی جبکہ یہ لوگ لوٹ مین پڑے تھے اور پھر دفعتاً کفار کے پشت پر آپڑنے سے
سب فراری پیٹھ دے گئے تو ان کو پیغمبرؐ کی خبر شہادت اوس وقت معلوم ہونا صحیح
نہین ہو سکتا کیونکہ جب یہ خبر مشہور ہوئی ہے یہ بزرگوار اوس وقت میدان جنگ مین
نہ تھے اور وہ خبر اون چند لوگون کی ہمتین توڑنے اور مایوس ہونے اور دہوکہ مین ڈالنے
کی غرض سے اوڑائی گئی تھی جو فرار نہین کر گئے تھے اور جو پیغمبرؐ پر سینہ سپر کئے ہوئے مخالفون
کے حملون کو دفع کر رہے تھے۔

کچھ شبہ نہین ہے کہ انس کو یہ تحقیق ہو چکا ہو گا کہ پیغمبرؐ زندہ ہین یا اوسکو اگر
تحقیق نہین ہوا تھا تو وہ تحقیق کی غرض سے ہی گیا تھا اور ان حضرات کے دل کی بو سمجھنے
والا تھا اور جانتا تھا کہ یہ مرد میدان نہین ہین جب ہی تو اوس نے غیرت دلائی کہ
"اگر پیغمبرؐ مر گئے ہین تو تمکو بھی مر جانا چاہیے"۔

اسی موقع پر ایک یہ روایت بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ قزمان ایک منافق
جو لشکر اسلام سے تخلف کر کے جب اپنے قبیلہ مین پہونچا اور اپنے قبیلہ کی عورات
سے سبب واپسی بیان کیا تو اونہون نے اوسکو غیرت دلائی اور وہ اوسی غیرت مین
کفار مشرکین کے مقابلہ مین آیا علما و اہل سنت نے اسکو اول وہ شخص بیان کیا ہے
جس نے لشکر مخالف کی طرف تیر پھینکا تھا جب یہ شخص زخمی ہو کر گرا ہے اور قتادہ ابن
نعمان نے اوسکو بشارت اور مبارکباد بہشت کی دی تو اوس نے کہا کہ مین پیغمبرؐ کی
حمایت مین نہین لڑا بلکہ مجکو مکروہ معلوم ہوا کہ قریش تنگ نخلستان مدینہ پر قبضہ پاوین
مین اسی غیرت مین لڑا ہون[۱]۔

ہم نہین سمجھتے کہ اوس صفت کا کیا نام ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان
پیغمبرؐ کی حمایت مین جبکہ پیغمبرؐ کا موقع جنگ پر شہید ہو جانا اوس کی زبانی سنکر پہ کے

[۱] دیکھو معارج النبوۃ جلد چہارم صفحہ ۸۳ مطبوعہ بمبئی۔

کہا اگر پیغمبر مر گئے تو تم بہی مرجاؤ اور پہر بہی جوش نہ آوے اور ایک منافق کو عورتون کا غیرت
دلانا اسقدر جوش مین لاوے کہ وہ پہلا شخص تیر پہینکنے والا لشکر مخالف پر ہو۔ بالکل سچ ہے
کہ جن لوگون کے دلون مین خدا نے مادہ غیرت وحمیت خلق کیا ہے جو ہر ایک جوان
عالی خاندان کا ہی حصہ ہو سکتا ہے اونکی آنکہ کبہی تلوارون کی چمک سے نہین جہپک سکتی
اور جن مین بذریعہ ارث خدا نے اس وصف غیرت وحمیت کو نہین عطا کیا ہے اون کے
سامنے کیسے ہی جوشیلے دل بڑہانے والے جنگ کے باجے بجائے جائین لیکن وہ شے
جو متحرک ہونے والی ہے سکون مین آ رہیگی۔ افسوس ہے کہ فرمان منافق پیغمبرؐ کی جانب
سے لڑکر مرگیا اگر وہ زندہ رہتا تو غالباً اہل سنت کا انصاف خلفاء ثلثہ سے اول اوسی کو
مستحق خلافت قرار دیتا کیونکہ اوسنے درحقیقت خلفاء ثلثہ سے زیادہ وقت جہاد پیغمبرؐ کی اعانت
اور حمایت کی تہی ۔

اب ان تمام مرقومہ واقعات غزوہ احد کو اون تمام احادیث وروایات اہلسنت سے
کہ جو مذکور ہوئین اور نیز اون تمام واقعات وروایات سے جو متعلق فرار ان بزرگوارون
کے مذہب شیعہ مین وارد ہوئے ہین ملاکر دیکہنے سے ہماری راے ان بزرگوارون کی
نسبت یہ ہے کہ جس وقت ابتداءً مسلمانون کا غلبہ ہوا اور یہ بزرگوار لوٹ مین پڑے
ہین اور مخالفین نے اوس گہاٹی کی راہ سے کہ جس کے چہوڑنے کی پیغمبرؐ نے شدید تاکید
کردی تہی مسلمانون پر حملہ کیا ہے تو ان حضرات نے اوس وقت حالت اضطرار دیکہکر
بمقابلہ حمایت پیغمبرؐ یہی مناسب سمجہا کہ وہ اوس مال کے جو اوس وقت تک لوٹ چکے
تہے یا یون سمجہو کہ اوس وقت تک جو مال غنیمت اون کے ہاتہ لگا تہا فرار ہون
چنانچہ وہ فرار کر گئے اور اوس مال کو مقام اس پر پہونچکر حضرت عثمانؓ کے سپرد
کردیا اور وہ اوس مال کو لیکر ایک مقام دور و دراز کو چلے گئے اور وہان بلا خوف
حضرت غنی رضی اللہ عنہ کیونکہ روایت مین جو اون کا ایک مقام دور و دراز کو جانا مذکور ہوا ہے

اوس کا یہ مطلب نہین ہو سکتا کہ وہ راستہ بھول کر گئے تھے اگر ایسا مانا جائے گا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے تھے کہ راستہ بھی بھول گئے علاوہ اس کے جناب سیدہ ایک عورت تو اپنے باپ کی خبر وفات سنکر بیچ مچ پریشان اور بدحواس ہو کر میدان جنگ مین تشریف لے آئین اور راستہ نہ بھولین اور یہ حضرت راستہ بھول گئے جسکو کوئی قبول نہین کر سکتا۔

واقعات ہمکو اس رائے کے ماننے پر مجبور کرتے ہین کہ یہ بزرگوار (عثمانؓ) حسب صلاح حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے عمداً مدینہ کو نہین گئے وہ جس وقت بھاگے تھے تو رنگ جنگ کو دگرگون دیکھکر بھاگے تھے اور حقیقت مین ان کو امید نہ تھی کہ مسلمانون کو فتح ہو جاوے گی اور جب اونکو یہ یقین تھا تو ضرور اُن کو یہ بھی یقین ہو گا کہ مدینہ مین منافقین جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی لشکر اسلام سے تخلف کر کے چلے گئے ہین وہ اور نیز دیگر یہود جنسے امن کے معاہدہ ہو چکے تھے تاہم نہ پیغمبرؐ کو اون پر اور نہ اُن کو مسلمانون پر اطمینان تھا بقیہ مسلمانون کے ساتھ ہرگز رعایت نہ کرین گے اور جان مال جھین لینگے اسی وجہ سے اونکی یہ تدبیر عاقلانہ تھی کہ حضرت عثمانؓ اس حال کو دیکر مدینہ نہ جاوین بلکہ کسی دوسری جگہ کہ جو شاید تجویز بھی کر لی گئی ہو وہان محفوظ مقیم رہین۔ بہرحال یہ دونون بزرگوار واپس آئے لیکن نہ موقع جنگ پر بلکہ پہاڑ پر جس کی صداقت حضرت عمرؓ کے اوس قول سے ہوتی ہے جس کو تم اوپر لکھ آئے ہو اور وہین انس بن نضر بھی ان کو ملا اور اوس سے وہ بات چیت ہوئی جس کا ذکر ہوا۔ اور جب اون کو وہان یہ معلوم ہوا کہ باوجود اوس شدید حملہ کفار کے نبی ہاشم میدان جنگ مین برقرار رہے اور کفار کو پسپا کر دیا اور فتح ہو گئی تو اوس وقت یہ دونون بزرگوار یا حضرت ابوبکرؓ اول موقع جنگ پر تلوارین کھینچے ہوئے بجو مار ہو جانے نہانے کا غل و شور مچاتے ہوئے پہنچے جیسا کہ اون کی خود روایات سے ثابت ہوتا ہے اور اسی وجہ سے راویون کو دھوکا ہوا

کہ جس نے اونکو موقع جنگ پر نہ دیکھا اون کو فراری جانا اور جس نے اونکو بعد کو دیکھا اوس نے
ثابت قدم سمجھا جیسا کہ حضرت عثمانؓ کو جو درحقیقت واپس ہی آملے تھے اونکی بابت سب نے
اتفاق کرلیا کہ وہ تین روز کے بعد مدینہ مین حاضر ہوئے تھے۔

کچھ شبہ نہیں ہے کہ اِن حضرات کا یہ عمل بھی دانائی سے خالی نہ تھا جس مین
اون کو قتل سے محفوظی بھی مدنظر تھی اور وہ مال بھی اونہین کے حصہ مین رہا کہ جسکو حضرت
عثمانؓ لے اوڑے تھے البتہ دوسری دفعہ کے مال غنیمت سے بے شک حصہ رسد اونکو
ملا ہوگا۔ پس میری رائے غزوہ احد مین اون کی فرار کی نسبت اسی حیثیت سے ہے
مین اس بات کا قائل نہین ہون کہ وہ اس غزوہ مین بزدلی سے بھاگ گئے تھے۔ وہ کاہنون
کے اقوال کی بنا پر ہمیشہ ایسے مواقع پر عمل گریز کو باعث اپنی محفوظی کا سمجھا کئے اور جس
غرض سے وہ اس پالیسی کے برتنے والے تھے اوس کا نتیجہ بعد پیغمبرؐ یا یون سمجھو کہ ہنوز جسم
پیغمبرؐ ٹھنڈا ابھی نہ ہوا تھا یا یون سمجھو کہ ہنوز زیر زمین پیغمبرؐ دفن بھی نہ ہونے پائے تھے
کہ ظاہر ہو گیا۔

اب سائل صاحب مخاطب فرماوین کیا اسی کا نام پیغمبرؐ کے ساتھہ سفر و حضر مین رہنے
اور فخر حاصل کرنے یا اون کے رنج و راحت مین شرکت کرنے کا ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔

علی مرتضیؑ نے جو اس جنگ مین پے در پے خیف نامی گرامی علمداران کفار قبیلہ بنی عبد الدار
کو قتل کیا ہے بعض کے نام یہ ہین۔

طلحہ ابن طلحہ۔ مصعب ابن طلحہ۔ عثمان ابن طلحہ۔ عزیز ابن عثمان ابن طلحہ۔ ارطاع
ابن طلحہ۔ ارطا ابن شرحبیل۔ عبد اللہ ابن جمیلہ۔ ثواب غلام بنی عبد الدار۔

غزوہ بنی مصطلق

اس غزوہ کا تذکرہ محض اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ اس سفر مین حضرت عمرؓ نے

ایک جاسوس کو جو لشکر اسلام مین گرفتار ہو گیا تھا یا وہ اُنہین کا شکار تھا قتل کیا ہے
مجھے خوف ہوا کہ یہ اعتراض نہ کیا جاوے کہ کیون نہین اس مقتول کو نقشہ مین دکھایا گیا
مگر مین نے یہ نقشہ جاسوس مقتولون کی تعداد اور اُنکے جلادون کے ظاہر کرنیکے لئے نہین
بنایا ہے اور اگر ہر ایک قسم کے قیدیون کے قتل کرنے سے عزت غزا سمجھی جاتی ہے تو
بارہ ہزار مقید بنی قریظہ والے بھی بروے تجویز ثالثی علیؔ مرتضیٰ اور زبیر ابن عوام کے
ہاتھ سے قتل ہوئے ہین۔

حقیقت مین مقتول وہی شمار کرنے کے قابل ہوسکتا ہے جو میدان جنگ اور
مقابلہ مین قتل کیا جاوے اور جبکہ اوس کے ہاتھ مین بھی ہتھیار ہون نہ یہ کہ مقید جو
حراست کی زنجیرون مین جکڑا ہونے کے باعث مایوس اور مجبور ہو۔

مورخین اسلام نے جو بیشتر سُنی المذہب ہی ہین اور جن کی عادت بقول ڈاکٹر
سر سید احمد خانصاحب بہادر بالتقابہ یہ ہے کہ آنکھ بند کرکے جو چاہتے ہین بلا تنقیح اور
جانچ کے لکھتے ہین (اعجاز التنزیل صفحہ ۵۵)۔

اس واقعہ قتل جاسوس کو بھی بہت اچھی نظر سے دیکھا ہے اور اوس سے یہ فائدہ
مرتب کیا ہے کہ یہ قتل باعث ہیبت کا بنی قریظہ والون کے لئے ہوا لیکن یہ راے
اونکی اوس وقت نہایت وقعت کے قابل ہوتی جب وہ لوگ مقابلہ کے لئے نہ نکلتے
یا صلح کر لیتے بلکہ اس واقعہ سے وہ مشتعل ہوگئے اور مقابلہ پر مستعد ہوگئے تو مورخین اسلام
کی وہ راے بالکل قابل وقعت نہین ہوسکتی اور یہ دوسری بات ہے کہ مخالفین تاب مقابلہ
لشکر اسلام نہ لائے اور بھاگ گئے لیکن درحقیقت حضرت عمرؔ کا یہ عمل قتل جاسوس
ہمیشہ کے لئے باعث اور مضبوطی گروہ مخالفت دشمنی پیغمبرؐ کا ہوا ہے۔

غزوہ خندق

اس غزوہ مین بھی پیغمبر خدا پر جیسی کڑی مصیبت پڑی ہے اوسکا اندازہ اوس

روایت سے ہوسکتا ہے کہ جسکی راوی جناب ام سلمہ ہین اور جس مین بھوک اور نفاق
اہل مدینہ اور کی حرب وضرب کے علاوہ سب سے زیادہ مصیبت خندق کے کھودے
جلنے مین مذکور ہوئی ہے ——— (دیکھو خمیس)

اسی جنگ مین قریش کا رستم دستان عمر ابن عبدود بھی شریک جنگ تھا ہمارے
سائل صاحب نے اپنے ممدوحین کی جو کارگذاری شرکت حمایت پیغمبر مین دکھلائی
ہے وہ مورخین نے چھپا نہین رکھی ہے سب بالاتفاق لکھتے ہین کہ جب ۲۰-۲۵-
روز تک محاصرۂ خندق مین طرفین سے تیر اندازی ہوا کی جب کفار عاجز آگئے تب
ایک روز وہی قریش کا رستم دستان عمر ابن عبدود اپنا گھوڑا کدا کر خندق کے اس پار اوتر
آیا اور اوسی کے ساتھ عکرمہ ابن ابی جہل ۔ عبد اللہ ابن مغیرہ ضرار ابن خطاب ۔ نوفل ابن
عبد اللہ ——— وغیرہ وغیرہ دس بارہ نفر جو عمرو ابن عبدود کے ہم پلہ تھے اپنے
اپنے گھوڑے کدا کر اس پار آگئے ۔ عمرو ابن عبدود نے مبارز طلب کیا پیغمبر خدا نے فرمایا کہ آیا
کوئی ایسا ہے جو اس کے شر سے نجات دلوائے یہ سنکر علی مرتضی کھڑے ہو گئے اور
پیغمبر سے اجازت مقابلہ چاہی لیکن آپ نے روک لیا پھر دوبارہ عمر نے مبارز طلب کیا
اور کہا کہ آیا درمیان تمہارے کوئی نہین ہے جو میرے مقابلہ کے لئے نکلے؟

پھر علی مرتضے کھڑے ہوئے اور اجازت چاہی پیغمبر خدا نے پھر بٹھا لیا اور فرمایا
کہ کیا وجہ ہے کہ جو کوئی اور مقابلہ کے لئے اس کے نہین نکلتا مسلمانون کی جو اس وقت
حالت خوف سے تھی بالاتفاق اوسکی بابت مورخین یہ لکھتے ہین ۔ (کانما علی روسہم الطیر)
(خمیس و بخاری)

پیغمبر کے ارشاد کا جواب کون دیتا لیکن حضرت عمر ابن خطاب فرمانے لگے
کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ شام کو جاتا تھا جس مین مین اور عمرو دونون شریک تھے کہ راہ
مین قریب ہزار کے قزاق آن پڑے اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا عمرو ابن عبدود نے

یہ دیکھکر ایک بچہ شتر کو بجائے سپر ہاتھ مین اوٹھا کر جو قزاقون پر حملہ کیا تو تمام مال چھین لیا اور بہتون کو قتل کر ڈالا باقی سب بھاگ گئے اسی نے قافلہ والون کا جان و مال بچایا ہے اوسکی اوس دن کی آجتک ہیبت دلون مین بیٹھی ہوئی ہے یہ وجہ ہے کہ کوئی اوس کے مقابلہ کو نہین نکلتا ہے[1]

حضرت عمر کا یہ کہنا تھا کہ مہاجر و انصار کے رہے سہے حواس بھی گم ہوگئے اور تیسری مرتبہ پھر عمرو نے مبارز کو طلب کیا پھر کسی نے جواب نہ دیا باوجودیکہ پیغمبر[2] ایک ایک کی طرف دیکھتے تھے مگر پھر وہی علیؑ (ربانی انت دامی) اس خلاف حمیت و غیرت خاموشی کی برداشت نہ کرسکا اور پیغمبر سے نہ صرف اجازت مقابلہ حاصل کرکے بلکہ اون سے دعائے فتح بھی لیکر پیادہ پا جانب حریف یہ رجز پڑھتا ہوا روانہ ہوا کہ "جلدی مت کر تیری آواز کا جواب دینے والا جو کسی طرح تجھسے عاجز نہین ہے. صاحب عقل و ہمت ہے اور تجھ پر مثل ایک کامیاب شخص کے ظفر حاصل کرنے والا آپہونچا اوسے امید ہے کہ وہ ایسی کاری ضرب سے کہ جو ہمیشہ کے لئے معرکہ ہائے جدال و قتال مین یادگار رہے تیری موت کا ماتم بپا کرا دے گا. تو نے مقابلہ کے لئے ایسے جوان کو پکارا ہے کہ جو ہمیشہ مبارز کا جواب دیتا ہے اور جو تیرے سر پر وہ شمشیر آبدار بلند کرے گا کہ جو موت بنکر لڑنے والے کے جسم مین سرایت کرتی ہے"

جب آپ قریب حریف پہونچے تو اوس نے آپ کو دیکھکر متعجبانہ کہا کہ آیا کوئی اور لشکر مین نہ تھا جو میرے مقابلہ کو آتا وہ دونون شیوخ (عمرؓ و ابوبکرؓ) کہان ہین جو مقابلہ کو نہ آئے[3] آپ نے فرمایا کہ مین ہی تیرے واسطے کافی ہون بہتر ہو کہ تو بھی گھوڑے سے اوتر کہ مین بھی پیدل ہون اوس نے گھوڑے سے اوتر کر پہلے وار مین اپنے گھوڑے کو

۱؎ روضۃ الصفا۔

۲؎ دیکھو خمیس دیار بکری۔

۳؎ دیکھو روضۃ الصفا۔

پے کیا اور آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ دونون طرف سے تلوارین کھچ گئین جنگ شروع ہوگئی
ادہر تو دو طرفہ وار چلتے تھے اور ادہر پیغمبر یہ فرما رہے تھے کہ آج تمامی کفر کا تمامی ایمان
سے مقابلہ ہے ؎۱

علی مرتضیٰ بڑے ذوق و شوق سے لڑائی مین جان لڑا رہے ہوئے تھے جب وہ ضرب
لگاتا تھا آپ ہنر فن جنگ دکھا کر خالی دیجاتے تھے اور آپ کی ضرب کو وہ بھی بچا جاتا تھا
جب اس طرح تا دیر کارزار رہی اسوقت تک نہ اوسی کو کچھ صدمہ پہونچا اور نہ بفضل خدا
سے انہین کا بال بیکا ہوا کہ دفعتہً عمرو نے بھرپور قوت و طاقت سے ایک تلوار علی مرتضیٰ
کے سر پر لگائی آپ نے سپر پر روکی سپر کٹ گئی اور آپ کے سر پر بھی زخم آیا۔ چوٹ
کھاتے ہی ضرغام آل ابو طالب کا جوش دغا اور دونا ہو گیا۔ اب جو ایک وار کیا اگرچہ
حریف نے بہت کوشش کی مگر نہ بچا سکا ران پر تلوار پڑی ٹانگ کٹ گئی گر پڑا آپ نے
سینہ پر سوار ہو کر سر نجس تن نجس سے جدا کر دیا اور نعرہ تکبیر بلند کیا پیغمبر خدا کی خوشی کا
اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے کہ جو اوس انتشار و مصائب اور نفاق اہل مدینہ پر اور حضرت
عمرؓ کے عمرو بن عبد ود کی دلون مین ہیبت بٹھانے پر جو اوپر مذکور ہوا ہے غور کرے گا اودہر تو
لشکر اسلام مین نعرہ تکبیر پر الٰہی سنکر جان آئی ادہر اودہر جب آپ اوس کے قتل سے
فارغ ہوئے اوسکے ساتھیون نے آپ پر حملہ کیا (واضح رہے کہ عمرو کے قتل سے لشکر اسلام
مین جان آچکی تھی) علی مرتضیٰ اوسکے ساتھیون مین سے نوفل اور عبد اللہ کو قتل کر چکے
تھے اور ہبیرہ زخمی ہو کر فرار کر گیا تھا ضرار ابن خطاب بھی بھاگا تھا کہ پیچھے سے حضرت عمرؓ
اور زبیر بھی روانہ ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ سیدہے اوسی بھاگتے کے پیچھے ہوئے ضرار نے
جو مڑ کر دیکھا کہ حضرت عمرؓ آتے ہین رک گیا آپ بھی ٹھٹھکے اوس نے بڑھکر ایک اوچھا
سا وار نیزہ کا کر کے اون کو زخمی کیا اور کہا کہ اے عمرؓ یہ نعمت خوشگوار میری طرف سے

؎۱ دیکھو حیاۃ الحیوان دمیری لفظ حیدرا۔

ہمیشہ کے لیے یادگار رہنے جائے لے

ضرار ابن خطاب عجب نہین کہ حضرت عمرؓ کا بھائی ہو گو کسی روایت مین تو ہمنے اس وقت تک نہین دیکھا ہے لیکن ولدیت ایک ہونے سے ہمارا ذاتی یہ قیاس ہے اور گو میرا خیال ہے کہ میرے اس قیاس کو لوگ قبول نہ کرین گے مگر آج اگر حضرت امام ابوحنیفہ صاحب زندہ ہوتے تو وہ ضرور میرے قیاس کی مجھے داد دیتے کیونکہ میرا قیاس اسوجہ سے ہے کہ ضرار نے عمداً خفیف سا چرکا کیون دیا قتل کیون نہین کیا۔ بہرحال حضرت زخم کھا کر لشکر مین چپ چاپ چلے آئے اودہر علی مرتضےٰؑ این رو نے خندق کو کفار سے پاک کر کے منظفر و منصور آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ آج کی تمہاری ضرب تمامی کائنات کے اعمال حسنہ سے جو قیامت تک ہون گے افضل ہے[۲]۔

اے سائل صاحب مخاطب فرمایئن کہ ان بزرگوارون سے سفر غزوات مین کیا پیغمبرؐ کو مدد ملی اور کونسی مصیبت مین یہ بزرگوار پیغمبرؐ کے شریک ہوئے اگر ضرار کے تہیۂ قتل سے استدلال کیا جائے گا تو مین ادسپر یہ رائے دونگا کہ وہ مقابلہ کو نہین گئے تھے بلکہ بوجہ خندق کُند جانے کے چونکہ آمد و رفت بند تھی اور مخالفین کو لشکر اسلام اور مسلمانون کی جو حالت انتشار تھی اوس سے قطعی آگاہی نہین تھی یہ بزرگوار اپنے بھائی ضرار کو مسلمانون کی حالت سے اطلاع کرنے گئے تھے ورنہ قتل ہونا اور قتل کرنا اگر منظور رہتا تو زندہ لوٹ کیون آئے۔ اور حریف کو کیون زندہ جانے دیا افسوس ہے کہ چوٹ کھا کر بھی جواب نہ دیا ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ اوس وقت انکی وہ صولت دہیبت و دبدبہ کدھر چلا گیا تھا یا وہ غیرت و حمیت جس کا سائل نے ایک موقع

---

[۱] روضۃ الاحباب و خمیس دیار بکری و ازالۃ الخلفاء۔

[۲] دیکھو روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ و خمیس۔

دعویٰ کیا ہے۔ کمان چلی گئی تھی کہ طعن نیزہ پر اگر کچھ جوش نہ آیا تھا تو طعن لسانی پر بھی کچھ غیرت
نہ ہوئے اور چپ چاپ چوٹ کھائے سر جھکائے چلے آئے۔ مگر ہم یا عام شیعہ اس واقعہ سے
کچھ ہی نتیجہ کیوں نہ نکالیں مگر ہمارے ذی علم سائل کو ضرور خوش ہونا چاہئے کہ حضرت عمرؓ
کو اس جرکہ نے ضرور لہو لگا کر شہیدوں میں داخل کر دیا۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

غزوۂ خیبر

یہی وہ غزوہ ہے کہ جس میں ابتداءً پیغمبر خدا بوجہ درد سر اور علی مرتضےٰ بوجہ آشوب
چشم بہ نفس نفیس جنگ کے لئے نہیں گئے اور اسی وجہ سے سائل مدارج النبوۃ کے مطابق
ان میں سے دو روز حضرت عمرؓ اور ایک روز حضرت ابوبکرؓ بحیثیت کمانڈنگ افسر جنگ کو گئے
تھے لیکن دونوں صاحب تینوں روز۔۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ کس باعث سے بلا فتح
واپس چلے آئے لیکن اس کتاب کے پڑھنے والے عموماً اور خصوصاً ذی علم سائل اس واقعہ
سے نتیجہ واپسی خود اخذ فرمالیں گے کہ وہ حضرات فوج ہمارے فریق والے ان پر الزام جبن دیتے
تھے (ازالۃ الخفا از صحیح حاکم) اور اس سے زیادہ رسوائی کے ساتھ خود پیغمبرؐ کا وہ ارشاد فیصلہ
کرنے والا ہے کہ جو ان حضرات کی تینوں روز کی واپسی پر آپ نے یہ فرمایا تھا کہ "اب علم فتح
اس شخص کو عطا کیا جائے گا جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں اور
وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے" (روضۃ الاحباب صفحہ ۲۶۱ و ازالۃ الخفا جلد ۲ حدیث
خیبر نسخہ قلمی و مشکوٰۃ شریف و سیرت ابن ہشام صفحہ ۷۱۰ و ابوالفدا صفحہ ۱۴۸ و خمیس
صفحہ ۳۲۹ و مدارج النبوۃ صفحہ ۱۳۰ و روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۳۲)

ظاہر ہے کہ فوج تابع حکم کمانڈنگ آفیسر کے رہتی ہے فوج پر جبن کا الزام اسوقت
لگایا جا سکتا ہے کہ جب کمانڈنگ آفیسر موقع جنگ پر رہے اور فوج بھاگ جانے جیسے

کہ احد کے غزوہ میں ہوا تھا کہ پیغمبر خدا نے ایسے شخص کے بھیجنے کو ارشاد فرمایا کہ جو کرار غیر فرار ہو اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ کہ اون سے قبل بھیجے گئے تھے وہ کرار نہ تھے بلکہ فرار تھے اور ایسے ہی عکسی نتیجہ دوسرے جملہ ارشاد پیغمبر کا بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ جو شخص بھیجا جائیگا وہ ایسا ہوگا کہ جو خدا اور رسول کو دوست رکھنے والا ہے اور اوس کو خدا و رسول دوست رکھنے والے ہیں یعنی جو لوگ کہ اوس سے قبل بھیجے گئے تھے وہ اس صفت سے موصوف نہ تھے یعنی نہ خدا و رسول اون کو دوست رکھتا تھا اور نہ وہ خدا و رسول کو۔

ورنہ پیغمبر کو اس دوسرے جملہ کے اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی اگر غیر ضروری سمجھا جاوے۔ اور اسی جگہ سے کوئی کامل الایمان بھی ثابت ہو سکتا ہو اور کوئی منافق بھی پس لائق دوست سائل ارشاد پیغمبر کے عکسی نتیجہ پر غور فرمادیں۔

اس غزوہ میں جو یکے بعد دیگرے نامی گرامی پہلوانان علی مرتضےٰ کے ہاتھ سے قتل ہوئے اونکے نام یہ ہیں

حارث۔ مرحب۔ داؤد ابن قابوس بکری۔ ربیع ابن ابی الحقیق۔ عنتر۔ مرہ ابن مروان۔ دارمی۔ یاسر خیبری۔ نجح خیبری سائل صاحب مقام پر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل تھے در خیبر بھی آپ نے اوکھاڑا ہے اور جب اوس کو جنبش دی ہے تو بنیاد تک قلعہ کی ہل گئی تھی حتیٰ کہ صفیہ دختر حاکم قلعہ تخت سے منھ کے بل گر پڑی جس کو بعدہ شرف زوجیت رسول حاصل ہوا۔

غزوۂ حنین

یہ تو وہ غزوہ ہے جس میں سائل صاحب ممدوح کے ممدوحوں کے فرار کا تذکرہ خدا نے بھی کیا ہے ۔ آیت لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ و

علی المومنین وانزل جنودا لم تروہا" ترجمہ:- بتحقیق مدد کی تمہاری بہت مقاموں میں اور حنین کے
دن جبکہ تعجب میں ڈالا تمکو تمہاری کثرت نے پس نہ دفع کیا اوس کثرت نے تمسے کچھ اور تنگ ہوگیا
تم پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے - پہر پیٹھ پہیری تمنے جسوقت کہ بہاگے جاتے والے تہے پہر نازل
کیا اللہ نے اپنی تسکین آرام کو اپنے رسولؐ اور مومنین پر اور اتارا لشکر کہ تم اونہیں نہیں دیکھتے تہے"- اس
جنگ میں علی مرتضیٰ - عباس عم رسول خدا - فضل بن عباس - ابوسفیان ابن حارث
اور اونکے بیٹے جعفر اور ربیعہ ابن حرث از بنی ہاشم و اسامہ ابن زید - اور ایمن ابن ام ایمن
غیر بنی ہاشم صرف یہی لوگ ثابت قدم اور پیغمبر پر سینہ سپر رہے تہے باقی سب بہاگ گئے تہے
اور مواہب لدنیہ میں اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بروایت ابن شیبہ عرف
تین بنی ہاشم اور ایک غیر بنی ہاشم کل چار ثابت قدم لکھے ہیں نام یہ ہیں - علیؑ - عباسؓ
ابوسفیان ابن حارث بنی ہاشم سے اور ابن مسعود غیر بنی ہاشم - سائل صاحب فرمائیں
آپ کے ممدوح اسوقت کس شرکت راحت یا رنج میں پیغمبر کے ساتھ تہے -

اب میں مجملاً بطور مختصر یہ دکھلا چکا کہ غزوات میں یا دیگر سفر اور حضر میں ہر کہ خلفاء
مقبولین سائل نے کس رنج و راحت میں پیغمبر کی شرکت کی ایسی حالت سفر میں ایک سفر
وہ بہی ہے کہ جسمیں صلح حدیبیہ ہوئی اور اوس میں جو کارگذاری حضرت عمرؓ کی ہوئی
ہے یعنی نبوت پیغمبر پر شک کرنا اوسکو میں اوپر ایک مقام پر کہ ثابت بحوالہ
صفحہ صحیح بخاری لکھ آیا ہوں اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے - میں نہیں سمجھ سکتا
کہ جب صاف صاف ان حضرات کے حالات کے متعلق روایات و احادیث مذہب
شیعہ کی تائید کتب احادیث و روایات و سیر و تواریخ اہلسنت کر رہے ہیں تو پہر
کس بنا پر ان کو پیغمبر کے رنج و راحت میں شریک رہنے کا فخر دیا جاتا ہے - مجھے
یہ بہی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کسی ایک صیغے کے سکرٹری بہی ہوں ان کا پتہ اگر کہیں
ملتا ہے تو صرف زمرۂ فراریوں میں یا اپنی ہی فوج کے دلشکنی میں یا مال غنیمت کے

دیٹنے ہین۔ مین نے بہت دیکھا بھالا لیکین ان امور کے سوا یہ پتہ نہین ملا کہ کوئی تدبیر
عاقلانہ پیغمبر کو ایسی بتائی ہو کہ جو پیغمبر یا دیگر مسلمانون سے شکست ہونے کا باعث ہو جیسے
کہ سلمان فارسی کی تدبیر خندق کھودے جانے کے باعث شکست کا ہونی اگر سائل کسی
فضیلت کا جو اونہون نے لکھی ہین کسی کتاب سے پتہ دیتے تو بہت عمدہ بات ہوتی
اور نہ ہمکو مکرر کتب کی دیکھ بھال مین وقت ضایع کرنا پڑتا۔

اب مین سرایا کی بابت بھی ایک نقشہ دکھلاتا ہون تاکہ معلوم ہو کہ کہان کہان
یہ بزرگوار سالار سریہ بناکر بھیجے گئے اور کیا نتایج اوس سرداری کے ہوئے۔

(دیکھو گوشوارہ صفحہ آئندہ)

گوشوارہ سرایا پیغمبرؐ

تعداد کل سریات		۵۴
جنمین حضرت ابوبکرؓ بھیجے گئے	تعداد جنمین جنگ نہین ہوئی	۰
	تعداد جنمین جنگ ہوئی	۱
	تعداد مقتولین	۰
	نتیجہ جنگ	خود فرار
جنمین حضرت عمرؓ بھیجے گئے	تعداد جنمین جنگ نہین ہوئی	۰
	تعداد جنمین جنگ ہوئی	۱
	تعداد مقتولین	۰
	نتیجہ جنگ	خود فرار
جنمین عثمانؓ غنی بھیجے گئے	تعداد جنمین جنگ نہین ہوئی	۰
	تعداد جنمین جنگ ہوئی	۰
	تعداد مقتولین	۰
	نتیجہ جنگ	۰
جنمین علی مرتضیٰؓ بھیجے گئے	تعداد جنمین جنگ نہین ہوئی	۳
	تعداد جنمین جنگ ہوئی	۳
	تعداد مقتولین	۲۱
	نتیجہ جنگ	سب مین فتح کرکے پھرے

اس گوشوارہ مین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا جو ایک ایک سریہ لکھا ہے وہ در حقیقت ایک ہی سریہ ہے اور جو سریہ بنی رملہ یا وادی الرمل کے نام سے مشہور ہے اولاً اسمین حضرت ابو بکرؓ بہیجے گئے جب یہ فرار کر آئے تب حضرت عمرؓ بہیجے گئے جب یہ بہی فرار کر آئے تو عمرو عاص بہیجا گیا اور یہ دونون صاحب اوس کی ماتحتی مین بہیجے گئے لیکن اوس نے بہی فرار کیا اوسکے بعد علی مرتضیٰؑ بہیجے گئے اور آپ نے فتح کیا۔[۱]

گو تعداد اس سریہ کے مقتولین کی تحقیق نہین ہوئی لیکن کچھ مارے گئے کچھ بہاگ گئے اور کچھ گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے ہین۔ تعداد مقتولین جو درج نقشہ مین ہے وہ دیگر سریون کے مقتولین کی ہے۔

اب سائل صاحب غور فرماوین کہ ان بزرگون کی سرداری کا کیا نتیجہ ہوا اور لوگ ان لشکری محاورہ کا ہم بہی تسلیم کرتے ہین لیکن اوس سے کوئی فخر نہین ہوسکتا فخر کی بات یہی ہے کہ انسان کچھ کام کرے اور جو عہدہ سرداری اوس کو ملا ہے اوس کے قابل اپنے آپ کو ثابت کر سکے اوسکو برقرار رکہے نہ یہ کہ اوس سے معزول ہو کے اوسی موقعہ پر دوسرے افسر کی ماتحتی مین جا دے۔ اور حضرت فاروقؓ غزوہ فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنی مصطلق مین بہی جو بنی حذیمہ کہے جاتے تہے ماتحتی حضرت خالد کے بہیجے گئے تہے جہانکہ خالد نے تعصب ہاے دیرینہ کی بنا پر باوجود اقرار کرنے مسلمان ہونے کا اوس قبیلہ کو قتل کیا تہا اور پہر جب یہ خبر آنحضرتؐ کو پہونچی تو آپ نے خدا سے عرض کی کہ مین اس فعل خالد سے بری ہون اور علی مرتضیٰؑ بہیجے گئے اور خالد کو آپ نے جاکر معزول کیا اور دیت دی۔[۲]

سائل صاحب مخاطب غزوات و سفر و حضر مین اپنے ممدوحین کو پیغمبر کے ساتھ رہنے سے یہ شرف بہی عطا کرتے ہین کہ آپ کے فیض صحبت سے مستفید و مستفیض ہوئے ہین۔

۱؎ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۰۶ و حبیب السیر قلمی ورق نمبر ۱۵۶ و معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۱۹۰ جلد سوم

۲؎ دیکھو خمیس و سیرت ابن ہشام جزو ثالث۔

علوم نبوت کی تعلیم پاکر خیر امت کے رہنما اور پیشوا کہلائے۔ استاد عالم نے اخلاق و ملکات و تجلیہ و تخلیہ کیا۔ اوصاف و اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف ہوئے۔ صفات ذمیمہ اور خواہشات نفسانی سے پاک و صاف ہوگئے ؓ

حقیقت میں ہر شخص کو پیغمبرؐ کی صحبت سے وہی صفات حاصل کرنا زیبا تھے جن صفات سے ہمارے سائل صاحب ممدوح نے اپنے ممدوحین کو ناحق متصف کیا ہے جو بہت ہی قابل افسوس ہے درحقیقت جن لوگون کی ساری عمر جاہلیت مین کٹ گئی ہو اور جو لوگ دعوت پیغمبرؐ کی تلقین پر ایمان نہ لائے ہون بلکہ اعتبار کا ہنین پر کامل عقیدہ رکھنے والے ہون اور اونہین کی پیشین گوئیون کے منتظر وقت رہتے والے ہون اون پر ہرگز ان صفات کا اطلاق نہین ہوسکتا۔

مین ابتدا ہی جہان سنی شیعون کے خدا و پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے خلفا کو جتلا آیا ہون وہان علاوہ اون کی دیرینہ عادت جاہلیت کے نہ چھوٹنے اور عمل سے نوشی وغیرہ کے عادی رہنے کے حضرت ابوبکرؓ کے اوس اقرار کو بھی لکھہ آیا ہون جو اونہون نے اپنے اوپر شیطان کی مسلط ہونے کا فرماکر اوس کے مسلط ہونے کا وقت بھی بتلایا ہے اور اسی رالست گوئی کی صفت نے اونکو عجب نہین کہ صدیق کا لقب دیا ہو علاوہ اس کے حضرت امام ابوحنیفہ صاحب کا (جن کے ہمارے شفیق بصائل گرفتار ہون گے تو اونکو اپنا ایک عالم دین تو ضرور ماننے والے ہونگے) وہ ریویو بھی ابن جرلدی مختصر تاریخ بغداد سے کہ جو اس وقت بھی ہماری میز پر موجود ہے لکھہ آیا ہون جو اونہون نے حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کے متعلق دیا ہے اگرچہ عادات جاہلیت کا اسلام کے بعد بھی اون کا جاری رکھنا اور اقرار تسلط شیطانی اور حضرت امام ابوحنیفہ صاحب کا اوس قرار کی تائید کرنا ذی علم سائل کے دعوے کے ڈسمس کرنے کو کافی ہے لیکن اون کی خاطر سے بطور نوٹ چند اور شہادتین بھی سہی۔ جس سے معلوم ہو کہ کس قدر ان بزرگوار ون نے

علم نبوت کو پیغمبرؐ سے لیا اور کس قدر اوستاد عالم ہے یا کس قدر علم پیغمبرؐ اون کے سینہ مین تہا تا کہ ہن لوگون سے ہمارے ذیعلم سائل کا مقصود خیر امت سے ہے اون کے ایمان اچہے رہیں اور پیشواؤن کی عدالتین اور اوصاف سن سن کر اور تازہ ہون اور ہمارے سائل صاحب کو دعاے خیر سے یاد کرین کہ وہی اصلی باعث اس یاد کے تازہ کرانے کے ہوئے

علم حضرت ابو بکرؓ

(۱) حضرت ابو بکرؓ نے ایک مرتبہ چور کا بایان ہاتہہ کٹوا دیا۔ علماے اہل سنت نے قبول کیا ہے کہ یہ حکم خلاف حکم خدا اور رسولؐ تہا اور وجہ لاعلمی بہی قبول کی گئی ہے۔ (دیکہو شرح مشکوۃ شاہ عبد الحق۔ و تلویح شرح توضیح علامہ تفتازانی و شرح ہدایہ ابن الہمام)

(۲) حضرت ابو بکرؓ نے فجاءہ سلمی جو مسلمان تہا آگ مین جلوا دیا اور یہ حکم خلاف حکم رسولؐ تہا علماے اہلسنت نے حضرت ابو بکرؓ کی غلطی تسلیم کی ہے۔ (دیکہو شرح نہج البلاغہ و شرح تجرید قوشجی و شرح فتح الباری شرح صحیح بخاری و استیعاب امام عبد البر و مستقصی علامہ زمخشری و تاریخ طبری و کامل ابن اثیر و مواقف عضدی ـــ)

(۳) کنز العمال مین منقول ہے کہ خالد نے حضرت ابو بکرؓ کو تحریری رپورٹ بہیجی کہ ایک شخص نے ایک لونڈے و طفل سے مثل عورتون کے نکاح کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جملہ صحابہ کو جمع کر کے اپنی لاعلمی اس مسئلہ مین بیان کی۔ علی مرتضےؑ نے فرمایا کہ یہ ایسا گناہ ہے کہ سواے ایک امت کے کسی نے یہ عمل نہین کیا ہے اوس کو آگ مین جلانا چاہئے چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے یہی خالد کو لکہہ بہیجا۔ دیگر علماے اہلسنت نے بہی قبول کیا ہے کہ اس لوطی کو بموجب ارشاد علی مرتضےؑ حضرت ابو بکرؓ نے جلوایا جس سے اون کا جاہل مسئلہ ہونا ثابت ہے۔ (صواقع نصر اللہ کابلی)

(۴) حضرت ابو بکرؓ کلالہ کو نہین سمجہتے تہے اور نہ وہ مسئلہ میراث جدہ کا جانتے

اور یہ لاعلمی اور جاہل مسائل ہونا اون کا ایسا شدید ہے جس پر کوئی غلط پہلو بھی توجیہ کا نہین نکل سکتا اور اسی وجہ سے قبول کیا گیا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک امام کے لئے علم تمامی احکام کا شرط نہیں ہے اخبار کو ڈھونڈ ھکر اجتہاد کر سکتا ہے۔ (دیکھو تحفہ اثنا عشری)

اسمقام پر ہمکو اس اعتقاد اہل سنت پر یہ راے دینے کی ضرورت نہین ہے کہ وہ اعتقاد کیا وقعت رکھتا ہے مگر یہ امر غور طلب ضرور ہے کہ علم ہی باعث فضل و شرف انسان ہے اور جو شخص کہ دوسرے سے سیکھنے کا محتاج ہو نہ اوس کی نسبت علوم پیغمبر کا عالم ہونا قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ اوستاد عالم نبی کا اوسپر لقب موزون ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرت ابو بکرؓ کے ایام خلافت مین راس جالوت (عالم یہود) آیا جمعہ کا دن تھا حضرت ابو بکرؓ مع صحابہ مسجد مین اجلاس فرما رہے تھے۔ اوس نے پوچھا کہ وصی رسولؐ کہان ہین لوگون نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ کیا اور اوس نے اگر اون سے چند سوالات پوچھے جنکو سنکر کبھی آپ معاذ کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی ابن مسعود کی طرف۔ راس جالوت نے جب یہ تماشا دیکھا اپنے ساتھیون سے کہا کہ وصی نبی ایسا نہین ہو سکتا۔

حضرت سلمان فارسی نے کہ جو راس جالوت کے ہمسفر تھے اور عبرانی سمجھتے تھے راس جالوت اور اوس کے ہمراہیون کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اے قوم اوٹھ کھڑے ہو اور ایسے شخص کے پاس چلو کہ اگر اوسکے لئے مسند بچھائی جاوے تو وہ درمیان اہل توریت کے بروے توریت اور اہل انجیل کے بروے انجیل اور اہل زبور کے بروے زبور اور اہل فرقان کے بروے فرقان حکم کرے[1]

[1] دیکھو وزین الفتی (عاصمی)۔

(۶) حضرت ابوبکرؓ عمہ اور خالہ کی میراث کے مسئلہ سے بھی قطعی نابلد تھے اور کہا کرتے تھے کیا اچھا ہوتا اگر مین اس مسئلہ کو پیغمبر خدا سے دریافت کرتا (کنز العمال)

(۷) حضرت ابوبکرؓ قریب زمانہ اپنی وفات کے چند باتون پر افسوس کیا کرتے تھے منجملہ اونکے ایک یہ کہ کاش مین رسول خدا سے پھوپی اور خالہ کی میراث کا مسئلہ پوچھتا (کنز العمال)۔

(۸) امام عبد البر استیعاب مین لکھتے ہین کہ "حضرت ابوبکرؓ کے پاس دادی اور نانی واسطے تصفیہ میراث کے آئین اونہون نے چھٹا حصہ نانی کو دلوا دیا اور عبد الرحمن ابن سہل نے اس حکم خلیفہ صاحب کو تبدیل کرایا" مین کہتا ہون کہ اس موقع پر عبد الرحمن اگر اصلاح نکرتا تو آپنے لوگون کے حق کا میراث مین اتلاف ہی کر دیا تھا۔

(۹) علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفا صفحہ ۶۹۔ اور نیز کنز العمال و ریاض النظرہ اور ازالۃ الخفا وغیرہ مین منقول ہے کہ "جب حضرت ابوبکرؓ کو کوئی حکم کتاب خدا مین نہ ملتا تھا تو دو مردون سے حدیث پوچھتے پھرتے تھے اور اگر حدیث بھی نہین ملتی تھی تو اپنی رائے سے حکم دیتے تھے" جس سے ظاہر ہے کہ رسول کا علم اونکے سینہ مین بہت ہی کم تھا۔

(۱۰) ذخائر العقبیٰ مین حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس چند یہودی آئے اور اونہون نے اون سے اوصاف پیغمبر دریافت کئے جواب مین آپ نے فرمایا کہ اے لوگو بالتحقیق کہ مین پیغمبر کے ساتھ غار مین ایسے تھا جیسے کہ یہ میری دونون اونگلیان اور بالتحقیق کہ مین اون کے ساتھ کوہ حرا پر بھی چڑھ گیا اور اوس وقت میری اونگلی اونکی اونگلی مین تھی۔ یہ سب کچھ تھی مگر اون سے حدیث امر شدید ہے اور یہ علی ابن ابیطالب کا ہی حصہ ہے بس وہ یہودی علی مرتضیٰ کے پاس آئے اور آپ نے اونکو قایل اون کے اطمینان کے جواب دیدئے۔

میرے معزز سائل مخاطب آپنے غور کیا یہ کیا فخر کی بات ہے کہ ظاہری ساتھ تھے

پیغمبر کا آپ کے ممدوح نے کس لطف و خوبی سے ادا کیا ہے لیکن باطنی علم ظاہر کرنے کے بدلے انکو نہاد کہا دیا۔ اور یہ بھی خود مقر ہوگئے کہ علم باطنی جو کچھ ہے وہ علی کو ہے ہمارے پاس کچھ نہین ہے۔

(۱۱) ایسے ہی زین الفتیٰ مین بسلسلہ تفسیر سورہ ہل اتی "ایک یہ بھی روایت نقل کی گئی ہے کہ "جب حضرت ابوبکرؓ یہود کے سوالات کے جوابات سے عاجز آگئے تو یہ کہکر کہ یہ زندیق ہمکو سوال کرتا ہے اوسپر اونہون نے حملہ کا قصد کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے روکا اور کہا کہ اگر تم جواب دے سکتے ہو تو جواب دو ورنہ اوس شخص کے پاس لیجاؤ کہ جو جواب دے چنانچہ اوس یہودی کو علی مرتضیٰ کے پاس لائے اور علی مرتضیٰ اوس واقعہ کو سنکر ہنسے اور آپ نے اوسکو اوسکے ہر سوال کا جواب دینا شروع کیا جس کی وہ تصدیق کرتا جاتا تہا تا آنکہ جواب کامل ملنے کے بعد اوس نے خدا کی وحدانیت پیغمبر کی رسالت اور علی مرتضیٰ کے برحق امامت کی گواہی دی اور مسلمان ہوا اور لوگ اوس وقت علی مرتضیٰ کو "یا مفرج الکرب" کہتے تھے۔ یہانتک مین نے حضرت ابوبکرؓ کا دیگر مسائل مین جاہل ہونا بیان کیا گو وہ مسائل ماخوذ اور مستنبط کئے ہوئے قرآن سے قرار پا سکتے ہین تاہم اب مین یہ دکہلاتا ہون کہ خاص کتاب خدا کے وہ کسقدر عالم تہے۔

(۱۲) اتقان مین علامہ سیوطی نے لکہا ہے "فاما الخلفاء فاکثر من روی عنہ منہم علی ابن ابیطالب والروایت عن الثلاثۃ نزر جداً" جس کا ماحصل یہ ہے کہ منجملہ خلفاء اربعہ کے جو کچھ کہ تفسیر مین روایت ہے وہ علیؑ ہی سے ہے باقی خلفاء ثلثہ سے بہت کم۔ اسکی تائید شاہ عبدالعزیز صاحب بھی فرماتے ہین۔

(۱۳) پہر علامہ موصوف اتقان مین بسلسلہ تفسیر جو کچھ کہ حضرت ابوبکرؓ سے لیا گیا اوسکی تعداد دس تک بہی پہونچنا نہین بتلاتے ہین چنانچہ تاریخ الخلفاء (صفحہ ۲۹) مین صاف اونکی تعداد ۶ آیات بتلائی ہین۔

(۱۴) ہمارے اس زمانہ کے محقق پروفیسر شبلی نعمانی نے بھی کتاب سیرۃ النعمان میں جو کچھ نہایت کم تعداد کہ خلفاے اولین سے منقول قبول کی ہے اوس کی تعداد کی نسبت قزلباش صاحب یوں گیا جب یہ فقرہ لکھا ہے "کہ اون کا شمار اونگلی کے پوروں پر ہوسکتا ہے"

(۱۵) حضرت ابوبکرؓ سے لفظ کلالہ کا جو قرآن میں ہے مطلب پوچھا گیا تو یہ جواب دیا "انی ساقول فیھا برائی فان یکن صوابا فمن اللہ۔ وان یکن خطاء فمنی ومن الشیطان"

حاصل جس کا یہ ہے کہ میں جو جواب دیتا ہوں اگر وہ باصواب ہے تو خدا کی طرف سے ہے اور یا خطا ہے تو وہ میری اور یا شیطان کیطرف سے ہے" (دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۵ طبع لاہور)

یہ ارشاد بھی موید اوسی قول کا ہے جس میں شیطان کا اپنے اوپر مسلط ہونے کا ان بزرگ نے اقرار کیا ہے مگر یہاں اسقدر تجاوز کیا گیا ہے کہ شیطان اور اپنے آپ کو ایک ہی درجہ خطا میں شامل فرمایا ہے۔

(۱۶) علامہ سیوطی اتقان میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ سے جب اس قول خدا کے معنی پوچھے گئے" وفاکھۃ وابا" تو فرمایا کہ کونسا آسمان مجھپر سایہ ڈالیگا اور کونسی زمین مجھکو اوٹھانے گی جبکہ میں خدا کی کتاب میں اپنی راے سے وہ چیز کہ جس کو میں نہیں جانتا ہوں کہوں۔

اب میں حضرت ابوبکرؓ کا جاہل مسائل یا کتاب خدا کا غیر عالم ہونا بقدر ضرورت بطور مختصر دکھلا چکا جس سے اس امر کا کافی ثبوت پیدا ہوسکتا ہے کہ علم کتاب خدا یا یوں کہو کہ علوم نبوت کسقدر اون کے سینہ میں تھا اب میں بطور مختصر حضرت ابوبکرؓ کے اعلیٰ لیاقت والے خلیفہ ثانی کا بھی علم دکھلاتا ہوں۔

علم حضرت عمرؓ

(۱) حضرت عمرؓ نے ایک زن حاملہ کو جس نے زنا کا اقرار کیا تھا رجم کا حکم دیا اور علی مرتضیٰؑ نے اور معاذ نے تنبیہ کی۔ کہ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عاجز آگئیں عورتیں کہ جنیں دوسرا مثل علیؑ یا معاذ کے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر علیؑ یا معاذ نہوتے تو مین ہلاک ہوجاتا۔ (دیکھو فواتح علامہ میبندی و سنن ابی داؤد)

علماے اہل سنت نے اس واقعہ کو اسی طرح سے قبول کیا ہے اور اون کی تحریر اور اقبال سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ "حضرت عمرؓ حمل سے بے علم نہیں تھے" (دیکھو شرح مواقف و کنز العمال و رجال مشکوۃ شیخ عبدالحق و ترجمہ معاذ و سید شریف در شرح فرایض سراجی و ذخائر العقبیٰ)

ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ "وہ عورت اپنے شوہر سے دور پوشیدہ رہی تھی اور جب آئی تھی تو حمل سے تھی اور اوسکو خلیفہ صاحب کے پاس لے گئے تھے اور خلیفہ صاحب کو اونکے حکم کی تعمیل سے جو روکا گیا تو یہ کہکر۔ کہ تمہارا تسلط اس پر ہے تو جو اوس کے شکم مین ہے اوس پر کچھ بھی تسلط نہیں ہے یعنی بچہ کا کیا قصور ہے جو شکم مین ہے۔ اگر اس حمل عورت سے حضرت عمرؓ لا علم ہوتے تو روکنے والے بھی کہتے کہ وہ حاملہ ہے اور خلیفہ صاحب جواب مین یہ فرماتے کہ مجھکو اوسکے حمل کا علم نہ تھا اور مسئلہ مین جانتا ہون" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمل سے وہ لاعلم نہ تھے محض جاہل مسئلہ تھے۔

حضرت عمرؓ کو چاہئے تھا کہ وہ عورت سے پوچھ لیتے آیا وہ حمل سے تو نہیں ہے کیونکہ حمل مانع رجم ہے جیسا کہ صاحب مغنی نے قبول کیا ہے اوس جگہ جہان کہ اونہون نے توجیہہ قول حضرت عمرؓ کی کی ہے کہ اون کا ارادہ اوس قول سے اپنی تقصیر کا دریافت

حامل عورت مین ہے

اور ابن ابی الحدید نے یہ راے دی ہے کہ "عورت سے حمل کا نہ پوچھنا ایک قسم کی خطا ہے"

امام فخر الدین رازی کتاب اربعین مین یہ راے ظاہر کرتے ہین کہ "اگر حضرت عمرؓ کی نسبت یہ گمان کیا جائے گا کہ اونھون نے عورت کو بغیر تفتیش رجم کا حکم دیدیا تھا تو حضرت عمرؓ کو بالتحقیق یہ گمان ہوگا کہ وہ حمل سے نہین ہے لیکن جبکہ اونکو سنگسار کرنے پر تنبیہ کی گئی تو مقتضا اوسکا ہم یہ کہتے ہین کہ عمرؓ خون بہانے مین احتیاط نہین کرتے تھے گویہ امر پہلی بات سے زیادہ بد ہے"

حضرت عمرؓ کا جاہل مسئلہ ہونا اور نفس کشی مین بے احتیاط ہونا اوس روایت سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو بسلسلہ بحث اجماع توضیح مین مذکور ہے اور وہ یہ ہے۔

(۲) "بہ تحقیق حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پٹوایا کہ جسکے رحم مین بچہ تھا جو ساقط ہوگیا پس صحابہ سے مشورہ کیا صحابہ نے یہ راے دی کہ تم پر تاوان نہین ہے۔ لیکن علی مرتضیٰ نے ارشاد فرمایا تمکو ضرور تاوان دینا چاہیے" جیسے کہ حضرت عمرؓ نے حاملہ کو رجم کا حکم دیا تھا ویسے ہی ایک مجنونہ زانیہ کو سنگساری کا حکم دیا تھا کہ علی مرتضیٰ نے روکا اور فرمایا کیا تم نہین جانتے کہ تین شخص مرفوع القلم ہین (۱) ایک سوتا ہوا جب تک کہ بیدار نہو (۲) بچہ جب تک کہ جوان نہو (۳) مجنون جب تک کہ اچھا نہو۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے وہی کلمہ ارشاد فرمایا کہ اگر علی نہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ (دیکھو تواتم بیہقی وسنن ابی داؤد و مقالب امام عبد البر و زین الفتی عاصمی و فصل الخطاب)

اس معاملہ مین یہ بحث نہین ہوسکتی کہ حضرت عمرؓ جاہل حادثہ تھے اور جاہل مسئلہ تھے کیونکہ جب مجنونہ سامنے آئی ہوگی تو اوس کا جنون پوشیدہ نہین رہا ہوگا اور اگر یہ خیال کیا جاوے کہ اوسکی حالت ہر وقت جنون کی نہین رہتی تھی اور عارضہ طور

وہ واقعہ ہوتا تھا تو یہ بھی روایت سے نہیں پایا جاتا کہ کسی ماہر فن طب سے تحقیق کے بعد اپنے حکم کو منسوخ کیا تھا بلکہ یہ ثابت ہے کہ مجبور علم مسئلہ کے اپنے حکم کی تعمیل سے باز رہے سنن ابی داؤد میں یہ بھی مذکور ہے کہ لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد رجم کا حکم دیا تھا اور جب جلاد اسے لئے جاتے تھے اور علی مرتضی راستہ میں ملے اور دریافت پر اونہوں نے کہا کہ یہ اوس قبیلہ کی مجنونہ ہے تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ واپس لیچلو اور حضرت عمرؓ سے اگر وہ کہا جو اوپر مذکور ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اوس قبیلہ کی مشہور مجنونہ تھی اور گرفتار کنندہ اوسکے مجنونہ ہونے سے خبردار تھے۔ اور اس سے بھی حضرت عمر کا جاہل مسئلہ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ جاہل حادثہ۔

(۳) حضرت عمر حد شرب خمر سے بھی جاہل مسئلہ تھے اور لوگوں سے مشورہ کر کے اوسکی حد مقرر کی (دیکھو تبیان الحقائق شرح کنز الدقائق و صحیح مسلم کتاب الحدود)۔

(۴) کنز العرفان اور ازالۃ الخفا میں بروایت حاکم لکھا ہے کہ جب قدامہ نے شراب پی اور اوسپر حضرت عمرؓ نے حد جاری کرنا چاہا تو اوس نے قرآن سے واسطے جاری کرنے حد کے استدلال چاہا اور حجت پیش کی۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اوسکی حجت کا جواب نہیں دے سکے۔ اور وہ آیت یہ ہے لیس علی الذین امنوا و عملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا و امنوا۔ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ اون لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے جو اونہوں نے کچھ گناہ نہیں اوس چیز میں جو اونہوں نے کہائی جس وقت کہ وہ پرہیزگار ہوگئے اور ایمان لائے۔ قدامہ مہاجرین اولین اور بدری تھا لیکن اوسکو ابن عباسؓ یا علی نے جواب دیا اور جب عمرؓ نے حد دریافت کی تو علی مرتضیٰ نے (۸۰) کوڑے بتلائے۔ اس روایت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں بھی زیادہ تصریح کے ساتھ لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ چالیس کوڑے لگوایا کرتے تھے۔

اور بہت

تصریح کے ساتھ اس واقعہ کو حریری صاحب مقامات نے بھی کتاب درۃ الغواص فی اوہام الخواص مین لکھا ہے بہرحال دونون خلفاء ذیشان کی لاعلمی اس مسئلہ سے اونکے علمائے کرام ظاہر کرتے ہین۔

(۵) حضرت عمر مسئلہ دیت املاص (خونبہا سقوط حمل) کا نہین جانتے تھے اور ممبر پر کھڑے ہوکر لوگون سے پوچھا تو حمل ابن مالک نے بتایا جب حضرت عمرؓ نے اپنی سچائی سے ناواقفیت کا اظہار فرمایا اور یہ بھی کہا کہ اگر مجھے یہ مسئلہ معلوم ہوجاتا تو اس کے خلاف حکم دیا کرتا۔ دیکھو کنز العمال ازالۃ الخفا مستدرک حاکم و جمع بین الصحیحین ابو نعیم؎

(۶) حضرت عمرؓ حلے کعبہ (زیورات) کعبہ اور اوس کا مال ومتاع لیکر خرچ کرنا چاہتے تھے اور اوس کے عدم جواز کے مسئلہ سے ناواقف تھے مگر علی مرتضےٰؑ نے بتلایا۔ (دیکھو کتاب ربیع الابرار علامہ زمخشری و عرف الوردی علامہ سیوطی و صحیح بخاری باب کسوت الکعبہ)

(۷) ایک روز ایک عورت حضرت عمرؓ کے اجلاس مین اس جرم مین پیش ہوئی کہ اوسکا حمل چھہ ماہ مین وضع ہوا تھا حضرت عمرؓ نے سنگساری کی سزا کا حکم دیا۔ پھر اس معاملہ کی علی مرتضےٰؑ کو اطلاع دی گئی آپ نے ممانعت کی کہ ہرگز سنگسار نہ کیجاوے جب علی مرتضےٰؑ پہونچے تو آپ نے حضرت عمرؓ کے دریافت پر اول یہ آیت پڑھی ۔ ”والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین“ اور پھر دوسری آیت حملہ وفصالہ ثلثون شہرا“ پڑھی اور فرمایا کہ چھہ ماہ مدت حمل قرار پاتی ہے۔ (دیکھو تفسیر نیشاپوری) اگر علی مرتضےٰ سے یہ معاملہ رجوع نہ کیا جاتا تو ناحق وہ عورت سنگسار کیجاتی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو خود بھی اپنے حکم پر اطمینان نہ تھا جب ہی علی مرتضیٰ کو

خبر پہونچائی گئی ہر صورت سے اونکا جاہل مسئلہ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

(۸) ایک روز حضرت عمرؓ نے حضار سے دریافت کیا کہ غلام کتنے نکاح کر سکتا ہے سب خاموش رہے علی مرتضےٰ ایک چادر اوڑہے بیٹھے تھے بالخصوص اون سے دریافت کیا کہ اے صاحب معافری (ردا) آپ سے دریافت کرتا ہون بتلائیے آپنے فرمایا کہ دو نکاح کر سکتا ہے (دیکھو ریاض النضرہ و مناقب خطب خوارزم)

(۹) ایک مرتبہ کچھ مال حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہو گیا تہا اوسکو تقسیم کیا اور کسی قدر باقی رہا چونکہ مال تقسیمی تہا حضرت عمرؓ نے لوگون سے پوچھا کہ اس مال کا کیا کیا جاوے سب نے کہا کہ بدستور جمع رہنے اور ضرورت کے وقت کام آوے ۔ علی مرتضےٰ خاموش بیٹھے رہے جب خلافت مآب نے علی مرتضےٰ سے کہا کہ آپ نے اس مسئلہ مین کچھ ارشاد نہین کیا ۔ فرمایا کہ مجھسے اگر پوچھتے ہو تو جو مال تقسیمی ہے وہ تقسیم ہونا چاہیے حبس نہین کرنا چاہیے چنانچہ تقسیم کیا گیا ۔ (دیکھو کنز العمال و ذخائر العقبیٰ)

(۱۰) کنز العمال مین ایک عجب یہ واقعہ لکہا ہے کہ ”ایک روز حضرت عمرؓ نے لوگون سے یہ ظاہر کیا کہ میری کنیز میرے سامنے سے گذری اور مین نے اوسے نظر شوق سے دیکہا اور فوراً منبخ ہو گیا حالانکہ مین صائم تہا ۔ سب نے سُنکر اس امر مین فتویٰ دینا ایک امر عظیم جانا ۔ علی مرتضےٰ سُنتے رہتے اور مسئلہ نہین بتلایا مگر جبکہ حضرت عمرؓ نے بالتخصیص اون سے دریافت کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ تمنے جماع ایسی عورت سے کیا ہے جو تمپر حلال ہے مگر حالت صوم مین یہ حرکت ناواجب اور مبطل صوم ہو گئی چاہیے کہ روزہ اور رکہو “

(۱۱) محمد ابن زبیر سے مروی ہے کہ ”مین نے مسجد دمشق مین ایک مرد معمر خمیدہ کمر کو دیکہا دریافت پر معلوم ہوا کہ غزوہ یرموک مین شریک جنگ تہا اوس سے کوئی حدیث بیان کرنے کی استدعا کی گئی ۔ اوس نے حالت احرام مین شتر مرغ کے انڈے

شکست ہوجانا بیان کرکے کہا کہ جب ہم واپس آئے اور حضرت عمرؓ سے مناسک حج بیان کئے وہ ہمکو لیکر پیغمبر خدا کے حجرہ مین آئے دق الباب کیا اور حضرت عمرؓ نے علی مرتضیٰ کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ کسی نخلستان مین ہین خلیفہ صاحب ہمکو ساتھ لئے ہوئے علیؑ مرتضیٰ کے پاس نہ مین پہونچے اور اون سے صورت مسئلہ بیان کی علی مرتضےؑ نے فرمایا کہ جس قدر انڈے ٹوٹے ہون اوسی قدر اونٹون کے بچے ہدی کرکے بھیجدو یہ سنکر حضرت عمرؓ بولے کہ الٰہی کوئی وقت مجھپر ایسا نکرنا کہ ابوالحسنؑ میرے پاس نہون۔ (دیکھو ذخائر العقبیٰ وکنز العمال تاریخ ابن عساکر)

(۱۲) ایک مرتبہ ایک چور گرفتار ہوا جو سزا یافتہ سابق کا تہا یعنی اوس کا ایک پیر اور ایک ہاتھہ کٹا ہوا تہا حضرت عمرؓ نے اوس کے دوسرے پیر کے کاٹے جانے کا بہی حکم دیا لیکن علی مرتضےؑ نے سورہ مائدہ کی ایک آیت پڑہکر اوس حکم کو منسوخ کرایا اور قید کی سزا دیگئی (کنز العمال)

(۱۳) ایک روز حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ زید ابن ثابت اپنی رائے سے غسل جنابت کے فتوے دیتے ہیں زید بلائے گئے خلیفہ صاحب نے اونکو حد دیے نفس کنکی تہدید کے جواب مین اونہونے کہا کہ مین نے اپنے مسلمان بہائیون سے ایک مسئلہ سُنا تہا اوسی کو بیان کیا ہے اور دریافت پر جسکی زبانی وہ مسئلہ سُنا تہا اون کے نام بہی بتلائے منجملہ اون کے ایک بزرگوار رفاعہ اوس مجلس مین موجود تہے حضرت عمرؓ اونکی طرف متوجہ ہوئے تو اونہون نے کہا کہ ہان ہمسے جب کبہی زمان آنحضرت مین اتفاق جماع کرنے کا ہوتا تہا اور منزل نہوتا تہا تو غسل نہین کرتا تہا نہ خدا کی طرف سے کوئی ممانعت آئی اور نہ رسول کی طرف سے اور یہ مجکو معلوم نہین کہ پیغمبر خدا اوس سے واقف تہے یا نہین حضرت عمرؓ نے مہاجر وانصار کو جمع کرکے صورت مسئلہ بیان کی سب نے یہ رزولیوشن پاس کیا کہ اگر فارغ نہو تو غسل جنابت واجب نہین

لیکن علی مرتضیٰ نے اس سے اختلاف کر کے یہ فرمایا کہ قطع نظر اس کے کہ شخص خارج ہو یا نہو لیکن بعد دخول غسل واجب ہوگا۔ معاذ نے اسکی تائید کی اور یہی پاس ہوا۔ (دیکھو کنز العمال وکذا فی جمع الجوامع)۔

(۱۴) ریاض النضرہ مین لکھا ہے کہ "اذینہ عبدی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ عمرہ کہان سے کیا جاوے" جسکے جواب مین وہ ساکت رہے اور اوسکو علی مرتضیٰ کے پاس لائے اور آپ نے سائل کا جواب دیا۔

(۱۵) حضرت عمرؓ کو جو سورے کہ نماز عیدین مین پڑھے جاتے ہین وہ معلوم نہ تھے ابو واقد لیثی نے بتلائے۔ (دیکھو صحیح مسلم باب ما یقرؤ فی صلوٰۃ العید)۔

(۱۶) حضرت عمرؓ کو تشکیکات نماز مین جاہل مسئلہ تھے عبد الرحمن ابن عوف نے بتلایا۔ (دیکھو ازالۃ الخفا باب فقہیات عمرؓ)

واضح ہو کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا مین یہ صاف رائے دی ہے کہ اور بہت سی ایسی صورتین ہین کہ جنکا انحصار نہین ہو سکتا یعنی جنمین حضرت عمرؓ سے خطا اور غلطی ہوئی اور دوسرون نے اونکو متنبہ کیا۔

ان واقعات پر ہمارے نامی رسالہ روشنی کے ضمیمہ جلد سال اول مین یہ آ چکا ہے کہ "ایسے مسائل اکثر کتاب کنز العمال۔ اور کتاب الروض الانف اور سنن ابی داؤد اور کتاب زاد المعاد ابن القیم اور ذخائر العقبیٰ۔ اور استیعاب امام عبد البر۔ وازالۃ الخفا و ریاض النضرہ۔ و مودۃ القربیٰ۔ و تفسیر درمنثور سیوطی۔ و جذب القلوب۔ و تاریخ ابن خلکان۔ و تاریخ یافعی۔ و قرۃ العینین مولفہ شاہ ولی اللہ۔ و تفسیر کبیر امام رازی۔ و شرح مختصر الاصول اور شرح موطا ملا علی قاری اور دیگر معتبر اہل سنت سے کہ جنکی لسٹ سے بھی طول ہوا جاتا ہے دستیاب ہو سکتے ہین جنکا تعلق میراث اور تقسیم اور صدقہ رق اور طلاق اور طہارت اور ہر قسم کے مسائل فقہ سے ہے۔" ایسی روایات ایک اعلیٰ درجہ

کی لاعلمی اور ناواقفیت اور جاہل مسئلہ ہونا محمد وحین مسائل کا بخوبی ظاہر کرتے ہین۔

اسکے بعد مجھے زیادہ حضرت عمرؓ کے جاہل مسائل ہونے کا اظہار غیر ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ انہین بزرگ نے پیغمبر خدا کو وقت وفات کتابت نہین لکھنے دی اور فرمایا کہ ہمکو کتاب خدا کافی ہے[۱]

تو صرف مین چند واقعات اور لکہتا ہون کہ جن کا تعلق کتاب خدا سے ہے اور اوس سے معلوم ہوگا کہ کس قدر کتاب خدا کے وہ عالم تھے یا کس قدر اون مین قابلیت کتاب خدا کے عالم ہونے کی تہی۔

صاحب زین الفتیٰ عاصمی نے ابو طفیل سے ایک طولانی روایت نقل کی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ "ہم چند شخص عہد خلافت دوم مین خلیفہ صاحب کے پاس بیٹھے تہے کہ ایک یہودی نے آکر کہا کہ مین اولاد ہارون سے ہون تم مین کون ایسا شخص ہے جو تمہارے نبی کی کتاب سے کماحقہ علم رکہتا ہو حضرت عمرؓ نے علی ابن ابیطالب کی طرف اشارہ کیا چنانچہ جو کچہ اوسنے سوالات علی مرتضےٰؑ سے کئے آپ نے جواب دیا اور وہ فی الفور مسلمان ہوگیا۔"

جیسے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اقرار کیا تہا کہ مین علوم نبوت کو کچہہ نہین جانتا ایسے ہی اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کا یہ اقرار شایہ کرنا چاہئے کہ علوم نبوت علیؑ کے سینہ مین ہے۔

(۱۷) ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مین حمد کو تو سمجھتا ہون کہ ایک دوسرے کی حمد کیا کرتا ہے اور لا الہ الا اللہ کو بہی سمجھتا ہون اسلئے کہ سوائے خدائے واحد کے مین نے اور خدا اون کی بہی پرستش کی ہے۔۔ اور اللہ واکبر کو بہی مین سمجھتا ہون اس واسطے کہ مین نماز مین تکبیر کہتا ہون مگر سبحان اللہ[۲] کو مین نہین جانتا چنانچہ علی مرتضےٰ نے اونکو بتلایا۔ (دیکہو ازالۃ الخفا وکنز العمال)۔

---

[۱] صحیح بخاری صفحہ ۶۴۸ مطبوعہ دہلی۔ [۲] سبحان اللہ

(۱۸) حضرت عمرؓ تمد کے بھی معنی نہیں جانتے تھے اوسکو بھی علی مرتضیٰؑ نے بتلایا۔ (دیکھو تفسیر در منثور سیوطی در تفسیر سورہ تمد روایت ابو حاتم)۔

ایسے ہی "او یاخذہم علی تخوف" مین "تخوف" کے معنی نہین جانتے تھے بنی ہذیل کے ایک پیر مرد نے بتلائے تھے۔ (دیکھو تفسیر کشاف علامہ زمخشری و رسالہ الہم الموبح فی قلب المعترض مولفہ علامہ محب الدین بن تقی الدین حنفی)۔

(۱۹) سورہ رعد پارہ ۱۳۔ رکوع نہم مین جو "عدن" کا لفظ آیا ہے اوسکے معنی بھی خلیفہ صاحب نہین جانتے تھے اور بڑی دل لگی کی بات ہے کہ کعب الاحبار ایک یہودی نے بتلایا کہ وہ ایک قصر ہے جنت مین کہ جس مین نبی اور صدیق اور شہید کے علاوہ دوسرا داخل نہ ہوگا۔ (دیکھو در منثور سیوطی در ازالۃ الخفا)۔

اِس سے پایا جاتا ہے کہ عدن کے معنی بتلانے مین آپ کا ایک یہودی معلم تھا۔

(۲۰) حضرت عمرؓ آیت "ماجعل علیکم فی الدین من حرج" مین لفظ الحرج اسکے معنی نہین جانتے تھے۔ ایک شخص قبیلہ بنی مدلج نے بتلایا کہ اسکے معنی ضیق کے ہین۔ (دیکھو ازالۃ الخفا)

(۲۱) "فاکہۃ و ابا" مین لفظ ابا کے معنی مثل حضرت ابوبکرؓ کے حضرت عمرؓ بھی نہین جانتے تھے (دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری نقل از عبد بن حمید و تفسیر در منثور سیوطی)۔

اب مین صرف سورہ الحمد کے معہ بسم اللہ کی تفسیر کا ذکر کرتا ہون جس کو صاحب زین الفتی عاصمی نے بروایت زید ابن اسلم لکھا ہے یہ ایک طولانی روایت ہے لیکن مین اوسکو بقدر مطلب لکھونگا تاکہ حضرت عمرؓ کا کتاب اللہ کا عالم ہونا ظاہر ہو جاوے۔

حارث ابن سنان اسدی جب اسلام سے عہد خلافت حضرت عمرؓ مین انحراف

کر کے قیصر روم کے پاس چلا گیا اور مذہب عیسائی قبول کر لیا۔ اسلام مین یہی وہ اول شخص ہے جو علانیہ عیسائی ہوا ہے اور جس نے صحابی کلمہ عدول کے خوب معنی دکھلا دیے ہین۔ قیصر نے اون تین سو قیدیون کو جو بسلسلۂ جنگ روتہ الکبری مقید تھے بلا کر حارث کا جاہ و حشم دکھلایا تاکہ وہ بھی مذہب اسلام ترک کر دین لیکن اونھون نے ترک نہین کیا۔ چنانچہ حسب مشورہ درباریون کے چند سوالات مرتب کئے گئے تاکہ سفیر لیکر جاوے اور خود بادشاہ اسلام کو بھی دیکھتا آوے اور جواب بھی لاوے۔ چنانچہ سفیر روانہ ہوا اور حضرت عمرؓ سے مدینہ آکر ملا۔ خط دیا جسے دیکھکر وہ رونے لگے "راوی کہتا ہے چونکہ اوس خط مین حارث کے عیسائی ہو جانے کی بھی خبر درج تھی یہ باعث گریہ ہوا لیکن مین اس تعبیر گریہ سے متفق نہین ہون جیسا کہ آئندہ روایت سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے روز مہاجرو انصار جمع کئے گئے اور سبکو وہ خط سنایا گیا۔ اور لوگ بھی رونے لگے لیکن علی مرتضیٰ نے گریہ نہین فرمایا بلکہ آپ نے تبسم فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے دوات قلم منگوایا اور علی مرتضیٰ سے استدعا کی کہ آپ ہی اس خط کا جواب معہ سوالون کے جواب کے لکھیے چنانچہ آپ نے جواب خط لکھا۔ مین بنظر طوالت مضمون خط اور سوالون کو نہین لکھتا اور صرف جواب خط لکھتا ہون اوسی سے سوالات کا مفہوم ہوگا۔

من جانب بندہ خدا عمر بن الخطاب بنام قیصر روم۔ کیمپ مدینہ۔

تمہارا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کے یہ معنی ہین کہ اسکا نام ہر بیماری کی شفا ہے اور ہر دوا کی تاثیر مین مددگار ہے۔ رحمن خدا کا وہ نام ہے کہ سوائے خدا کے دوسرے کا نام نہین ہو سکتا۔ رحیم کے معنی یہ ہین کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو خدا اوسپر رحم کرتا ہے۔

الحمد للہ الخ الآیۃ۔ سے یہ مراد ہے کہ جو نعمتین خدا نے بندون کو دی ہین اوسکی وجہ سے خدا نے اپنی آپ مدح فرمائی ہے۔

مالک یوم الدین الخ سے یہ مراد ہے کہ خداوند کریم روز قیامت کو مالک ہو گا جو لوگ دنیا مین اوسپر شک کرتے ہین یا اوس کے ساتھ شرک کرتے ہین اُنہین دوزخ مین داخل کریگا اور جو مومن مطیع ہین اونہین داخل جنت کریگا۔

"ایاک نعبد" سے یہ مراد ہے کہ ہم لوگ اوسکی عبادت کرتے ہین اور اوسکے ساتھ شرک نہین کرتے اور جو ہمارے سوا لوگ ہین وہ اگرچہ عبادت تو کرتے ہین مگر اوسکے ساتھ شرک بھی کرتے ہین۔

"ایاک نستعین" سے یہ مراد ہے کہ ہم شیطان پر فتح یاب ہونے کے لئے اوس سے مدد مانگتے ہین کہ وہ تمہاری طرح ہمکو بھی گمراہ نہ کردے ایسی گمراہی کہ جیسے تم جانتے ہو کہ ہم ہدایت پر ہین (جہل مرکب)۔

"اہدنا الصراط" سے یہ مراد ہے کہ وہ راہ صاف جنت کی طرف ہے کہ جو لوگ اس دنیا مین اعمال نیک کرتے ہین وہ اونہین جنت تک پہونچا دیتی ہے پس ہم اوس عمل نیک کی توفیق کا سوال کرتے ہین "انعمت الخ" وہ نعمت مراد ہے جو کہ پیشتر خدا نے انبیا اور صالحین کو عنایت کی تھی پس ہماری دعا خدا سے اونہین نعمتون کے عنایت کرنیکی ہے "غیر المغضوب" سے مراد یہودی ہین جنہون نے نعمت خدا کو کفر سے بدل دیا اور خدا اون پر غضبناک ہوا اور اونکو مسخ کر دیا۔ خدا سے ہم اوس غضب سے بچنے کی دعا کرتے رہتے ہین۔

"ولا الضالین" سے مراد تم ہو کہ دین عیسےٰ علیہ السلام چھوڑ دیا ہے اور اونکو اور اونکی مان کو ملا کر خدا کہا لہٰذا ہماری خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ ہمکو ایسی گمراہی سے بچاوے سفیر ان جوابات کو لیکر روم پہونچا اور قیصر نے اُن تینون کو چھوڑ دیا۔

ان تمام روایات سے جو کتب معتبرہ اہل سنت سے لکھی گئی ہین یہ امر قابل اطمینان کے ثابت ہو گیا کہ اون دونون بزرگوارون کے سینہ مین کچھ علم پیغمبر کا نہین تھا اور

جس کے سینہ مین علوم باطنی پیغمبرؐ کے تہے اوسکو بہی خود ان بزرگوار دن نے بتلا دیا اور وہی تجربہ سے بہی ثابت ہوا کہ جانشین پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے علوم کا وارث یہی ہے -

اب حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ اور اون کے نامی گرامی اعلےٰ درجہ کی لیاقت والے جانشین حضرت عمرؓ کے علوم کی حقیقت دکہلانے کے بعد مین بوجہ طوالت کے حضرت عثمانؓ کی بابت کچہ لکہنا نہین چاہتا کہ جن مین علوم پیغمبرؐ کے حاصل ہونے کا کسی کتاب سے پتہ بہی نہین چلتا اور سب ساکت ہین اور کسی عالم اور مورخ کو اِس امر سے انکار کرنا نہایت ہی مشکل امر ہوگا اونسے کسقدر دین مین احداث واقع ہوا -

مجکو اِن تمام روایات اور علمائے آرا پر کسی خاص رائے دینے کی ضرورت نہین ہے وہ اِس قدر صاف و صریح ہین کہ جن سے ہر شخص بخوبی یہ نتیجہ نکال سکے گا کہ ایسے افعال و کردار اور اجہل مسائل کی نسبت وہ دعوے جو اونہین پیغمبرؐ کے فیض صحبت سے قبول کیا گیا ہے خود پیغمبرؐ پر الزام عاید کرنے والا ہے اور جس حالت مین کہ خود یہ حضرات اِس بات کے مقر ہوگئے کہ علم نبوت ہمارے پاس نہین ہے اور علی مرتضےٰؑ کے پاس ہے تو مین نہین جانتا کہ ذی علم سائل نے اونہین علوم نبوت کو قبول کرکے کیون اپنے پیشوا اونکو یا اونکے اقوال کو جہٹلایا ہے "مدعی سست گواہ چست" اسی کو کہتے ہین -

اور درحقیقت اون مین علوم پیغمبرؐ کے نہ ہونے کا ایک اور سبب یہ بہی ہے کہ وہ گو پیغمبرؐ کی خدمت مین حاضر رہتے تہے لیکن چونکہ اونکی حاضری دوسری نیت سے ہوتی تہی کہ جس نیت کا پتہ مواقع جنگہائے شدید سے اون کا محفوظ رہنا (خواہ وہ محفوظی گریز موقع جنگ سے متعلق ہو خواہ کسی سے مقابلہ نہ کرنے سے) دے رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ علم پیغمبرؐ حاصل کرنے پر کان نہین دہرتے تہے اور جس مطلب کے آشنا تہے اوسکو اونہون نے اپنی مدبرانہ تدبیر سے بعد پیغمبرؐ جیسا کہ مین لکہہ چکا ہون فوراً حاصل کرلیا - اب مین دو روایات اور لکہتا ہون کہ جس سے پوری تائید اِس امر کی ہوگی کہ اونکو

کوئی تعلق علم پیغمبر سے نہیں ہو سکتا۔

کنز العمال میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مصحف کسی لڑکے کے پاس دیکھا کہ اوس مین یہ آیت تھی "النبی اولے بالمومنین من انفسہم وہو ابوہم" آپ نے اوس سے فرمایا کہ یہ ان لڑکے اسے حک کردو۔ اوس نے کہا واللہ مین کبھی نہ کرونگا۔ مین نے اسے ابی بن کعب کے مصحف سے لیا ہے "یہ سُنکر حضرت ممدوح معہ اوس لڑکے کے ابی کے پاس آئے اور جب اوس نے یہ واقعہ سُن لیا تو طنزاً کہا کہ عہد رسولؐ مین ۔ مین قرآن کے حاصل کرنے مین رہتا تھا اور تمہارا شغل بازارون مین خرید و فروخت کا تھا اوس وقت مین تم اپنی ردا اپنی گردن پر رکھے ہوئے دروازہ زین العجم پر پیش کرتے تھے۔

اس سخت جواب کو سُنکر آپ فرمانے لگے کہ بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اور کتاب شوکت عمریہ مین اس واقعہ کی تائید کے بعد یہ قول حضرت عمرؓ بھی لکھا ہے کہ "واللہ قد انزلہا اللہ علی جبریلؑ فانزل جبریلؑ علے محمد صلعم فلم یستامر فیہا الخطاب و ابنہ" جس کا حاصل یہ ہوا کہ خدا نے جبریلؑ پر جبریلؑ نے انحضرت پر قرآن نازل کیا خطاب اور اون کے بیٹے سے کچھ مشورہ نہ لیا"

دوسری روایت

بخاری مین ابوہریرہ سے منقول ہے کہ ہمارے بھائی مہاجرین بازارون کے کاروبار مین رہا کرتے تھے اور ہمارے بھائی انصار اپنے کامون مین لیکن مین (ابو ہریرہ راوی) رسولؐ خدا کے ساتھ رہتا تھا اور اون سے علم حاصل کیا کرتا تھا" اسپر صاحب صحیح یہ راے دیتے ہین کہ "یہی وجہ ہے کہ اون سے روایات زیادہ لکھی گئی ہین"

ہماری راے مین اگر حضرت ابوہریرہ کے اوستاد عالم بننے یا علوم پیغمبر کے

عالم ہونے کا دعویٰ کیا جاتا کہ جن سے درحقیقت بے انتہا احادیث پیغمبر کتب اہل سُنت
مین مروی ہوئی ہین تو بمقابلہ اصحاب ثلثہ کے اونپر یہ فخر بہت موزون ہوتا"

اب ذیعلم سائل صاحب فرمائین کہ جن آپ کے تین ممدوحین خلفار سے احادیث
پیغمبر یا تفسیر آیات اسی قدر ہون کہ جن کے شمار سے تین اونگلی کی پورین بہی پُر نہون ـ یا
جو معمولی مسائل حتےٰ کہ شکیات نماز اور حمد و سبحان اللہ کو بہی نہ پہچانتے ہون یہ بہی نہ معلوم کہ حالت صوم
مین مباشرت مبطل صوم ہے جو یہ بہی نہ جانتے ہون کہ مجنون مرفوع القلم ہے جو یہ بہی نہ جانتے
ہون کہ حاملہ پر حد رجم جاری نہین ہو سکتی تو کیا اون کی نسبت یہ دعوےٰ کہ وہ وہی لوگ
عالم علوم نبوت تہے وہی لوگ اوستاد عالم تہے اونہون نے اخلاق و ملکات کا تجلیہ کیا
تہا وہی لوگ اوصاف و اخلاق حسنہ کے ساتہہ متصف اور صفات ذمیمہ اور خواہشات
نفسانی سے پاک و صاف سمجہے جاتے ہین "قابل شرم نہین ہے ـ ؟

ذیعلم سائل نے اس اپنے دعوی مین اپنے ممدوحین کے اخلاق پر بہی اشارہ کیا ہے
اگرچہ اخلاق ایک ایسی چیز ہے کہ اوس کا نشان انسان کے ہر فعل عمل سے مل سکتا
ہے اور جس قدر کہ ہمنے اب تک ذی علم سائل کے دیگر دعوون کی حقیقت دکہلائی ہے یا آئندہ
دکہلائین گے

ذیعلم سائل اوس سے اپنے ممدوحین مین اخلاق حسنہ کو تلاش کر سکتے ہین اوسکے
واسطے ہمکو ضرورت نہ تہا کہ خاص طور پر اس مقام پر بعض اون کے اخلاق کے کارنامے
اس کتاب کے پڑہنے والون یا بالخصوص ذیعلم سائل کے روبرو پیش کرتے لیکن ذیعلم
سائل چونکہ اہل سُنت کے ہر کسی اعتراض پر گو وہ کسی پایہ کا ہو شیعون کے سکوت
اور خاموشی سے نتیجہ شیعون کے عجز کا نکالنے پر مستعد ہو جاتے ہین اس واسطے ہمکو
ہر واقعہ کی حقیقت دکہلانے کی ضرورت ہوتی ہے ـ

اسمین کچہ شک نہین ہے کہ دنیا مین سب سے سچا مذہب وہ ہے جو اخلاق کی

تعلیم کیے اور اس مین بھی کچھ شک نہین ہے کہ اخلاق کی تعلیم علم سے ہوتی ہے۔ لیکن جب انسان اپنے زمانہ کے موافق علم حاصل کر چکتا ہے تب وہ اخیر مین اخلاق بد اخلاقی کو سمجھ سکتا ہے کہ وہ کیا ہے اور اوسی وقت انسان اپنے آپ کو اخلاق سے آراستہ کر سکتا ہے لیکن مذہب اسلام اور اوس کے بانی نے اخلاقِ حسنہ کو شروع سے تعلیم دیا ہے۔

ہمنے اس دعوے مین بہ سلسلۂ علم خلفا یہ امر قابل اطمینان کے نظائر سے ثابت کر دیا ہے کہ ان بزرگوارون کے قلوب نے تعلیم پیغمبر سے حقیقی اخلاق کا حصہ کچھ نہین لیا ہے اور جس حالت مین کہ علم ہی باعث فضل و شرف انسان ہے اور جو ان بزرگوارون کو حاصل نہ تھا تب یہ کیسے باور ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوارون مین علم اخلاق پیغمبر سے قابلیت اخذ کی تھی۔

اس مقام پر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین ایک مسئلۂ علم اخلاق کو بیان کر دون جو ذیلم سائل کے لئے خالی از فائدہ شاید نہو۔ گو یہ میری غلطی ہے کہ اوسکو مین نے علم سائل کے سامنے بیان کرتا ہون۔ کیونکہ حکماء کا قول ہے کہ ”علم کی بات نا اہل سے کہنا علم کا ضائع کرنا ہے کہ وہ اوسکو بوجہ اپنی کم فہمی یا نا اہلی کے سمجھ نہ سکیگا اور اوس کا اوسے نہ سمجھنا علم کا ضائع کرنا ہے“ انتہیٰ

حکیم شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب عوارف مین اسی کی تائید اس شعر سے کرتے ہین۔

ومن منح الجہال علماً اضاعہ	ومن منع المستوجبین فقد ظلم

مجھے ایسی رائے کے پیش کرنے کی جرأت ذیلم سائل کی اوس بد اخلاقی نے دی ہے جو اوہون نے اپنے سوال مین چند جگہ نسبت شیعون کے نا ملائم الفاظ استعمال فرمائے ہین جو خلاف اخلاق ہین مثلاً ”سادہ لوح۔ حنافق۔ رافضی“

دیکھو رسالہ روشنی بابت اکتوبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۲۴ و ۲۵

اور یہ بات ہمکو کیا ثابت کرتی ہے ؟ ذیعلم سائل کا قطعی اخلاق سے بے بہرہ ہونا
اور بدین وجہ ہمارا یہ خیال صحیح ہے کہ کسی مسئلہ اخلاق کو ذی علم سائل کے سامنے پیش کرنا
ہماری غلطی ہے ۔

لیکن سلسلہ مضمون کا محرک ہے کہ اوس کے سلسلہ کو تشنہ نہ چھوڑا جاوے لہذا
ہمین اوس مسئلہ اخلاق کو بیان اور ظاہر کرکے امید کرنا چاہیے کہ ذیعلم سائل اوس سے
فائدہ اوٹھانے کی کوشش کرینگے ۔

ہمکو قطعی اس امر کا یقین ہے کہ ذی علم سائل نے کوئی کتاب علم اخلاق مین مطالعہ نہین
کی ہے اگر وہ کتاب طہارت ابو علی سکویہ اور اخلاق ناصری یا اخلاق جلالی کو بھی ملاحظہ فرماتے
تو اونکو اخلاق مین سب سے پہلے ایک یہ بحث بھی ملتی کہ اخلاق کا تعلق ذاتیات سے
ہے یا عرضیات سے ۔

ایک بڑا گروہ حکماء کا اس بات کا قائل ہوا ہے کہ اوس کا تعلق ذاتیات سے ہے
اور ایک گروہ اس کے برخلاف عرضیات کا قائل ہے ۔ اور اپنی اپنی آرا کی تائید مین
مدلل مبحث کئے ہین جو کتب مین درج ہین ۔

اس مقام پر مجھے اس امر کی تحقیق نہین کرنا ہو کہ کس قول کو ترجیح دیجاوے بلکہ مین
دونون صورتون کو اس مقام پر تسلیم کرتا ہون ۔ یعنی ذاتیات کو بھی جس کا مقصود یہ ہو
کہ جو چیز کسی کے رگ و پے مین مثل ذات کے داخل ہے اوسکو تعلیم و تربیت سے کچھہ نفع
نہین پہونچ سکتا اور عرضیات کو بھی جسپر تعلیم و تربیت اپنا مفید اثر ڈال سکتی ہو ۔

یہان مین پہلی شق کو تو چھوڑتا ہون اور دوسری شق کو پیش نظر رکھکر بطور مختصر
چند اخلاق ممدوحین سائل کے اس جگہہ بیان کرتا ہون تاکہ معلوم ہو کہ تعلیم پیغمبر سے کسقدر
ان بزرگوارون نے علم اخلاق مین حصہ پایا تھا ۔

لیکن قبل اوسکے ذرا ایک نظر عرب کی حالت جہالت پر ڈالنا چاہیئے اور یہ بھی

سمجھنا چاہیے کہ ممدوحین سائل کی عمر کا بڑا حصہ کس حالت مین گذرا ہے اور ظاہر جب
وہ اسلام لائے ہین تو اون کی عمرین کیا تہین اور اسی کے ساتہ اوس مثل کو بہی یاد
کرنا چاہیے جو اُردو کے محاورہ مین بوڑہے طوطون کے لئے استعمال کیجاتی ہے۔اور
اسکے بعد واقعات ذیل پر نظر کرنا چاہیے۔

اخلاق حضرت ابو بکرؓ

تاریخ الخلفا (مطبوعہ کلکتہ) مین ایک فصل ہے۔ اِس ہیڈنگ سے
"فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ وحدہٗ" اوسمین حضرت
ابوبکرؓ کی نسبت علامہ سیوطی باسنادہ یہ تحقیق کرتے ہین "کان ابوبکر سبّاباً"
"سب" کے معنی لغت مین "دشنام دادن" کے لکھے ہین جس لفظ کی
کہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت تحقیق کی گئی ہے وہ لفظ مبالغہ کا صیغہ ہے۔جس کے یہ معنی
ہمارے محاورہ مین ہوتے ہین کہ یہ بزرگوار شیخ اول۔اول درجہ کے فحاش سے تہے۔
چنانچہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل مین لکھا ہے کہ جب جیش اسامہ پر حضرت ابوبکرؓ نے
اپنی شروع خلافت مین ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے مصلحتاً ممانعت کی اسپر حضرت ابوبکرؓ
کو غصہ آیا اور حضرت عمرؓ کی داڑھی کسوٹ لی اور ناملائم کہا۔ابن اثیر کے الفاظ یہ ہین۔
"واخذ بلحیۃ عمر وقال ثکلتک امک یا ابن الخطاب[1]"
یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کے سبّاب ہونے کا موید ہے اور ہرگز کتب اخلاق اور اُسکے
مسائل ایسے فحش کہنے والون کی پاسداری نہین کرسکتے۔

اور پہر تاریخ الخلفا کے ایک دوسرے مقام پر "فصل فی ماروی عن الصدیق
من الاثار" مین حضرت ابوبکرؓ کی نسبت علامہ سیوطی نے یہ تحقیق کیا ہے "قال لما
قدم اہل الیمن زمان ابی بکر وسمعوا القرآن جعلوا یبکون۔ فقال ابوبکر ہٰکذا کنا ثم قست
القلوب"

[1] کامل صفحہ ۱۳۹ جلد ثانی مطبوعہ مصر۔

جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب اہل یمن زمانۂ حضرت ابو بکرؓ مین آئے اور اونھون نے
قرآن سُنا تو وہ سب لوگ رونے لگے اون کا گریہ دیکھکر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ
بھی پہلے (ابتدائے اسلام سے مراد ہے) ایسے ہی تھے لیکن اب ہم لوگ قسی القلب
ہوگئے ہین ؎

گو ذی علم سائل کو شاید اس مقام پر حضرت صدیقؓ کی یہ سچائی اور انکے حالت شغف قبول
کرنے پر فریفتہ کرے لیکن کچھ ہی ہو کتب اخلاق ہرگز ایسے قسی القلب لوگون کی مذمت
سے معرہ ہین۔ کتب اخلاق ہی نہین بلکہ کتب احادیث بھی بلکہ قرآن بھی جس کی تائید
کے سیلئے ایک یہی آیت سند لائی جاسکتی ہے ’’انما المومنون الذین اذا تلیت آیات اللہ
وجلت قلوبہم‘‘

اس مقام پر ذی علم سائل کو حضرت ابو بکرؓ کا وہ پہلا خطبہ بھی یاد کرنا چاہئے جو اونھون
نے اپنی خلافت مین پہلا خطبہ پڑھا ہے جسکو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین اور
علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین لکھا ہے اور جسکے بعض فقرات یہ ہین۔

ایہا الناس مین تم مین سے کسی ایک سے بھی بہتر نہین ہون پیغمبر خدا پر وحی
نازل ہوتی تھی اور خدا اون کا محافظ تھا مجھ پر وحی نازل نہین ہوتی اور میرا شیطان
میرے ساتھ رہتا ہے جب دیکھو کہ مین حق سے منحرف ہون میری کجی کو سیدھا کردو
اور میری اطاعت ذکرو اور جس وقت دیکھو کہ مین غصہ مین ہون تو مجھسے پرہیز کرد

گو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی یہ سچائی ضرور اسی قابل ہے جو ایک خلیفہ رسول کے واسطے
ایسی ہی سچائی لازمی ہونی چاہئے اور گو حضرات شیعہ اس خطبہ کے الفاظ پر کچھ ہی رائے
رکھنے والے ہون لیکن مین تو اس صفت خلق کا عاشق ہوگیا جو اپنے درجہ مین اسقدر
بے مثل ہے کہ جس نے شیطان سے واجب اللعن کو بھی اپنے اخلاق کی وجہ سے
اپنی رفاقت سے دور نہین کرنے دیا اور مثل ہمزاد کے رفاقت مین رکھا

اخلاق حضرت عمرؓ

علامہ سیوطی اور دیگر محققین و محدثین نے حضرت عمرؓ کے اخلاق پر مقابلہ حضرت ابوبکرؓ کے اخلاق کے زیادہ زور کے ساتھ اپنی اپنی تصانیف مین یادداشتین لکھی ہین ۔

ایک یہ کہ " جب حضرت ابوبکرؓ کا زمانۂ ارتحال قریب ہوا اور اونہون نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین قرار دیا تو اکثر صحابہ اون کے اس انتخاب سے ناخوش ہو کر اون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم خوب جانتے ہو کہ عمرؓ کے مزاج مین کیسی غلظت ہے اور پھر تمنے ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کیا " [۵۱]

اسکی تائید مین ایک یہ روایت ہے کہ " جب حضرت ابوبکرؓ نے عبدالرحمن ابن عوف سے حضرت عمرؓ کے جانشین مقرر کرنے کی رائے لی تو اونہون نے جواب دیا کہ یون تو تمہین اختیار ہے لیکن عمرؓ مین غلظت بہت ہے " [۵۲]

اس روایت سے بھی اس واقعہ کی تائید ہوتی ہے کہ " طلحہ ابن عبداللہ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ شکایت کی کہ تمنے ایک مرد غلیظ کو ہم پر خلیفہ مقرر کیا " [۵۳]

اس زمانہ کا نامور مورخ مسٹر سراج الدین احمد مولف سیرۃ الفاروق بھی حضرت فاروقؓ مین صفت غلظت کو قبول کرتا ہے [۵۴]

ایک یہ روایت ہے کہ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ نے بھی اونکی غلظت اور درشت مزاجی اور عبوس پن کو کراہت کی نظر سے دیکھکر خطبہ سے انکار کر دیا اور حضرت عائشہؓ نے بذریعہ عمروؓ عاص جب حضرت عمرؓ کو سمجھایا تب اونہون نے درخواست واپس لی [۵۵]

---

۵۱ تاریخ الخلفاء مطبوعہ کلکتہ بحث استخلاف ۔ ۵۲ کامل صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ مصر ۔

۵۳ علامہ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب امامت والسیاست ۔

۵۴ دیکھو سیرت الفاروق ۔

۵۵ دیکھو شرح مشکوۃ شاہ عبدالحق دہلوی ۔

ایک اونکے حُسنِ اخلاق کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے انتقال کیا اور اونکی مفارقت مین اونکی صاحبزادی حضرت عائشہ اور اونکی حقیقی بہن حضرت فردہ نے رونا شروع کیا تو حضرت عمرؓ خفا ہوئے اور حضرت عائشہ کو اور فردہ کو کہلا بہیجا کہ ہرگز وہ نہ روئین لیکن کسی نے اونکی نہ سُنی۔

یہ دیکہکر حضرت عمرؓ نے ہشام ابن ولید کو حکم دیا کہ گہر مین گہس کر ابوبکرؓ کی بہن فردہ کو پکڑ لاؤ۔ جب ہشام دردانہ گہر مین گہس کر فردہ کو باہر نکال لایا تو حضرت عمرؓ نے کوڑے مارکر فردہ کو خاموش کیا[۵۱]۔

اگرچہ حضرت عمرؓ کی بداخلاقی ایسے فعل سے نمایان ہوتی ہے لیکن بی بی عائشہ اور فردہ کا ایسے وقت گریہ کرنا بہی کہ حضرت عمرؓ کا مسند خلافت پر ابتدائی جلوس کا وقت تہا خالی بداخلاقی سے نہین تہا کہ محل بے انتہا مسرت خلیفہ عہد یہ وہ بکا کرتی تہین اور حضرت عمرؓ نے اونکے اوس گریہ کو بدشگونی خیال کرکے اونکو سزاوار اوس تعزیہ کا قرار دیا تہا۔ لیکن افسوس ہے کہ مذہب اسلام جیسا بی ورد رسیدہ دل اور عزاداروں کے سوگواروں کی ہمدردی کرتا ہو۔ اونکی تسلی اور تشفی کی اجازت دیتا ہو۔ گریہ کو باعث رحمت بتاتا ہو جس کے نشانات بخاری مسلم اور ترمذی کی متعدد روایات کے علاوہ[۵۲] قرآن کی اس آیتہ مین بہی ہین "فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً" لیکن برخلاف اسکے مذہب اسلام کے ایک بڑے گروہ کے نہایت مقبول خلیفہ کا یہ خلاف رحم عمل اونکے دامن اخلاق پر نہایت گہرہ دہبہ بداخلاقی کا لگانے والا ہے۔ البتہ مذہب اسلام وحشیانہ جزع فزع کی اجازت نہین دیتا۔ ایسی وحشیانہ جزع فزع کہ جیسے خود حضرت عمرؓ خبر وفات پیغمبرؐ سنکر مصلحتاً مرتکب ہوئے تہے جو سراسر خلاف اخلاق تہی۔

اسی موقعہ پر یہ امر بہی غور طلب ہے کہ حضرت عمرؓ نے کیا خوب تعمیل اوس حکم خدا کی

---

[۵۱] کامل جلد ثانی مطبوعہ مصر [۵۲] دیکہو رسالہ روشنی مطبوعہ جون ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱ الغایت ۱۵۔

فرمائی ہے جس میں پراے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کی گئی ہے اور جو سورۂ نور میں موجود ہے۔ (یا ایہا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا۔۔۔ الخ آلایتہ)

حضرت ابو بکرؓ نے جیسے کہ اپنی خلافت میں وہ خطبہ پڑہا تہا ویسے ہی حضرت عمرؓ نے بہی اپنی خلافت میں ایک خطبہ پڑہا ہے جسمیں وہ اپنی نسبت یہ قبول کرتے ہیں۔ "اللہم انی شدید فلینی وانی ضعیف فقونی وانی بخیل فسخنی[1] یعنی خدا سے فرماتے ہیں" "الٰہی میں شدید (مغلوب الغضب) ہوں نرمی عطا کر۔ ضعیف ہوں قوت عطا کر۔ بخیل ہوں سخاوت عطا کر۔"

شدت۔ ضعف۔ اور بخل یہ تینوں عادتیں جنکو اپنی ذات سے تعبیر کی دعا حضرت عمرؓ نے کی ہے ایسی ہیں کہ حکماء نے ان کو رذائل اخلاق میں شامل کیا ہو۔

ضعف کے متعلق جو دعا ہے اوس سے مراد ضعف اعمال کے علاوہ جبن بھی ہے لیکن آخری عادت کے تغیر کی جو استدعا ہے اوس نے ہمیں حیرت میں ڈالا وہ ایک ایسی عادت ہے کہ جسمیں انسان مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے جسکا دل چاہے بخل اختیار کرے اور جسکا دل چاہے سخا۔

بہرحال ہر ایسا شخص کہ جس میں صفت بخل ہو گو وہ زاہد بحر و بر ہی کیوں نہو لیکن۔

(بہشتی نباشد بحکم خبر[2])

اب میں ایک اخلاق کا حضرت عمرؓ کے اور ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

صاحب کنز العمال یہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پیشاب کرنا کھڑے ہو کر گناہ میں رکہتا ہے مقعد کو اور پیشاب کرنا بیٹھ کر ڈہیلا کر دیتا ہو مقعد کو۔"

ہمارے خیالات اس قسم کے نہیں ہیں کہ ہم اس فعل کے جواز اور عدم جواز کی نسبت

[1] دیکھو اخبار الدول و آثار الاول بر حاشیہ کامل مطبوعہ مصر حالات حضرت عمرؓ
[2] دیکھو کریما مصنفہ حضرت سعدی شیرازی۔

کچھ گفتگو کرین -

ہمارے خیال مین کھڑے ہو کر اور بیٹھکر پیشاب کرنا ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک اور ہر ایک شخص کی معاشرت اور ضرورت اور حاجت پر موقوف ہے - لیکن اس قول مین جو فائدہ اور ضرر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا مذکور ہے وہ ہمکو بحیثیت فن طب اور علم تشریح اور نیز بحیثیت تجربہ کے دیکھنا چاہئے - سو مین نہین پاتا ہون کہ فن طب اور علم تشریح اور تجربہ کی رو سے ایسا امر پایا جاوے -

عہد حضرت عمرؓ سے اسوقت تک مسلمان اور غیر مسلمان قومین اور ملک یہانتک کہ مقلد مسلمان حضرت عمرؓ کے طے آتے ہین لیکن کسی نے اس وقت تک یہ شکایت نہین کی کہ صرف بیٹھکر پیشاب کرنے سے اون کی مقعد کو ایسا ضرر پہونچا ہو کہ وہ کشادہ ہو گئی ہو - مگر اس بات کا مین ضرور سرٹیفکیٹ دونگا کہ اگر کسی دوسری علت سے کسی کو کوئی عارضہ مقعد کا ہو جاوے تو اوس کی نسبت حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہو گا کہ جس نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اوس نے اپنی دبُر کو پناہ مین رکھا اور جس کسی نے بیٹھکر پیشاب کیا اوس نے اپنی دُبر کو ڈہیلا کر دیا" اور ایسی صورت مین مین حضرت عمرؓ کی رائے سے بالکل متفق ہون - لیکن ساتھ ہی اوسکے مین یہ کہتا ہون کہ ایسی رائے حضرت عمرؓ کی ضرور اوسوقت مین ہوئی ہو گی جب اونکو کوئی خاص تجربہ اِس عارضہ کا ہوا ہو گا - چنانچہ اسی کی تائید مین مولف بیاض ابراہیمی نے شرح مشکوۃ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی سے علت کھڑے ہو کر پیشاب کرنے حضرت عمرؓ کی یہ نقل کی ہے کہ " وہ یا عادت جاہلیت تہی یا بجہت اِس عذر کے جو اونکو عارض ہو گیا تہا "

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اِن مختصر اخلاقی حالات کے لکھنے کے بعد حضرت عثمانؓ کے اخلاق کو ہم از روے اخلاق لکہنا صراحت سے پسند نہین کرتے جو اسکے

کثرت سے ہین کہ جنکے شمار سے بہی ایک بڑی اور ضخیم لسٹ مرتب ہو سکتی ہے اونکی نسبت یاد کرنا
چاہیے اون وحشیانہ تشدد تون کو جو وہ حضرت عمار یاسر و حضرت اباذر اور حضرت ابن مسعود جلیل القدر
صحابہ پیغمبر کے ساتھہ عمل مین لائے جو آجتک نہ بہولی ہین اور نہ بہولین گی اور جو احداث
اونہون نے دین پیغمبر مین کئے اون وہ اسدرجہ قابل افسوس ہین کہ بداخلاقی بہی اون سے
پناہ مانگتی ہے اور جسکا مآل آخر کار اونکا قتل ہوگیا ہے۔

اب مین بالاجمال ان بزرگوارون کی نسبت یہ دعوی سے کہتا ہون کہ یہ لوگ
اخلاق حمیدہ سے متصف نہین تھے اور اوس لفظ کا استعمال پسند نہین کرتا ہون جو
جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ مین لفظ "اوباش" اون معزز صحابہ کے لئے استعمال
کیا ہے جو خانہ جناب زہرا مین واسطے برہمی خلافت حضرت ابوبکر کے جمع ہوتے تھے
بلکہ واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ ہرگز یہ لوگ تعلیم اخلاق یا دیگر علوم نبوت
سے حصہ پانے کی قابلیت ہی نہین رکھتے تھے اور اسی قسم کے تظاہر نے ایک بڑے
گروہ حکماء کو اِس بات کا قائل کر دیا ہے کہ علم اخلاق ذاتیات سے ہے کہ جس کو اعلے
سی اعلی تعلیم بہی نفع نہین پہونچا سکتی۔

علماے اہلسنت نے یہان تک قبول کیا ہے کہ تعلیم نبی کے واسطے یہ امر ضروری
نہین ہے کہ ہر شخص اوس سے ہدایت یافتہ ہی ہو جاوے بلکہ اوس کے واسطے توفیق
یزدانی کی تائید کی ضرورت ہے اور تاسیاً اِس بیان کی تائید مین وہ خداے بزرگ
و برتر کے اِس کلام پاک کو پیش کرتے ہین "انک لاتہدی من احببت" مین جیسے
لفظ "اوباش" کے استعمال کو جو شاہ صاحب نے بعض معزز صحابہ کی نسبت پسند کیا ہے ناپسند
کرتا ہون ویسے ہی اِس کلمہ کے استعمال کو مین کہ غصے کے ساتھہ عروہ ابن مسعود ثقفی
نے ان حضرات کی نسبت استعمال کیا تہا جو آجتک تاریخون مین بلا اختلاف لکہا
چلا آتا ہے ناپسند کرتا ہون

غزوہ کا یہ واقعہ ہے کہ جب ذیقعد ۶ھ؁ مین کہ حج کا زمانہ تھا پیغمبرؐ خدا واسطے زیارت حرم کعبہ کے مع اپنے ساتھیون کے روانہ ہوکر حدیبیہ مین پہونچے جو مکہ سے قریب مقام ہے اوسی پڑاؤ پر پیغمبرؐ خدا کو بذریعہ بُدیل بن ورقہ مزاحمت قریش کے مصمم ارادہ کی خبر ملی جس پر پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ مین لڑائی کے واسطے نہین آیا ہون بلکہ حرم کعبہ کی زیارت کے لئے۔ اور اگر قریش کو شوق جنگ ہے تو وہ ایک مقام جنگ مقرر کر کے اشتہار جنگ دین۔

بُدیل نے مکہ پہونچکر اس بات کی کوشش کی کہ پیغمبرؐ سے مزاحمت نہ کیجاوے وہ لڑائی کے واسطے نہین آئے ہین صرف مقصود انکا حرم کعبہ کی زیارت سے ہے لیکن قریش نے یہ سمجھا کہ وہ پیغمبرؐ سے مل گیا ہے۔

اسپر عروہ ابن مسعود ثقفی اپنی طرف سے قریش کو اطمینان دلاکر پیغمبرؐ خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اور وہی باتین آنحضرتؐ سے اوسکو بھی معلوم ہوئین جو اوس سے قبل قریش کی مزاحمت کے ارادہ پر آنحضرتؐ نے بدیل سے فرمائی تھین۔

عُروہ نے واسطے رفع شر اور محض بنظر ہمدردی جو مشورہ صلح کا پیغمبرؐ خدا کو دیا تھا اور جس تمہید اور لیاقت کے ساتھ اپنی رائے صلح کی پیش کی تھی وہ ضرور بنظر اپنے مفید نتائج کے اسی قابل تھی جیسا کہ اوسکو مفید پیغمبرؐ خدا نے سمجھا اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس صلح کو یہ سمجھا کہ قریش کے خوف کی وجہ سے پیغمبرؐ خدا اس صلح پر آمادہ ہوئے ہین اسواسطے اونہون نے صاف اوس روز پیغمبرؐ خدا کی نبوت پر بھی بالتحقیق شک کیا اور گو پیغمبرؐ نے اونکے شک کو دفع استدلال سے رفع کرنا چاہا لیکن افسوس ہے کہ پیغمبرؐ خدا کے ارشاد کو حضرت عمرؓ نے صحیح نہ جانا اور جو شک کہ اپنے دل مین بٹھا چکے تھے اوسے ہرگز پیغمبرؐ کے ارشاد سے دور نہ کیا[1]

---

[1] پیغمبرؐ کے اقوال کو بموجب آیت "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" کے سمجھا گیا اسی کو کہتے ہین۔ [illegible]

اہل سنت کے علماء اس مقام پر اس امر کو زور کے ساتھ لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے

جب اونکو سمجھایا تب اونکے ذہن مین آیا اور اوس شک کو دل سے نکالا۔

اگرچہ اس مین کچھ شک نہین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی فہمائش کے موافق اونہون نے

بظاہر اپنے مشکوک خیالات واپس لئے اور اس مین کچھ شک بھی نہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی

فہمائش ضرور اون پر اثر کرنے والی ہوئی کیونکہ یہ دونون بزرگوار جاہلیت سے صرف

ایک دوسرے پر اعتماد رکھنے والے تھے بلکہ دونون ایک ہی شکار مطلب کی تاک مین تھے۔

اوسی موقع پر عُروہ ابن مسعود ثقفی نے بسلسلہ اپنی تقریر کے پیغمبرؐ سے یہ کہا تھا کہ "میرا

خیال ہے کہ آپ کو ان چند اوباشون کا جو آپ کے گرد جمع ہین ضرور تجربہ ہوا ہوگا کہ وہ

وقت پر کس درجہ ثابت قدم رہے ہین"

اس لفظ پر حضرت ابوبکرؓ عُروہ کو گالیان دینے لگے صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا

ہے کہ "عُروہ را دشنام داد وبزبان اہانت رسانیدہ"

عُروہ کو بھی غصہ آگیا اور قریب تھا کہ وہ بمصداق "این زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد"

جواب دے۔ لیکن جب اوسے معلوم ہوا کہ ان کا نام ابوبکرؓ ہے تو وہ یہ کہکر چپ ہوگیا

کہ اگر مین ان کے اوس احسان سے جو ایام جاہلیت مین انہون نے مجھپر کیا تھا کاش

سبکدوش ہوگیا ہوتا تو ضرور اس زبان درازی کی ایسی سزا دیتا جو یادگار ہوتی۔

(دیکھو کامل ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۳۰ مطبوعہ مصر وسیرت ابن ہشام صفحہ ۱۰۷ جزثانی مطبوعہ

مصر ومدارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۴۴۹ مطبوعہ بمبئی)۔

ایسے واقعات سے ضرور ہے کہ جو علمائے اخلاق کے متعلق ذاتیات کے قائل ہین

اون کے اقوال کی تائید ایسے ہی نظائر کرتے ہین۔ وہ یہ کہہ سکتے ہین کہ اگر صفات

سے اخلاق کا تعلق ہوتا تو ضرور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونون اس موقعہ پر تعلیم نبوت سے

لہ یہ واقعہ بھی حضرت ابوبکرؓ کے سبّاب ہونے کا موید ہے۔ مولف عفی عنہ

صد ماننے والے اپنے آپ کو ثابت کرتے نہ کہ عروہ کو جو ایلچی تھا گالیاں دینے والے۔ مگر ذاتیات سے اونکے تعلق کی نظر حقیقت مین عروہ کا عمل اخلاق ہے کہ اوس نے محض ایک احسان جاہلیت کے بدلہ مین از روے اخلاق اونکی بدزبانی کے جواب مین خاموشی سے کام لیا ۔ا

درحقیقت حضرت ابو بکرؓ کا یہ غم وغصہ لفظ "ادباش" پر درحقیقت نہ تھا نہ اونکو اس لفظ پر ایسے غم وغصہ کرنے کا کوئی حق حاصل ہو سکتا تھا جبکہ عروہ کا روے سخن خاص اونکی یا کسی کی جانب نہ تھا بلکہ اوس وقت پیغمبر خدا کی خدمت مین بہت سے صحابہ موجود تھے ۔

کوئی شبہ نہین ہے کہ اونکا غم وغصہ ضرور اونکے جنگ اُحد سے (ف ...) کرنے پر دلالت کرتا ہے اور ایسے بگڑنے کو اُردو کے محاورہ مین چور کی داڑھی کا تنکا کہتے ہین ۔

اسی مقام پر ہمین اپنی اِس راے کی تائید کے واسطے اُس واقعہ کو بھی تذکرہ کئے بغیر نہین رہ سکتا جو پیغمبر خدا نے حضرت عمرؓ سے بمقام حدیبیہ یہ کہا تھا کہ تم مکہ مین جا کر اس بات کو اعلان کر دو کہ پیغمبر آدا واسطے جنگ کے نہین آئے ہین بلکہ مقصود اونکا صرف حرم کعبہ کی زیارت سے ہے لیکن حضرت عمرؓ نے پیغمبر سے صاف جانے کے لئے انکار کر دیا ۔ا

کیا بوت پیغمبر مین شک لانے اور آقا کے حکم کی تعمیل مین عذر کرنے کا نام اخلاق ہے اور کیا کچھ شبہ ہو سکتا ہے کہ بخوف کفار مکہ کو نہ جانا خلاف شجاعت ہے اور جو داخل اخلاق حمیدہ نہین ہو سکتا ۔

حضرت عمرؓ کے ہر مقلد کی جو اونکی ہیبت کا قائل ہے افسوس اس عذر سے جو اونہون نے پیغمبر سے کیا تھا اونہین ہیبت کو ٹوٹ لے ۔ا

ا و ۲ دیکھو اسناد صفحہ گذشتہ سطر ۱۶ و ۱۷ ۔

یہ تمام واقعات جو سطور بالا مختصر بیان کئے ہین اون سے ہرگز ایک حکیم اور محقق کبھی اس بات کا قائل نہیں ہو سکتا کہ ان بزرگوارون نے اپنے سینون مین علم پیغمبر سے خواہ اون کا تعلق عبادات سے ہو خواہ معاملات سے یا اخلاق سے کچھ لیا تھا۔

اگر ایسے ہی لوگ اخلاق محمدی اور مذہب اسلام کی خوبیون کے نمونے قبول کئے جاوین تو اخلاق محمدی اور مذہب اسلام کے پُر نور چہرہ پر سیاہ داغ لگاتے ہین جسکو کوئی شیداۓ اخلاقِ محمدی اور دوست مذہب اسلام کسی طرح پسند نہیں کر سکتا۔

"ہر ذی علم سائل حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے سر پر یہ تاج فضیلت دہرتے ہین کہ انہون نے اپنی صاحبزادیان پیغمبرؐ کو دیں"

یہ بالکل سچ ہے کہ جب کسی پست خاندان کی لڑکی کا معزز گھرانے مین بیاہ ہو جاتا ہے تو پست نسب والے ہمیشہ اس رشتہ پر اترایا کرتے ہین۔ اگر پست خاندان کی لڑکی اپنے افعال و کردار اور طریق عمل و اطاعت شوہر سے اپنے شوہر اور دیگر سسرال والون کو خوشنود رکھنے والی ہوتی ہے۔ تب تو جو فخر کیا جاوے وہ چندان قابل اعتراض نہین ہے اور اگر اس کے برخلاف اوسکا شوہر اور دیگر سسرال والے اوس کے برتاؤ اور بیہودگی اور اوس تعصب سے جو قطرتاً ایک غیر کفو کی عورت کو اپنے سسرال والون سے ہوا کرتا ہے اور جس کی نظیر بہت سے خاندانون مین پائی جاتی ہے تو ایسی صورت مین غیر معزز اور پست خاندان والونکا معزز گھرانے مین اوس رشتہ پر اترانا بہت ہی قابل مضحکہ اور افسوس کے ہے۔

پیغمبر خدا کا مقصود اس رشتہ سے علاوہ تالیف کے ایک اوس طریقہ مذموم کے انسداد سے بھی تھا جو بعد اسلام رشتۂ ازدواج مین فرق و امتیاز قومیت کا باقی رہگیا تھا آنحضرتؐ تمام خاندانون عرب سے ایک نہایت معزز قبیلہ کے تھے کیونکہ کوئی دوسرا قبیلہ مقابلہ قبیلہ بنی ہاشم کے عزت نہیں رکہتا تھا اور دوسرا فخر آنحضرت کو خدا کا رسولؐ اور محبوب

خاص ہونے کا عطا ہوا تو آپ کی ذات بابرکات اور آپ کا قبیلہ فخر و اعزاز مین نور علی نور ہوا۔ وہ مذموم طریقہ اسی نوعیت سے بند ہو سکتا تہا کہ جب تک آپ ذاتی تنظیر نہ دکہلا دیتے کیونکہ بعد اسلام کوئی امتیاز بحیثیت اسلام کمی و برتری کا باقی نہین رہتا ہے سب کو حقوق مساوی حاصل ہو جاتے ہین۔

بہر حال اب ہمکو یہ بتلانا چاہئے کہ ان ازواج پیغمبرؐ کا (جن کے بابون کے سر پر ہمارے ذیعلم مخاطب تاج فضیلت پسند فرما رہے ہین) پیغمبرؐ اور اون کے گہرانے کے ساتہہ کیا طریق عمل رہا آیا اون کا برتاؤ و حسن سلوک قابل تعریف کے ہتا یا قابل نفرت کے۔

کتب تواریخ اور حدیث جنکی سور خانہ نشان سے اس بات کی شاہد ہین کہ ان ہر دو ازواج پیغمبرؐ کا برتاؤ کیا پیغمبرؐ اور کیا پیغمبر کے رشتہ دارون اور کیا دیگر ازواج پیغمبرؐ کے ساتہہ قابل تعریف کے نہین رہا۔

میرے قول کی تائید صرف کتب تواریخ و احادیث ہی سے نہین ہوتی ہے بلکہ قرآن بھی شاہد ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب جو ایک معزز محدثین اہل سنت سے ہین چار قول اُس امر کے متعلق بیان فرماتے ہین جو پیغمبرؐ نے ایک مہینہ تک ازواج سے علیحدگی کی قسم اون سے رنجیدہ ہو کر کہائی تہی

قول اول بحوالۂ صحیح مسلم

ایک روز حضرت ابوبکرؓ دروازۂ پیغمبرؐ پر پہونچے دیکہا کہ اکثر لوگ جمع ہین کسیکو اذن حضوری نہین ملا ہے ان حضرت کو اذن حضوری ملا اور یہ داخل خانہ ہوئے ان کے بعد ہی حضرت عمرؓ پہونچے اذن چاہا اجازت ملی یہ بہی داخل ہوئے دیکہا کہ

پیغمبرِ خدا نہایت مغموم اور محزون ہین حضرت عمرؓ نے دل مین سوچا کوئی ایسی بات بنانا
چاہئیے کہ جسکو سنکر پیغمبر ہنس پڑین۔ آپ نے فی الفور فقرہ گڑھا کہ یا حضرت کاش آپ
ملاحظہ فرماتے کہ اوس شخص (عمرؓ) کی زوجہ دختر خارجہ نے مجھسے جبتک مین نفقہ طلب کیا
مین نے اوٹھکر اوسکی گردن پر مارا (واضح ہو کہ صاحب روضۃ الاحباب نے یہ تحقیق
نہین کیا کہ گردن پر کیا مارا لات گھونسہ تبر یا تلوار یا جوتی صرف یہ فقرہ لکھا ہی کہ برخاسم دبر
گردنِ وے زدم مگر کوئی ایسی ہی چیز ہوگی جو خود حضرت عمرؓ اور اوسکی زوجہ کے مناسب
حال ہو) یہ سنکر پیغمبر ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ یہ عائشہ و حفصہ جو میرے گرد بیٹھی
ہین مجھسے نفقہ مین وہ چیز طلب کرتی ہین کہ جو میرے پاس نہین ہے یہ سنکر دونون
بزرگوار اوٹھے اور اپنی اپنی صاحبزادیون کو مارا (افسوس یہان بھی مضمون گول ہے
نہین معلوم ہوتا کہ کیا مارا) اور کہا کہ تم ایسی چیز رسولؐ سے طلب کرتی ہو کہ جو وہ نہین
رکھتے۔ اس مار کھانے کے بعد دونون نے قسم کھائی کہ اب کوئی ایسی چیز ہم طلب نکرینگے
جو پیغمبرؐ کے پاس نہو۔ چنانچہ اسی بات پر آپ نے ایک مہینے تک ازواج سے علیحدگی کی قسم
کھائی تھی اور اسی واقعہ کے متعلق آیت تخریم نازل ہوئی۔

اگرچہ اس قول اول سے بہت سے فائدے مرتب ہو سکتے ہین لیکن مین صرف
دو امر پر اشارہ کرتا ہون۔ اول یہ کہ ان ازواج کا یہ جبر پیغمبر سے نفقہ مین ایسی چیز طلب
کرنا کہ جو نہ صرف باعث ملال اور صدمہ پیغمبر کا ہی ہوا بلکہ خدا کا بھی عتاب ہوا۔

دوم حضرت عمرؓ کا پیغمبر کے ہنسانے کے لئے ایک بے بنیاد یا جھوٹی بات کا گڑھنا
گو پیغمبر کی خوشنودی کے لئے حضرت عمرؓ نے ایک جھوٹی بات کا گڑھنا عیب مین نہ جانا
ہو لیکن درحقیقت جھوٹی بات جھوٹی ہی ہوتی ہے۔ تاہم اس سے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے
کہ کسی مغموم کے لئے جھوٹ بات بنانا جائز ہے جس سے اوس مغموم کو ہنسی آجاوے
اور اسی مسئلہ پر اتفاق علماء امت ہے کہ روسا اور امراء کے دربار ون مین بھی زمین و آسمان

تلاہے ملاکر امرا کو لوگ دن رات ہنسایا کرتے ہین گو جسطور کی وقعت اونکی امرا کی نگاہ مین ہوتی ہو اوسکا اندازہ بھی دشوار نہین ہے۔

"دوسرا قول"

"زینب بنت جحش کو بطور ہدیہ کسی نے شہد بہیجا تہا اور اونہون نے پیغمبر خدا کے لئے رکہہ چہوڑا اور جب حضرت اون کے یہان تشریف لائے اونہون نے اوسکا شربت بناکر آنحضرتؐ کو پلایا شربت بنائے جانے مین تاخیر ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ کو حضرت زینبؓ کے یہان معمولی وقت سے کسی قدر زیادہ عرصہ ہوگیا۔ بی بی عائشہؓ ناقل ہین کہ مین نے بی بی حفصہ سے یہ صلاح کی کہ ہم مین سے جس کسی کے یہان پیغمبرؐ آجاوین اون سے یہ کہنا چاہئے کہ آپ کے منہ سے بوئے مغافیر آتی ہے کیا آپ نے مغافیر کہایا ہے؟ (مغافیر جمع مغفور کی۔ اور مغفور ضمغ یعنی گوند درخت عرفط ہے کہ جس مین کریہہ بو آتی ہے حالانکہ حضرت ایسی چیزون سے جو بودار ہون احتراز رکہتے تہے تاکہ ملائکہ کو بوقت بات چیت اذیت نہو جیسے کہ انسان کو بوئے بد محسوس ہونے سے اذیت ہوتی ہے)

چنانچہ جب حضرت ان دونون ازواج مین سے کسی کے گہر تشریف لائے تو وہ بات کہی گئی کہ جو پہلے قرار دے لی گئی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مغافیر نہین بلکہ شربت عسل زینب کے یہان پیا ہے جسکی تاویل کی گئی کہ شاید مکہیون نے چہتہ اوس درخت مین لگایا ہو اسپر آنحضرتؐ نے اوس عسل کے پینے کی آئندہ کے لئے قسم کہائی اور کہا کہ اسکو کسی پر ظاہر مت کرنا لیکن اوس بی بی نے کہدیا اور اوسپر آیت "یا ایہا النبی لم تحرم" الخ الآیہ۔ نازل ہوئی اور حضرت نے ایک ماہ کے لئے ازواج سے علحدگی کی قسم کہائی" صاحب روضۃ الاحباب اس قول ثانی پر وثوق اسوجہ سے کرتے ہین کہ اوسکی تائید بہت سے احادیث صحاح سے ہوتی ہے۔

اس قول مین بھی ایک اہل نظر بہت کچھ مضامین گوناگون پیدا کرسکتا ہے لیکن

ہین اسی قدر کہتا ہون کہ ان ازواج کے حصہ مین بذریعہ ارث پوری سگے جھوٹے مضامین کا پیدا کرنا ضرور آیا تہا یا اگر بطور ارث کے نہین آیا تہا تو انکو والد بزرگوارون نے جہیز مین یہ عادت لغو گوئی عطا کی ہو گی ۔

"تیسرا قول"

وہ آنحضرت بی بی حفصہ کے گہر گئے اور وہ اپنے باپ کے دیکہنے کو چلی گئین آنحضرت نے اپنی خدمت مین حضرت ماریہ قبطیہ کو بلا لیا ۔ اتنے مین بی بی حفصہ کی واپسی بہی ہو گئی در حجرہ بند پایا باہر ٹہیری رہین جیسے ہی حضرت نے دروازہ کہولا کہ بی بی حفصہ نے رونا شروع کیا" اور ایک روایت مین یہ ہے کہ وہ پیغمبر سے یہ کہا کہ میرے حجرہ مین میرے فرش خواب پر آپ کو ایک کنیز ک سے صحبت رکہنا تہی؟" اور ایک روایت سے اونکا پیغمبر سے یہ کہنا محقق ہوتا ہے کہ یہ تمام ازواج مین میرے ہی گہر مین آپ کو یہ کرنا تہا"؟

یہ سنکر پیغمبر نے ارشاد کیا آیا تم راضی نہین ہو گئین اوسکو اپنے اوپر حرام کر لون یہ سنکر وہ بشاش ہو گئین اور کہنے لگین ہان ۔ مگر مین کیسے یقین کر ون کہ جو چیز خدا نے حلال کی ہے آپ اوسے حرام کر دینگے ۔ آپ نے فرمایا کہ مین اوس سے نزدیکی نہ کرون گا ۔ بشرطیکہ تم اس بات کو امانت رکہو اور کسی سے نہ کہو چنانچہ بی بی حفصہ نے اقرار کیا لیکن جوہین پیغمبر اون کے گہر سے باہر تشریف لے گئے تو اونہون نے اپنے گہر کی دیوار کو کہٹکہٹانا شروع کیا تاکہ اون کی پڑوسن بی بی عائشہ سن لین ۔ چنانچہ وہ دیوار پر آئین اور تمام واقعہ اونہون نے اون سے بیان کیا" اور ایک روایت مین یہ ہے کہ وہ ادہر حضرت باہر تشریف لے گئے اور ادہر حضرت حفصہ خود بی بی عائشہ کے گہر خشاش بشاش تشریف لے گئین اور جا کر کہا کہ بہن مبارک ہو پیغمبر نے قبطیہ کو

اپنے اوپر حرام کردیا اب ہنے اوس سے خلاصی پائی" المختصر جب آنحضرتؐ بی بی عائشہ کے
یہان تشریف لائے (چونکہ اہل سنت کے نزدیک پیغمبرؐ کی نہایت دُلاری بی بی تہین
فوراً انہون نے کہا کہ پیغمبرؐ سے کہا کہ صاحب میری باری کے دن بہی ماریہ کو بلا لیجیئے"
یہ کہنا تہا کہ اوس مخبر خدانے کہ جسکا نام جبرئیل ہے تمام واقعات سے پیغمبرؐ کو آگاہ کردیا اور وہی
آیت جو بسلسلہ قول ثانی بیان ہوئی جو اوائل سورہ تحریم سے ہے نازل ہوئی۔ اور حضرت
حفصہ سے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ہمنے تمکو منع کردیا تہا کیون افشاء راز کیا۔ اونہون نے کہا کہ
آپ کوکس نے خبر دی فرمایا کہ مجہے میرے خدائے علیم اور خبیر نے خبر دی اور اوس پر یہ آیت
"اذا اسر النبی الی بعض ازواجہ الخ" نازل ہوئی اور اسوجہ سے پیغمبرؐ نے ایک مہینہ ازواج
سے علحدہ رہنے کی قسم کہائی تہی"
اس قول سے علاوہ اس امر کے کہ پیغمبرؐ کے راز کو فاش کردینا کیسا مذموم فعل تہا
جو موجب نہایت ہی ملال پیغمبرؐ اور ایک مہینہ تک ازواج سے علحدہ رہنے کا باعث ہوا
امر بہی غور طلب ہے کہ ماریہ کی نسبت جو پیغمبرؐ نے بطور راز ایک بات کہی وہ بات
بے انتہا مسرت کا باعث کیون ہوئی اگر بی بی حفصہ کو پیغمبرؐ کے ارشاد پر ادل بہروسہ
نہین ہوا تہا کہ پیغمبرؐ جو فرماتے ہین وہ ایسا کربہی سکتے ہین یا نہین اور یا آخر اونہون نے
پیغمبرؐ سے یہ کہا ہی کہ "جس چیز کو خدا نے حلال کیا ہے آپ کیونکر حرام کرسکتے ہین" ہمکو
تو اس مسرت کا باعث صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ صاحب اولاد تہین
یعنی یہ مادر ابراہیمؑ تہین اور حضرت عائشہ اور بی بی حفصہ سے کوئی اولاد پیغمبرؐ نہین
ہوئی تہی۔ اور تمام دنیا کی عورتون مین کم وبیش یہ عادت ہے کہ وہ اوس اولاد
شوہر سے بہی رشک کرتی ہین کہ جو زوجہ سابق کی ہو اور نیز اگر متعدد زوجہ اوس کے
شوہر کی ہین تو اونکے نگاہ مین وہ زوجہ بہی کہٹکتی ہے کہ جو منجملہ اون کے صاحب اولاد
ہے۔ یہی وجہ ان دونون ازواج کو اس خبر سے باعث بے انتہا مسرت کی ہوئی

حضرت عائشہ اور بی بی حفصہ کا میل جول اس وجہ سے زیادہ تھا کہ اونکے باپون مین جی
ایام جاہلیت سے مراسم دوستانہ برقرار چلے آتے تھے اور یہ دونون بچپن سے ایک ہی
جگہہ پلین اور بڑہین لیکن اس موقع پر حضرت عائشہ نے ایک نہایت گہری پالیسی برتی یعنی
اون کا یہ فرض تہا جبکہ بی بی حفصہ نے اونکو اپنا ہم خیال اور گویان جان کر پیغمبرؐ کا امن
راز کہہ دیا تہا تو وہ اوسکو اپنے ہی تک رکھتین اور پیغمبرؐ سے اوسکا ذکر نہ کرتین لیکن
حقیقت مین گو کیسا ہی ایس مین اتحاد ہو مگر سوتاپے کی آگ کو اتحاد کا پانی ٹہنڈا
نہین کر سکتا ۔

حضرت عائشہ کی وہ گہری پالیسی یہ ہے کہ ماریہ سے خلاصی کی تو وہ خبر زبانی بی بی
حفصہ کے سُن ہی چکی تہیں اور یقین رکہتی تہین کہ جو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے وہ ظہور
مین آوے گا لیکن چونکہ پیغمبرؐ کا راز حفصہ نے فاش کر دیا ہے کہ جس کے فاش نکرنیکی
پیغمبرؐ نے سخت ممانعت کر دی تہی اگر پیغمبرؐ کو اسکی اطلاع ہوگی تو وہ ضرور راز کے فاش
کرنے والی کو بہی اوسی دائرہ مین رکہین گے کہ جس مین ماریہ کو اونہون نے رکہا اور اس
صورت مین ماریہ کے علاوہ حفصہ سے بھی خلاصی ہوگی اور کچھ شک نہین ہے کہ اسی
خیال نے اون کو گدگدایا اور وہ راز جو اونکو بی بی حفصہ سے معلوم ہوا تہا پیغمبرؐ پر ظاہر کر دیا
اور حقیقت مین وہ اونکی پالیسی کارگر بہی ہوئی جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس آیت کے
نزول کے سلسلہ مین حضرت کا بی بی حفصہ کو طلاق دیدینا اور اون کے باپ کی نالہ و
زاری کا بھی تذکرہ کیا ہے ۔ (دیکھو استیعاب امام عبد البر روایت عقبہ بن عامر)

”چوتہا قول“

آنحضرت نے ایک گوسفند ذبح کر کے بحصہ مساوی ازواج کو بہی گوشت تقسیم
فرمایا لیکن زینب بنت جحش نے اپنا حصہ واپس کر دیا مکرر پیغمبرؐ نے کسی قدر زیادہ کر کے

بھیجا مگر بہرا و نہون نے واپس کر دیا۔ بی بی عائشہ اس وقت موجود نہین موقع پاتے ہی پیغمبرؐ کو یہ اشتعال دیا کہ زینب آپ کو خوار جانتی ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ سنکر بی بی عائشہ سے کہا کہ خدا کے نزدیک تم اوس سے خوارتر ہو اور اس واقعہ کی بنا پر پیغمبرؐ نے ایک مہینے کے واسطے ازواج سے علیحدہ گی کی قسم کھائی "

اِن جملہ اقوال سے صاحب روضۃ الاحباب یہ فائدہ مرتب کرتے ہین کہ یہ سب امور اسباب ایلاء کے ہین اور چونکہ ازواج سے متعدد جرائم ظہور مین آئے تھے ازواج سے ایک مہینہ علیحدہ رہنے کی قسم کھانے سے مقصود اونکی تادیب تھی "

محدث ممدوح ان چار دن اقوال سے قول متعلق معاملہ عسل اور رقعۂ حضرت ماریہ قبطیہ کو ترجیح دیتے ہین۔ (دیکھو روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۳۲۹ نہایت ۳۳۱ مطبوعہ انوار محمدی پریس لکھنو)۔

ہمکو اس مقام پر اس امر کے تمیز کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کہ کونسا واقعہ قابل ترجیح ہے ہمارے نزدیک جونسا بھی قول قبول کیا جاوے گا اوسکو ہماری بحث سے بھی تعلق ہو گا یعنی ان ازواج کا طریق عمل ایسا مذموم تھا کہ جو خدا اور خدا کے رسولؐ کی ناخوشی کا باعث ہوا خواہ وہ ناخوشی بر بناے قول اول قبول کیجاوے یا بر بناے قول ثانی و ثالث و رابع۔ جیسا کہ خود صاحب روضۃ الاحباب نے متعدد جرائم کا مرتکب ان ازواج کو قرار دیا ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے ابتدائی آیات پر ہی بحث کی ہے لیکن حقیقت مین یہ ہر دو ازواج ہی باعث نزول اس پورے سورہ کی ہوئی ہین چنانچہ مین دو آیتہ اور بھی لکھتا ہون۔

ترجمہ۔ اگر ابھی نبی طلاق دے تمکو تو رب اوسکا بدل دے ازواج تمسے بہتر مسلمان	(۱) عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا

(۱) ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرات نوحٍ و امرات لوطٍ کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئاً و قیل ادخلا النار مع الداخلین ۝
(پارہ ۲۸ سورۂ تحریم)

ایمان والیان فرمانبردار۔ توبہ کرنیوالیان عبادت کرنے والیان بیاہی اور کنواریان ۔ (۲) مثال لاتا ہے خدا اون سے جو کافر ہوگئے تھے۔ عورت نوحؑ اور عورت لوطؑ کی کہ یہ دونون عورتین تھین تحت دو بندون کے بندون ہمارے سے نیک تھے وہ دونون بندے پس خیانت کی اُن دونون عورتون نے اون دونون بندون کی پس نہ دور کیا لوطؑ اور نوحؑ نے اون دونون عورتون سے کسی شئے کو جانب اللہ سے اور کہا گیا اون سے کہ داخل ہو جاؤ تم دونون آتش دوزخ مین ہمراہ داخل ہونے والون دوزخ کے ۔

آیت اول سے ظاہر ہے کہ پیغمبر کے راز کا خیانت کرنا ایسا تھا کہ پیغمبر کے ازواج ہونے کا خدا نے کچھ لحاظ نہین کیا اور اِن دونون عورتون کو حکم دوزخ مین داخل ہونے کا کر دیا اور خدا نے بطور مثال کے دوسری آیت نازل فرمائی ہے اور مثال یا نظیر کسی واقعہ سے تطبیق کو کہتے ہین یعنی کسی واقعہ کی ہو بہو شکل مثال مین دکھلائی جاتی ہے۔

اب مین یہ امر تو دکھلا چکا کہ اِن بی بی صاحبان کا برتاؤ پیغمبر کے ساتھ ایسا نہین رہا کہ جس سے پیغمبر خوشنود رہے ہون بلکہ ہمیشہ اِن بی بیون کا وہی طریقہ رہا جیسا کہ ایک معمولی عورت بھی اپنے شوہر پر ہمیشہ بطور داب ناجائز حاوی ہونا چاہا کرتی ہے اور اب مین یہ دکھلانا چاہتا ہون کہ پیغمبر کے کنبے والون سے اِنکا کیا برتاؤ رہا؟

پیغمبر کے اہلبیت مین کون لوگ داخل ہین کون لوگ اون کے عزیز ترین ہین؟ مین کہتا ہون کہ کسی کو اس سے انکار نہین ہو سکتا ہے کہ وہ اون کی صاحبزادی

جناب سیدہ سردار نسوان اہل بہشت اون کے فرزند حسنؑ و حسینؑ سرداران جوانان بہشت اور اون کے بہائی اور داماد اور وصی علی مرتضےؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین ہین۔

"ایام علالت مین یعنی قریب زمانہ وفات کے جب حضرت میمونہ کے گہر سے پیغمبر خدا حسب استدعاے بی بی عائشہ و رضامندی دیگر ازواج بی بی عائشہ کے گہر آئے تو ایک طرف حضرت فضل ابن عباسؓ بغل مین ہاتہہ دئے ہوئے تہے اور ایک طرف علیؑ مرتضے۔ حضرت عائشہ نسبت حضرت فضل بن عباسؓ کے تو اقرار کرتی ہین کہ ایک طرف آنحضرتؐ کے بغل مین وہ ہاتہہ دئے ہوے تہے لیکن علی مرتضےؑ کا نام نہین لیتی ہین"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ "بی بی عائشہ کا علی مرتضےؑ کا نام نہ ظاہر کرنا بربناے اوس رنجش کے تہا جو اونکو علی مرتضیؑ کے ساتھ تھی اور اس وجہ سے وہ کبہی نہین چاہتی تہین کہ کسی نیک کام مین علی مرتضےؑ کی شرکت کو ظاہر کرین"۔ (دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری و خمیس دیار بکری ورق ۹۴ و مغازی ابن اسحقؒ)

اس روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ علی مرتضیؑ سے کوئی رنجش سابقہ حضرت عائشہ کو ایسی تہی کہ جسکی وجہ سے وہ علی مرتضےؑ کو کسی نیک کام مین شریک پیغمبر بتلانا پسند نہین کرتی تہین۔ اب مین اوس رنجش سابقہ کو بتلاتا ہون کہ کیا تھی۔؟

لیکن اوس سے پہلے مین یہ بتانا چاہتا ہون کہ اس زمانہ مین انگریزون کی تحقیقاتون کو دیکہہ دیکہکر لوگ اس بات کے عقیدت مند ہو گئے ہین کہ ہر کسی واقعہ کی تحقیقات جو یورپ مین مورخون نے کی ہو بہت ہی قابل وقعت ہے چنانچہ ہمارے ذیعلم سائل نے بہی ایک مقام پر عیسائی مورخون کی تحقیقات کو بڑی پیاری نظر سے دیکہا ہے جسکی حقیقت مین اوسی مقام پر دکہلاؤنگا۔

سلہ دیکھو تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی تحت آیت تطہیر و مطالب السئول صفحہ ۲۵ مولفہ علامہ ابن طلحہ شافعی و معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۲۲۱ و حبیب السیر قلمی نہایت پرانا نسخہ صفحہ ۵۹ و ۶۰ و روضۃ الصفا جلد ۲

اس مقام پر مجھے صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ مین بہی گو یورو پین محققون کی تحقیقاتون کا مخالف نہین ہون۔ لیکن اسبات کا ضرور مخالف ہون کہ مذہب اسلام کے متعلق جو کچھ یورو پین محققون کی تحقیقاتین ہین اون کا ماخذ محض کتب تواریخ اسلام ہتین پہر ایسی صورت مین بمقابلہ اسلامی تواریخ کے غیر مذہب والون کی تحقیق پر فخر نہایت بیہودہ بات ہے مگر جبکہ اس زمانہ مین عیسائی مورخین کی تحقیقاتون پر جیسا کہ مین نے بیان کیا اعتبار کیا جاتا ہے اور خود ہمارے سائل صاحب مخاطب نے بہی کہ جو اپنے مذہب کے ایک بڑے متعصب مسلمان معلوم ہوتے ہین اونکی تحقیقاتون کو بیاری نظر سے دیکہا ہے اس واسطے مین اوس رنجش سابقہ کو جس کا ذکر روایت ابن عباس مین ہے اوسی یورو پین مورخ کی تحقیق سے دکہلاتا ہون کہ جسکا ذکر تعریف کے ساتھ خود ذیلم سائل نے بہی کیا ہے اور امید کرتا ہون کہ میرے معزز سائل بہت دلچسپی سے اوسے پڑہین گے۔

علامہ مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب موسوم ”اپالوجی آف اسلام“ مین بہ سلسلہ ان نزاعات کے جو ہنگام وفات آنحضرت متعلق خلافت کے پیش آئے بیان کرتے ہین ”کہ توقع تھی کہ شاید بی بی عائشہ کے اس کردار کے باعثون مین سے ایک خدمت فرزندی ہو کہ اپنے باپ کے خلیفہ ہونے مین اعانت کی مگر بے شک و شبہ نہایت قوی باعث اوس کا بغض و کینۂ دیرینہ علیؑ کی طرف سے تہا جسکا سبب یہ بات ہوئی کہ آنحضرت نے جب قبیلہ بنی مصطلق پر حملہ کا عزم کیا تو اپنی پیاری بی بی عائشہ کے فراق کا تحمل نہ کرسکے اور وہ ساتھ گئین۔ جب لشکر واپس آتا تہا اور رات کا وقت تہا اور مدینہ قریب رہگیا تہا تو بی بی عائشہ اپنے اونٹ پر سے راستہ مین اوتر پڑین اور واسطے رفع حاجت کے چلی گئین مگر جب پلٹین اور معلوم ہوا کہ ہیکل گر گئی جو بہت قیمتی اور رہر نور کے سنگ سلیمانی کی بنی ہوئی تہی تو وہ اوسکو ڈہونڈہتی ہوئی جدہر سے آئی تہین اودہر کو پہر گئین اس عرصہ مین اونکے خدمتگار سمجہے کہ وہ ضرور پہر عماری مین سوار ہو گئی ہونگی

عماری پہر اونٹ پر رکھکر لے چلے۔

جب بی بی عائشہ پہر اوس مقام پر آئین اور معلوم ہوا کہ اون کا اونٹ چلا گیا تو وہ اِس انتظار مین بیٹھین کہ جب تلاش ہو گی تو کوئی اون کے لانے کو بھیجا جائے گا۔ اور تھوڑی دیر بعد سو گئین۔ صبحکو تڑکے جب صفوان بن معطل جو استراحت کے لئے راہ مین پیچھے ٹھہر رہا تھا پاس سے گذرا تو ایک شخص کو سوتا ہوا دیکھکر اوسکے قریب آیا اور پہچانا کہ بی بی عائشہ سو رہی ہین بلا تامل آہستہ سے "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھکر جگایا۔ بی بی عائشہ نے جاگ کر فوراً اپنے چہرے کو نقاب سے چھپا لیا اور صفوان اونکو اپنے اونٹ پر بٹھا کر لشکر کے پیچھے روانہ ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا کہ لشکر مین پہونچ گیا اوس وقت استراحت کے لئے مقام ہوا تھا۔ ایک کم سن عورت کا یون ہاتھ مین ایک بہادر سپاہی کے ایک بڑے بیابان مین ہونا عربون کے دلون مین شک ڈالنے کو کافی تھا۔

بدنامی کے قصے اور چرچے پھیلنے لگے۔ عبداللہ ابن ابی نے بہ سبب عداوت آنحضرت کے اِس ماجرے کو بڑھا کر کہنے مین کوئی کوتاہی نہین کی اور خود آنحضرت اپنی طرف پریشان تھے کہ کیا رائے اس بارہ مین قائم کرین۔ پس علیؓ کے مشورہ سے ایک پنچائت تحقیقات کے لئے مقرر کرنے پر راغب ہوئے۔ بنا بر آن بی بی عائشہ کو جواب دہی ابوبکرؓ اور اُم رومان کے سامنے کرنا پڑی اور ان دونون آدمیون نے انکو بالکل بے قصور ٹھیرایا جب یہ بے قصور ٹھیرین تو تین شخص اتہام کرنے والون مین ہر ایک کو مطابق حکم جو بیسوین پارہ قرآن کے[1] تازیانون کی سزا ملی۔ مگر عبداللہ ابن اُبی اِس اتہام کا جو ایک بڑا با اقتدار تھا سزا پانے سے بچ گیا۔ علیؓ کی یہ رائے دینا کہ بی بی عائشہ کی تحقیقات کیجا وے اونکو وہ کبھی نہ بھولین اور کبھی درگذر نہ کیا۔ اور ہمیشہ اِس کے بدلہ مین اونکو ستایا کین اور اون سے

[1] غالباً اٹھارہ پارہ کا آخیر ہو گا۔ مولف عفی عنہ

ایسا انتقام لیا کہ اونکے برابر اور کسی نے نہ لیا ہوگا (جو بی طرح کی زمین و خواہر تھی کہ انتقام اوس نے رابئس سے لیا تہا - جو ایک بڑا عالی شخص تہا اور اسکا قصہ ورجل شاعر لاطینی نے ایک مثنوی مین نظم کیا ہو" سوا اسکے لوگون کے جو مشتری ی

فاضل مسٹر جان ڈیون پورٹ کے اون فقرات کا کہ جن کا تعلق ہماری بحث سے ہے[1] ماخذ ایک روایت ہے جو مجھے ملی ہے کہ جسکے سلسلہ مین اون کی یہ راے لکھی گئی ہے علاوہ اس کے اور بھی بہت سی روایات ہین کہ منجملہ اونکے مین بعض ذیل مین لکھتا ہون

"ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ ایک دن پیغمبر خدا نے علی مرتضےٰؑ کو دیکھکر فرمایا کہ علی سردار عرب ہے جسپر بی بی عائشہ بولین کیا آپ سردار نہین ہین پیغمبر نے جواب دیا کہ مین سردار اولاد آدمؑ ہون اور علی سردار عرب ہے" (دیکھو حاکم و بیہقی)

"ایک روز حضرت ابوبکرؓ در خانۂ پیغمبرؐ پر پہونچے - اذن حاضری چاہا کہ دفعتاً اپنی صاحبزادی کو پیغمبرؐ سے یہ جھگڑا کرتے ہوے سنا کہ تم علیؑ کو میرے باپ سے زیادہ دوست رکھتے ہو کہ ابوبکرؓ اندر داخل ہوے اور بی بی عائشہ کو چاہا کہ طمانچہ مارین حضرتؐ نے بچا لیا" (دیکھو خصائص نسائی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۰۹ - حدیث نمبر ۱۱ - و عبقات الانوار جلد حدیث طیر)

اب مین ایک شہادت اور پیش کرتا ہون کہ جس سے قطعی حضرت عائشہ کی اوس شدت عداوت کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ جو اون کو علی مرتضےٰؑ کے ساتھ تھی -

دمیری صاحب حیواۃ الحیوان لکھتے ہین کہ جب خبر قتل علیؑ ابن ابیطالب بی بی عائشہ کو پہونچی تو اونہون نے یہ فرمایا "فالقت عصاہا" اور اِس لفظ کے معنی کی یہ تشریح کرتے ہین - کہ کنایہ ہے کسی امر کے اطمینان سے یعنی یہ محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے عداوت رکھتا ہے یا دوسرا اطمینان نہین رکھتا ہے تو جس وقت کہ اوس

---

[1] ان فقرات کو ہماری بحث سے بڑا تعلق ہے مولف عفی عنہ -

اوس خدشہ کا اطمینان ہو جاتا ہے خواہ وہ اطمینان اوس کی وفات واقع ہونے سے
ہو یا دوسری نوعیت سے تو اوس وقت "فالقت عصاہا" کہا جاتا ہے کہ آج اوس دغدغہ
اور اندیشہ سے نجات ہوئی۔ چونکہ علیؑ سے حضرت عائشہ کو عناد تھا اور ہمیشہ دغدغہ تھا [۵۱]
تھا لہذا اون کی خبر قتل سنتے پر "فالقت عصاہا" کا استعمال فرمایا اگرچہ اور بھی اس قسم
کی روایات بکثرت ہیں کہ جن سے حضرت عائشہ کی طینت اور علیؑ سے اوس کینہ دیرینہ
کا پتہ چلتا ہے لیکن میں بنظر طوالت اون کو ترک کرتا ہوں اور ذی علم سائل سے
باادب پوچھتا ہوں کہ ایمان سے بتلائیے کیا آپ کو اپنی محمد وحسین کی صاحبزادیوں کا
پیغمبرؐ کے ساتھ یہ برتاؤ کہ کبھی اون سے بہ جبر نفقہ میں ایسی چیزوں کا طلب کرنا کہ جو
اون کے اختیار سے باہر ہیں۔ کبھی اون کے راز کو فاش کر دینا کبھی دیگر ازواج
کی طرف سے طبیعت کو مشتعل کرنا کبھی اون کے بھائی کے فضائل میں مثل ایک نہل
بے ثمر کے جرح کرنا پسندیدہ ہے؟ یا یہ اعمال اون کے قابل مدح کے ہیں؟ میرا
جہانتک خیال ہے ضرور اس سوال کا جواب نفی میں ملے گا۔ اور اگر مذہبی پابندی
مانع ہو تو میں اصرار بھی نہیں کرتا۔ بہرحال میں ان ازواج کا برتاؤ خاص پیغمبرؐ اور
اونکی دیگر ازواج اور اونکے کنبے والوں سے جسطرح کا تھا بخوبی دکھلا چکا اور اب
میں حضرت عائشہ سے پیغمبرؐ کی ایک گفتگو اور ایک روایت کا جسکا تعلق سائل صاحب
محمد وحسین کی خاص صاحبزادیوں سے ہے اوسے ذکر کروں گا جسکے بعد گو ہر کسی کو اختیار
ہے کہ جو چاہے وہ نتیجہ پیدا کرے لیکن میری رائے میں صحیح نتیجہ وہی ہو گا جو قریب قریب
اوس ارشاد پیغمبرؐ کے نکالا جائے گا جسکو بسلسلۂ قول چہارم صاحب روضۃ الاحباب نے

[۵۱] غالبا یہ دغدغہ وہی ہو گا کہ جس کو جنگ جمل میں حضرت علی مرتضےؑ کے ارشاد کے بموجب
جناب امام حسن علیہ السلام نے بی بی عائشہ کو یاد دلایا تھا جس کے بعد پھر اون کو سوائے
چپ چاپ مدینہ چلے جانے کے اور کچھ بن نہ پڑا۔ جسکو جملہ مورخین نے لکھا ہے۔

ظاہر کیا ہے یعنی حضرتؐ کا بی بی عائشہ سے یہ فرمانا ہے کہ بمقابلہ دیگر ازواج کے خدا کے نزدیک تم خوارتر ہو ؎

وہ گفتگو یہ ہے کہ ایک روز واپسی جنت البقیع سے آپ حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آپ حجۃ الوداع سے مدینہ واپس تشریف لے آئے تھے اور اپنے اہلبیت کے اون مصائب کو جو بعد پیغمبرؐ اون پر گذرنے والے تھے پیش نظر رکھتے تھے اور لوگوں کو اونکی اطاعت اور پیروی کی ہدایت فرمایا کرتے تھے اور درحقیقت اوسی انجام کے خیال نے آپ کو مریض بھی کر دیا تھا۔ بہرحال آپ بی بی عائشہ کے گھر پہونچے دیکھا کہ طبیعت ناساز ہے آپ نے فرمایا ہے اے عائشہ کیا اچھا ہوتا اگر تم میرے سامنے مرجاتیں تا کہ مین تمکو اپنے ہاتھ سے غسل و کفن دیتا جسکو سنکر حضرت عائشہ فرمانے لگیں ہان شاید اسلئے کہ میرے مرنے کے بعد آپ دوسرا بیاہ کرین اور اوس بی بی کو میرے ہی حجرہ مین رکھیں پیغمبرؐ یہ سنکر اٹھ چلے گئے " دیکھو کامل ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۱۳۲ ۔ و خمیس ورق ۱۹۳)

وہ روایت ؎ ایک عورت جونیہ نام سے پیغمبرؐ نے عقد کیا بی بی عائشہ اور اونکی ہمبین " دو سوتیان بی بی حفصہ کو نہایت رشک ہوا اور یہ معلوم کرکے کہ پیغمبرؐ کی اوسپر شفقت و مہربانی کی نگاہ ہے۔ بی بی عائشہ نے حفصہ سے کہا کہ تم اوس کے مہندی لگاؤ اور مین سر گوندھوں اور جبکہ یہ دونوں اس کام مین معروف تھین تو اُس سے کہا کہ جب پیغمبرؐ خلوت کو آوین تو تم یہ کلمہ " اعوذ باللہ منک " کہنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرتؐ یہ فرماتے ہوئے کہ " معاذی عظیم بناہ جستی برخیز باہل خویش ملحق شو " چنانچہ بذریعہ ابو اسید اوسکو اوسکے قبیلہ مین بھجوا دیا بعدہ جبکہ آنحضرتؐ کو اپنی ان ازواج کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو اون کے حق مین فرمایا " انہن صواحب یوسف وان کیدکن عظیم " دیکھو مدارج النبوۃ جلد ثانی صفحہ ۷۰۵ مطبوعہ دہلی)

میرے معزز سائل اُس گفتگو سے پیغمبرؐ کو ضرور ایک قسم کا وہ مزاج جائز جو درمیان زن و شوہر کے ہوا کرتا ہے شاید تصور فرماوین لیکن حقیقت مین یہ غلطی کی بات ہے کوئی معمولی انسان بھی اپنی بی بی کا مرنا نہین چاہتا نہ کہ پیغمبرؐ اپنی ایسی بی بی کا جو حسب تحقیق علامہ مسٹر جان ڈیون پورٹ پیغمبرؐ کو ایسی پیاری نہین کہ اونکی مفارقت گوارا نہین کرتے بلکہ مرنا چاہتے۔ مگر چونکہ اون کے افعال سے ہمیشہ پیغمبرؐ کو ملال پہونچا۔ بالخصوص وہ پیغمبرؐ کے بھائی علیؑ کی سخت مخالف تھین اسوجہ سے پیغمبرؐ اونکا مرنا چاہتے تھے اور اون کے دیگر حرکات سے جیسا کہ دیگر روایات سے بھی ثابت ہو چکا پیغمبرؐ کے نزدیک اونکا مرجانا ہی اچھا تھا اور ایسے ہی تجربون نے ثابت کر دیا تھا کہ پیغمبرؐ کے ازواج مین وہی اہل بغی و فساد فتنہ اور عناد مین داخل ہونے والی تھین[۱] اور یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ نے اونکو خوف بھی دلایا جیسا کہ حضرت اُم سلمہ کی روایت سے پایا جاتا ہے یعنی جبکہ اونھون نے قصاص حضرت عثمانؓ کے پردہ مین مرد میدان ہنگر علی مرتضےٰؑ سے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا اور حضرت ام سلمہ کو بھی اپنا شریک کرنا چاہا تو اونھون نے اونکو وہ حدیث پیغمبرؐ یاد دلائی کہ جس مین پیغمبرؐ نے اپنی ازواج مین سے بی بی عائشہ کو لقب حمیرا سے یاد کرکے بتلایا تھا کہ اسپر آب حواب کے کتے بھونکین گے اور جس کی تائید و تصدیق خود بی بی عائشہؓ کی بھی ہے (دیکھو روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۶ مطبوعہ منشی تیغ بہادر پریس لکھنو و کامل ابن اثیر و عبد ابن خلدون تاریخ اعثم کوفی)

اور حقیقت مین جو لقب حمیرا پیغمبرؐ نے اون کو دیا تھا اوسکی تصدیق خون ریزی جنگ جمل نے کر دی۔

اِن تمام واقعات کو جو بیان کئے گئے پیش نظر رکھکے میرے معزز سائل ارشاد فرماوین کہ جن بزرگوارون کی صاحبزادیون کے عمل نہ صرف زمانۂ حیات پیغمبرؐ مین ہی

[۱] روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۶ مطبوعہ لکھنو۔

باعث حزن و ملال پیغمبر ہوئے بلکہ بعد وفات بھی تو کیا ایسی نیک بی بیان کسی فخر کا تاج اپنے باپون کے سر پر پیغمبر سے رکھوا سکتی نہیں - اور اگر خسر ہونا ہی تاج فضیلت کا ہے تو شاید کوئی بی بی ایسی بھی ہوگی ذی علم سائل خود غور فرمالیں کہ جس کا باپ ایمان نہ لایا ہو گا تو وہ فخر کا تاج اُسکے کافر باپ کو بھی ملنا چاہیے -

اور اگر ہمارے سائل صاحب کسی بات کو قبول نہ کرین اور اپنی ہی راے پر اصرار فرماوین تو بہر ہیں بدرجہ مجبوری اوس فخر کے تاج کو اوسی حیثیت کا تاج قبول کر لون گا کہ جس حیثیت کا تاج تھیٹر مین شب کو اسٹیج پر اکثر پہن کر آتے ہین کہ جسمین نہ جھوٹے جواہر ہوتے ہین اور نہ سچے مگر اون کے کام کی چمک دمک جھوٹے اور سچے دونون کو مات کرتی ہے -

بہر حال جن الیسون نے بیٹیون کے ازدواج سے ذریعہ فخر کا حاصل کرکے تاج فضیلت سر پر رکھا اونھون نے اونہین بیٹیون کے ذریعہ تو شاہ داماد کو رنج و ملال اور اذیت و کراہت سلامی مین نظر کر دیا -

میرے معزز سائل اطاعت شعار بی بیان ایسی ہوتی ہین جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کہ جنھون نے مرتے دم تک کبھی پیغمبر کی اطاعت حمایت اور اعانت سے منہ نہین موڑا مورخین جسطرح کہ حضرت ابو طالب سرپرست آنحضرت کی وفات سے کی حمایت آنحضرت اور صدمہ مفارقت کے قائل ہین ویسے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات سے آنحضرت کے صدمہ فراق اور کمی حمایت کے قائل ہین -

اطاعت شعار بی بیان اونکو کہتے ہین جیسی کہ حضرت ام سلمہ کہ جن کی اطاعت شعاری اونکی اوس تقریر سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جو اونھون نے بی بی عائشہ سے کی تھی جبکہ بی بی عائشہ نے اون سے چاہا تھا کہ وہ بھی مثل اون کے علی کے مقابلہ کو گھر سے نکلین اور جسکو مین علامہ ابن قتیبہ کی کتاب "غریب الحدیث" سے استعمام پر

واسطے ملاحظہ ذیل علم سائل کے لکھتا ہون۔

علامہ ابن قتیبہ فرماتے ہین کہ حضرت ام سلمہ نے یہ فرمایا تھا کہ "اے عائشہ تم رسول خدا اور اونکی امت کے درمیان ایک دروازہ ہو اور اونکی حرمت کی پردہ پوش ہو تمہارے دامن کو قرآن نے جمع کر دیا ہے[1] پس بجائے اسکے کہ اوس دامن کو پھیلاؤ اپنے گھر مین بیٹھو اور اپنے گھر کا حال ظاہر نہ کرو کہ خدا اس امت کے حال سے خوب واقف ہے اگر رسول خدا کو یہ منظور ہوتا اور وہ تم سے کوئی عہد کر جاتے تو البتہ تمہارا دور دراز شہرون مین نکل جانے کا چندان مضائقہ نہ تھا لیکن اونھون نے تو تمہین شہرون کے پھرنے سے منع کیا ہے۔ اے عائشہ مین تم سے پوچھتی ہون ذرا خیال کرو۔ اگر ستون دین جھک جاوے تو کیا عورتین اوسے سیدھا کر سکتی ہین؟ یا کوئی رخنہ دین مین پڑ جاوے تو کیا عورتین رخنہ دوزی کر سکتی ہین؟ کبھی نہین۔ کبھی نہین۔

سنو عورتون کی حد درجہ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھین نیچی رکھین۔ ہر وقت شرم مین بھری رہین۔ اور پاؤن کو زمین پر نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھہ رکھین تم مجھے بتلاؤ تو اگر پیغمبر خدا تمکو ایک چشمہ سے دوسرے چشمہ تک اونٹ پر سوار جنگلون مین پھرتے دیکھتے تو بھلا تم اون کو کیا جواب دیتین لیکن خدا تمہارے حرکات دیکھ رہا ہے اور اونکے رسول کے پاس تم جانے والی ہو ایسی حالت مین کہ کیا خوب تمنے اونکے پردہ کی حرمت کی اور اونکے عہد کو چھوڑ دیا ہے؟

اگر مین بھی تمہارے ساتھہ باہر نکلون اور پھر مجھسے یہ کہا جاوے کہ تم جنت مین داخل ہو تو کیا مجھے رسول خدا سے ملتے ہوئے حیا نہ آوے گی کہ مین اون سے درآنحالیکہ مین نے اونکے پردہ کو فاش کیا ہو ملاقات کرون حالانکہ وہ مجھپر پردہ ڈال گئے ہون تمکو چاہئے کہ تم اپنے گھر کو قلعہ بناؤ اور اپنے پردے کی جگہہ قبر کو قرار دو اگر تم ایسا کرو گے

[1] یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ قرآن مین خروج کی ممانعت ہے۔ مؤلف عفی عنہ

و خدا کی زیادہ تعریف اور زمین کی زیادہ تر نا مرتجی جاوے گی۔ اگر مین تم سے ایک ایسی

بات کہون کہ جسے تم خوب جانتی ہو تو وہ بات تمہین ایسی معلوم ہو کہ جیسے کسی بڑے چتکبرے

سانپ نے جسکے کاٹے کا منتر نہین ہوتا ہے اور جو ہمیشہ سرنگون اور خاموش رہتا ہے

تمہین کاٹ کہا یا ہے۔[ف]

ہمکو نہایت افسوس ہے کہ ان پیغمبر کے ازواج کو کیون وہ فضیلت عطا نہین کی جاتی

کہ جو بی بی حفصہ اور بی بی عائشہ کو عطا کیجاتی ہے۔

مین نے اِس بحث کے شروع مین جہان پیغمبر کا ان رشتون سے مقصود ایک مذموم

طریقہ کے انسداد سے بتلایا ہے وہان ان بزرگوارون کی نسبت تالیف کے لفظ کا بھی

استعمال کیا ہے۔ گو میرے معزز سائل نادان نہین ہین سمجھین گے لیکن مین کسی قدر تصریح

سے عرض کرتا ہون کہ شیعون کا اعتقاد نسبت ممدوحین سائل ——— بظاہر تلمیع دین

اسلام ہونے کا ہی اور شیعون کے اِس اعتقاد کا ماخذ بھی مین ابتداءً جہان کہ اخبار کا ہمین

لکھے گئے ہین بتلا آیا ہون لیکن اِس مقام پر چونکہ لفظ تالیف کا استعمال کیا گیا ہے اِس

واسطے مین ایک حدیث پیغمبر کا ترجمہ **تسہیل القاری** سے لکھتا ہون کہ وہ بھی ممدوحین

سائل کی نسبت اُس اعتقاد شیعون کا ماخذ ہے۔

ترجمہ۔ کہا مجھ سے (راوی سے) ابن زبیر نے کہ ام المومنین عائشہ تم سے بہت باتین

چھپاکر کرتی تہین تو کیا حدیث بیان کی تم سے کعبہ کے باب مین۔ مینے کہا کہ حضرت عائشہ

نے مجھ سے بیان کیا کہ جناب رسول مقبول صلعم نے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم کا زمانہ

نیا نہ ہوتا۔ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر کا زمانہ (مطلب آپ کا یہ ہے کہ اگر قریش کے کفر کا

زمانہ قریب نہ گذرا ہوتا) البتہ مین توڑتا کعبہ کو اور اوس مین دو دروازہ کرتا ایک دروازہ

ف۔ اشارہ حدیث **آب حواب** پر بھی ہو سکتا ہے اور اوس حدیث سے بھی تعلق رکھتا

کہ جو حضرت عائشہ کو بروز جنگ جمل یاد آئی تھی۔ (دیکھو صفحہ ۴۴ کتاب ہذا)

لوگون کے اندر جانے کے لئے اور ایک دروازہ باہر نکلنے کے لئے پھر ابن زبیر نے
اسود سے سنکر ایسا ہی کیا ؎

کیا یہ حدیث صحیح شیعون کے اوس اعتقاد کی جو وہ متعلق اسلام و ایمان ان حضرات کے
رکھتے ہین مانند نہین ہوسکتی ہے — ؟

کیا کوئی شبہہ ہوسکتا ہے کہ پیغمبر جو شبہ انجیال ارتداد حضرت عائشہ کے قرابتدار ہون
کہ جن مین اقرب اون کے والد بزرگوار ہی ہوسکتے ہین کعبہ کو اوس حالت پر نہ رکھتے
کہ جس حالت پر اون کا مقصود حدیث سے ظاہر ہوتا ہے — ؟

کیا کوئی وجہ مخالف ایسی ہوسکتی ہے۔ کہ پیغمبر بی بی عائشہ کے قوم والون پر کہ جنمین
اون کے باپ نمبر اول پر داخل ہین کامل الایمانی اور پختہ مسلمانی کا بھروسہ رکھتے تھے — ؟

کچھ شبہہ نہین ہے کہ پیغمبر کو ہرگز ہرگز اون کے اسلام و ایمان پر پورا بھروسہ نہ تھا
اور اون کو پکا مسلمان بنانے کے لئے اون کی تالیف کیجاتی تھی اور یہ رشتہ ازدواج
بھی اوسی تالیف کی ایک شاخ تھی۔ اور جیسے کہ پیغمبر ان بزرگوارون کی تالیف بخیال ارتداد
کرتے تھے ایسے ہی یہ بزرگوار بھی نظر شکار مطالب پر رکھکر پیغمبر کے مزاج مین ایک قسم کا
رسوخ چاہتے تھے اور اوسی شکار مطلب کے عملی کارروائی کہو یا ایک مدبرانہ تدبیر اپنی
اپنی بیٹیون کا پیغمبر کے ساتھہ بیاہ دینا تھا۔ اور بالآخر اونکے مدبرانہ کارروائی کے نتیجہ
نے اون کی مرضی کے موافق بی بی عائشہ سے باپ کی خدمت فرزندی ادا کرائی جب کہ
قرب وفات پیغمبر کی طرف سے اونھون نے اپنے باپ کو حکم دیا کہ وہ امام جماعت ہوون
اور جس کو ذیعلم سائل نے فخر سے آگے بیان کیا ہے اور جس کی حقیقت اوسی مقام پر کھلائی
جائیگی اور اس مقام پر صرف اس امر کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جن لوگون کے کسی نوع
سے تعلقات محلات شاہی یا کسی شے یا ذی وجاہت شخص کے گھر مین پیدا ہوجاتے ہین

؎ اس خطبہ طولانی مین بخاری مین صاحب تسہیل القاری یعنی مترجم کی مین سنہ عین سے نہ سمجھئے۔

تو ایسے لوگوں کو اپنے اغراض نفسانی کی خاطر خواہ کامیابی میں قوی بھروسہ ہوتا ہے۔ اور تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر وہ کامیاب ہی ہوتے ہیں۔

اب میں اپنی دانست میں نو تعلیم سائل کے اس دعوے کی حقیقت کہ "ان کے ممدوحین نے آنحضرت کے قرب قرابت کو سرمایۂ فخر و عزت دینی سمجھا اور آپ کی بیٹیاں لیکر پیغمبر کے خسر ہونے کا تاج سر پر رکھا" خوب دکھا چکا۔ اصحاب اس امر کی حقیقت دکھلاتا ہوں کہ جو اس کے بعد انہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ "آنحضرت کی بیٹیاں اور نواسیاں لیکر خلعت دامادی بغل میں لیا"

واضح ہو کہ آجتک شیعہ و سنی کے درمیان نسبت ایک نواسی پیغمبر موسومہ ام کلثوم کے یہ امر متنازعہ فیہ چلا آتا تھا کہ آیا ان کا عقد حضرت عمرؓ سے ہوا یا نہیں۔ اہل سنت قائل نکاح کے ہیں اور شیعہ اوسکے قائل نہیں ہیں مگر ماشاء اللہ اس آزادی کے زمانہ میں ہمارے ذی علم سائل نے اور ترقی کی یعنی بجائے ایک نواسی چند نواسیوں پیغمبر سے اپنے ممدوحین کا عقد قرار دیکر خلعت دامادی بغل میں دیا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ بہرحال نو تعلیم سائل نے اپنے دعوے میں جو اشارہ پیغمبر کے بیٹیوں کے لینے کا کیا ہے وہ متعلق دامادی حضرت عثمان کے ہے اور پہلے میں اوسی کے متعلق اپنی محققانہ رائے ظاہر کرتا ہوں۔

اس دامادی کے متعلق جس قدر روایات کتب اہل سنت میں مندرج ہیں وہ ایک دوسرے سے مخالف ہونے کی وجہ سے اسقدر مضطرب ہیں کہ ایک ناقد بصیر کی نظر میں قابل قبول نہیں قرار پاسکتیں۔

صاحب روضۃ الاحباب یہ لکھتے ہیں کہ اولاد اکبر آنحضرت کی زینب تھیں جو سال تیس عام الفیل میں پیغمبر کی شادی سے پانچ برس بعد پیدا ہوئیں اور بھی چھبیسویں عام الفیل میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ شادی کا ہونا تحریر کرتے ہیں۔ ان زینب کی شادی

ابو العاص ابن ربیعہ ابن عبد العزیٰ کے ساتھ کر دی گئی تھی اور بعد مبعوث ہونے آنحضرت کے بھی یہ زینب اپنے شوہر سے علحدہ نہین ہوئین حالانکہ انکا شوہر ابو العاص بعد جنگ بدر اسلام لایا تھا - البتہ ایک روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت نے بعد اوس کے مسلمان ہونے کے صرف تجدید نکاح کی کر دی تھی الخ پس جبکہ انکی علحدگی ان کے شوہر سے ہی نہین پائی جاتی یا اگر علحدگی پائی جاتی ہے تو بعد اوسکے مسلمان ہونے کے اوسی سے تجدید نکاح کا ہونا قبول کیا گیا ہے - تو پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کا عقد ہونا کیسے قبول ہو سکتا ہے -

صاحب روضۃ الاحباب نے اسی روایت مین لکھا ہے کہ "انہین زینب کی بیٹی امامہ کے ساتھ شادی کر لینے کی جناب سیدہ نے ہنگام وفات اپنے علی مرتضےٰ کو وصیت کی تھی" (دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۳۴۰ و ۱۴۳ و مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی) -

اس کے بعد صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ شاہ عبد الحق صاحب دو اور دختران پیغمبر رقیہ و ام کلثوم کی پیدائش لکھتے ہین - لیکن میری رائے مین نامون مین اختلاف ہو گیا ہے ورنہ دراصل وہ ایک ہی دختر ہین خواہ اونکا نام رقیہ ہو یا ام کلثوم -

میری اس رائے کا اخذ دو وجوہ سے ہے ایک یہ کہ جو واقعات ان دونون دختران کے متعلق لکھے گئے ہین وہ ایک ہی ہین یعنی اونکی شادی کا عتبہ ابن ابی لہب کے ساتھ ہونا - دوم امام عبد البر صاحب استیعاب نے جو فہرست دختران پیغمبرؐ کی دی ہے اوسمین رقیہ نام نہین سے صرف ام کلثوم ایک دختر کا نام لکھا ہے - اس وجہ سے میرے خیال مین پیغمبر کی دوسری دختر کا نام ام کلثوم تھا - چنانچہ ام کلثوم کے پیدائش صاحب روضۃ الاحباب ۳۹ عام الفیل میں یعنی زینب کی پیدائش سے ۹ برس بعد لکھتے ہین اور قبول کرتے ہین کہ پہلے سال بنوت مین اوسکے شوہر نے ان کو طلاق

بیوی ہی تہی (دیکہو روضۃ الاحباب حوالہ بالا)۔

اگرچالیسؔ عام الفیل جس مین پیغمبر خدا کا مبعوث برسالت ہونا صاحب روضۃ الاحباب نے لکہا ہے پہلا سال نبوت مانا جاوے تب تو پیدایش اُم کلثوم سے عتبہ کے ساتہ اونکی شادی کا ہونا اور پہر عتبہ کا اون کو طلاق دینا اور حضرت عثمانؓ سے اونکے بعد اون کی شادی کا ہونا یہ جملہ امور چار برس کے سن کے اندر اندر ہیلے جاتے ہین جو بالکل قبول کرنے کے لائق نہین ہین اور اگر پہلا سال نبوت سال شیوع اسلام مانا جاوے جو تین برس بعد ہوا۔ تب بہی یہ سب باتین ساڑہے چہ یا سات برس کے اندر اندر رہیں گے۔ ذہن نہین سمجہ سکتا کہ چار۔ یا۔ ۶۔ اور ۷۔ برس کی لڑکی کسطرح قابل ازدواج ہوگئی جو حضرت عثمانؓ یا عتبہ کے ساتہ بیاہی گئی۔ عرب کا گرم ملک نوین برس مین عورت کو قابل شادی کے بنا دیتا ہے۔ نہ کہ چار۔ یا چہہ۔ اور سات برس کی لڑکی کو۔ اور علاوہ اسکے جبکہ ۳۹۔ عام الفیل مین اُم کلثوم یا رقیہ کی پیدایش تسلیم ہے تو پہر وہ روایت کہ جس مین اِن رقیہ یا اُم کلثوم کا ایام جاہلیت مین صرف حضرت عثمانؓ سے ہی شادی کا ہونا صاحب روضۃ الاحباب نے لکہا ہے خلاف واقعہ ہوئی جاتی ہے کیونکہ اوس حساب سے اون کا سن صرف چار برس کا ہوگا یعنی ۳۶ مین انکا پیدا ہونا اور ۴۰ مین پیغمبرؐ کا مبعوث برسالت ہونا یہان ۳ سال شیوع اسلام کا زمانہ شمار نہین کیا جائے گا۔ کیونکہ بعد بعثت کسی غیر مسلم کو پیغمبر اپنی بیٹی نہین دے سکتے تھے۔ اور تین برس تک بجبر کہہ دیا لوگ سکے اور کوئی مطلع نہین ہوا تہا۔ اور اس روایت کے قبول کر لینے سے دوسری خرابی یہ واقع ہوتی ہے کہ وہ تمام روایات کہ جن مین پہلے اُم کلثوم کا عقد عتبہ کے ساتہ ایام جاہلیت مین ہونا قبول کیا گیا ہے وہ سب غلط ہوئی جاتی ہین۔

صاحب مدارج النبوۃ نے ایک یہ روایت بہی لکہی ہے کہ یہ حضرت اُم کلثوم

جناب فاطمہؑ کی پیدائش کے بعد پیدا ہوئی تھین گی یہ روایت اس وجہ سے مہمل ہے کہ اول تو کسی مورخ نے یہ قبول نہین کیا ہے کہ پیغمبر کی کوئی اور بیٹی بعد جناب سیدہ کے پیدا ہوئی تھیں دوم جبکہ جناب فاطمہؑ بعد مبعوث برسالت ہونے کے پیدا اور قابل ازدواج ہوئین تو پھر یہ کیسے تسلیم ہوگا کہ اون کی چھوٹی بہن پیغمبرؐ کے مبعوث برسالت ہونے سے اول قابل ازدواج ہوگئین اور اس صورت مین نہ اون کی شادی عتبہ سے ہونے پائی جانے گی نہ حضرت عثمانؓ سے بہر حال جس قدر روایات ابتک میری نظر سے گذرے ہین اون سب کو پیش نگہ میری رائے اس بارہ مین یہ ہے کہ جس حالت مین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو روایات اہل سنت مین بھی زن بیوہ قبول کیا گیا ہے کہ جنھون نے پیغمبرؐ خدا کو اپنی شادی سے پہلے اپنی تجارت کے منافع مین بھی شریک کر لیا تھا اور پھر اپنی شادی بھی پیغمبرؐ کے ساتھ ہی کی۔ تو پھر کون وجہ مانع اس امر کی ہے کہ اون دونون لڑکیون کو جنکا ذکر اوپر ہوا اون کے پہلے شوہر سے نہ مانا جاوے اور اس صورت مین وہ پیغمبرؐ کے ربیبہ ہون گی اور اسی صورت مین اونکا قبل بعثت بالغ ہونا اور ایک کا عتبہ ابن ابی لہب اور دوسرے کا ابو العاص ابن ربیعہ ابن عبد العزیٰ کے ساتھ شادی کا ہونا جیسا کہ کتب اہل سنت مین لکھا ہے اور پھر ایک کا حضرت عثمانؓ سے شادی کا ہونا سب مطابق ہو گا مگر صرف یہ خرابی ضرور ہوگی کہ حضرت عثمانؓ ذو النورین قائم نہین رہین گے کیونکہ حضرت زینب کی اون سے شادی ہونا اس روایت سے پائی نہین جاتی بلکہ وہ اپنے شوہر سابق کے پاس ہین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ لیکن اس کے قبول کرنے سے گو لقب ذو النورین باقی نہ رہے تاہم لقب غنی ضرور باقی رہے گا اور جس کو شیعہ بھی خوشی سے قبول کرتے ہین سنیون نے جو اپنی رائے یہ دی ہے کہ دونون لڑکیون کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تسلیم کرنا چاہئے یہ میری رائے ایک صلاح اہل سنت کو ہے کہ اس رائے کے بموجب اون کے یہان کی روایات منقولہ کہ جنکی

مین نے اوپر لکھا ہے مطابق ہو سکتی ہین ورنہ میری ذاتی راے اِس معاملہ مین وہی ہے جسکو علماے مذہب شیعہ نے تحقیق کیا ہے۔

یعنی یہ دونون لڑکیا حقیقت مین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہؓ کے بطن سے نہین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی فرزندی مین لے لیا تھا [۱]

اِس تحقیق کی رو سے یہ دونون لڑکیان حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی دختران متبنے خواہرزادے یا لک نہین۔

مین جب اس امر پر غور کرتا ہون کہ جناب سیدہ جس وقت قابل ازدواج ہوئی ہین تو تمامی مہاجرو انصار نے کہ جن مین ہمارے ذی علم سائل صاحب کے ممدوحین بھی شامل ہین اونکی خواستگاری کی تھی بجز ایک علی مرتضےٰ کے کہ اونہون نے سب کے بعد خواستگاری کی تھی لیکن پیغمبر خدا نے سب کو یہ جواب دیا کہ فاطمہؓ کی شادی مین مجھے اوس کے حکم کا انتظار ہے کہ جس کی وہ کنیز ہے (یہ واقعات ایسے صاف وصریح ہین کہ جن کو بالاتفاق علماے فریقین نے اپنی اپنی تالیفات مین قبول کیا ہے) تو مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی اس بیٹی کی شادی مین ایسا اہتمام کیون کیا اور اون اپنی دختر ون کے لئے ایسے اہتمام کیون نہین کئے اگر یہ لڑکیان درحقیقت پیغمبر کے نطفہ سے ہوتین قطع نظر اسکے کہ اونکی ولادتین قبل بعثت تسلیم کیجائین یا بعد لیکن مرتبہ مین سب مساوی ہوتین اسواسطے کہ قبل بعثت بھی پیغمبرؐ اور نیز اونکی بی بی خدیجۃ الکبریٰ ملت حضرت ابراہیم پر ہی تہین۔ پس مین جہان تک غور کرتا ہون بنظر اون واقعات کے جو اوپر لکھے گئے مذہب شیعہ کی تحقیقات کو بہت زبردست پاتا ہون۔ سادو۔ اندرین صورت وہ خلعت دامادی جو ذی علم سائل نے حضرت عثمانؓ کی بغل مین دیا ہے بقینی نہ ہونے کی وجہ سے خود ظاہر نہین کر سکتا کہ آیا یہ حضرت عثمانؓ کے جسم پر کس قدر

[۱] دیکھو کتاب البدع ۱۲ المحدثہ مصنفہ علامہ ابوالقاسم کوفی در رسالہ جناب شیخ مفید علیہا الرحمۃ۔

مرتکب ہون -

امام ذہبی میزان الاعتدال مین یونس ابن حباب کلبی کی سند خاص سے جو ایک ثقہ راوی سنن اربعہ کے ہین یہ لکھتے ہین کہ حضرت عثمانؓ نے پیغمبرؐ کی او ن دونون لڑکیون کو مار ڈالا۔ اِس واقعہ کی تائید و تصدیق اوس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس کو صاحب مدارج النبوۃ نے لکھا ہے یعنی جب زینب زوجہ حضرت عثمانؓ کا انتقال ہوا اور رسولؐ نے لوگون سے پوچھا آیا تم مین کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے اِس شب مین اپنی عورت کے ساتھ مجامعت نہ کی ہو تاکہ قبر مین اوترے چنانچہ ابو طلحہ نے اقرار کیا اور وہ قبر مین اوترے۔ شارحین نے اِس روایت کی یہ شرح کی ہے کہ پیغمبرؐ کا مقصود اِس سے حضرت عثمانؓ پر تعریض کا تہا اور وجہ تعریض کی یہ بتلائی ہے کہ جس شب کو زینب اونکی زوجہ نے انتقال کیا اوسی شب مین اونہون نے اپنی لونڈی کے ساتھ مجامعت کی اور چونکہ وہ حالت جنب مین تھے قبر مین نہین اوتر سکتے تھے اسوجہ سے پیغمبرؐ نے تعریضاً وہ امر فرمایا تہا۔[1]

جب ہم ایام جاہلیت کے رسم و رواج اور طریق پر نظر ڈالتے ہین تو ہمکو کوئی بھی شک و شبہہ اِن روایات کے صحت پر باقی نہین رہتا ہے -

اگر ہم رسم و رواج اور طریقے پر لحاظ نہ بھی کرین تب بھی اہل سنت کو ایسی روایت کا کہ جس کا راوی ایسا مقدس ہو کہ جسکی روایات سے سنن اربعہ مالامال ہین نہ قبول کرنا قابل بہت ہی تعجب کے ہو گا -

صاحب مدارج النبوۃ نے جو روایت لکہی اور شارحین نے اوسکی شرح کردی ہے حقیقت مین وہ شرح ضرور اوس روایت پر یقین دلانے والی ہے جو یونس ابن حباب کلبی سے روایت کی گئی ہے - ہم اِس زمانہ مین اپنی انکھون سے

[1] دیکھو معارج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ثانی صفحہ ۸۰۴ -

دیکھتے ہین کہ جب کسی مریض کی علالت کو اس قدر طول ہوجاتا ہے کہ اوس کے تیماردار عاجز آجاتے ہین اور یہ جان لیا جاتا ہے کہ بظاہر کوئی امید اس مریض کی صحت کی نہین ہے تو اوسکی تکالیف پر دل کڑہ کر اکثر لوگ یہی کہا کرتے ہین کہ اب اس مریض کی موت ہی باعث اسکی زندگی کا ہے۔ اگر ایسے مریض کی وفات واقع ہوجاتی ہی لوگو اوسکے شدائد مرض کے بنا پر اوس کا مرجانا بہتر سمجھا جاتا تہا مگر اوس کی وفات پر مسرت ظاہر نہین کیجائیگی اگر مسرت ظاہر کیجاوے گی تب اوس کا مرجانا ہی بہتر سمجھنا ہمدردی اور رحمدلی کی حد پر ہوگا بلکہ اپنی خلجان کی نجات پانے سے مریض کی موت کی خواستگاری سمجھی جاوے گی۔ اور اگر بعد وفات اوسکی وفات پر حزن و ملال ظاہر کیا جاوے گا جو ایک دلیل رحمت ہے تو ضرور اوسکی زندگی مین اوس کے مرجانے کی خواہش شدائد مرض کی بنا پر قرار پاویگی۔

اب حضرت عثمانؓ کا وہ فعل ذکر جو اونہون نے اپنی بی بی کے مرتے ہی کیا یعنی اون کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا ضرور یقین دلاتا ہے کہ وہ اس درجہ تنگ اگئے تھے کہ وہ اون کا مرجانا اسواسطے بہتر جانتے تہے تاکہ وہ فعل شروع ہو جس کا ذکر شارح نے کیا ہے لیکن جب اونہون نے دیکہا کہ بیمار سخت جان ہے تو شیطان نے اوس عمل قبیح پر مجبور کر دیا کہ جس کو ایک راوی **سُنن اربعہ** نے اپنی سند خاص سے لکہا ہے اور پہر قبل دفن ہی اصلاح دماغ بھی کر چکے اور حضور پیغمبرؐ کو اس واقعہ کی اطلاع سفیر خدا نے دی۔ جسکی وجہ سے اوسکا تذکرہ آجتک کتب فرقہ اہل سنت مین بطور یادگار بسنت حضرت عثمانؓ درج چلا آتا ہے۔

ہمارے ذی علم سائل نے جو خلعت دامادی حضرت عثمانؓ کی بغل مین دبوایا ہے عجب نہین کہ اسکے بغل مین دبوانے کا باعث یہی روایات ہوئی ہون ورنہ خلعت بغل مین نہین دابا جاتا بلکہ بدن مین پہنا جاتا ہے اور یہی محاورہ ہے۔ جیسا کہ

ایک کہ شاعر نے کسی افسر شاہی کی اصلاح عادات کے لئے کہ جس سے افعال کا ظہور عہدہ کی آبرو کے خلاف ہوتا تھا ایک شعر نظم کیا تھا کہ جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے۔

"خلعت پہنکے بھی نہ رذالت کی بو گئی"

معزز سائل۔

اس مصرعہ سے میرا قصد خدانخواستہ حضرت عثمانؓ کی نسبت سوء ادب کا نہیں ہے بلکہ صرف اس غرض سے لکہا ہے کہ خلعت کے پہننے کا محاورہ ہے نہ کہ بغل میں دبانے کا۔

ذی علم سائل نے پیغمبرؐ کی نواسیوں کے عقد کے متعلق جو ایک فضیلت مرتب کی ہے اوس کے متعلق میں اوپر لکھہ آیا ہوں کہ صرف ایک نواسی پیغمبرؐ کی نسبت جن کا نام ام کلثوم ہے شیعہ سنی میں یہ امر قدیم سے زیر بحث چلا آتا ہے کہ آیا اون کا عقد حضرت عمرؓ کے ساتھہ ہوا یا نہیں سنی اوس کے وقوع کے قائل ہیں اور شیعہ نہیں شیعہ کچھ اسوجہ سے اسکے وقوع کے قائل نہیں ہیں کہ اونکے یہاں یہ امر حد تحقیق کو نہیں پہونچا بلکہ یہ معاملہ درحقیقت ایسا بے وجود تھا کہ جس کو قدیم علماے اہل سنت یعنی صحاح ستہ کے کسی جامع نے بھی اپنی اپنی صحیحوں میں داخل نہیں کیا۔ اگر کچھ بھی اصلیت اس عقد کی اوس نوعیت سے ہوتی جو آجکل کے علماے اہل سنت بلا دلیل ظاہر کر رہے ہیں تو یہ ناممکن امر تھا کہ اگلے لوگ اسکو عمداً نظر انداز کر جاتے۔

جو ایک روایت ماخذ اس عقد کی قدماے اہل سنت کے نزدیک ہے تو اوس کا راوی زبیر ابن بکار ایسا ہے کہ جس کی بابت نہ صرف علماے مذہب شیعہ ہی نے قدح کی ہے بلکہ علماے اہل سنت نے بھی اوسکی صدوقیت و ثاقت پر نہایت فصیح و بلیغ ریویو دیئے ہیں مگر باوجود ان سب باتوں کے میں نہیں سمجھتا کہ حال کے علماے اہل سنت کے ہاتھہ وہ کونسا پختہ ثبوت آگیا ہے کہ جس پر وثوق کے ساتھ ہمیشہ اس فخر کو حضرت عمرؓ کے سر منڈھا جاتا ہے۔ ہر چند کہ ہمیشہ شیعوں کی طرف سے محققانہ

رائین جواب مین عرض کیگئی ہین مگر افسوس ہے کہ اس امر کی کوشش تو نہین کیجاتی کہ شیعون کی تحقیق پر عدم قبول کے وجوہ کو ظاہر کرین تاکہ شیعون کو اون پر موقع غور اور فکر کا ملے اور وہی پرانے دہرانے ڈھکوسلے اعتراض اجرا کئے جاتے ہین۔ اس مقام پر مجھے امید ہے کہ میرے ذی علم سائل غور فرماوینگے کہ اونہون نے بھی کیون اس واقعہ کو نظر انداز نہین کیا حالانکہ وہ جدت پسند ہین اور پرانی دہرانی بوسیدہ کرم خوردہ باتون کو مکروہ جاننے والے۔

مین شروع مین اس امر کو مفصلاً قابل اطمینان ظاہر کر آیا ہون کہ کوئی فریق اپنے فریق مخالف پر اوسی حالت مین اپنے دعوے کو چلا سکتا ہے کہ جب اپنے دعوے کی شہادت فریق مخالف کی کتب سے دے۔ اگر کوئی ایسا دعوے کسی سمت سے کیا جاوے کہ جس کا پتہ دعویدار کے فریق مخالف کی کتب معقولہ مین موجود ہو اوسی نوعیت سے جیسا کہ دعوے مین ظاہر کیا جاوے تو بے شک فریق مقابل پر وہ حجت ہوگا۔

مقدمہ ہذا کی شان یہ ہے کہ سُنّی مدعی اس امر کے ہین کہ عقد حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ مرتضےٰ کا جو بطن جناب فاطمۂ زہرا سے ہین خلیفۂ ثانی کے ساتھ بلا جبر و اکراہ بخوشی و رضامندی قلبی جانبین کی ہوا۔ شیعہ اس بات کے قائل نہین ہین پس بحیثیت مدعی سنیون کو لازم ہے کہ امور مصرحہ اپنے دعوے کے کتب معقولہ اہل تشیع سے ثابت کرین لیکن اس امر مین وہ نہ کبھی کامیاب ہوئے نہ ہونگے اب رہی تحقیق اس مسئلہ کی بنا بر اصول اہل تسنن۔ بس اس معاملہ مین مین قدیم علماے اہل سنت کی ہوشیاری کی داد دیتا ہون کہ اونہون نے اس واقعہ نکاح کی روایات کو یکقلم کتب صحاح مین داخل نہین کیا۔

کتب غیر صحاح ستہ مین جو روایات متعلق اس معاملہ کے منقول کی گئی ہین

اون مین تمامتر روایات سے حضرت عمرؓ کیطرف سے اصرار و اجبار و اکراہ اور ظلم اور اذیت اہل بیت پیغمبرؐ پر اور اون کا عامل قبیح و مرتکب امر ناجائز ہونا علانیہ ظاہر اور آشکار ہوتا ہے۔ جس سے کثیر التعداد مطاعن خلیفہ صاحب پر وارد ہوتے ہین اوسی خوف سے ہوشیار ہو کر اون علماؤنے کہ جنہون نے صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اون روایات کو اوس مین داخل نہین کیا کہ جن سے لاجواب مطاعن حضرت عمرؓ پر پیدا ہوتے تھے اور اون روایات کے ترک کو ذریعہ اتفاق طعن سے گردانا ہے اور اون روایات کے اظہار سے گریز کیا ہے۔ اور جن علماء نے کہ اون روایات کو اپنی کتب مین درج کیا اون سے غلطی یا نافہمی بر خلاف منشاء اون علماء کے ہوئی کہ جنہون نے صحاح ستہ کو جمع کیا ہے لیکن جن علمائے نے کہ اون روایات کو اپنی کتب مین داخل کیا وہ بھی قابل آفرین ضرور ہین صرف اس وجہ سے نہین کہ اونہون نے اون روایات کو اون کی پوری شان سے منقول کیا ہے بلکہ اسوجہ سے بھی کہ وہ علماء شیعہ کی طعن کے حضرت عمرؓ پر موئد ہو گئے۔

اب ہمارے اس زمانہ کے جو علماء اہل سنت مثل سائل کے ازدواج ام کلثوم گو وہ کسی کے بطن سے قرار پاوین اتحاد یا فخر حضرت عمرؓ کے لئے پیش کرتے ہین تو اون کو ضرور ہے کہ وہ اوسی شان سے واقعہ کو قبول کرین جس شان سے کہ اون کی کتب مذہب مین مندرج ہے اور جب اوس شان سے قبول کیا جائے گا تو جو استدلال کہ کیا جاتا ہے وہ کسیطرح قائم نہین رہ سکے گا بلکہ وہ شیعون کے ساتھہ مطاعن حضرت عمرؓ مین شریک اور موید ہو جاوینگے۔

سائل صاحب کو ثابت کر دینا چاہئے کہ وہ ام کلثوم جو علی مرتضےؑ کی صاحبزادی جناب سیدہ کے بطن سے نہین بلا اکراہ و اجبار عقد خلیفہ ثانی مین آئین جسکی بابت مین نہایت جرأت سے یہ دعوے کرتا ہون کہ کتب شیعہ سے یہ امر کسی وقت مین بھی

ثابت نہین ہو سکتا - اگر میرے لائق دوست مجھے اطمینان دلادین تو مین آج بہت خوشی سے اپنے لائق دوست ذی علم سائل کا متحد الخیال ہو جاؤنگا -

مین ذی علم سائل کی پالیسی کا پیش والا نہین ہون کہ اون کو باوجود اس اطمینان کلی کے کہ شیعہ قیامت تک اون کے جواب سے قاصر رہینگے پھر بھی شرط تبدیل مذہب یا اور کسی شرط کو اس سوال کے جواب باصواب پر قرار نہین دیا اور نہ معلوم کہ وہ کون سی بات اونکے دل مین تھی کہ جو کسی ایسے شرط کی روک ہو گئی -

اسکے بعد ذی علم سائل نے یہ دعوے کیا ہے کہ اون کے ممدوحین تا حیات پیغمبر اون کے جلیس و انیس وزیر و مشیر رہے اور بموجب ارشاد شاورہم فی الامر مہمات مین اون سے مشورہ لئے اور اون کے مشورے پسند خاطر پیغمبر ہو کر اونکی راے کی تصدیق و تصویب ہوئی -

ہمکو سخت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ذی علم سائل شیعون کے روبرو اپنے ممدوحین کیون اون اوصاف کو جو درحقیقت اون کی ذات اشرف و انجب پر منطبق ہین ثابت پیش کرتے ہین - اُن کو چاہئے تھا کہ ہر دعوے کی تطبیق کیلئے کم سے کم ایک مثال تو لاتے تاکہ شیعون کو موقع غور اور فکر کا اوسپر ملتا - محض جلیس ہونا کہ جس کو مین قبول کئے لیتا ہون ہرگز فخر کرنے کے قابل نہین ہے کیونکہ جب کوئی صحابہ کی اس عام تعریف پر (کہ جس نے ایک مرتبہ بھی پیغمبر کی زیارت کی ہے یا صحبت مین داخل ہوا ہی صحابی ہے) نظر کرے گا تو بیسیون ہر شخص مین صحابی اور جلیس پیغمبر ہونے کا فخر قبول کرے گا - اور جس حالت مین کہ ہمکو کتب تواریخ و حدیث اس امر کا پتہ ملتا ہے کہ پیغمبر کافرون کے ساتھ بھی نہایت خلق سے پیش آتے تھے اون کی تعظیم کرنے کے لئے اپنی عبا بچھا کے فرش بچھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر بزرگ قوم کا اکرام کرو اگرچہ وہ کافر ہو تو ایسی حالت مین غور کرنا چاہئے کہ محض جلیس ہونا کسی کا کب

داخل ہیں قابل فخر اور اعزاز کے ہو سکتا ہے۔ اور اگر محض شرف حصول صحبت پیغمبر ہی کسی کو جلیس پیغمبرؐ ہونے کا فخر عطا ہو سکتا ہے تو کیا وجہ مانع ہو گی کہ کفار و مشرکین کو بھی جو پیغمبر کی خدمت مین اکثر حاضر ہوتے تھے ۔جلیس پیغمبرؐ نہ کہا جاوے ۔مگر میری تحقیق کے بموجب تو جلیس و انیس پیغمبرؐ ہونے کا فخر اوسی شخص مین قبول کرنا چاہئے کہ وہ جو بدو زید الیش سے پیغمبرؐ کی کنار عاطفت مین پرورش پایا ہو جسے پیغمبرؐ نے قحط سالی مین اپنے حصہ مین لے لیا ہو اور اوسکی ترتیب و تعلیم بنفس نفیس فرمائی ہو ۔پیغمبرؐ نے جسے اپنا نفس کہا ہو جس کا دروازہ مثل اپنے گھر کے دروازہ کے مسجد کے اندر کھلا رکھا ہو ۔جسے مثل پیغمبرؐ حالت جنب مین بھی مسجد مین جانے کا حکم ہو ۔جو ہر دن اور ہر رات پیغمبرؐ پر داخل ہوتا ہو ۔پیغمبرؐ اوسکے لئے خلوت کرتے ہون ۔اور وہ خلوت خانہ مین پیغمبرؐ کے ساتھ رہتا ہو اور ایسا بے تکلف ہو کہ جو چاہے سو کہے اور جو چاہے سو سُنے ۔جیسے چاہے ویسے بیٹھے جیسے چاہے ویسے کھڑا ہو ۔اوسکی نسبت ہر صحابی نے جان لیا ہو کہ پیغمبرؐ یہ سلوک بجز اوس کے اور کسی سے نہین کرتے ۔اور وہ سلوک اوس کے ساتھ خاص اوس کے گھر مین اور نیز اپنے گھر مین فرماتے ہون ۔اور جب وہ منزل رسولؐ مین داخل ہوتا ہو تو ازواج رسولؐ اوٹھا دی جاتی ہون اور رسولؐ کے پاس سوائے اوس کے اور کوئی نہ رہتا ہو ۔اور جب کبھی پیغمبرؐ اوس کے گھر داخل ہوتے ہون تو نہ اوسکی بی بی اوٹھائی جاتی ہو اور نہ اوسکے فرزند ۔اور جو کچھ وہ پوچھتا ہو پیغمبرؐ اوسکو جواب دیتے ہون اور جب وہ چُپ ہو جاتا ہو تو اوسکی تربیت کی غرض سے خود پیغمبرؐ اوس سے بات شروع کرتے ہون وہ ایسا ہو کہ ہر آیت قرآن کو بوقت نزول پیغمبر نہ صرف اسکو پڑہا دیتے ہون بلکہ لکھا دیتے ہون اور اوسکی تاویل و تفسیر اوس کا ناسخ اور منسوخ اوس محکم اور متشابہ اور اوسکا خاص اور عام اوسے بتلا دیتے ہون اور اوس نے اون سبکو اپنے ہاتھ سے لکھ لیا ہو ۔جس کے لئے پیغمبرؐ نے یہ دعا کی ہو کہ الٰہی اوسے حفظ و فہم

عطا کر- اور اوس شخص کو وہ چیزین کہ جو خدا نے اپنے پیغمبر کو (حلال وحرام- امر و نہی- یا جو
کوئی ہو گئی ہو یا ہونے والی ہو یا وہ کتاب جو کسی پر پہلے نازل ہوئی ہو اور اوس مین طاعت
بیان کی گئی ہو خواہ معصیت) سکہائی ہون نبی نے اوسکو سکہادی ہون اور وہ اوسمین
سے ایک حرف بھی نہ بھولا ہو اور پہر پیغمبر نے اپنا ہاتہ اوسکے سینہ پر دہر کر خدا سے
یہ دعا کی ہو بہر دے اللہ اوس کا دل علم و فہم و حکمت اور نور سے- اور اوس نے نبی
سے یہ کہا ہو کہ جب سے آپنے میرے لئے دعا کی ہے مین کسی چیز کو جسے کہ مجہے آپ
نے تعلیم کیا ہے نہین بہولا ہون اور کسی چیز کو مین نے بغیر لکہے نہین چہوڑا ہے- کیا
آپ کو میری نسبت خوف بہول جانے کا تو نہین ہے؟ اور اس پیغمبر نے یہ کہا ہو کہ نہین
مین تجہپر بہول اور نادانی کا خوف نہین کرتا[۵۱]

مین نہایت ادب سے دریافت کرتا ہون کہ آیا جس کسی مین ایسے اوصاف
نہون اوسپر بہی انطباق و اطلاق پیغمبر کے جلیس و انیس ہونے کا ہو سکتا ہے؟

میرا جہان تک خیال ہے ضرور اس کا جواب ہر وہ شخص جو تحقیق کی نظر رکہنے والا
ہے نفی مین دیگا اور بیساختہ پکار اوٹہے گا کہ ان اوصاف کی تطبیق بجز علی مرتضے ع
کی ذات اقدس والے کے اور کسی مین ہرگز ہرگز نہین پائی جاتی- اور اونہین کی ذات
مقدس پر پیغمبر کے جلیس و انیس و وزیر ہونے کا خاتمہ ہو گیا ہے- اور جس کی تائید انا
مدینۃ العلم و علی بابہا ۔ انا دار الحکمۃ و علی بابہا ۔ یا اقضیکم علی ۔ وغیرہ وغیرہ احادیث
پیغمبر سے بخوبی ہو سکتی ہے[۵۲] حقیقتاً یہی اوصاف اوسی مین قبول ہو سکتے ہین کہ جس کو
پیغمبر ع اپنا نفس فرمائے اور اوسکا خون اور گوشت اور پوست عین پیغمبر ع کا گوشت
و پوست ہو-

۵۱ دیکہو رسالہ روشنی مطبوعہ اکتوبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۹۸ لغایت ۱۰۰ کتاب ہذا-

۵۲ دیکہو صحیح ترمذی و صواعق محرقہ-

مین کچھ اسی حد تک اِس معاملہ کی حقیقت دکھلانے کے واسطے تیار نہین ہون بلکہ یہی کہتا ہون کہ اول مرتبہ جبکہ آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی اور پیغمبرؐ نے اپنے قرابت دارون کو جمع کیا اور اپنے خطبہ مین صراط مستقیم پر راہ چلنے کی خاطر تین مرتبہ ہدایت کر چکے اور تین مرتبہ فرما چکے جو کوئی پیش قدمی اور اِس کام مین میری مدد کرے گا پس وہی میرا برادر۔ میرا وصی اور میرا وزیر ہے۔ لیکن حاضرین نے ہر مرتبہ پیغمبر کی بات کا جواب بہی دینا فضول سمجھا مگر ہر مرتبہ وہی جزگو اِس حقارت آمیز خاموشی کی برداشت نہ کر کے دلیرانہ کہڑا ہوا اور پیغمبرؐ سے عرض کیا کہ وہ شخص مین ہون کہ جو آپ کو آپکے کام مین مدد دونگا۔ اور پیغمبرؐ نے اوسکے کاندہے پر ہاتہ رکھکر لوگون کو بتلا دیا کہ دیکھو یہی میرا برادر اور میرا وصی اور میرا وزیر ہے اِس کی بات سُنو اور اِسکی اطاعت کرو اور حاضرین جلسہ۔ ایک ادہیر عمر کے شخص (پیغمبرؐ) اور ایک بارہ تیرہ برس کے تازہ جوان (علیؑ) کے اِس فیصلہ کو کہ وہ دونون تمام دنیا کے خلاف اپنا دین پہیلانے مین کامیاب ہونگے۔ مضحکہ اور قہقہہ مین اوڑا کر منتشر ہوگئے۔

اِس مقام پر یہ شبہہ ہونا نہین چاہئے کہ علی مرتضیٰ اور اون کے باپ حضرت ابوطالب اِس دعوت میں بھی اون لوگون مین شامل تھے کہ جن کو دعوت اسلام مقصود تہی۔ تو مرتضیٰ سے بحث تقدم اسلام یا سابق الاسلامی کو متعلق کرنا سخت غلطی کی بات ہے یہ بحث اون لوگون کے متعلق ہوسکتی ہے کہ جو پہلے کافر تھے اور بعد کو پیغمبرؐ خدا پر ایمان لائے۔ اور علی مرتضیٰ کے ایمان و اسلام کی بعینہ وہی حالت تھی جو خود پیغمبر خدا کی قبل بعثت تھی۔ جس طرح پیغمبرؐ قبل بعثت ملت ابراہیم پر تھے اوسی طرح بعثت میں علی مرتضیٰ بھی تھے۔ پیغمبرؐ درجہ حکم کو پہونچ چکے تھے کہ علی مرتضیٰ [illegible] و زہد ایش سے پیغمبرؐ خدا کی خدمت اور انہین کی تعلیم و تربیت

مین رہے کبھی اونہوں نے بتون کو سجدہ نہین کیا اور کرم اللہ وجہہ کا جو لقب علماے

اہل سنت نے ہمارے علی مرتضےٰؑ کو عطا کیا ہے اوس کا منشا بھی یہی ہے کہ اونہوں نے

کبھی کسی بت کو سجدہ نہین کیا اور اسی جگہہ سے اوس حدیث کے معنی بہی ذہن نشین ہوسکتے

ہین کہ جس مین علی مرتضےٰ کی نسبت پیغمبر نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اوس نے بقدر چشم زدن

بہی کفر اختیار نہین کیا۔ ؎۱

کچھہ شبہہ نہین ہے کہ علی مرتضےٰ اس دعوت مین اون لوگون کی میزبانی مین جو

دعوت مین بلائے گئے تھے شریک پیغمبرؐ تھے۔ پیغمبرؐ نے جس طرح بحکم خدا اون لوگون پر

دعوت اسلام کی اوسی طرح علی مرتضےٰؑ نے بحکم پیغمبرؐ خدا اون لوگون کی دعوت طعام کی

اور اون کے باپ حضرت ابو طالب جو مربی اور حامی اور محافظ

پیغمبرؐ کے تھے اون کی موجودگی اوس انجمن مین دو وجہہ سے شدید ضرورت تہی۔

ایک تو یہ کہ وہ پہلا موقع تہا جبکہ اون کا بھتیجا اپنی نبوت کا اظہار اور دعوت

اسلام کرنے والا تہا۔

دوسرے یہ کہ اوسی انجمن مین پیغمبرؐ اپنے بہائی کو جو اون کا بیٹا تہا اپنا وزیر خلیفہ

جانشین وصی (جو چاہو سمجھو) مقرر کرنے والا تہا اور لوگون کو اوسکی اطاعت کا حکم

دینے والا تہا۔ اور ان کارروائیون سے حضرت ابو طالب لاعلم نہین تھے اور کچھہ شبہ

نہین ہے کہ حضرت ابو طالب کی موجودگی اور وجاہت کا بہی یہ سبب تہا کہ گو بمخالفت

نبیؐ وعلیؑ مجمع حقارت آمیز مضحکہ سے منتشر ہو گیا لیکن یہ کسی کی جرات نہین ہوئی کہ

نبیؐ وعلیؑ کو کوئی صدمہ پہونچاتا۔

بہرحال علی مرتضیؑ کی جانشینی کا یہ کوئی ایسا واقعہ نہین ہے جس کا پتہ صرف مذہب اہل تشیع

مین ہی ہو بلکہ وانذر عشیرتک الاقربین کی تفسیر مین ہر محقق نے اور ہر حیثیت مورخانہ حالات

؎۱ دیکھو مودۃ القربیٰ ہمدانی

ابتدائے اسلام میں) ہر فرقہ کے مورخ نے اپنی تاریخ میں اسکو اسی نوعیت سے جیسا کہ ہم نے بیان کیا لکھا ہے۔[۵۱]

گو ان اسناد کے بعد جو حاشیہ میں مندرج ہیں اور کسی سند کے دینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم اپنے معزز سائل کو کتاب صحائف مصنفہ فاضل شمس الدین محمد ابن اشرف الحسنی سمرقندی (ذکر جنکا) ملا مصطفے ابن عبد اللہ قسطنطنیہ کتاب کشف الظنون میں وغیرہ شارح صحائف صاحب معارف بھی کرتے ہیں) کی فصل ثالث[۵۲] دلیل ششم پر توجہ دلاتا ہوں جسمیں روایت ذیل بدین خلاصہ درج ہے اور اوس کو فاضل موصوف نے تسلیم بھی کیا ہے۔

روی انس ابن مالک قال قال (رسول اللہ) صلعم ان اخی و وزیری و خیر من اترکہ بعدی یقضی دینی و ینجز وعدی علی ابن ابیطالب (دیکھو کتاب صحائف فصل ثالث)	"بالتحقیق پیغمبر نے فرمایا کہ میرا بھائی میرا وزیر اور جنکو میں اپنے بعد چھوڑونگا اون سب میں افضل میرے دین کا ادا کرنے والا میرے وعدون کا پورا کرنے والا جو شخص کہ ہے وہ علی ابن ابیطالب ہی ہے"

اسی موقعہ پر سائل غور فرماوین کہ کیا یہ بے محل بات نہیں ہے کہ بموجب اس ارشاد پیغمبر جس کو کہ پیغمبر نے اپنے بعد سب سے افضل چھوڑا وہ تو نبی کا دین ادا کرے نبی کے وعدے پورے کرے اور مسند رسالت پر کوئی بیٹھ جاوے۔

پیغمبر نے اگرچہ متعدد موقعون پر علی مرتضے کو اپنا جانشین وزیر اور خلیفہ فرمایا ہو لیکن بالخصوص نبوت کے تینون زمانون میں علی مرتضے کو اپنا وزیر اور خلیفہ لوگون کو

---

[۵۱] دیکھو کامل ابن اثیر صفحہ ۲۲ جلد ثانی مطبوعہ مصر۔ تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ مطبوعہ مصر۔ و معارج النبوۃ رکن سوم باب اول صفحہ ۱۰ مطبوعہ بمبئی۔ تاریخ طبری۔ و تاریخ زوال سلطنت روم مصنفہ مسٹر گبن۔ و تفسیر در منثور سیوطی و تفسیر علامہ ثعلبی و تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی تحت تفسیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین سورۂ شعرا آیت ۲۱۴۔

[۵۲] یہ فصل درباب تحقیق افضل الناس بعد نبی میں ہے۔

بتلا دیا ہے۔ ابتداے زمانہ نبوت مین تو اسی موقعہ پرجس کو مین اوپر لکھ چکا اور اوسکے بعد دوسری دفعہ اوس وقت جبکہ پیغمبرؐ غزوہ تبوک کو نوین سال ہجری تشریف لے گئے اور مدینہ مین اپنا جانشین علی مرتضےٰؑ کو چھوڑ گئے اور پیغمبر خداؐ کی عدم موجودگی مین علی مرتضےٰؑ کے ساتھ زلیجانے کی منافقین نے عجب عجب تاویلات کین جب علی مرتضےٰؑ کے کانونمین یہ اخبار انتشار پہونچے فوراً پیغمبر خداؐ کی خدمت مین روانہ ہوئے اور راہ مین حاضر خدمت ہو کر پیغمبر خداؐ سے مدینہ کی افواہون کو بیان کیا جس کو سنکر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بھائی تم میرے واسطے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰؑ کے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا [۱] الا تم میرے بعد میرے اہلبیت پر زمین ہجرت پر (مدینہ سے مراد ہے) اور میری اُمت پر خلیفہ ہو اور اے بھائی واپس جاؤ کہ مدینہ مین آجکل بجز میرے اور تمھارے اور کوئی ٹھیک انتظام نہین کر سکتا [۲] علی مرتضےٰؑ نے خود بھی ان واقعات کو نظم فرمایا ہے [۳]

اگر کوئی کسی محقق سے اس حدیث پیغمبرؐ کی نسبت پوچھیگا تو وہ ضرور یہی نتیجہ ارشاد پیغمبرؐ ظاہر کرے گا کہ پیغمبرؐ نے بجز منصب نبوت کے اور تمام کمالات روحانی جو خود پیغمبرؐ کو حاصل تھے اوسی طرح علی مرتضےٰؑ مین اون کمالات روحانی کو تصدیق فرمایا ہے اور جس طرح کہ احکام خدا کی بجا آوری مین ہارون موسیٰؑ کے شریک تھے اوسی طرح علی مرتضےٰؑ کو احکام خدا کی بجا آوری مین اپنا شریک ظاہر فرمایا ہے [۴]

پیغمبر خداؐ کے اس ارشاد کے کہ "مگر میرے بعد کوئی نبی نہوگا" اگر عکسی نتیجہ پر غور کیا جاوے تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بعد پیغمبر آخر الزمانؐ کے اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ ضرور علی مرتضیٰؑ ہی ہوتے جیسا کہ اوستادی جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج فرماتے ہین

---

[۱] دیکھو صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ و کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی [۲] دیکھو سیرت ابن ہشام جزو ثالث صفحہ ۳۳ و ۳۴۔ امام احمد حنبل و بخاری و ترمذی کذا فی ینابیع المودۃ۔ [۳] دیکھو فواتح میبذی صفحہ ۳۰ و ۳۱۔ [۴] دیکھو عبقات الانوار جلد حدیث منزلت۔

اگر جہان میں نبی بعد مصطفےٰ ہوتے		قسم خدا و پیغمبر کی مرتضےٰ ہوتے ۔

آپ میں ابتدائی اور درمیانی زمانہ نبوت پیغمبر میں پیغمبر کے علی مرتضےٰ کو وزیر فرمانے کے
مواقع دکھلا چکا۔ تیسری دفعہ پیغمبر خدا نے نہایت اہتمام کے ساتھ بمقام غدیر خم جو جوار
جحفہ میں واقع ہے۔ علی مرتضےٰ اپنے برادر اور وصی اور وزیر کو اپنے مابعد زمانہ کے واسطے
اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے اور یہی وہ اختلافی مسئلہ ہے کہ جس نے ایک مذہب اسلام کو
شاخ در شاخ کر دیا ہے۔

لیکن جو رائے کہ امام غزالی کی بسلسلۂ واقعہ غدیر سر العالمین سے ہم ایک مقام پر اوپر لکھ چکے ہیں
اور جو ان کی آخر عمر کی رائے ہے اسکو ذہن میں مستقر کرنے کے بعد ہر شخص محقق منصف
یہی کہیگا کہ وہ رائے امام صاحب کی اس اختلاف ہی کا قطعی فیصلہ کرنے والی ہے بلکہ وہ
یہی کہیگا کہ وہ رائے امام صاحب کی ہماری اس رائے کی بھی موید ہے جو ہمنے متعلق
ممدوحین سائل کے ایمان و اسلام کے بر بنائے اقوال و اخبار کا انہیں محض بغرض حصول
حب و جاہِ دنیاوی کے شروع میں ظاہر کی ہے۔

اب میں اس حقیقت کے ظاہر کر دینے کے بعد ذی علم سائل سے اس امر کا فیصلہ
چاہتا ہوں کہ آپ کے ان تمام دعووں کی کیا حقیقت ہے اور میں بہت خوش ہونگا
کہ اگر قرآن یا حدیث پیغمبر سے کہ جو بطور واقعہ اگرچہ کتب اہل سنت میں درج ہوں مگر
اس کا نشان کتب شیعہ میں ہو مجکو بتلا دیں کہ جس میں پیغمبر نے ان ہر سہ بزرگوار ون
نسبت وزیر کا لقب عطا کیا ہو۔

ذی علم سائل نے جو مشیر یا مشیر ہونے کا وشاورہم فی الامر سے استدلال کیا ہے اسکی بنیاد
بھی افسوس ہے کہ مضبوط نہیں۔

تمام مسلمانوں کو یقین کرنا چاہئے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے نہ مخصوص

لہ دیکھو ترجمہ مستدرکات الانوار جلد ... دیکھو صفحہ ۱۰۰ اس کتاب کا۔

خلفاے ثلاثہ کے حق مین پیغمبر خدا کا عمل جبکہ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی پر
سب کو تسلیم ہے تو پہر کسی طرح اون مین احتیاج کسی سے مشورہ کی قبول کرنا نہین چاہئے
اور جو اون مین احتیاج ایسی قبول کرے تو اوس کو وہ موقع دکہلانا چاہئین تاکہ انسان اوس
مشورہ کی وقعت کا ہوسکے اور نیز ذی علم سائل کو چاہئے تہا کہ جس اون کے ممدوح نے
کوئی مشورہ پیغمبرؐ کو دیا ہوتا اور اوس کی تصدیق وتصویب ہوئی ہوتی تو اوس تصدیق
تصویب مشورہ کے متعلق کوئی آیت قرآنی دکہلاتے تاکہ اندازہ وقعت در حقیقت
اوسکی معلوم ہوجاتی۔ اگر اون کا اشارہ اوس آیت سے ہے کہ جو قیدیان بدر کے فدیہ
کے متعلق مشہور ہے اور جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے ؂ سزاوار نہین ہے کسی پیغمبرؐ کو یہ
کہ اوس کے اسیر لوگ ہون۔ یہانتک کہ با فراط کشتہ کرے اور مبالغہ کرے اون کے
قتل مین۔ اور ارادہ کرتے ہو تم دنیا کے واسطے (یعنی چاہتے ہو تم فدیہ اور مال جو
دنیا کے واسطے ہے) اور خدا چاہتا ہے آخرت کو خدا غالب ہے اور غالب کرتا ہے
اپنے دوستون کو ؂

اس واقعہ کے اخبار کتب اہل سنت مین اس طرح مندرج ہین کہ پیغمبر خدا نے
قیدیان بدر کے متعلق جملہ مسلمانون سے یہ پوچہا تہا کہ آیا اون کو فدیہ لیکر چہوڑ دیا جائے
یا قتل کیا جائے جس پر حضرت ابوبکرؓ جو بہت ہی رقیق القلب اور رحم دل بزرگوار تہے
اونہون نے یہ راے دی کہ فدیہ لیکر چہوڑ دیا جائے کیونکہ یہ لوگ پیغمبرؐ کے قوم وقبیلہ
کے ہین ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہوجاوین یا آئندہ نسلین اون کی مسلمان ہون
لیکن حضرت عمرؓ کی راے اس کے برخلاف قتل کی ہوئی اس بنا پر کہ وہ لوگ پیشوایان
کفار سے ہین۔

لیکن حضرت پیغمبرؐ نے اپنے ہم سن خسر کی راے سے اتفاق کیا اور فدیہ لیکر
قیدی چہوڑ دیئے گئے۔ اور اوس پر یہی آیت نازل ہوئی۔ ماکان لنبی ان

امرے الخ" جس کا حاصل ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے ۔[۱]

افسوس ہے کہ ہم یہ نہین جان سکتے کہ ہمارے ذی علم سائل کی راے اپنے کس بزرگ سے اتفاق کرنے والی ہوگی۔ لیکن آیت قرآنی اور اوس کی شان نزول کو جو جملہ مفسرین نے لکھا ہے اور جس پر معنی آیت کے خود اشارہ کر رہے ہین۔ دیکھکر مین خیال کرتا ہون کہ وہ ضرور حضرت عمرؓ سے اتفاق راے رکھنے والے ہون گے کیونکہ آیت مندرجہ بالا سے حضرت عمرؓ کی ہی راے کی تصدیق و تصویب پائی جاتی ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو مین افسوس کرتا ہون کہ میرے معزز سائل اپنے بڑے بزرگوار حضرت ابوبکرؓ کی راے کی نسبت کس طرح یہ جھوٹ کہنا پسند فرماوین گے کہ اون کی راے کی تصدیق و تصویب ہوئی اور اگر وہ برخلاف راے اپنے بزرگوار ثانی کے حضرت ابوبکرؓ کی ہی راے سے اتفاق فرماوین گے تو وہ آیت جو کہ اس معاملہ مین مین نازل ہوئی ہے اوس سے تکذیب حضرت ابوبکرؓ کی راے کی ہوتی ہے نہ تصدیق و تصویب اور عدم تصدیق مخالف دعوے ذی علم سائل کے ہے اور نہایت قابل افسوس کے یہ امر ہوگا کہ وہ راے حضرت ابوبکرؓ کی پسند خاطر اون کے پیغمبر کے ضرور ہوئی تھی۔ اور یہی اختلاف آراے ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ جس مین جید علماے اہل سنت اور اون کے مفسرین نے غوطے کھائے ہین لیکن اون سب کو صاحب روضۃ الاحباب کا شکرگذار ہونا چاہیے جنھون نے حضرت ابوبکرؓ اور اون کے رسول کی متعدد فاش غلطی پر خاطی اجتہاد کا پردہ ڈالکر صورت اختلاف مین یہ اجتہاد فرمایا کہ "اجتہاد مین جو خطا کرے وہ گنہگار نہین ہے۔"

مگر میری راے مین شاید سب سے زیادہ شکرگذاری کا موقع امام ابوحنیفہ صاحب کو ملنا چاہیے جنھون نے چارسو حدیثون پیغمبرؐ کو رد کر کے یہ راہ نکالدی ہے جیسا کہ ربیع الابرار مین علامہ زمخشری نے یوسف ابن اسباط سے جو اہل سنت کے

---

[۱] دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۶۲ و ۶۳ و کامل ابن اثیر۔۔

کے ایک راویون مین سے سب روایت کی ہے اور جب اوس راوی سے اون چار لکھو
حدیثون کی نسبت استفسار کیا گیا تو اوس نے کہا مثلاً رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سوار کے واسطے
گھوڑے کے دو حصے ہین اور سوار کے واسطے پیادے کے ایک حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہ نے
کہا کہ مین تو چوپایہ کا حصہ مومن کے حصہ سے زیادہ مقرر نہ کرون گا یعنی سوار اور پیادہ کو
مساوی حصہ دینا تجویز فرمایا۔ مثلاً: پیغمبرؐ نے قربانی کے اونٹون کو شعار کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اشعار کرنا مثلہ کرنا ہے
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ بائع و مشتری جب تک جدا نہون تو فسخ بیع کا اختیار ہے لیکن امام صاحب
نے اجتہاد فرمایا کہ جب بیع واجب ہوگئی تو فسخ کا اختیار نہین ہے۔ مثلاً: نبیؐ جب سفر
کرتے تھے تو ازواج کے لئے قرعہ اندازی کرتے تھے امام صاحب نے ارشاد فرمایا کہ
قرعہ اندازی قمار بازی ہے۔ [1]

بہرحال کچھ مجتہدون کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جو ہمارے سائل مخاطب کے ممدوح اول
اور اون کے پیغمبرؐ کی اس غلطی رائے کا پردہ پوش ہو گیا اور اس صورت مین خیال
کرتا ہون کہ ہمارے سائل مخاطب کو حضرت عمرؓ کی ہی رائے سے اتفاق کرنے کے بعد
یہ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ انہین کی رائے کی تصدیق اور تصویب ہوئی اس
واسطے مین خاص طور پر ایک آیت معہ اوس کی تفسیر کے دکھلاؤن گا کہ جسمین حضرت
عمرؓ کی رائے پر عتاب نازل ہوا ہے لیکن پہلے مین معاملہ اسیران بدر کے متعلق رائے
دینا چاہتا ہون۔

معاملہ اسیران بدر کا

متعلق امر حکومت اور سلطنت کے تھا جسکے
حسن و قبح کا اثر جو کوئی پہلو اختیار کیا جاتا قوم پر پڑتا تھا اون کا قتل بھی ایک حیثیت
سے مفید تھا کہ جو سطوت اور جلالت پیغمبرؐ کی دکھلانے والا تھا اور فدیہ لیکر چھوڑ دینا
بھی مفید ہو سکتا تھا جس مین خرچہ جنگ کا حاصل ہوتا تھا اور جان بخشی اسیرون کی

[1] کتاب ظفر المبین مولفہ مولوی محی الدین مطبوعہ لاہور مین اس قسم کے مسائل بکثرت ثبوت بہت موجود ہین

تالیف قلوب کی شان ہے دشمنون کے قلب پر قبضہ کرتی تھی لیکن اوس وقت اظہار سطوت
کی زیادہ ضرورت تھی مگر ویسا ہی اپنی قوم کو قتل کرنا امر شدید تھا اسلئے بذریعہ اوس القاء
کے کہ جو قوت ملکوتیہ نے اون کے قلب مین ڈالا پیغمبرؐ کو یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ دیگر
مسلمانون کی مرضی بھی دریافت کیجائے کہ آیا دوسرے لوگ بھی شریک مرضی پیغمبرؐ کے
ہونے والے ہین یا نہین - اور جو شدت اور سختی قتل قوم کی ایک خاص حکمت بنی سے سمجھی
جاسکے اوس مین پیغمبرؐ کے ساتھی بھی شامل ہو کر امر عام ہو جاوے - اور ایسا ہوتا ہو
کہ ایک حکم جو کسی وقت نافذ کیا جاوے بعد اُس کے عمل کے دوسرے وقت یہ سمجھا
جائے کہ دوسری مصلحت پر عمل اوسے تھا چنانچہ یہی باعث ہوتا تھا کہ ایک آیت قرآنی
کو دوسری آیت منسوخ کرتی تھی لیکن حضرت عمرؓ یا حضرت ابوبکرؓ نے جو مختلف آرائین
کو دین درحقیقت وہ اوس منشا اور غرض سے نہین دی گئی تھین جیسا کہ راویون کے بیان
سے ثابت ہوتا ہے بلکہ اون کا مقصود دوسرا تھا جس کو مین ظاہر کرتا ہون حضرت ابوبکرؓ
ایک سن رسیدہ بزرگوار تھے جو دنیا کے بہت سے گرم و سرد زمانہ دیکھ چکے تھے - یہ
وہ زمانہ تھا کہ اقوال و اجبار کا انہون کو تجربہ گذر چکے تھے کہ جو بظاہر اون کے اسلام لانیکا
سبب ہوا تھا - اون کی رائے اس معاملہ مین درحقیقت نہایت بلیغ تھی جس مین دونون
پہلو نکالے مطلب کے تاکے ہوئے تھے - اولاً یہ کہ وہ جانتے تھے کہ یہ جنگ بدر پہلی لڑائی
تھی جو فتح ہو گئی - لیکن آئندہ سال کی جنگ مین جس کا اشتہار ابوسفیان دے گیا ہے
خدا جانے اوس مین کیا نتیجہ ہو اگر اوس مین فتح پیغمبرؐ کی نہ ہوئی تو میری یہ رائے دینا
کہ مشرکین قتل نہ کئے جائین - مشرکین پر احسان کا باعث ہوگا اور یہ احسان ضرور
ہمکو اوس اذیت سے بچانے والا ہوگا جو ایک شکست یافتہ فوج کو نصیب ہوتی ہے
اور دوم یہ کہ اگر آئندہ بھی پیغمبرؐ کی بجا فتح ہوئی تو بمقابلہ ذاتی نفع کے کسی کے قتل کو ترجیح
دینا ایک بیوقوفی کی بات ہے اور درحقیقت دونون پہلو اون کو کامیاب کرنے والے

تھے۔ اور حضرت عمرؓ کا محض قتل کی رائے دینا مابعد زمانہ کے واقعات غزوات سے بخوبی
ظاہر ہوتا ہے اور جس سے میرا یہ مطلب ہے کہ اونھون نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ خدا نے
اون کو محض اسی لئے خلق کیا تھا کہ عبدہ دن کی روحون کو جو حرامت کی زنجیرون مین جکڑے
ہوئے ہون اپنی زبانی ہیبت اور ہتھیارون کی جھنکارون سے فنا کیا کرین۔ اور اس
موقع پر وہ ضرور یہ رائے بھی رکھنے والے ہون گے کہ مبادا آئندہ موقع جنگ پر انہین اسیرون مین
سے کسی کے ہاتھ سے میری موت ہو" جنگ دو سردارو"

اب مین اوس آیت کو لکھتا ہون کہ جس کی نسبت یہ تحقیق ہوا ہے کہ سبب نزول
اوسکا حضرت عمرؓ ہوئے ہین وہ آیت یہ ہے۔ ترجمہ یعت کہید تو (اے محمدؐ) اون

آیت "لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ" تا آخر آیت۔ (دیکھو سورہ انعام رکوع ۱۳۶)

لوگون کو کہ پکارتے ہین اپنے پروردگار کو صبح و شام چاہتے ہین ذات اوس کی کو تا آخر آیت۔

امام ثعلبی[1] نے اپنی تفسیر "کشف البیان" مین بسلسلۂ تفسیر اس آیت کے جو قول عکرمہ کا
لکھا ہے اوس کا ماحصل یہ ہے کہ" عتبہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ مطعم بن عدی۔ حارث بن
نوفل۔ قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل"۔ اور چند دیگر سرداران کفار حضرت ابو طالب کے پاس آکر
مستدعی ہوئے کہ اگر آپ کا برادرزادہ (پیغمبرؐ) اپنے پاس سے ہم سے کم مرتبہ اور غلام
لوگون کو جو اون کے پاس ہین علٰحدہ کر دین تو ہم لوگون کے دلون مین اون کی قدر
زیادہ ہو جاوے۔ حضرت ابو طالب نے جس وقت یہ پیغام آنحضرتؐ کو دیا حضرت
عمرؓ بھی اوس وقت موجود تھے اور اونھون نے کفار کے قول کی تائید کر کے
پیغمبر خدا کو یہ رائے دی کہ آپ کو ضرور ایسا کرنا چاہئے کہ اوسی وقت یہ آیت
عتاب آمیز نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ نے پیغمبر خدا سے اپنی رائے کی معذرت
چاہی" ناظرین سائل! کیا اسی کو رائے کی تصدیق و تصویب ہونا کہتے ہین!!؟

[1] نسخۂ قلمی ورق ۲۴۵۔

اب مین یہ امر دکہاتا کہ ممدوحین سائل کی کوئی راے ایسی نہین ہے کہ جس کو خدا
نے پسند کیا ہو اب مین یہ امر دکہلاتا ہون نہایت اختصار کے ساتھ - کہ خود یہ بزرگوار کسقدر
پیغمبر کی عدول حکمی کرنے والے اور ان سے سختی سے بات چیت کرنے والے تھے -

(۱) علامہ سیوطی نے تفسیر دُر منثور مین رویانی اور ابن عساکر سے بسلسلۂ متصل ایک
واقعہ نقل کیا ہے جسکو مین بقدر ضرورت بطور خلاصہ لکہتا ہون -

"ایک شخص نے کہا کہ اگر ہم عہد رسول اللہ مین ہوتے تو ان کی اطاعت اور
فرمانبرداری کرتے یہ سنکر حضرت حذیفہ کہنے لگے کہ ہم لوگ "**شبِ احزاب**"
(خندق) کو آنحضرت کی خدمت مین حاضر تھے - شدت سے سردی پڑ رہی تھی - آنحضرت نے
فرمایا کہ جو کوئی اس وقت لشکر مخالف کی خبر لا دے گا تو قیامت مین وہ شخص میرے ساتھ
ہوگا - مگر جب کسی نے ارادہ نہ کیا تو آنحضرت نے خاص طور پر حضرت ابوبکرؓ کو ہدایت کی
کہ تم جاکر لشکر مخالف کے اخبار لاؤ - مگر انہون نے "**استغفر اللہ و رسولہ**"
پڑھ کر جانے سے انکار کر دیا - ان کے انکار کرنے پر آنحضرت نے حضرت عمرؓ سے -
(جنکی شجاعت اور ہیبت کے انکے معتقد بہت گرویدہ ہین) خبر لانے کو کہا مگر انہون نے
بہی بتاسید حضرت ابوبکرؓ وہی کلمہ پڑہکر جانے سے انکار کر دیا پہر حضرتؐ نے مجہے (حذیفہ)
پکارا مین لبیک کہکر حاضر ہوا اور آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کی" ذی علم سائل کو نہ شرمانا
چاہیے اور نہ افسوس کرنا کہ اس روایت سے ان کے ممدوحین کا ارشاد پیغمبرؐ کی کیا
خوب تعمیل کرنا پایا جاتا ہے -

(۲) صحیح مسلم مین حضرت سلمان سے یہ روایت ہے - کہ "کہا عمرؓ ابن خطاب نے

"عن سلمان بن ربیعہ قال عمرؓ بن الخطاب قسم رسول صلعم قسماً فقلت
والله یا رسول الله لغیر ہولاء کان احق بہ منہم - قال خیرونی بین ان یسئلونی
بالفحش او یبخلونی فلست بباخل"

کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے کچھ مال تقسیم کیا تو مین نے کہا یا رسول اللہ غیر ان سے زیادہ مستحق ہین -

آنحضرت نے فرمایا کہ مجھکو مخیر کیا ہے جس امر مین کہ تم سوال (اعتراض) کرتے ہو سخی ہے یا
بخیل جانتے ہو مجھکو حالانکہ مین بخیل نہین ہون ۔

ڈیر ولایت حسینؑ ! کیا کسی شخص کا پیغمبرؐ کی عدالت پر حملہ کرنا یا اون سی
سختی اور درشتی سے بات کرنا یا اون کو بخیل بتلانا اوس شخص کی نسبت یہ قبول کرا سکتا ہے
یا آپ قبول کر سکتے ہین کہ اوس کے قلب و نگاہ مین پیغمبرؐ کی عظمت یا اونکی نبوت کی کچھ وقعت
تھی ؟ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

اب مین بطور مختصر چند اور مخالفتین حضرت عمرؓ کی دکھلاتا ہون ۔ **یاد کرو یوم** صلح حدیبیہ
کو جس مین وہ کھلم کھلا مخالف پیغمبرؐ کی رائے رکھنے والے تھے اور جسکی بابت
وہ خود فرماتے ہین کہ مجھکو پیغمبرؐ کی نبوت مین جیسا ہی اوس روز عظیم شک واقع ہوا[51] یہ بھی فرماتے
ہین کہ اگر مجھکو سو یا ستر آدمی مل جاتے تو مین ضرور جنگ کرتا اور صلح کو بگاڑ دیتا[52] حالانکہ
جس قدر نفع اس صلح سے مسلمانون کو ہوا وہ پوشیدہ نہین ہے جبکہ مکہ والون سے پیغمبرؐ
کو اطمینان اس صلح سے ہو گیا تو بہت سے قبائل مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے گئے اور
جنگ سے جو اشتعال مکہ مین پیدا ہو گیا تہا وہ بھی رفع ہو گیا ۔

معزز سائل غور فرماوین کہ یہ زمانہ تازہ زمانہ تہا اسلام کو قوت ہو چکی تھی لیکن ایمان
سے بتلائے کہ حضرت عمرؓ کا نبوت پیغمبرؐ مین شک کرنا یا اونکی صلح کے بگاڑنے کا ارادہ ظاہر
کرنا کیا اون کے ایمان و اسلام کی حقیقت کا کھولنے والا نہین ہے ؟ کیا ہماری اس
بیان کی تائید نہین ہوتی کہ اون کے قلب مین ذرہ برابر بھی پیغمبرؐ اور اونکی نبوت کی عظمت
اور وقعت نہین تھی ۔

دوسری مخالفت **یاد کرو بوقت وفات پیغمبرؐ** کا کاغذ و دوات طلب کرنا
اور حضرت عمرؓ کی اُس سے سخت مخالفت ۔ اور دوات و کاغذ کا نہ لانے دینا ۔ اور شور و غل مچانا

۵۱ دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری و زاد المعاد شمس الدین ابن قیم ۵۲ دیکھو مفتاح الفتوح ۔

اور بالآخر پیغمبرؐ کا ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اوٹھا دینا۔" اگرچہ اس حدیث قرطاس
کو صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں متعدد جگہ لیا گیا ہے۔ لیکن میں اپنے معزز سائل کو
کتاب المرضے مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۸۴۶ کے ملاحظ فرمانے کو توجہ دلاتا ہوں اور بتائید
اسے بخاری کے اسی واقعہ کی نسبت ابن اثیر جذری نے نہایہ میں اور خفاجی نے نسیم ریاض
شرح شفا، قاضی عیاض میں اور امام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں اور شاہ عبدالحق نے
شرح مشکوۃ میں اور شیخ احمد فاروقی نے مکتوب ۴۶ جلد ثانی میں صاف یہ لکھا ہے کہ حضرت
عمرؓ نے پیغمبرؐ کی نسبت (معاذ اللہ) ہذیان کا کلمہ استعمال کیا اور شور و غل ہونے پر آنحضرتؐ
نے خفا ہو کر نکالدیا۔" اس مقام پر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ سے بات چیت کرنے
کے متعلق خدا کی کیا ہدایت مسلمانوں کو تھی اور حضرت عمرؓ کا اون کی نسبت ہذیان کی
تہمت لگانا یا اون سے سختی سے خواہ بخل کی نسبت کرنا کس قدر موافق منشاء اوس
حکم خدا کے تھا۔ (آیت پارہ ۲۶ سورہ حجرات)

"یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔"

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت بلند کرو اپنی آوازون کو پیغمبرؐ کی آواز پر اور مت آواز بلند کرو واسطے اوس کے ساتھ
بولنے کے (یعنی بلند آواز سے نہ پکارو نہ باتیں کرو) مانند بلند کرنے آواز تمہارے کے
واسطے بعض کے یہ کہ نابود ہو جاوینگے عمل تمہارے اور تم نہ جانتے ہو گے۔"

ذی علم سائل ایمان سے فرمائیں کہ حضرت عمرؓ۔ (

وہ عمرؓ ہے کہ جنہون نے بروایت مسلم پیغمبرؐ سے سختی اور درشتی سے بات چیت کی اُنکو
بخیل کہا۔ عدالت پر اونکی اعتراض جتلائے

وہ عمرؓ ہے کہ جن سے پیغمبرؐ نے کہا کہ مجھے سختی سے بات چیت مت کرو مجھے بخل
سے نسبت مت دو میں بخیل نہیں ہوں۔

وہ عمر۔ کہ جنہوں نے پیغمبرؐ کی نبوت پر بروز صلح حدیبیہ قطعی شک کیا۔

وہ عمر۔ کہ جن کو اگر ۷ نفر بھی ملجاتے تو صلح حدیبیہ کو ضرور بگاڑ ڈالتے

وہ عمر۔ کہ جنہوں نے شب احزاب جبکہ پیغمبرؐ نے اون سے کہا کہ کفار کے لشکر کی خبرین لاؤ جانے سے صاف انکار کر دیا۔

وہ عمر۔ کہ جو اکثر مواقع جنگ سے اپنی حفاظت کے لیے مسئلہ گریز کو کام مین لایا کئے۔

وہ عمر۔ کہ جن سے پیغمبرؐ نے یوم غدیر اون کے اس دریافت پر کہ یا حضرت جبکہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے ایک جوان حسین و خوشرو نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ اے عمر پیغمبرؐ نے آج موالاۃ کا عہد لیا ہے جو کوئی اس عہد کو توڑے گا وہ کافر ہے وہ کون شخص تھا ؟ یہ فرمایا تھا کہ وہ بنی آدم سے نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ تھے اور مقصود اون کا تمکو نقض عہد نکرنیکی تاکید سے تھا۔ (دیکھو کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی)

وہ عمر۔ کہ جنہوں نے باوجود اس ارشاد پیغمبرؐ کے اور علی مرتضےٰؑ کی امارت کو قبول اور منظور کر کے بڑی گرمجوشی کے ساتھ مبارکباد دینے کے بعد وفات پیغمبرؐ نقضِ عہد کیا۔

وہ عمر۔ کہ جنہوں نے حسب تحقیق علامہ امام غزالی محض بغرض حب ریاست اور ستون خلافت اوٹھانے اور رایات حکومت کی بندش کے لئے اور نیز اس وجہ سے کہ اعلام جنگ کی جھنکارون اور ازدحام سواران ہیجا و خواہش فتح بلاد نے اون کی ہوا و ہوس نفسانی کو حرکت مین ڈالا تھا۔ جام ہوا و ہوس نوش فرمایا اور اس وجہ سے بعد پیغمبرؐ از سر نو وہ مخالفت قدیمہ پر عود کر گئے اور دین کو پس پشت پھینکدیا اور اوس کو بہت تھوڑی قیمت کے عوض بیچڈالا اور کیا برا سودا خریدا (دیکھو صفحہ ۱۰۲ کتاب ہذا)

وہ عمرؓ۔ کہ جنہون نے بوقت وفات پیغمبرؐ ارشاد پیغمبرؐ کو (معاذ اللہ) ہذیان
کہا۔

وہ عمرؓ۔ کہ جنہون نے پیغمبرؐ کی مرضی کے خلاف پیغمبرؐ کو کتابت نہ لکھنے دی۔

وہ عمرؓ۔ کہ جنہون نے بروقت وفات پیغمبرؐ ایسا شور و غل مچایا کہ پیغمبرؐ نے
ناخوش ہو کر اونکو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔

کے تمام اعمال حسنہ کہ جو اونہون نے بعد قبول اسلام اگر کئے تھے کہ جن کو اون مین
اون کے مقلدین قبول کرتے ہین کیا بموجب قانون قدرت کی مں یہ حق نظیر کے جیسے
کوئی منسوخ کرنے والا نہین ہے نابود نہین ہو گئے؟ اور ایسی حالت مین جبکہ
کسی کے پاس عمل نیک کا توشہ نہو کیسے اور کیونکر منزل پر پہونچنے گا بھروسہ کر سکتا ہے
اور فرمایے کہ ایسے شخص کا کیا نتیجہ ہونا چاہیے۔؟

اسی مقام پر یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح صلح حدیبیہ مین حضرت عمرؓ کو
مخالفت پیغمبرؐ مین کامیابی نہ ہوئی اور کامیابی رائے پیغمبرؐ سے مسلمانون کو نفع پہونچا
اوسی طرح اگر مقصود پیغمبرؐ کے خلاف وہ کامیاب نہوتے یعنی پیغمبرؐ کو اپنے اوس مقصود
مین جو حدیث مین درج ہے اور جس غرض سے کاغذ و دوات طلب کرتے تھے کامیابی
ہو جاتی اس جگہ یہ امر بھولنا نہین چاہیے کہ مقصود یا ارشاد پیغمبرؐ قول پیغمبرؐ ہوتا ہے۔ اور
قول پیغمبرؐ نہین ہوتا ہے مگر بذریعہ وحی کے، تو اوس کامیابی اور اوسکی تعمیل سے ضرور
مسلمانون کا یہ فائدہ پہونچا کہ وہ تحریری مقصود یا ارشاد پیغمبرؐ ایک رنگ مذہب اسلام
کو جو کہ آج حضرت عمرؓ کی بدولت جدا جدا رنگون مین نظر آ رہا ہے مسلمانون کو اپنے قدیمی ایک
رنگ پر صراط مستقیم کا راستہ بتلانے والا ہوتا۔

بہرحال اس آخری اختلاف عظیم کی نسبت کہ آیا اوس سے نفع پہونچا یا ضرر شیعہ کچھ
کہین اور سنی کچھ یا شیعہ خطا حضرت ابن خطاب کی ثابت کرین اور سنی صواب۔ لیکن مین ایک ایسے

بزرگ کی خطا کا قائل ہون نہ صواب کا بلکہ اس بات کا قائل ہون کہ پیغمبرؐ کی عدول حکمی
کے الزام مین ضرور حضرت عمرؓ کو عادل کے دربار مین جوابدہی کرنا ہوگی جہان کہ پیغمبرؐ اپنے
ثبوت دعوے مین صحاح ستہ کے جامعین کو واسطے تصدیق اوس روایت کے کہ جس کو
وہ بدرجہاتم مشہور ہونے کی وجہ سے چھپا نہ سکے اپنی اپنی صحاح مین داخل کیا ہے معہ
دستاویزدن (صحاح ستہ) کے پیش کرے گا اور وہ جامعین اپنی تحقیق کی تائید مین
راویون کو جو سلسلہ رواۃ مین ہین پیش کرین گے اور وہ راوی سلسلہ درسلسلہ چشم دید
شہادت اس عظیم مخالفت پیغمبرؐ کی بتائید دعویٰ پیغمبرؐ دین گے اور یہ بھی بیان کردین گے
کہ جو حضرت عمرؓ نے اس قول پیغمبرؐ کی نسبت نہایت بلیغ و فصیح لفظ ارشاد فرمایا تھا
جسکو راویون نے اپنے کانون سے سنا اور روایت کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۲۸
کتاب ہذا —

اس کے بعد ذی علم سائل فضائل حضرت ابوبکرؓ مین یہ تحریر فرماتے
ہین کہ ”ہنگام قرب وفات آنحضرتؐ مین جبکہ طاقت رفتار تا بمسجد نہ رہی امام
نماز مقرر فرمایا“

ماخذ اس دعوے کا وہ روایات ہین جو مختلف ابواب بخاری مین لکھی گئی ہین
ذی علم سائل نے اپنے دعوے کی بنا کسی خاص روایت پر نہین رکھی ہے اور وہ درحقیقت
کسی خاص روایت پر بناء دعوے کی قرار دینے سے مجبور رہی ہے جیسا کہ آگے ظاہر ہوگا
قبل اسکے کہ ہم ذی علم سائل کی اوس مجبوری کو ظاہر کرین کہ جس نے دعوے کی
بنا کو کسی خاص روایت پر نہین کرنے دیا ہے پہلے یہ کہدینا مناسب سمجھتے ہین کہ ہمارے
عالم دوست ”علامہ شیخ فدا حسین التیمی والعدوی والاموی القرشی اثنا عشری پروفیسر
مدرسہ عالیہ لکھنؤ نے اپنی کتاب موسوم کشف عن المتانۃ فی معرفۃ الصحابہ مین شرح و بسط کے ساتھ
قابل اطمینان کے یہ بتلا دیا ہے کہ وہ تمام راوی ضعیف و مجروح ہین جن سے کہ یہ روایات

لی گئی ہین اور وہ تمام راوئین جید علماء کی جرح سے اون کی قدح ثابت ہوگئی ہی لکھی ہین۔ تو ایسی حالت مین جبکہ خود معتبر و معتمد علماے اہل سنت نے اس قدح سے اون تمام راویون کو مجروح و مقدوح ثابت کر دیا ہے پس ایسے غیر ثقہ راویون کی تحقیق بہی مجروحیت سے مبرا نہین ہوسکتی اور نہ ایسے راویون کی روایات پر کوئی محقق اعتماد اور وثوق کر سکتا ہی۔

مین نے چاہا تہا کہ خاص طور پر اون تمام راویون کے حالات مقدوحیت و مجروحیت کو اس جگہہ لکہدون لیکن جو ایک فہرست مین نے اون تمام راویون کی جن سے عام طور پر صحاح مین فضائل خلفاء لکھے گئے ہین اور جس کا ابتداء ذکر ہوچکا ہے اور جو بطور ضمیمہ آخر کتاب مین ہے اوس فہرست مین بعض یہ راوی بھی درج ہین اس واسطے خاص طور پر اونکے حالات قدح کا ظاہر کرنا محض طوالت ہے۔

اب مین وہ وجہ بتلاتا ہون کہ جس وجہ سے ذی علم سائل نے کسی خاص روایت پر بنا دعوی قرار نہین دی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام روایات کے مضامین جنکا تعلق اس حکم نماز سے ہے ایسے مضطرب و مختلف اور ایک دوسرے سے مخالف ہین کہ جن پر کوئی محقق نظر نہین کر سکتا۔

راوی اگرچہ اور بھی ہین مگر بہت زیادہ بی بی عائشہ سے ہی یہ روایت منقول ہے اور جس مین وہ یہ بیان کرتی ہین کہ جب رسول خدا مرض الموت مین بیمار ہوئے اور وقت نماز آیا موذن نے اذان کہی حضرت نے فرمایا ابوبکرؓ کو حکم دو کہ لوگون کو نماز پڑہائے۔ اونہون نے کہا کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہین جب آپ کی جگہہ کہڑے ہون گے لوگون کو نماز نہ پڑہا سکین گے۔ حضرتؐ نے مکرر فرمایا پہر یہی جواب دیا تیسری مرتبہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تم مثل اون عورتون کے ہو جو یوسف کے ساتھ تہین [۵۱]

[۵۱] اپنے باپ کی عظمت جتلانے کو اور معتقدین کے قبول کرانے کے لئے روایت مین اپنی نسبت بہان تک مذمت گوارا کی گئی ہے۔

حکم دو ابو بکرؓ کو کہ لوگون کو نماز پڑہائے اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے (اپنی صاحبزادی سے) حکم
پاکر لوگون کو نماز پڑہانا شروع کیا اور اوس عرصہ مین پیغمبرؐ کو مرض سے تخفیف ہوئی اور
اس طرح نکلا کہ دو شخصون کے سہارے سے چلتے تھے اور بہ سبب درد کے قدم زمین
پر گھسٹتے جاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ملتفت ہوکر چاہا کہ اپنے مقام سے ہٹ جاوین لیکن پیغمبرؐ
نے اشارہ سے منع کیا پھر آکر ان کے پہلو مین بیٹھ گئے۔ کسی نے اعمش سے پوچھا
کہ نبیؐ نماز پڑہتے تھے اور ابو بکرؓ مقتدی تھا اور لوگ ابو بکرؓ کے مقتدی تھے اوسنے
سر سے اشارہ کرکے کہا کہ ہان۔ اس روایت کو ابو داؤد سے روایت کیا گیا ہے
اور شعبہ نے اعمش سے بعض کو اور ابو معاویہ نے اتنا بڑہایا ہے کہ حضرت بائین طرف
ابو بکرؓ کے بیٹھے تھے اور ابو بکرؓ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ (دیکھو صحیح بخاری
باب حد مرض)

ان واقعات پر علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین یہ لکھتے ہین
کہ "خفت پانے سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی نماز مین خفت پائی" شارح
یہ بھی لکھتے ہین کہ "دوسری احادیث مندرجہ باب ہذا سے پایا جاتا ہے کہ وہ دونون
شخص جس کے سہارہ سے حضرت مسجد مین آئے علی مرتضیٰؑ اور عباس ابن عبد المطلب
تھے" وہ یہ بھی لکھتے ہین کہ "جو حدیث کہ شعبہ ابو موسیٰ نے محمد ابن مثنیٰ سے
اور اون سے ابو داؤد نے اوس کے الفاظ یہ ہین کہ رسول خدا مقدم تھے ابو بکرؓ
کے سامنے اور اسی طرح مختصراً روایت کیا ہے اس کو اور یہ موافق ہے قصہ حدیث
باب کے۔ لیکن اسی کو ابن خذیمہ نے اپنی صحیح مین محمد ابن بشار سے روایت کیا ہے
اور اوس نے ابو داؤد سے بہ سند عائشہ کہ وہ کہتی ہین کہ بعض کہتے ہین کہ ابو بکرؓ
رسول خدا کے سامنے صف مین مقدم تھے اور بعض کہتے ہین کہ رسول خدا مقدم تھے
اور مسلم ابن ابراہیم نے شعبہ سے جو روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ نبیؐ نے ابو بکرؓ کے پیچھے

نماز پڑہی اور یہ عکس ہے روایت ابو موسیٰ کا اور یہ اختلاف شدید ہے۔ اور مسروق کی
روایت مین بھی جو عائشہ سے ہے اختلاف ہے۔ اور ابن حبان عاصم سے اور وہ شقیق
سے بدین الفاظ روایت کرتا ہے کہ ابو بکرؓ رسولؐ خدا کے ساتھ مقتدی تھے اور ترمذی
اور نسائی اور ابن خذیمہ نے نعیم ابن ابی بکرؓ سے لکھا ہے اور اوس نے زید سے اور
اوس نے شقیق سے کہ رسولؐ خدا نے ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑہی۔ اور محمد ابن بشار کی روایت
کا ظاہر یہ ہے کہ عائشہ نے ہیئت مذکورہ کو مشاہدہ نہین کیا مگر روایات عائشہ سے
بکثرت ہین کہ اون کو یقین تھا کہ رسولؐ خدا پیش نماز تھے اوس نماز مین۔ اور ایک
روایت اوس مین موسے ابن عائشہ کی ہے کہ جس کی طرف ہمنے اشارہ کیا اوس مین
یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے رسولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑہی اور لوگون نے ابو بکرؓ کی اقتدا کی
اور یہی روایت ابن قدامہ کی مع مشتبہ ہے اور خلاف کیا ہے اس کا شعبہ
نے کہ وہ موسے سے یہ روایت کرتا ہے کہ ابو بکرؓ نے لوگون کو نماز پڑہائی اور
رسولؐ خدا پیچھے نماز پڑہتے تھے۔ بعض علما ترجیح دیتے ہین اور مقدم کیا ہے اونہون
نے اوس روایت کو جس مین ابو بکرؓ کا ماموم ہونا ہے۔ اسلئے کہ یہ یقینی ہے اور اس
واسطے بھی کہ ابو معاویہ زیادہ صاحب حفظ ہے حدیث اعمش سے بمقابلہ اپنے غیر کے
اور بعضے عکس اسکا کہتے ہین اور ترجیح دیتے ہین کہ ابو بکرؓ امام تھے اور تمسک کیا ہے
ابو بکرؓ کے قول سے جو آگے بیان ہوگا اوس باب مین جس مین ذکر ہے کہ جو داخل ہو
پیش نمازی کے واسطے۔ جہان کہ یہ کہا ہے کہ نہ تھا ابو بکرؓ کو کہ رسولؐ خدا سے مقدم ہون
(انتہی قول صاحب فتح الباری)

یہ واقعات اختلافی ایسے صاف و صریح ہین کہ جن پہ مجھے کوئی ریمارک کرنے کی
ضرورت نہین ہے اور اس لحاظ سے بھی مین کوئی راے لکہنا ضروری نہین جانتا
کہ جب کبھی منجانب اہل سنت مذہب شیعہ پر طعن کی گئی ہے اور خلفا کو سر سے پیر تک

آبروئے فضائل میں غرق کر کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو اوس کی حقیقت کو علمائے شیعہ نے ہمیشہ ظاہر کیا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ذی علم سائل نے بھی کسی خاص روایت پر اپنے دعوے کو محدود نہیں کیا ہے اور اس میں اونہوں نے تقلید علامہ ابن حجر کی فرمائی ہے کہ جیسے اونہوں نے ان اختلاف روایات کو دکھلا کر اپنی کوئی ذاتی رائے دینے سے گریز کیا ہے کاش ذی علم سائل کسی روایت کو لکھتے تو اوس سے معلوم ہوتا کہ اونکا یہ دعوے کہانتک اوس روایت سے مطابقت کرتا ہے۔

لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وہ تحقیق کی نظر رکھنے والے ہیں تو علامہ ابن حجر کے اس ریویو سے ضرور ایک خاص نتیجہ اخذ کر کے اپنے دعوے سے شرماوینگے۔

یہ امر بھی اس مقام پر تذکرہ کرنے کے قابل ہے کہ نصر اللہ کابلی نے صواقع میں حدیث طیر کو محض اسوجہ سے قبول نہیں کیا ہے کہ محدثین نے حقیقت طیر میں اختلاف کیا ہے گو اصل واقعہ حدیث سے اختلاف نہیں ہے تو ایسی حالت میں جن احادیث کے متن ہی معرض تخالف میں ہوں اور سیر طرہ یہ کہ راوی بھی مقدوح جمیت و مجروحیت میں مبتلا ہوں تو کیونکر ایک محقق اپنی تحقیق کی بنا ایسے روایات پر قائم کر سکتا ہے اور کیونکر اوسکی نگاہ میں وہ وقار پا سکتی ہیں۔

اب میں دکھلاتا ہوں کہ اصلیت اس نماز جماعت کی کیا ہے کس ضرورت سے یہ روایات وضع کئے گئے میری تحقیق ان مضطرب اور مختلف روایات پر مبنی نہوگی بلکہ دیگر روایات صحیحہ کی بنا پر جس سے قابل اطمینان کے وجوہ مضطرب اور مختلف ہونے ان روایات کے معہ غرض صاف آشکار ہو جاوینگے اوس کے بعد میں ذی علم سائل کی نسبت تو کچھ کہنا پسند نہیں کرتا لیکن اون کے دعوے کی ضرور قلعی کھل جاوے گی۔

وہی عالم مسائل کی اگر یاد ہیچ سے قدر [illegible]

بیان اسلام ان بزرگواروں کے بعد لکھ آیا ہوں کہ [illegible]

اور جب دنیاوی کی بنا پر بظاہر اسلام قبول کیا تھا۔

اوسی سلسلہ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اصلی غرض ان بزرگواروں کی اپنی

اپنی بیٹیاں پیغمبرؐ کو دینے سے یہی تھی کہ دنیاوی اقتدار ہو۔

بڑے بڑے گھرانوں یا محلات شاہی میں [illegible] اغراض فرمانروائی

کی کامیابی کے لئے جس قدر مفید ہوتا ہے اوسکو بھی ظاہر کر چکا ہوں۔

میں یہ بھی یقین کے قابل دکھلا آیا ہوں کہ بی بی عائشہ [illegible] کے

ساتھ جو کینہ تھا اور جس کی وجہ سے وہ ان کو [illegible]

کرنا مکروہ جانتی تھیں جیسا [illegible]

لوگوں کے سہارے سے حضرت [illegible] کا نام ظاہر

نہیں کیا اور جسکا پتہ دیگر روایات سے ملا۔

میں اوس کینہ دیرینہ کو بھی [illegible] کی تحقیق کے بموجب

کہ جسکا ماخذ کتب تواریخ اسلام میں ظاہر کرتا آیا ہوں۔

یہ بھی لکھ آیا ہوں کہ ابتداءً حضرت پیغمبرؐ [illegible] کے گھر [illegible] بی بی عائشہ

نے جب دیگر ازواج پیغمبرؐ سے رضامندی لے لی تھی تو پیغمبرؐ بی بی عائشہ کے گھر تشریف

لائے ہیں۔

ان تمام امور کے بطور کنایہ اعادہ کے بعد اس [illegible] محققانہ رائے

کا عنوان اس سوال سے ہونا چاہئے کہ بی بی عائشہ کا پیغمبرؐ کو تیمارداری کے لئے اپنے

گھر لانا کس بنا پر تھا؟ بجواب اس سوال کے محض تیمارداری وجہ اوس کی قبول کیجائے

تو یہ وقت پیش آتی ہے کہ تیمارداری یا پیغمبرؐ کی خدمت کرنا دیگر ازواج کے گھر میں بھی

اون کو ازواج سے کے ملکات کچھ ناطقہ پر نہ تھے جملہ ازواج پیغمبر آنحضرت کی علالت مین
وہان بہ تنفس الفس بہار رکھتے تھے حضرت مین حاضر رہتی تھین۔ در حقیقت کوئی خاص وجہ ہونا
چاہیے جسنے اون کو دیگر ازواج پیغمبر کی رضامندی لے لینے کے بعد پیغمبر کو اپنے حجرہ
مین لے آنے پر مجبور کیا۔

اور وہ وجہ میری راے کے برخلاف اگر کچھ اور ہوگی تو ضرور اوسی وقت معلوم
ہو سکتی ہے کہ جب کسی وقت اوس کو میرے معزز سائل بتلائین گے لیکن مین یقین دلاتا
ہون کہ بجز اس کے اور کوئی وجہ نہین ہو سکتی کہ وہ اپنے باپ کے حقوق کو اس موقعہ پر
ادا کرین اور علی مرتضے سے کینہ دیرینہ کا پیغمبر کی حیات ہی مین بدلہ لیین۔

لیکن اس کہنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ یہ تدبیر پیغمبر کو اپنے گھر لے آنا
محض بی بی عائشہ کی سے عاقلانہ کارروائی نہ تھی بلکہ اون کے باپ اور اون کے باپ
کے گروہ بھی شریک تھے جیسا کہ آئندہ حصول مقصد اصلی کی عملی کارروائیون
سے ثابت ہوگا۔

پیغمبر خدا معمولی انسانون مین نہ تھے وہ ان تمام تدابیر کی تہہ پر نگاہ رکھنے والے
تھے اور جانتے تھے کہ علی مرتضے کی ولیعہدی اور جانشینی پر جس کا اعلان اگرچہ وقتاً
فوقتاً بھی ہو چکا ہے اور غدیر خم پر تو قطعی طور پر اپنا جانشین اون کو مقرر کر چکا ہون مگر منافقین
اتباع میرے امر کا نہ کرین گے اور منافقون کی طرف سے جو بظاہر تابع اسلام ہین
اوس امر کو بھی جانتے والے تھے کہ جو بعد وفات برخلاف مرضی پیغمبر اون سے ظاہر ہوا
اور یہی وجہ تھی کہ لوگون کو اپنے اہل بیت سے تمسک کرنے کی ہدایت کرتے تھے
اور یہی وجہ تھی کہ پیغمبر کی خوشنودی کے واسطے اور حجت تمام کرنے کی غرض سے خدا
نے بھی اجر رسالت کو محض مودۃ قربی پر ہی محدود کر دیا۔ لیکن پیغمبر چونکہ حامل
[illegible] پر مجبور رکھنے والے تھے اس واسطے وہ تو یہ جانتے تھے کہ کوئی اختلاف

واقع ہو لیکن دل منافقون کے برخلاف اس کے مخالفت پر تُلے ہوئے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ پیغمبرؐ کو علی مرتضےؑ کے لئے کسی اور کارروائی کا جو ہمارے مقصود اصلی کی فوت کرنے والی ہو یا جس کے عمل کے بعد۔ پس از وفات پیغمبرؐ ہمکو کسی تاویل کا موقع باقی نہ رہے۔ موقع ہی نہ دیا جائے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے بتا ید اپنی مرضی کے پہلے اختلاف واقع نہ ہونے کے لئے یہ تدبیر فرمائی کہ وہ لوگ جو ہماری مخالفت پر کمربستہ ہین اس وقت جبکہ مین اس جہان کا چھوڑنے والا ہون مدینہ مین موجود ہی نہ رہین اور اسواسطے آپ نے اپنے شدید علالت کے زمانہ مین روانگی جیش اسامہ کا حکم دیا۔ مگر یار لوگون کو پیغمبرؐ کی اصلی حالت کی بذریعہ ازواج پیغمبرؐ چونکہ وقتاً فوقتاً خبر ملتی رہتی تھی اور وہ سمجھ چکے تھے کہ پیغمبرؐ بہت جلد اس جہان کے چھوڑنے والے ہین اس واسطے اونہون نے اپنے تکار مطالب کو پیش نظر رکھکر باوجودیکہ پیغمبرؐ نے نہایت تاکید کے ساتھ روانگی لشکر کا حکم دیا تھا بلکہ لعنت بھی کی تھی اوس پر جو اون کے حکم سے تخلف کرے اور نہ جاوے[1]) برخلاف مرضی پیغمبرؐ روانگی لشکر اسامہ کو تاخیر مین ڈال دیا۔

پیغمبرؐ خدا کو اوسی لحاظ سے اس قدر اس امر کے سُننے کی کہ میرے حکم کی تعمیل ہوئی خواہش اور آرزو تھی کہ وہ ہر مرتبہ اپنی شدید علالت مین اگر کوئی بات کرتے تھے تو یہی دریافت فرماتے تھے کہ آیا لشکر روانہ ہوا؟ جس کا جواب افسوس ہے کہ نفی مین ملتا تھا۔

اگر وہ وجہ بھی قبول نہ کیجائے کہ جس وجہ خاص کو مین نے روانگی لشکر کے متعلق ظاہر کیا تو بھی کیا پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل نہ کرنا مسلمانون کے لئے قابل شرم کے نہین ہے جبکہ پیغمبرؐ کے اقوال و ارشادات پر قرآن یہ شہادت دیتا ہو وما ینطق عن الھوے ان ھو الا وحی یوحی۔

[1] ملل ونحل وشرح مواقف و رسالہ عقائد ملا یعقوب تبیانی و کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری و شرح نہج البلاغہ

لیکن مین اپنے اس دعوے پر کہ پیغمبر کی غرض اس موقعہ پر روانگی لشکر سے یہی
تہی کہ منافقین ہنگام وفات میرے مدینہ مین موجود ہی نہ رہین دو اور دلیلین بہی
رکہتا ہون -

اول یہ کہ پیغمبر اسلام جس قدر لڑائیان لڑے یا ان کے زمانہ مین لڑائیان ہوئین
مخالفین مذہب اسلام نے اون پر یہ الزام قائم کیا ہے کہ ان کی بنا محض جبر تہیارون
کے زور سے اسلام قبلوانے کے لئے تہی -

آنریبل سرسید احمد خان بہادر نے قابل اطمینان کے قرآنی آیات
سے استدلال کرکے یہ امر دکہلا دیا ہے کہ وہ جملہ لڑائیان صرف امن قائم رکہنے
کے لئے ہوئین اور یہ بہی بتلا دیا ہے کہ لڑائی کا حکم قرآن مین کسے قسم کے لوگون سے
ہے اور جن لوگون سے لڑائی کا حکم ہے اوس سے نتیجہ بجز امن قائم رکہنے کے دوسرا
پیدا ہی نہین ہو سکتا -

اب یہان یہ غور کرنا چاہئے جیش اسامہ کی روانگی کا حکم کس بنا پر ہوا یہ کبہی تسلیم
نہ کرنا چاہئے کہ پیغمبر خلاف قرآن کے عمل فرماتے لیکن جبکہ ہمکو کتب تواریخ سے
یہ پایا جاتا ہے کہ سریہ موتہ مین جو سنہ ۸ ہجری مین واقع ہوا مسلمان شدید جنگ
واقع ہونے کے بعد لڑائی فتح کر چکے ہے[1] تو پہر اس لشکر کی روانگی کی کیا ضرورت
تہی اور کون سی آیت قرآن کی ہدایت روانگی پر صادق آتی ہے -

دوئم یہ کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تہی - دین اسلام کا خدا اپنے وعدہ
کے موافق بول بالا کر چکا تہا تو ایسی حالت مین جانتک خیال کیا جاتا ہے
کوئی مصلحت اس روانگی کے بجز اوسی مصلحت اور راز کے جس کو مین نے بیان
کیا قرار نہین پا سکتی - اور چونکہ پیغمبر جانتے تہے کہ لوگ نہ جائینگے اس
وجہ سے حجت تمام کرنے کی غرض سے تاکید کے ساتھ روانگی کا مع مذمت مخالفت کے حکم دیا تہا

[1] دیکھو اعجاز التنزیل صفحہ ۹ . ۱۴ مطبوعہ مراد آباد -

تاکہ عادل کے روبرو جو نجات پانے والا ہے وہ ایک حجت سے نجات پاجائے اور جو ہلاک ہونے والا ہے وہ ایک حجت سے ہلاک ہوجاوے۔

بہرحال جب پیغمبرؐ کو یہ یقین ہوگیا کہ لوگ نہ کچھ اور نہ جانتے ہیں اور نہ جانیں گے تب دوسری تدبیر جانشینی اپنی مرضی کے اور نیز مخالفین پر حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے یہ فرمائی کہ ایک کتابت لکھدوں کہ پھر مخالفین کو کوئی موقع ہی حیلہ و حجت کا نہ رہے اس واسطے آپ نے اوسی علالت میں حکم دیا کہ مجھے کاغذ و دوات لاؤ تاکہ میں تمکو ایک کتابت لکھدوں کہ بعد میری وفات کے کچھ اختلاف مذہب اسلام میں نہ ہووے اور نہ تم مسائل اگر دیانت کو وصف حسن جانتے ہوں گے تو مقر ہوجائیں گے کہ جیسے سنگین مخالفت اس حکم سے کی گئی ہے اور جس کی پوری امید منافقین سے ہوسکتی تھی کیونکہ وہ اون کی خواہش ہائے نفسانی کا جڑ کھودنے والا تھا۔

اس موقع پر یہ مخالفت ہماری اوس رائے کی بھی موید ہے کہ اوس عاقلانہ تدبیر حضرت عائشہ میں بھی دونوں شیخین رضی اللہ عنہما بھی شریک راز تھے اور جس کو جیسا موقع ملتا تھا اپنے مقصود کے برخلاف پیغمبرؐ کی کسی کارروائی کو چلنے نہیں دیتے تھے۔

ہندوستان کے مشہور شاعر شیخ امام بخش صاحب المتخلص بہ ناسخ نے بھی اپنے ایک شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو میں اس مقام پر لکھکر ناظرین سے داد طلب ہوں۔

خط وہ لکھتا ہی یہ ہاں لکھنے نہیں دیتے ہیں رقیب	ماجرا یہ بھی کم از قصۂ قرطاس نہیں

حضرت عمرؓ نے یہ جانکر کہ علی مرتضےؑ کے حق میں آنحضرت یہ کتابت فرمائیں گے اس حکم سے مخالفت کی تھی اور بڑی مسرت کی بات ہے کہ خود اونہوں نے ایک وقت میں کہ جبکہ زمام انتظام دولت اون کے ہاتھ میں تھی حضرت ابن عباس سے اسکو

ظاہر کیا ہے جیسا کہ تاریخ بغداد سے ظاہر ہوتا ہے اور اس واقعہ کو علامہ ابن ابی الحدید نے بہی شرح نہج البلاغہ مین لکہا ہو اور جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " ایک مرتبہ بقسم شدید حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے یہ دریافت کیا کہ علی مرتضےٰؑ کے دل مین اب بہی ادعاے خلافت ہے اور زیادہ گمان کرتے ہین کہ پیغمبرؐ نے اون کے حق مین نص فرمائی تہی جس کا جواب اونہون نے یہ دیا کہ بے شک۔ اور جس بات کا وہ دعوے کرتے ہین اوسکی تائید و تصدیق خود مجہسے میرے باپ نے کی تہی۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ بولے کہ ہان بیشک بوجہ اوس محبت خاص کے جو علیؑ کے ساتہ پیغمبرؐ کو تہی پیغمبرؐ نے اونکے حق مین کبہی کبہی اوس طرح کے کلمات کہے ہین بلکہ وفات کے وقت تو اون کے نام کی بہی تصریح کر دینا چاہی مگر مین نے روک دیا کہ قریش اون پر اتفاق نکرتے اور جو ہونا تہا سو ہوا "

المختصر جب پیغمبرؐ کو اپنی اس خواہش مین بہی دیگر لوگون کی خواہشون نے کامیاب ہونے نہ دیا تو اوس کے بعد آپ نے عین روز وفات ارشاد فرمایا کہ میرے بہائی کو بلاؤ۔ حضرت عائشہ کو کہٹکا ہوا اور فوراً ہی ذہن نے اس تدبیر پر انتقال کیا کہ بجاے اصلی مطلوب کے غیر مطلوب کو بلایا جاوے چنانچہ اپنے باپ کو بلایا اور اونہون نے آکر پیغمبرؐ سے دریافت کیا کہ آپ نے مجہے بلایا ہے؟ پیغمبرؐ نے یہ سنکر اپنا منہ پہیر لیا اور حضرت ابو بکرؓ واپس چلے گئے۔ پہر تہوڑی دیر کے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ بلاؤ میرے بہائی کو۔ پہر حضرت عائشہ کو اندیشہ ہوا مگر اس دفعہ حضرت عمرؓ بلانے گئے اور اونہون نے آکر پیغمبرؐ سے دریافت کیا کہ آپ نے مجہے بلایا ہے؟ پیغمبرؐ نے پہر اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا اور اون کے چلے جانے کے بعد پہر حضرت نے فرمایا کہ بلاؤ میرے بہائی کو۔ اس دفعہ حضرت عثمان پیش کئے گئے لیکن ان ذات شریف کو بہی وہی واقعہ پیش آیا جو اون سے ماقبل والون کو پیش آچکا تہا۔ ...

پیغمبر نے کہا کہ بلاؤ میرے بھائی کو۔ اوس وقت حضرت اُم سلمہؓ نے فرمایا کہ آیا تمہارے نزدیک بجز علی مرتضیٰؑ کے جو پدر حسنؑ و حسینؑ کے ہین کوئی اور بھی پیغمبر کا بھائی ہے اونکو کیون نہین بلایا جاتا چنانچہ علی مرتضےٰ تشریف لائے اور اونکو دیکھکر پیغمبر نے فرمایا کہ ہان ہین نہین کو بلاتا تھا۔[۱]

مین اس روایت کو اسی حد تک لکھکر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ حضرت اُم سلمہ کے علاوہ جو دیگر ازواج تہے مقصود پیغمبرؐ نہین سمجھا اسکی وجہ کیا تھی؟ اور بجاے علی مرتضیٰ کے جو دیگر غیر مطلوب بلائے تو کیون؟

گو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے ارشادات کے معنی کبھی کبھی مجمل ہوتے تھے یا لوگ مختلف الفہم یا مختلف الطبایع ہونے کی وجہ سے ارشاد پیغمبرؐ کو مختلف طور سے سمجھتے تھے حتیٰ کہ ازواج بھی

شاید اسپر یہ تاویل کی جاوے کہ جو اور لوگ بلوائے گئے اون کو اون ازواج نے نہین بلایا تھا اور لوگون نے بلایا ہوگا۔ لیکن جب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی اور حجاب کے وسیع معنی ذہن مین مستقر کرلینے کے بعد یہی ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ وہ ارشاد حضرت اُم سلمہ زوجہ آنحضرتؐ دیگر ازواج پیغمبرؐ سے ہی ہو سکتی تھی نہین نہ کسی اور سے۔ اور جبکہ کلام مین مخاطب حاضر ہوتا ہے تو وہ کلام مخاطب ہی کے ساتھ قبول ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر وہ ارشاد حضرت اُم سلمہؓ زوجہ پیغمبرؐ کا دیگر ازواج پیغمبرؐ کے اور کسی کے ساتھ تسلیم نہین کرنا چاہیے۔

اس تقریر کے بعد اب ہم یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ دیگر ازواج پیغمبرؐ سے تشخیص شخص مطلوب مین کیون غلطی واقع ہوئی اور آیا ارشاد پیغمبرؐ قابل اختلاف کے تھا یا نہین۔؟

[۱] دیکھو زین الفتا عاصمی۔

ہمکو تو حضرت ام سلمہؓ کا وہ کلام پکار پکار کر جتلا رہا ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ ہرگز ہرگز قابل کسی اختلاف کرنے کے خواہ کسی کو مغالطہ مین ڈالنے والا نہ تہا۔ لیکن مقصود اوس سے دیگر ازواج کا اپنی اوس ذاتی خواہش کے پورا کرنے کا تہا کہ جس کو پہلے سے سوچ سمجھکر وہ پیغمبرؐ کو اپنے گہر تیمارداری کے بہانہ سے لے آئی تہین۔ اور جس حالت مین کہ وہ یہ معلوم کر چکی تہین کہ بہت تہوڑی دیر بیشتر آنریبل ڈاکٹر حضرت عمرؓ سا تجربہ کار بزرگوار پیغمبرؐ کی قوت ممیزہ کو اپنی بے نظیر عملی کارروائی سے بیکار ہوجانے کی تشخیص کر چکا ہے تو اون کو اپنی خاص خواہش نفسانی کے پورا کرنے کے واسطے تاویل مین تامل ہو ہی نہین سکتا تہا اور جس کا نتیجہ یہ سمجہا گیا تہا کہ لوقت آنے کسی غیر مطلوب کے جس فعل وعمل کا ارادہ شخص طالب کا اصل مطلوب کے ساتہہ اوس کے دل مین ہو جیسا کہ ہر شخص جو اس جہان کا چہوڑنے والا ہوتا ہے ایسا ارادہ اپنے عزیز ولی کے واسطے رکہتا ہے وہ فعل وعمل اوسی غیر مطلوب کے ساتہہ اوسی حیثیت سے وقوع مین آجاوے اور اون تمام کارروائیون کا (جو اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے ابتدا مین کی گئی تہین اور جن کو اپنی اپنی عملی کارروائیون سے ہر وقت وہر موقع پر اوسکی ممبر آراستہ کرتے آتے تھے) آج ہی فیصلہ ہوجاوے۔ گو کہ اون کی قسمت نے اوس وقت اون کی خواہش کے خلاف فیصلہ کیا ہو لیکن بہت تہوڑی دیر کے بعد اونکی قسمت اونہین کے حق مین فیصلہ کرنے والی تہی۔ اور اون کی مرضی پیغمبرؐ کی مرضی پر غالب آنے والی تہی اور پیغمبرؐ کی پیشین گوئیون کو پورا کرنے والی تھی۔

مین اس موقعہ پر یہ بہی کہتا ہون کہ بالفرض اگر ارشاد پیغمبرؐ کے سمجہنے مین غلطی واقع ہوئی تھی یا سمجہہ مین نہین آیا تہا تو کیون نہین پیغمبرؐ سے پوچہہ لیا گیا مگر کیسے کوئی دریافت کی جرات کر سکتا تہا کہ پیغمبرؐ نے جس لقب سے اپنے مطلوب کو بلایا تہا وہ بمنزلہ اوس کے نام کے تہا اور دریافت کرنے پر وہ غرض اصلی فوت ہوتی تھی۔

جو کہ غیر مطلوب کے ساتھ ہی وقوع مین آجانے کی سوجھی گئی تھی۔

اسی بنا پر اس قسم کے تمام وہ واقعات جن سے مرض پیغمبرؐ کے زمانہ مین فضائل خلفا اون کی جانشینی کے لئے مرتب کئے جاتے ہین معہ اون تمام روایات کے جنہین نماز کا مضمون وضع کیا گیا ہے بالکل بے وقعت ثابت ہوتے ہین۔

ان واقعات کو جو مین نے بیان کئے پیش نظر رکھکر اگر ذی علم سائل اوس تجربہ پر غور فرماوینگے جو مین نے محلات شاہی یا بڑے گھرانون مین کسی کے رسوخ ہو جانے سے اپنے اغراض کی کامیابی کے متعلق ظاہر کیا ہے تو وہ خود اون روایات کی حقیقت جس مین نماز کا مضمون مضطربانہ پھڑک رہا ہے خود پہچاننے والے ہونگے۔

مین یہ بھی کہتا ہون کہ جیسے حضرت عائشہ سے تشخیص شخص مطلوب مین غلطی ہوئی تو کیا وجہ ہے کہ اون سے تشخیص اوس شخص مین بھی کہ جس کے لئے اگر پیغمبرؐ نے درحقیقت کوئی اجازت نماز دی تھی غلطی کرنا قبول نہ کیا جاوے۔ ہو سکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے کسی اور سے کے لئے حکم دیا ہو اور اونہون نے اپنی غلط فہمی خواہ مختلف الفہم ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کو بالتخصیص کہلا بھیجا ہو کہ آپ ہی کے لئے حکم ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ اس حکم کی کتابت کے لئے دوات و قلم نہ مانگی گئی باوجودیکہ بی بی عائشہ روایت فرماتی ہین کہ مجھ سے پیغمبر خدا نے مرض موت مین یہانتک فرمایا تھا کہ اپنے باپ اور بھائی کو مجھے بلا دو تاکہ مین اون کو ایک کتابت لکھدون اس واسطے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ ہم مستحق خلافت ہین اور نہ خدا پسند کرتا ہے اور نہ مسلمان کہ سوائے ابوبکرؓ کے کوئی اور خلیفہ ہو مین خیال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ ایسی کتابت اگر لکھنا چاہتے تو ہرگز مخالفت اس حکم پیدا نہین ہوتی۔

۱؎ اس حدیث صحیح مسلم کی حقیقت ہم آئندہ ایک اور بحث مین دکھائینگے۔

میرے ذہن مین نہین آتا کہ یا تو پیغمبرؐ کی یہ حالت ہو کہ مرض کی وجہ سے طاقت رفتار تا مسجد بھی نہو اور پھر فوراً ہی ایسی طاقت بھی آجا وے کہ دو دو آدمیون کے سہارہ سے مسجد مین قبل اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ نماز جماعت ختم کرین پہونچ بھی جاوین۔ اور پھر جبکہ اونہون نے حکم ہی دیدیا تہا کہ وہ نماز پڑہاوین تو پھر ڈگمگاتے ہوئے دو آدمیون کے سہارہ سے کیون تشریف لے گئے۔ یہ بھی سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز مین اشارہ کنایہ کیسے کئے۔ کیا اسی کا نام رجوع قلب ہے۔ مگر بیشک پیغمبرؐ کی طرف قلب رجوع تہا کہ حجرہ سے صدائے شیون کب بلند ہوتی ہے۔

مین یہ بھی کہتا ہون کہ کسی کو نماز کے پڑہا دینے کی اجازت مل جانا در اصل اُس شخص کو اوس شخص سے جس سے کہ وہ درحقیقت افضل نہین ہے افضل نہین بنا سکتا۔

جب حضرت عمرؓ افسوسناک ضرب سے کہ جس سے بالآخر وہ جانبر نہو سکے زخمی ہوئے اور اون کو امید زندگی کی باقی نہین رہی تو اوس وقت مین اونہون نے ایک کمیٹی قرار دی تاکہ وہ اون کا عہدہ خالی ہونے پر تعیین خلیفہ کی کرے اوسی موقع پر اونہون نے چند اور فرمان متضاد جریان بھی دیگر لوگون کے حق مین صادر فرمائے منجملہ اون کے صہیب ابن سنان غلام عبد اللہ ابن جدعان کو حکم دیا کہ وہ میرے بعد اوس وقت تک جبتک کہ ممبران کمیٹی تعیین خلیفہ کی نہ کرین لوگون کو نماز پڑہانے [۱]

صہیب اون (۶) لوگون مین نہ تہا جن مین سے خلیفہ منتخب کرنے کے لئے کمیٹی کو وہ منعقد فرما گئے تھے لیکن مین بتائید رائے ذی علم سائل کے یہ کہتا ہون اگر صرف نماز پڑہا دینے کا کسی کے واسطے حکم یا اجازت باعث افضل الناس ہونے کا ہے تو میرے خیال مین اون چہون سے صہیب کو ہی افضل تصور کرنا چاہئے اور بہت بہتر ہوتا کہ بجائے حضرت عثمانؓ کے ممبران کمیٹی اوسی کو خلیفہ کر دیتے۔

---

[۱] دیکھو کامل ابن اثیر جزو ثالث مطبوعہ مصر۔

محدثین اہل سنت لکھتے ہین کہ پیغمبر نے خود ایک موقعہ پر کسی غزوہ مین عبد الرحمن ابن عوف کے پیچھے نماز پڑہی تھی [۵۱] استدلال سائل کے بموجب پیغمبر سے اوس کو افضل تصور کرنا چاہیے اور خدا کو بہی اوسیکو مبعوث برسالت کرنا چاہیے تہا اور کم سے کم یہ سمجھ لینا تو ضرور ہے کہ تبلیغ رسالت اور خلافت فی الارض پیغمبر کی طرف سے اوسی وقت ابن عوف کی طرف منتقل ہو گئی ۔

ذی علم سائل نے جس طرح متعلق نماز کے یہ غلط نتیجہ مرتب کیا تہا اوسی طرح وہ یہ نتیجہ بھی اخذ فرماتے ہین کہ "بعد وفات پیغمبر بوعدہ حقانی پیغمبر کے خلیفہ و جانشین ہوئے" جس حالت مین کہ ماخذ نتیجہ ہی خود غلط ہے تو نتیجہ کب صحیح ہو سکتا ہے ۔ اور نہ ذی علم سائل کوئی اپنے مفید نتیجہ اوس سے پیدا کر سکتے ہین اگر وہ ماخذ پر اوس نتیجہ کے غور کرنے والے ہون گے ۔

بہر حال چونکہ اونہون نے یہ غلط نتیجہ مرتب کیا ہے اس واسطے مین اس خاص نتیجہ کے متعلق بھی ذی علم سائل سے عرض کرتا ہون کہ اگر آپ اون آیات علماء پر جو متعلق نص خلافت حضرت ابوبکرؓ کے دی گئی ہین نظر فرمائیں گے تو آپ جان لین گے کہ آپ کا دعوے محض بے حقیقت ہے جو نہ صرف شیعون کے ہی نزدیک قابل مضحکہ ہے بلکہ گہری نظر رکہنے والے سُنی بہی ضرور افسوس کرینگے ۔

ما ی ڈ یر کوئی بھی آیت قرآن ایسی نہین ہے کہ جو آپ کے بزرگوارون کی خلافت پر نص ہو اور جو آپ کے دعوے وعدہ حقانی کی تائید کر سکے اور اگر نص ہوتی تو اکابر علماے اہل سنت اس کا اعتراف نہ کرتے کہ خلافت خلفا پر کوئی نص نہین ہے ہماری یادا اگر صحیح ہے تو ہم کہہ سکتے ہین کہ ہمنے ابتک کوئی حقیقت آپ کے کسی دعوے کی اسی نوعیت سے نہین دکہلائی ہے کہ جس نوعیت سے آپ نے فضائل مرتب کیے ہین بلکہ ہمنے اپنی تحقیق کی تائید نظائر سے دکہلائی ہے تا کہ آپ کو ہماری تحقیق

[۵۱] دیکھو خمیس جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۴

پر کامل غور اور فکر کا موقع ملے ۔گو ہمکو یقین ہے کہ زنجیر تقلید جو اپنی ہر کرمی کو دوسری سے ملائے ہوئے ہے غلط تاویل کے ہیر پھیر سے آپ کو ہلنے نہ دیگی مگر ہمارا کام یہی ہے کہ آپکو آپکے دعوونکی حقیقت اور اصلیت اپنی نوعیت سے دکھلا دیں تاکہ آپ اوسپر غور اور فکر کر سکیں ۔

چنانچہ میں اپنے اِس دعوے کی تائید میں (کہ کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جو متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہو خواہ منفرداً ایسی نہیں ہے کہ جس سے خلافت اول پر آپ نص کا فائدہ اوٹھا سکیں یا اوس سے وعدہ حقانی کا استنباط کر سکیں) آپ کو علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری و علامہ نووی شارح صحیح مسلم و امام فخرالدین رازی و ملا جلال الدین دوانی شارح عقائد عضدیہ کی متفقہ آراء پر کہ "کوئی نص خلافت پر نہ تھی"[۱] توجہ دلاتا ہوں ۔

اور اگر سائل کی مراد آیت استخلاف سے ہے تو وہ وعدہ جو خلافت فی الارض کا مومنین سے خدا نے کیا تہا وہ اپنا وعدہ خدا نے عہد پیغمبرؐ میں ہی حسب تصریح اکابر مفسرین اہلسنت پورا کر دیا ۔(دیکھو تحفہ اثنا عشریہ بہ سلسلہ قدح حدیث قرطاس)

آیت وعدہ استخلاف فی الارض

"وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ"	"وعدہ کیا خدا نے اون لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں وہ تم میں سے اور عمل کئے ہیں اونہوں نے نیک البتہ جانشین کرے گا اون کو بیچ زمین کے جیسے کہ جانشین کیا ہے اون لوگوں کو کہ پہلے اون سے تھے اور البتہ متمکن

[۱] دیکھو فتح الباری و شرح صحیح مسلم و نہایۃ العقول (کلام) و شرح عقائد عضدیہ

کرے گا واسطے اون کے دین اون کے کو- ایسا دین کہ پسند کیا ہے واسطے اون کے- اور البتہ بدل دیگا اون کو بعد خوف اون کے کے- امن کو اور عبادت کرینگے وہ میری- نہین شریک کرینگے وہ ساتھ میرے کسی چیز کو اور جو کوئی کفر کرے یا نعمت کی ناشکری بعد اسکے پس وہ لوگ فاسق ہین"

آیات پورا کردینے وعدۂ استخلاف کو

"آمنوا باللہ و رسولہ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین آمنوا منکم و انفقوا لہم اجر کبیر" (سورہ الحدید)

"ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اوس کے کے اور خرچ کرو اوس چیز سے کہ کیا ہے تمکو جانشین پہلون کا بیچ اوسکے پس جو لوگ کہ ایمان لائے تم مین سے اور خرچ کیا اون کے واسطے ہے ثواب بڑا"

آیت سورہ یونس

"ثم جعلنا کم خلائف فی الارض من بعدہم لننظر کیف تعملون"

"پھر کردیا ہمنے جانشین تمکو بیچ زمین کے بعد اونکے تاکہ دیکھین ہم کیونکر عمل کرتے ہو تم"

آیت سورۂ انعام

"وہو الذی جعلکم خلائف الارض و رفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما آتیکم ان ربک سریع العقاب و انہ لغفور رحیم"

"اور وہ ایسا ہے جس نے کیا تمکو جانشین زمین کا اور بلند کیا بعض تمہارے کو اوپر بعض کے درجے مین تاکہ آزمادے تمکو بیچ اوس چیز کے کہ دیا ہے تمکو تحقیق کہ پروردگار تیرا جلد عذاب کرنے والا ہے اور تحقیق وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے"

ان آیات سے کچھ شبہہ نہین رہتا ہے کہ جس خلافت فی الارض کا جس سے مراد بادشاہت اور سلطنت ہے خدا نے مومنین سے وعدہ کیا تھا اوس وعدہ کو خدا نے

خود عہد حضرت پیغمبر میں پورا کردیا اور مومنین کو خلافت فی الارض حاصل ہوگئی جس کے خلیفہ اور بادشاہ خدا کی طرف سے درحقیقت آنحضرت تھے جیسا کہ خدا نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا ہے "انی جاعل فی الارض خلیفہ" تحقیق کہ مین زمین میں خلیفہ کیئے نے والا ہون "

اور اگر ذی علم سائل اسکو قبول نہ کرین گے تو پہر اون کو یزید اور تمام بنی امیہ و بنی عباس کی خلافتون کو بھی بموجب وعدہ حقانی کے قبول کرنا چاہئے۔

مین اس مقام پر اوس حالت مین جبکہ ذی علم سائل کسی راے کو جن کا ماخذ قرآن اور حدیث ہے قبول نہ کرین کہ جس کا قبول نہ کرنا مین دشوار تر سمجہتا ہون تو مناسب جانتا ہون کہ اس مقدمہ مین ایک قول اون کے اعلےٰ لیاقت والے خلیفہ کا لکہدون جس سے قطعی فیصلہ خلافت اول کے نص سے ہوسنے نہ ہونے کا ہوجاوے۔

صاحب تاریخ کامل تحقیق کرتے ہین کہ "جس وقت حضرت عمرؓ اپنی زندگانی سے مایوس ہوچکے اور نسبت تعیین خلیفہ کے عجب عجب خیالات ظاہر کئے تو اوس وقت اون سے بعض لوگون نے تاکیداً یہ کہا کہ آپ کیئے خلیفہ ضرور مقرر کرین اور بہتر ہو کہ اپنے صاحبزادے کو خلیفہ مقرر کیجیئے یہ سنکر غضبناک ہوگئے اور راے دہندہ کو فرمایا کہ خدا تجہے غارت کرے تونے یہ راے خالصۃ للہ مجکو نہین دی اوسے مین کبھی ایسے شخص کو کہ جو زوجہ کو طلاق نہ دے سکتا ہو امت محمدی پر خلیفہ نہین کرسکتا اور مین اگر کسی کو خلیفہ مقرر کرون گا تو پیروی کرون گا اوس شخص کی جو مجہ سے بہتر تہا (ابوبکرؓ) اور اگر کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرون گا تو پیروی کرون گا اوس شخص کی جو سب سے بہتر تہا۔ (محمدؐ)"

یہ قول حضرت عمرؓ کا تائید اس امر کی کرنے والا ہے کہ حضرت ابوبکر پیغمبر کے بنائے ہوئے خلیفہ نہ تھے۔

اب مین اون علماء کی آرا کو جن کی تائید حضرت عمرؓ کے کلام سے ہوتی ہے

پیش نظر رکھکر بلا تامل یہ راے دینے پر بھی مجبور ہون کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو وعدہ حقانی تسلیم کرنا خدا پر تہمت دہرنا ہے۔

گو اس مین شک نہین ہے کہ جس خلافت پر وعدۂ حقانی کا انطباق ہو گا خلافت حقہ اور صحیحہ وہی ہو گی اور اس مقام پر مجھے اس امر کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ کسی خلافت پر وعدہ حقانی کے انطباق کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ بحث ہماری نامی رسالہ روشنی کے ضمیمہ جلد سال اول مین موجود ہے اور اوس کی شناخت کا طریقہ آیات قرآنی کو قرار دیا ہے۔ اس مقام پر مین صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اس خلافت پر نص تو کوئی تھی نہین صرف اجماع پر زور دیا جاتا ہے تو آیا اجماع بھی ہوا یا نہین۔ اگرچہ یہ بحث بھی مثل دیگر بحثون کے بہت ہی پرانی ہے اور مین بہت کوشش کرتا ہون کہ کوئی پرانی دہرائی بات جس کو معزز سائل نہایت ناپسند فرماتے ہین بیان نہ کرون لیکن مجبور ہون کہ وہ گڑھے ہوئے مردے تخمیؔ اوکھاڑنے پر آمادہ ہوئے ہین اونکی خاطر سے اون پر اپنی تہذیب کے بموجب مجھے بھی صلوۃ پڑھنے کا موقع ملتا ہے (بیش باد)۔

مین اس واقعہ کو کہ آیا اجماع ہوا یا نہین اون تواریخ سے لکھنا نہین چاہتا کہ جو مصر و قسطنطنیہ کی مطبوعہ ہین اور اس وقت میری میز پر موجود ہین شاید ذی علم سائل کو بوقت جانچ واقعات اون کتب کی تلاش مین دقت ہو اس واسطے مین روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ انوار محمدی پریس لکھنؤ سے مختصراً واقعات سقیفہ کو کہ جہان پر اجماع کا ہونا بیان کیا جاتا ہے نوٹ کرتا ہون۔

" سقیفہ مین مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی تھا کہ جوش زن تھا۔ مہاجرا ور اون مین بھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی متحدہ راے یہ تھی کہ ہم خلیفہ ہون اور انصار اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ ہم مین سے کوئی خلیفہ ہو "

مہاجر و انصار کی مخالفت اور اپنی اپنی خواہشوں کا اندازہ شایان اشعار سے ہو سکے۔

پڑ گئی کشمکشِ جسم میں بیمار کی جان	دب گئے مگر کس شخص کے یہ ہاتھ رہے
ملک الموت اڑے ہیں کہیں جان لئے گون	سو مجدہ ہیں سبھی کہ مری بات رہے

نوبت بایںجا رسید کہ حضرت عمرؓ سے لوگوں نے نہایت غلیظ باتیں شروع کر دیں لیکن معزز سائل کا بانکا ہیرو بھی کسی سے کہنے سننے میں کچھ کم نہ رہتا تھا اور اپنی مہیب آواز سے پکارتا تھا کہ اسے قتل کر دو اور اوسے قتل کرو۔ بعضوں پر ہاتھ پہنچ چکے تھے۔ تلواروں کے ڈورے کھل چکے تھے مگر کا تہیاں ابھی خالی نہ ہوئی تھیں کہ انصار کی طرف سے یہ امر پیش ہوا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے گویا یہ فرمایا کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ اس پر بعضے انصار یہ بولے کہ تو پھر ہم بجز علی مرتضےٰ کے اور کسی سے بیعت نہ کرینگے [1]

صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہیں کہ گویا فرید الدین عطار نے یہ شعر

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام است	علی و آل و اولادش تمام است

انہیں انصار کی زبانی نظم کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے جوں ہی علی مرتضےٰؑ سے بیعت کا نام سنا ہوش اوڑ گئے۔ اور دل میں سوچے کہ افسوس وہ تمام محنت ہی اکارت جاتی ہے۔ کہ جس غرض سے بظاہر تابع اسلام بھی ہوئے۔ مواقع جنگ سے بھی کس کس تدبیروں سے بچا کئے زخم بجز ایک مرتبہ کے بدن پر کبھی اور جگر کا بھی نہ کھایا۔ گولی سو قدم تو بندہ دو سو قدم پہ عمل بھی کیا۔ مارتے کے آگے بھاگتے کے پیچھے بھی رہے۔ پیغمبرؐ کی کارستانیوں کو جو دہ

[1] اصل فقرہ یہ ہے کہ درمیان عمرؓ و حباب سخنان بجابت غلیظ واقع شدند [2] فقالت بعض الانصار لانبایع الا علیاً۔ دیکھو طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۸۱۷ و کامل صفحہ ۲۲۵۔

حق مین علیؑ کے چاہتے تھے اِس آخر وقت مین اون کو بگاڑا بھی کئے ساتھا چہ کہ پیغمبرؐ کے
دفن وکفن پر بھی خاک ڈالی اور شکار مطلب کی فکر مین یہان بھاگے ہوئے آئے مگر پھر
عمرؓ کے تین حرف تینون خالی انھین خیالات کج واکج مین تھے کہ دفعتاً حضرت ابوبکرؓ سے
(کہ یہ حضرت بھی انصار کی مخالفت پر غصے سے یا علی مرتضےؑ سے بیعت کا نام سُنکر کانپ
رہے تھے) بولے کہ بڑھاؤ اپنا ہاتھ مین تم سے بیعت کرتا ہون۔ ملی بھگت تو تھی ہی
اودھر اونہون نے ہاتھ بڑھایا اودھر ان حضرت نے فوراً سے بیشتر اون کے دستِ ارادت
پر بیعت کی۔ اور ساتھ ہی اُس قلیل پارٹی نے بھی جس مین دو شخص سے زیادہ نہ تھے جو ان کے
ہمدم تھے۔ اور دیگر گروہ در گروہ انصار و مہاجر جو اِن سے خلاف رائے رکھنے والے تھے
یہ تماشہ دیکھ کر کیسی گہرے اوٹھے ہوئے اپنے اپنے گہرون کو چلے گئے۔

صاحب تاریخ طبری اِن واقعات سقیفہ اور حضرت عمرؓ کی بیعت کی نوعیت کو جیسے
کہ مینے بیان کی ہے اوسی نوعیت کو عجیب دل خوش کن عبارت مین تحریر فرماتے ہین
کہ جس کو مین اصل نسخہ طبری مطبوعہ جرمنی سے لکھتا ہون۔ کہ۔

"فقال عمر ابسط یدک لاُبایعک
قال۔ فقال ابوبکر بل انت یا عمر فانت
اقوی لہا منی وکان عمر اشد الرجلین۔ قال
وکان کل احد منہما یفتح یدہ یضرب علیہا فلما
فتح عمر ید ابی بکر وقال ان لک قوتی مع قوتک"

جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے
حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہاتھ پہیلاؤ تاکہ
مین تم سے بیعت کرون۔ راوی کہتا ہے
کہ اس کے جواب مین حضرت ابوبکرؓ نے
حضرت عمرؓ سے یہ کہا بلکہ تم اے عمرؓ لائق تر
ہو اور مجھسے قوی۔ اور حضرت عمرؓ کی قوت دو آدمیون کی سی تھی[۱] راوی کہتا ہے کہ

[۱] یہ ایسی بات ہے کہ گویا دو شخص ہاتھ کھڑے ہون ایک کہے کہ مین نے تم سے بیعت کی دوسرا کہے نہین حضرت مینے
تم سے بیعت کی پھر وہ کہے نہین حضرت مینے بیعت کی جو دوسرا کہے نہین مینے کی اسی طرح سلسلہ ختم نہو اور ہر شخص جب بیعت
کا ہی کہے کہ دوسرے سے بیعت کرونگا اقرار کرے تو ہاتھ پہ ہاتھ مارتا جاوے اسیطرح یہان ہاتھ پر ہاتھ پڑ رہا تھا جب تک
کہ بیعت نہ ہو گئی

دونون (عمرؓ و ابو بکرؓ) اپنے اپنے ہاتھ کہولے ہوئے تہے اور ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا تہا ایک دفعہ عمرؓ نے ابو بکرؓ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا کہ میری قوت بہی تمہاری قوت کے ساتھ ہے۔"

اسی مقام پر مجہے یہ بہی ظاہر کر دینا چاہیے کہ یہ بہی ایک اعلیٰ درجہ کی پالیسی تہی جو حضرت عمرؓ نے اپنے امارت سے حضرت ابو بکرؓ کی امارت کو مقدم رکہا۔

اور وہ پالیسی یہی ہو سکتی ہے کہ وہ خلافت ابو بکرؓ کو برخلاف اوس خلافت کے جانتے والے تہے جس کا اعلان خود رسولؐ نے امت پر بروز غدیر خم کیا تہا۔ اور آپ کو یہ بہی اختلاف علی مرتضےٰؑ کی خلافت پر یہ ہوتا تہا جو برخلاف اون کی خواہش ہائے نفسانی کے تہا وہ سمجہے کہ اگر ابو بکرؓ کی خلافت پر علی مرتضےٰؑ کی طرف سے مخالفت ہو کر نوبت جدال پہونچی تو جو کچہ جان جوکہم ہوگی وہ انہین بڑے میان کے سر پڑے گی اور اگر علی مرتضےٰؑ کی طرف سے سکوت ہوا یا مقابلہ مین ہمکو کامیابی ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ ہمسن اپنے دادا کے ہین اور چراغ سحری ہین زیادہ زندہ نہین رہ سکیں گے اون کا عہدہ خالی ہونے پر بلا کہٹکے مین خود متصرف ہون گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مورخین نے قبول کر لیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے کمزور ہاتہون مین بڑے نام خلافت تہی اور در اصل عنانِ انتظام اونہین کے ہاتہون مین رہی۔

اور خود علی مرتضےٰؑ نے اوسی وقت (جبکہ وہ بیعت کے واسطے بلائے گئے اور اون سے گفتگوئین ہوئین اور آپ نے اپنی حجتون سے حضرات ابو بکرؓ کو ساکت کر دیا جس پر آخری جواب حضرت عمرؓ نے یہ دیا کہ "ہم تمکو جب تک کہ تم بیعت نہ کروگے نہ چہوڑین گے"[1]) یہ فرما دیا تہا "اُحْلُبْ حَلَبًا لَکَ شَطْرُہٗ اُشْدُدْ لَہُ الْیَوْمَ یَرُدُّہٗ عَلَیْکَ غَدًا" حاصل مطلب جس کا یہ ہے کہ اے عمرؓ کچہ ایسا دودہ دوہ کہ تجہکو بہی اوس سے حصہ ملجاوے آج اسے ابو بکرؓ کے لئے مضبوط کر تاکہ وہ کل تجہے

[1] دیکہو سیرۃ الفاروق مولفہ سراج الدین احمد

پھیر دے سکے

مین نے ہر واقعہ سے قابل یقین کے یہ دکھلا دیا ہے کہ ممدوحین سائل کا بظاہر تابع اسلام ہونا بغرض دنیاوی لالچ کے تھا اور اس مقام پہ مین پھر اپنی تمام یادداشتون کو تازہ کر کے کہتا ہون کہ کیا پیغمبر کو بلا دفن وکفن چھوڑ کر امر باطل کی طرف رجوع کرنا قابل شرم کے نہین تھا۔ ہم قبول کرتے کہ جس وقت ایک صاحب سے دوسرے صاحب کو سقیفہ کے متعلق واقعات کی اطلاع ملی اور اونہون نے بمقابلہ تواب شرکت دفن پیغمبر وہان کا جانا ضروری ہی سمجھا تو علی مرتضےٰ کے کوشش گذار کیون یہ واقعہ نہین کیا گیا۔؟

کیا بجز اس کے اور کچھ ذہن مین آسکتا ہے کہ یا تو علی مرتضےٰ ان کو اطمینان دلاتی کہ کچھ نہوگا تم اطمینان رکھو اور دفن وکفن پیغمبر سے فارغ ہولو تو چلو۔ یا وہ ان مین سے ہی کسی کو یا کسیکو بنی ہاشم مین سے وہان اس خبر پیر روانہ کرتے اور جو اس بات کی کوشش کرنے والا ہوتا کہ تا دفن وکفن یہ امر ملتوی رکھا جاوے اور یہ دونون امور ان کی قدیمی اغراض ذاتی کے برخلاف ہوتے اس واسطے یہی تدبیر سوچی گئی کہ علی مرتضیٰ کو خبر ہی نہ کیجاوے وہ ادھر دفن وکفن پیغمبر اور پیغمبر کی نہایت پیاری دختر اور کم سن نواسون و دیگر اہلبیت کی تسکین وتشفی مین مصروف رہین اور ہم اودھر پہونچکر خلافت کو لپک لین۔

ہمکو سخت تعجب ہے اور ہمارے ذہن مین نہین آتا کہ یا تو پیغمبر کی وہ ہمدردی کہ مرض علالت مین باوصف اس کے کہ پیغمبر نے بہتیری کرین اون سے فراق گوارا نہ کیا جائے یا مرنے کے بعد ہی وہ محبت یکقلم ندارد۔ مگر درحقیقت جس چیز کی محبت تھی اوس کا ہر وقت خیال رکھا۔

سے۱ دیکھو کتاب امامت والسیاست ابن قتیبہ وسوانح عمری علی مرتضےٰ مولفہ علامہ مرزا نادر حسین صاحب عرف منجھو صاحب

مجھے ذی علم سائل یہ بھی بتلادین کہ بی بی عائشہ نے جو پیغمبر صاحب سے یہ کہا کہ اوس کا باپ ایک مرد رقیق القلب ہے وہ آپکی جگہ کھڑا نہو سکے گا نماز پڑھا سکے گا گیا یہ اونھون نے بالقلب سچی بات کہی تھی ؟

اگر یہ بات سچی تھی تو کون سی وہ خوشی اون کو حاصل ہو گئی کہ جس نے اون کے قلب کو ایسا مضبوط کر دیا کہ پیغمبر کے دفن وکفن پر خاک ڈالکر بلائے جائے نماز پیغمبر مسند پیغمبر پر بیٹھنے کو سقیفہ مین بھاگے ہوئے گئے۔

اور اگر اسی کا نام رقیق القلبی ہے تو مہربانی فرماکے مجھے بتلادین کہ قسی القلبی کسے کہتے ہین اور اوسکی کیا تعریف ہے؟

مولوی روم نے بھی اپنی مشہور مثنوی مین کہ جس کو اہل سنت سے مقبولیت کا درجہ عطا کیا ہے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چون صحابہ حب دنیا داشتند		مصطفیٰ را بیکفن بگذاشتند

اگرچہ اس شعر مین لفظ صحابہ کا عام ہے لیکن جو لوگ چن صحابہ کو پیغمبر کے مخصوصین صحابہ مین شمار کرنے والے ہون ۔ اون لوگون کو ان مخصوصین صحابہ کے حق مین اوسی قدر تخصیص کے ساتھ یہ شعر قبول کرنا چاہئے اور جس سے ہمارے دعوے کے لئے ایک اور سند ہو گی ۔

اب مین زیادہ اس بحث کو طوالت مین ڈالنا نہین چاہتا اور اسی قدر بتلانا مجکو باقی ہے کہ جب نص بھی نہ تھی اور اجماع کی وہ حالت تھی جو ظاہر ہوئی تو پھر جس صورت سے کہ یہ خلافت ہو گئی وہ کیا تھی ؟

بجواب اس سوال کے مین ایک طولانی روایت سے جو متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہے اور اوسکو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء مین بھی لکھا ہے بقدر ضرورت

کے نوٹ کرتا ہون۔

(۶) عمر ابن الخطاب اپنے زمانہ خلافت مین جبکہ ایک مرتبہ حج سے واپس مدینہ آئے تو ایک طولانی خطبہ پڑھا جس مین حاضرین کو مخاطب کر کے بیان کیا کہ مجھکو اطلاع ملی ہے کہ تم مین سے فلان[۱] شخص یہ کہتا ہے کہ اگر عمرؓ مرجاوے گا تو ہم فلان[۲] شخص کی بیعت کرلین گے۔ پس تم لوگون کو چاہیے کہ کوئی دہوکہ مین نہ آوے کیونکہ ابوبکرؓ کی بیعت فلتہ (بے اندیشہ و ناگاہ) تھی اور خدا نے اوسکے شر سے ہمکو بچایا۔[۳]

حضرت عمرؓ کا شیعون کو نہایت ہی شکر گذار ہونا چاہیے کہ اونہون نے قطعی فیصلہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا کردیا کہ وہ نہ نص ہوئی اور نہ اجماع سے بلکہ بے اندیشہ و ناگاہ بلا سوچے سمجھے بلا اتفاق راے مہاجرو انصار بر خلاف خوشنودی خاندان نبوت اور یہ ایک ایسا مشہور خطبہ حضرت عمرؓ کا ہے کہ بدرجہ اتم مشہور ہونے کی وجہ سے لوگون کے چھپائے نہ چھپ سکا اور اس پایہ اور عظمت کا سمجھا گیا کہ وہ داخل صحیحین ہوا۔

مین کل معتقدین حضرت عمرؓ سے بالعموم اور اپنے معزز سائل مخاطب سے بالخصوص یہ امید کرتا ہون کہ وہ اگر صحیحین پر بس از کتاب باری صحیح کتاب ہونے کا ایمان رکھنے والے ہون گے اور حضرت عمرؓ کے بھی سچے دل سے معتقد ہون گے تو ضرور اس روایت کو بلا شک و شبہ قبول کرنے والے ہونگے۔ اور جس وقت ہم اون واقعات کو دیکھتے ہین کہ لوگون کو اس بیعت پر ندامت ہوئی تو کوئی شبہ حضرت عمرؓ کی اس رائے کے صحیح ہونے مین کہ بیعت حضرت ابوبکرؓ کی فلتہ تھی نہین رہتا جسمین کسی کو موقع سوچنے محل اور غیر محل استقرار خلافت کا طاری نہین۔ کیونکہ ندامت اوسی بات پر ہوتی ہے کہ جو فعل بے سمجھے بوجھے اتفاقیہ ہوتا ہے اور جس کے نتائج ضرور خراب ہوتے ہین مین اس مقام پر چند ان

[۱و۲] علامہ ابن ابی الحدید نے اول شخص عمار یاسر کو بتلایا ہے اور دوسرا شخص علی ابن ابیطالب کو۔

[۳] تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۵۹ کے حاشیہ پر یہ عبارت مندرجہ خطوط بالائی درج ہے۔

کے دو شعر جو عتبہ بن ابی لہب نے اوسی ندامت کے موقع پر پڑہے تھے لکھتا ہوں۔

"ماکنت احسب ان الامر منصرف	عن ہاشم ثم منہم عن ابی حسن
عن اول الناس ایمانا و سابقۃ	
الیس اول من صلے لقبلتہم	واعلم الناس بالقرآن والسنن"

(حاصل ترجمہ)

"مجھے گمان نہ تہا کہ خلافت بنی ہاشم سے پھیر دی جائے گی اور اوس میں بھی علی مرتضی سے کیا وہ اول شخص سابق الایمانی میں ایسے نہیں ہیں یا وہ ایسے بزرگوار نہیں ہیں کہ جنہوں نے ہم لوگوں کے قبلہ کی طرف اول نماز پڑھی اور آیا وہ داناترین مردم قرآن و سنت رسول میں نہیں ہیں" (دیکھو تاریخ ابو الفدا مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۶۶ اور حاشیہ تفسیر بیضاوی از ملا عصام)۔

اب ذی علم سائل صاحب فرمائیں کہ آپ کا وہ دعوے کہ یہ خلافت وعدہ حقانی کی مصداق تھی کہاں گیا اور بتلایئے کہ اس کو ہم ایسی معتبر شہادتوں کے بعد آیا بوعدہ حقانی قبول کریں یا بوعدہ اوس کسی کے جو حضرت شیخ اول کے رفاقت میں رہتا تہا۔ اور جس کا حضرت عمر نے پنجہ مروڑ دیا تہا۔

مائی ڈیر مولوی ولایت حسین حضرت عمر نے اس خطبہ میں اپنے بیان کی تائید میں کہ یہ بیعت "فلتہ" تھی اور بہی بہت سے واقعات بیان کئے ہیں جن کو میں نے بنظر طوالت نظر انداز کیا ہی منجملہ اون کے ایک یہ بھی بات ہے وہ فرماتے ہیں کہ "جب سقیفہ کو روانہ ہوئے تہے تو میں نے راستہ میں ایک جہوٹی تقریر (تزویر کا ترجمہ ہے) دل میں گڑہ لی تھی اور میں نے چاہا کہ اوسکو بیان کروں لیکن حضرت ابو بکر نے مجھے روک دیا اور جب وہ خود اپیچ دینے کھڑے ہوئے تو وہی سب کچھ بلکہ کچھ اوس سے بھی بڑہا ہی ہوا اونہوں نے بیان کیا جو میں نے دل میں گڑہا تہا۔

میری رائے مین یہ توارد مضمون بعید نہین ہے کیونکہ دونون بزرگوار غرض مشترک کے ہی لئے یہان تشریف لے گئے تھے اور متحد الخیال بھی تھے۔

اب مین اس بحث کو ختم کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ ذی علم سائل اپنے دعوے کو واپس لینگے گو مجھے اون سے ایسا یقین نہین ہے۔

اس کے بعد ذی علم سائل ان تمام بے بنیاد نتایج پر یہ ترقی فرماتے ہین کہ حضرات خلفائے دوم و سوم واپسین تک طریقہ مرضیہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رہے "

افسوس یہ ہے کہ مخاطب ہمکو قسمت سے ملے بھی تو ایسے کہ جن کو نہ قطعی واقعات پر عبور ہے اور نہ وہ کسی امر کو تحقیق کرنا پسند کرنے والے معلوم ہوتے ہین۔ سائی شیرین

تو کاش از سخنم پند گیر خواہ ملال		من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم

اگر آپ کو کتب عربی کے مطالعہ مین دقت پیش ہو تو اردو کی کتب خریدئے اور لاحظہ فرمائے نول کشور پریس لکھنو مین کل صحاح کے ترجمے طبع ہو چکے ہین اور جب پہلے آپ کل صحاح پر ایک مرتبہ از اول تا آخر بغور نظر ڈال جائین تو اس عمیق دریا مین تیرنے کے لئے آمادہ ہون اور آپ اگر یہ نکرین گے تو لوگ جان جائینگے کہ آپ کو صرف شور زنے سے ہی پانی مین ہاتھ پیر مار کے پانی کو گندہ لا کرنا ہے اور جسکا اثر آپ کے تمام علماء پر پڑتا ہے ۔ ذیل کی دو روائتین جو آپ کے دعوے کو جھٹلاتی ہین ملاحظہ ہون۔

یہ ان رسول اللہ صلعم قال لشہداء احد ہؤلاء اشہد علیہم فقال ابوبکر الصدیق الستنا یا رسول اللہ باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاہدنا کما جاہدوا فقال رسول اللہ صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال انا لکائنون بعدک (دیکھو موطا امام مالک صفحہ ۱۷۳)

کہ رسول خدا نے شہداء احد کے بارہ مین فرمایا کہ مین انکا گواہ ہون حضرت ابوبکر نے کہا کہ کیا ہم ان کے بھائی نہین ہین جیسا یہ اسلام لائے ویسا ہم اسلام لائے جیسا انہون نے جہاد کیا ویسا ہمنے جہاد کیا حضرت نے فرمایا

ہان - لیکن مین نہین جانتا تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے یہ سنکر ابوبکرؓ بہت روئے اور کہا کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہین گے "

"عن سہل بن سعد قال النبی صلعم انا فرطکم علے الحوض من مر علے شرب ومن شرب لم یظما ابدا لیردن علے اقوام اعرفہم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینہم " (بخاری صفحہ ۹۷۴) -

"آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین حوض کوثر پر فرط (پہلے سے پہونچنے والا) ہون گا. جو کوئی گذرے گا میرے پاس سے وہ پئیگا اور جو پئیگا اوس سے تو پیاس نہ لگے گی اوس کو بعد اوس کے کبھی البتہ وارد ہون گی مجھپر چند قوم مین کہ پہچانتا ہون گا مین اون کو اور پہچانتے ہون گے وہ مجھکو پہر آڑ ہوجاویگی درمیان میرے اور اونکے "

اِس حدیث کے لکھنے کے بعد بخاری نے نعمن بن ابی عیاش سے نقل کیا ہو کہ وہ بقسم کہتا ہے کہ ابوسعید خدری اس حدیث مین اسقدر اور زیادہ کرتا تھا " فاقول انہم منی - فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی " آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین کہونگا بتحقیق کہ یہ لوگ میرے مخصوصین سے ہین بس کہا جائے گا مجھسے کہ تم نہین جانتے کہ تمہارے بعد انہون نے کیا کیا کیا - بس مین کہونگا کہ دوری ہو دوری ہو اون لوگون کے لئے جنہون نے میرے بعد میرے احکام کو بدل ڈالا "

مائی ڈیر مولوی ولایت حسین !!

پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب پیغمبر خدا نے شہدائے احد کے بارہ مین فرمایا کہ مین اون کا گواہ ہون تو اوس پر حضرت ابوبکرؓ نے بطور تعریض اون کے عمل پر رشک کرکے فرمایا کہ کیا ہم مثل اون کے نہین ہین اور کیا ہم نے مثل اون کے کام نہین کئے ؟ پیغمبر نے فرمایا کہ ہان مگر مین تمہاری نسبت اپنے بعد [illegible]

نہین ہون یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ روئے اور جیسے کہ ہندستان مین بھی بطور اظہار محبت محاورہ مین بات کہی جاتی ہے یہ فرمایا کہ خدا ہمین اوس وقت کو نہ رکھے کہ آپ نہون اور ہم ہون ۔

دوسری حدیث مین پیغمبرؐ خدا نے اپنے حوض کوثر پر ہونے اور لوگون کو پانی پلانے کا اور اودہر سے کچھہ لوگون کے گذرنے کا کہ وہ پیغمبرؐ کے جاننے والے ہون گے اور پیغمبرؐ اون کے اور پھر اپنے اور اونکے درمیان مین آڑہ ہوجانے کا ذکر کرکے یہ فرمایا ہو کہ مین کہونگا یہ تو میرے مخصوصین مین سے ہین جس پر حکم ہوگا کہ تمہین معلوم نہین کہ بعد تمہارے اونہون نے کیا کیا اوس وقت اون سے مین دوری اختیار کرونگا ۔

ڈیرسا کل

مین جوابدعوے سے بیان کرتا ہون کہ درحقیقت یہ ارشاد پیغمبرؐ حضرت ابوبکرؓ کے حق مین ہے اور دعوے پر دلیل یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے مابعد زمانہ کے واسطے حضرت ابوبکرؓ کو اطمینان نہین دلایا کہ تم سے احداث بپا ہون گے ۔ مطمئن رہو ۔ اور کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہین ہے کہ وہ ارشاد پیغمبرؐ پر عدم صحت کا گمان کرے اور بالخصوص فرقۂ شیعہ کے لوگ تو ارشاد پیغمبرؐ کو وحی تسلیم کرنے والے ہین ۔ ہان اون بزرگوارون کا عجب علم نہین جو اون بزرگوارون کی تقلید کرنے والے ہین کہ جنہون نے نبوت ہی مین شک کیا تہا ۔ اور نہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ پیغمبرؐ اپنے مابعد زمانہ کا علم رکھنے والے نہین تھے وہ اون تمام واقعات پر عبور رکھنے والے تھے کہ جو ازل سے ابد تک ہونے والے تھے اور علم واقعات مابعد کا پیغمبرؐ آخرالزمان کی ذات کے واسطے ہی محدود نہین تہا بلکہ اکثر انبیاء پیغمبرون کو ایسا علم حاصل تہا اور جس کی تصدیق اسی سے ہوسکتی ہے کہ ہر نبی نے اپنے مابعد

زمانہ اور بالخصوص پیغمبر آخر الزمان کی بشارتین اپنے اپنے زمانون مین دی ہین اور
جن کے تذکرے دیگر کتب سماوی مین موجود ہین۔ اگر پیغمبر خدا کو اپنے مابعد زمانہ مین
حضرت ابوبکر کی نسبت اطمینان ہوتا تو وہ ضرور اون کے گریہ کرنے پر رحم کرکے اونکو
اطمینان دلاتے اور اون کے قول کی تکذیب نہ کرتے جیسے کہ حضرت ام سلمہ کو پیغمبر
خدا نے یہ اطمینان دلایا تھا کہ تمہارا انجام بخیر ہے مگر تم چادر تطہیر مین داخل نہین
ہو سکتی ہو[1]

اور اگر ہماری اس طعن کو ذی علم سائل قبول نہ کرین تو پھر مین اون سے یہ پوچھتا
ہون کہ آپ نے شروع مین یہ دعوی کیا ہے کہ ہم کل صحابہ کے اسلام و ایمان کے انہین
فضائل کی بنا پر قائل ہین تو پھر فرمائیے کہ یہ ارشاد پیغمبر کون سے صحابہ کے واسطے تھا
اور وہ صحابہ آپ کے ان ہر سہ صحابہ کے علاوہ اور کون سے مخصوصین صحابہ مین سے
تھے۔؟ یا یہ فرمائیے کہ راویون نے پیغمبر پر تہمت باندھی۔ اگر آپ بھی راے رکھنے
والے ہون گے تو پھر مین یہ بھی آپکی مہربانی سے امید کرتا ہون کہ آپ اوس تبرا سے
جسکا شیعون کو الزام دیا جاتا ہے ضرور اون راویون کو یاد فرماوین گے کہ اونہون نے
ایسی غلط احادیث وضع کرکے پیغمبر کی طرف منسوب کین۔ لیکن اس بات کا لحاظ
رہے کہ آپ کے اوس تبرا کا اثر اون علما پر بھی پڑے گا جنہون نے اپنی تالیفات
مین اون روایات کو صحیح قبول کیا ہے اور اون کے تالیفات کے لقب اصح الکتب
بعد کتاب باری کے قبول کئے گئے ہین۔

پھر ذی علم سائل خلفاء کی نسبت یہ فرماتے ہین کہ "اون کے خلوص نیت
اور مساعی جمیلہ نے تمام عالم مین شرق سے لیکر غرب تک اسلام کا ڈنکا بجایا کفر و
کفار کو نگونسار ہوئے" اور پھر دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہین کہ خلفاء نے

---

[1] دیکھو معالم التنزیل روایات در تحت تفسیر آیت تطہیر۔

خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے بغرض اشاعت دین کفار سے جہاد کیا اس واسطے خدا نے اونکی جماعت قلیل کو جماعت کثیر پر حسب وعدہ ”کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة“ غالب اور منصور فرمایا اور وعدہ ”ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین“ جانبین سے سچا ہوا۔ پھر تیسرے مقام پر فرماتے ہین کہ ”سلطنت فارس وروم جسکی فتح کا وعدہ آنحضرت سے کیا گیا تھا۔ انہین حضرات کے ہاتھون پر پورا ہوا“۔ پھر چوتھے مقام پر تحریر کرتے ہین کہ ”اگر یہ خلفاء راشد اور امام برحق نہوتے بتقاضائے امر خداوندی ہرگز کامیاب نہوتے اور اگر کافر ومنافق وناصب ہوکر مظفر ومنصور ہوجاتے تو پھر نبیٔ عدل کو بھی دونون ہاتھون سے سلام ہے اگر ایسا ہوتا تو جو چاہے مدعی نبوت ہوجاتا اور کامیاب ہوجاتا حالانکہ یہ ہرگز ممکن نہین۔ ہان عجب نہین کہ حق تعالےٰ کی نسبت بھی تقیہ کی غناخ بعض فرقہ شیعہ لگانے پر مستعد ہوجائین“ انتہی۔

اس دعوے میں فاضل سائل نے بہت کوشش کی ہے کہ کسی طرح سے اون کے ممدوحین مشرق سے مغرب تک دین اسلام کے پھیلانے والے کفر وکفار کے سرنگون کرنے والے اور اسوجہ سے خلافت حقہ کے مستحق قرار پاجاوین۔ لہذا ہمین بنظر اون تمام واقعات کے جن کا تعلق فتوحات عہد خلفاء سے ہے امور ذیل اس دعوے میں تنقیح طلب قرار دینا ہین۔

تنقیحات

نمبر ۱ آیا خلفاء ہی تمام عالم مین مغرب سے لیکر مشرق تک دین اسلام کے پھیلانے والے اور کفر کفار کے سرنگون کرنے والے ہین یا نہین یا اون کا سرنگون کرنا یا فارس وروم کی فتحیابی دلیل انکے امام برحق ہونیکے ہوسکتی ہے یا نہین۔ ؟

نمبر ۲	آیا خلفاء کے عہد میں جو فوجیں مہموں پر بھیجی گئیں انکی تعداد اور کامیابی بجایات مندرجہ دعوے صادق آتی ہیں یا وہ صرف ملک گیری کے لئے نہیں اور انہوں نے مذہب اسلام پر بزور شمشیر مذہب قبلوانے کا الزام لگایا؟
نمبر ۳	آیا پیغمبر اسلام کی پیشین گوئیوں کا مقصود صرف اخبار آئندہ کے واقعات سے تعلق رکھتا ہو یا وہ خالفین کی حقیت پر دلیل ہونیوالی ہین -؟
نمبر ۴	آیا کافر و منافق کا مظفر و منصور ہو جانا عدل خداوندی کے خلاف ہو سکتا ہے یا نہیں -؟
نمبر ۵	آیا اہل فرقہ شیعہ یا بعض جیسا کہ دعوے مین ہے خدا کی نسبت بھی تقیہ کی مثال لگا سکتے ہین یا نہیں -؟

ان تنقیحات کی نسبت جو شخص کہ کتب مذہب اسلام پر نظر رکھنے والا ہے یہ ججمینٹ دے سکتا ہے -

ججمینٹ

نسبت تنقیح اول کہ مائی ڈیر مولوی ولایت حسین !!

ہم آپ سے یہ کہتے ہین کہ اگر کل روئے زمین کا نقشہ کھینچا جاوے اور اوس کی آبادی کا اندازہ کیا جاوے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ خلفائے عہد جین مسائل دعویدار کے عہد مین مسلمانون کی مقبوضہ زمین کا کونسا حصہ کرہ زمین مین حاصل ہو سکتا ہے اگر کسور اعشاریہ کے حساب سے نکالا جاوے تو دسوین حصہ کی کسر ہوگی جبکہ وہ دسوان حصہ منجملہ سنوا کے ہو -

جب ہم ان خلفاء کے عہد حکومتون کے بعد دیگر خلفاء کے عہد کے فتوحات کو اور
دین اسلام کے پہیلنے کو مردم شماری کے نقشہ سے ملاحظہ کرتے ہین تو ہم یہ پاتے
ہین کہ درحقیقت غیر مذہب اسلام والون کی تعداد تمام جہان مین پہیلی ہوئی ہی۔
سب سے زیادہ حصہ بودہ مذہب کا ہے۔ پہر عیسائی۔ اون کے بعد ہنود اور
آریہ اور سب سے آخر درجہ مین مسلمان۔ اندرینصورت خلفاء کی نسبت ایسا دعوی
کہ وہی تمام عالم مین غرب سے شرق تک دین اسلام کے پہیلانے والے اور کفر و
کفار کے سرنگون کرنے والے تہے ایسے ہر شخص کی نگاہ مین جو علم جغرافیہ اور تاریخ کا
خبیر ہوگا بہت ہی قابل مضحکہ کے ہے۔

ہم جس وقت کہ دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہین جب سے کہ وہ موجود ہے تو ہمکو
مسلمانون کی فتحمندی بمقابلہ مغلون اور ترکون اور تاتاریون اور رومیون اور اسکندر
اعظم کے جو قبول اسلام سے پہلے یا بعد اونہون نے کین تہین اور جن پر بالفعل
یورپ کی عیسائی قومون کا قبضہ ہے بہت ہی کم درجہ پر ملتی ہے۔

گو اس مین کچھ شک نہین ہے کہ خلافت دوئم مین جو کچھ فتوحات ملک گیری
کے گئے ہوئے وہ بمقابلہ پہلی اور تیسری خلافت کے ضرور قابل تہینکس اور تحسین
مجاہدین کے واسطے ہو سکتے ہین مگر وہ فتوحات بمقابلہ فتوحات عہد خلفاء بنی اُمیہ
و بنی عباس و محمود غزنوی اور مسلمان مغلون اور ترکون کے کچھ حقیقت
نہین رکہتے۔

جس فتحمندی شیخ ثانی کو شیخی کے ساتہہ دکہلایا جاتا ہے بنظر اس تحقیق کے
جسکو ہمنے لکہا اوسکی مثال بالکل ایک اوس شئی کی سی قرار پا سکتی ہے کہ جسکا نفع
بمقابلہ ضرر کے بہت کم ہو۔

اسمین کچھ شک نہین ہے کہ خلافت کو اوس کی صحیح مرکزا علم دین کے انہون

ہین ہونے سے مذہب اسلام اور اوسکی ترقی مندی کو سخت نقصان پہونچایا گیا۔ اگر یہ نقصان نہ پہونچایا جاتا اور قوت بخش اسلام کی (اوس آتش حسد کے سبب سے جو حقیقت مین ابتداے اسلام ہی سے سینون مین دبی چلی آئی تھی اور جس کے شعلہ کبھی کبھی حیات پیغمبر مین بھی بھڑک گئے تھے۔ لیکن پیغمبر اسلام کے وفات پانے ہی یک لخت ایسے بھڑکے کہ جو آجتک بجھے نہین۔ اور جو ادہر سے ادہر اور ادہر سے ادہر برابر لپک رہے ہین اور اوسی کی ایک چنگاری ہمارے محترم دوست ذی علم سائل کا یہ سوال بھی ہی) منتشر ہو جاتی اور وہ سرداری و امارت جو قدیم سے اسی شاخ اور سلسلہ مین حضرت اسمعیلؑ کے وقت سے چلی آتی تھی۔ خاندان رسالت سے نہ نکال لی جاتی تو بیشک آسانی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانون نے اپنے سچے اصول دین کے برتاؤ سے کس قدر ترقی مندی حاصل کی اور کسقدر دین اسلام پہیلا۔ لیکن وقت یہ پیش آ گئی کہ کامل علم دین جن بزرگوارون کے سینون۔ قلبون اور دماغون مین تھا وہ بسبب چھوٹ جانے امر خلافت کے نہ صرف بے دست و پا ہو گئے بلکہ جس امر خلافت کی ضرورت تھی اوسی کے حصول و ارادہ کی کوشش مین ایک سے لیکر بارہوین تک زمانہ مین لوگونکی نگاہ سے غائب کر دئے گئے۔

ہم جہانتک اون واقعات کو کہ جنکا تعلق خاندان رسالت کے ساتھ برتاؤ کا سے ہے جو متعلق فتوحات کے ہین اور جو تاریخون اور کتب احادیث مین مندرج ہین غور اور لحاظ کرتے ہین تو یہ پاتے ہین کہ حقیقت مین مذہب اسلام کی چلتی گاڑی کے سیدھے اور صاف راستہ مین گڑھے کہود کر ایسا خراب کیا گیا کہ کچھ دنون تو وہ اپنے پرزون کی مضبوطی کی وجہ سے اپنی تیز رفتاری مین فرق نلائی لیکن آخرکار راستہ کی خرابی نے آہستہ آہستہ اوسکی چولین ڈہیلی کر دین اور اب وہ اپنی ایک حالت بزرگی ہوئی ہے اور اوس نے مسلمانون کے خون مین

نا اتفاقی کا ایسا اثر پیدا کر دیا ہے کہ جب تک کوئی اولوالعزم طبیب (ہادی دین) خاندان
نبوت سے ہی ظاہر ہو گا وہ خون مرض نا اتفاقی سے صاف نہین ہو سکتا۔

اب مین اس امر کو معلوم کرنا چاہتا ہون کہ جن فتوحات خلفاء پر ذی علم سائل نے
خلافت حقہ کا نتیجہ اخذ کیا ہے اون کا سلسلہ کیونکر شروع ہوا چنانچہ اس سوال کے حل
ہونے کے واسطے میری تحقیق کا عنوان اس فقرہ سے شروع ہونا چاہیے کہ جب حضرت
ابوبکر پر انعقاد خلافت کا بے اندیشہ و ناگاہ ہو چکا اور وہ دعویداران خلافت کو
بنظر مصلحت ملکی کمزور کر چکے اور اون کے مغلوب اور گھر کو جا کر اپنے قلب کی جیسی
بنی آتش کینہ دیرینہ کو ٹھنڈا کر چکے اور سب طرح پر اطمینان استقرار خلافت کا ہو چکا
تب اون کے بظاہر اسلام لانے کی قدیمی اصلی غرض نے اون کو گدگدایا گو مہاجرو
انصار کی ایک کمیٹی مین فارس و روم پر چڑھائی کرنے کا ایک رزولیوشن پیش کیا
جس پر بالاتفاق اختلاف کیا گیا مخالفون نے اختلاف کرنے وقت اپنی اسپیچ مین
اس امر پر زور دیا کہ روم و فارس کی سلطنتین چونکہ نہایت پرانی اور طاقتور
ہین اور ہم لوگ عرب کے وحشی ہین جو کسی طرح اون سے تاب مقابلہ نہین لا سکتے ہین
اور نہ اون پر فتحیاب ہو سکتے ہین۔

چونکہ یہ اختلاف بر خلاف حضرت ابوبکر کی اصلی غرض کے تھا اس واسطے اونھون
نے مناسب جانا کہ علی مرتضےٰ جو معصوم اور محفوظ عن الخطا ہین اون سے بھی خاص طور پر
رائے پوچھ لے۔ چنانچہ علی مرتضےٰ سے جس وقت رائے لی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا
کہ مجھے تو پیغمبر خدا نے خبر دی ہے کہ روم فتح ہو گا۔

جس وقت لوگون کو علی مرتضےٰ کی زبانی پیغمبر خدا کی پیشین گوئی متعلق فتح روم
معلوم ہوئی تو سب نے اپنی مخالفت ارادہ کو واپس لے لیا اور رزولیوشن بالاتفاق
پاس ہو گیا [1] چنانچہ تیس ہزار اور ایک روایت کے بموجب ساٹھ ہزار مسلمان اس

[1] دیکھو خمیس دیار بکری مطبوعہ مصر۔

ہم پر روا نہیں ہوئے لیکن حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ خود اس جنگ پر نہیں گئے۔ مجھکو کسی تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان خلفاء میں سے کسی نے بھی اپنے اپنے عہد کی مہمون پر بہ نفس نفیس بحیثیت کمانڈر انچیف کے اپنے زیر کمان فوج کو لیجا کر میدان جنگ میں مقابلہ کیا اور لڑا یا ہو یا کوئی کار نمایان کیا ہو۔

اس موقع پر یہ امر غور کرنا چاہئے کہ جس حالت میں علی مرتضےؑ کا علم ہی باعث روانگی لشکر کا ہوا اور خلفاء خود بہ نفس نفیس شریک جنگ نہیں ہوئے تو فتوحات کا خلفاء کے ہی ہاتھ پر ہونا کسطرح صادق آسکتا ہے۔ اور کس طرح سے اپنے دعوے کے موافق اس ترجیح سے بھی خلفاء کوئی مفید نتیجہ لائق سائل حاصل کر سکتے ہیں اگر یہ فضیلت قرار پا سکے گی۔ تو اس کا قاسم بجز علی مرتضےؑ کی ذات اقدس کے دوسرے کو بل نہیں سکتا اور یہی وہ بات ہے جیسا کہ ہم شروع میں ایک اصول فن منطق و مناظرہ کا بتلا آئے ہیں کہ دلیل ذی علم سائل کی خاص ہے اور مدعا عام اور جس کا انطباق سوا اس علی مرتضیٰؑ پر ہے اور جو دلیل خاص مدعا سے ہوگی وہ ثبوت کے واسطے فن مناظرہ میں کافی متصور نہیں ہو سکتی ہے۔

اس امر کی تائید میں کہ علی مرتضیٰؑ کا ہی علم باعث روانگی لشکر کا ہوا جس وقت ہم خلفاء کی لائف پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمکو تواریخ سے بھی قابل اطمینان کے ملتا ہے کہ ہر دشوار موقع پر (خواہ اس کا تعلق مسائل فقہ سے ہو یا مسائل حکمیہ خواہ پولیٹکل امور سے) جب کسی سائل کے سوال پر خلفاء عاجز آتے تھے اور وقت ٹالنے کی غرض سے سرنگون ہو جاتے تھے جس کو اردو کے محاورہ میں بغلیں جھانکنا کہتے ہیں تو سائل اپنی نگاہ میں ان کے جانشین پیغمبر ہونے کا اندازہ کرتا تھا اور اکثر سائلوں نے منہ پر صاف کہہ بھی دیا کہ ایسا شخص ہرگز نائب پیغمبر نہیں ہو سکتا[۱] اور اس وقت

[۱] نفس الرحمان ثعلبی و زین الفتی اعاصمی۔

کبھی تو وہ بزرگوار خود وہ مسائل ایسے شخص کے پاس جاتے تھے جو درحقیقت شہر علم پیغمبر کا دروازہ تھا یا کبھی خود وہ شخص واسطے حل اون مسائل کے بلایا جاتا تھا اور عالم علوم پیغمبر اون مسائل کو اس طرح قابل اطمینان حل کر دیتا تھا کہ جو نہ صرف باعث سکوت اور اطمینان قلب سائل ہی ہوتا تھا بلکہ وہ خلفاء راشدین بھی مقر ہو جاتے تھے کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ ایسے واقعات مختصراً بہ سلسلہ علم ان بزرگوارون کے ہم نے دکھلا دئیے ہین۔ اون کے اعادہ کی ضرورت نہین ہے صرف ہمارا مقصد اپنے بیان کی تائید سے تھا کہ علم علی مرتضےؑ ہی باعث روانگی فوج کا ہوا اور اس سبب سے اگر کوئی فضیلت ہوگی تو اوسکا فائدہ علی مرتضیٰؑ کو ہی ملے گا نہ خلفاء کو۔

اس مقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ جب یہ فوجین روانہ ہو گئین اور میدان جنگ مین پہونچکر بعد مورچہ بندی لڑائی شروع ہو گئی اور ملٹری آفیسرس آن ڈیوٹی نے روزنامچہ ہائے جنگ بھیجنا شروع کئے جن مین اون دشواریون کی بابت جو اون کو میدان جنگ مین واقع ہوتی تھین یا موجودہ صورت جنگ سے آئندہ اون دشواریون کا وقوع مین آنا ذہن نشین ہوتا تھا استصواب کیا جاتا تھا کہ آیا اون موقعون پر کونسی تدبیر کیجائے کہ اون دشواریون سے مخلصی ہو اور جنگ مین کامیابی ہو۔

مثلاً کوئی خاص صورت واقع ہونے پر کس اصول پر اور کس پالیسی کو ذہن مین قرار دیکر جنگ کی جائے کونسا موقع بہتر ہوگا کہ پیادہ پلٹنین سوارون کے آگے ہون اور کون موقع پر سوارون کا بمقابلہ پیادہ پلٹنون کے آگے ہونا مفید ہے۔ یا مثلاً موسمی تغیر کی حالت مین کونسے مورچہ پر بغرض اوس کے استحکام مزید کے فوج کی زیادتی کیجائے اور کس مورچہ پر فوج کم کر دیجائے اور اگر کسی جدید مورچہ کے قائم کرنے کی ضرورت ہے تو کس قدر جمعیت وہان کافی بھیجی جاوے اگر دھاوہ کیا جاوے تو کونسی حالت زیر نظر رکھکر کہ کامیابی ہو اور اگر کسی وقت مین ہماری طاقت بمقابلہ

مخالف فوج کے کم پڑنے تو کوئی سی تدبیر عمل مین لائی جائے کہ مخالف فوج کو ہماری کمی قوت کے معیار پر موقع دلیری کا نہ مل سکے علاوہ ان امور کے اگر کوئی اور دقیق مسئلہ پیش ہوتا نہ پایا جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا کہ صورت ظاہری آئندہ اوس دقیق موقع کے پیش آنے کی خبر دے سکتی تھی اور جس کا انتظام پہلے سے کر لینا لازمی ہوتا تھا تو یہ جملہ امور راست صوبائی افسران ضیغم جنگ ایسی ترتیب سے لکھتے تھے کہ پورا نقشہ میدان جنگ کا اوس مین دکھلایا جاتا تھا کہ جواب لکھنے والے کو واقعات اور مواقع کے علم مین تشنگی باقی نہ رہے اور اگرچہ حالات کے سمجھنے مین دقت واقع ہوتی تھی اور اگر واقع ہوتی تھی تو قاعدے سے تمام امور اور موقع فوج کشی اور میدان کارزار کے دریافت ہو جانے سے تھے تاہم یہ امور ایسے تھے کہ اون کا جواب وہی کوئی لکھ سکتا ہے کہ جس نے معرکہ ہائے جنگ مین مثل ایک جوان عالی خاندان کے نبرد آزمائی کی ہو اور کبھی کسی ذرا سی بگڑی ہوئی لڑائی کے موقع پر بھی استقلال اور تحمل اوس کے جلو سے دور کبھی علیحدہ ہوئے ہون جس نے کبھی مبارز کے جواب دینے مین اپنے ساتھیون مین سے کسی کو بھی موقع سبقت کا نہ دیا ہو جس کی آنکھ کبھی لاکھون ہزارون کے مقابلہ مین بھی میدان جنگ مین نہ جھکی ہو جس نے اپنے مبارز کو بلا قتل کبھی نہ چھوڑا ہو جو کبھی رن سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا ہو جو پیغمبر کی حمایت مین اوس وقت جبکہ تمام فوج بعض غزوات سے بجز معدودے چند پیغمبر کے جانباز عزیزون اور انصار کے پیغمبر کو میدان کارزار مین چھوڑ کر فرار کر گئی ہو وہ پیغمبر کا سینہ سپر بنا رہا ہو۔ پیغمبر سے دشمنون کے حملون کو نہ صرف دفع کرتا رہا ہو بلکہ اون کو قتل بھی کیا ہو اور گو خود بھی زخمی ہوا ہو مگر ہمیشہ لڑائی کا میدان اوسی کے ہاتھ رہا ہو جس نے اپنی تلوار کے لوہے کو نہ صرف کفار کو منوا دیا ہو بلکہ اون کے قلوب پر اپنی ضرب کا سکہ بٹھا دیا ہو اور جس کی شبیہ مبارک

محض بغرض حصول فتح سلاطین فرنگ و آل سلجوق نے بطور فال اپنی شاہی تلوارون پر
کندہ کی ہو اور اوس کا نام لیکر رن پر چڑھتے ہوں[۵۱]۔ اور جس کے ان کلمات کے
معترف بقول ہمارے بزرگ قوم آنریبل خلیفہ محمد حسن خان صاحب
بہادر بالقابہ۔ نہ صرف اون کے کفش بردار مومنین اور مسلمان ہی ہون بلکہ
مخالفون اور غیر مذہب والون نے بھی اوس کی نسبت یہ کہا ہو کہ اوس نے اُس
زمانہ مین جبکہ شجاعان عرب شہرۂ آفاق تھے ضرغام آل ابو طالب اسد اللہ الغالب
اور اشجع عرب کا لقب پایا ہو۔ اور جس کی شجاعت۔ حکمت۔ ہمت۔ عدالت۔ سخاوت
اور زہد و تقوے مین عدیل و نظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہو[۵۲]۔ برخلاف اس کے
ایسے شخصون کا کام ان خطوط کے جواب لکھنے کا نہیں ہو سکتا تھا کہ جنکو زمانہ
نے بڑے بڑے عمامون اور جامون کی وجہ سے اکابر صحابہ کا لقب عطا کیا ہو۔
اور گو وہ مثل ایک بارگیر سپاہی کے شرکت فوج کا تمغہ پائے ہوئے ہون یا کبھی
کسی موقع پر حریف کی بدولت جرگہ کہائے ہونگا گر شہیدون مین داخل ہو گئے
ہون مگر درحقیقت جو صفتین کہ جواب لکھنے والے مین ہونا چاہئین وہ جنکو نہیں
خوشتر آتا یا ستہ اون صفتون کی ہوا تک بھی انکو نہ لگی ہو۔
ایسی حالت مین جس طرح کہ علی مرتضےٰ کی پیشین گوئی ابتداءً باعث روانگی لشکر کا
ہوئی ہو وہی طرح اس مقام پر بھی ذی علم حال کو اپنے دعوے کے موافق بانو یہ انتظام تسلیم
کرنا چاہئے کہ علی مرتضےٰ کی ہی تدابیر باعث فتوحات کا ہوئین یا امامت حسن کا انتخاب
اون سپہ سالاران فوج کو لشکر بھیجنے کو جو جنگ کے میدانون مین موجود تھے اور جن کے

---

[۵۱] دیکھو ینابیع المودت لابی القربی مولفہ قندوزی حنفی بلخی نقشبندی و شرح ابن ابی الحدید معتزلی۔

[۵۲] دیکھو اعجاز التنزیل صفحہ ۱۲۵ و ۱۶۹ مطبوعہ مراد آباد۔

ہاتھوں سے فتوحات ہوئیں نہ کہ خلفاء جو اپنے مرکز پر بیٹھے رہے۔

اسی موقع پر مجھے یہ بتلا دینا چاہئے کہ علی مرتضیٰ کا جواب خطوط لکھدینا خلفاء سے برسم اتحاد و اتفاق سمجھنا ایک سخت غلطی کی بات ہے۔ علی مرتضیٰ کی تحریر جواب کی حالت اس سے زیادہ نہیں تھی جیسے کہ کوئی عالم کسی مسئلہ کا جواد جس سے پوچھا جائے صورت استفتاء کو پیش نظر رکھکر جواب لکھدے ایک مفتی کا کسی مسئلہ کا جواب دینا فرض ہوتا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ انکی خلافت کے موئد تھے صریح ایک غلطی کی بات ہے۔

ذی علم سائل کو یاد ہو گا کہ مجھے تمہید میں جہاں شرائط سوال غلط ثابت کرکے دکھلائے ہیں اور مبالغہ بتلایا ہے اوسی مقام پر ہم یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ محض فتوحات نہ دلیل کسی کے افضل ہونے کی ہو سکتی ہیں نہ خلافت حقہ پر کسیکی وہ دال ہو سکتی ہیں۔ نہ وہ کسی کا کامل الایمان والاسلام ہونا ثابت کر سکتی ہیں۔ اس موقع پر میں اپنے اس دعوے کی تائید میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک فتوے کو پیش کرتا ہوں جسکا ذکر اس بحث سے بہت تعلق رکھتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ وکثرت محبت دینی دو معنی دارد۔ اول آنکہ در محبوب خود زیادتی امور دینیہ را معتقد شود۔ این معنی مستلزم اعتقاد افضلیت است۔ دویم آنکہ این کس را از محبوب نفع عظیم دینی رسیدہ است کہ از غیر او نہ رسیدہ است این معنی مستلزم اعتقاد افضلیت نیست۔ زیرا کہ ہر مرید را با شیخ خود و ہر تلمیذ را با وستاد خود کثرت محبت باین معنی می باشد حالانکہ معتقد تفضیلش نمی شود۔

شاہ صاحب نے اس فتوے میں محبت دینی کی دو قسمیں بتلائی ہیں ایک تو یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے محبوب میں زیادتی امور دینیہ کا ایسا معتقد ہے کہ کسی دوسرے میں اپنے محبوب کے مقابلہ میں زیادتی امور دینیہ کا معتقد ہی نہو یعنی یہ قبول کرتا

کہ بجز میرے محبوب کے اور کسی مین زیادتی امور دینیہ کی قابلیت نہین ہے۔ تو اِسکو
شاہ صاحب دلیل اعتقاد افضلیت تسلیم کرتے ہین۔ اور دوسرے معنی یہ فرماتے
ہین کہ اگر کسی طالب کو اپنے مطلوب یا محبوب سے ایسا نفع عظیم دین مین پہونچا ہو
کہ بمقابلہ اوس کے غیر سے نہ پہونچا ہو۔ تو یہ معنی دلیل افضلیت اعتقاد کے نہین
ہو سکتے جس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ ہر مرید اپنے پیر سے یا شاگرد اپنے اوستاد سے
محض اِس وجہ سے محبت رکھتا ہے کہ اوس کو اوس سے نفع پہونچا ہے یعنی اُس سے
اوسنے کچھ حاصل کیا ہے ورنہ حقیقت مین وہ معتقد اُس کی افضلیت کا نہین ہوتا
یعنی اوسکی نسبت یہ قبول نہین کرتا ہے کہ بمقابلہ اوسکے کسی دوسرے پیر یا اوستاد
مین نفع پہونچانے کی قابلیت ہی نہین ہے۔

اب اِس امر کو غور کرنا چاہیے کہ ان فتوحات سے مسلمانون کو بے انتہا نفع
پہونچنا ظاہر کیا جاتا ہے اور جس کی نسبت یہانتک ترقی کی گئی ہے کہ اِن فتوحات
سے گویا مذہب اسلام کو نفع پہونچا بہر حال کچھ ہی ہو مگر چونکہ فتوحات سے مسلمانون
یا مذہب اسلام کو (جو جا ہو سو سمجھو) نفع پہونچا اسواسطے وہ فتوحات بموجب فتوے
شاہ صاحب دلیل اعتقاد افضلیت کی قرار نہین پا سکتی ہین۔ اور اس صورت مین
بھی افسوس ہی کہ مدعین سائل کی کچھ افضلیت ثابت نہین ہوتی۔

اب مین بعض اخبار کا ذکر کرتا ہون کہ جن کا تعلق فارس و روم کی فتحیابی
سے ہے۔ (۱) آنحضرتؐ نے فرمایا جس وقت کھولے جاوینگے تمپر خزانہ فارس
و روم کے تو اوس وقت تم کیسے لوگ ہو گے۔ عبد الرحمن
بن عوف نے کہا جیسا ہمین خدا نے حکم دیا ہے ویسے

(۱) ان رسول اللہ صلعم قال اذا فتحت علیکم خزائن فارس و الروم
ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف کما امرنا اللہ تعالے۔ فقال
رسول اللہ صلعم کلا۔ بل تتنافسون۔ ثم تتحاسدون۔ ثم تتدابرون۔
ثم تتباغضون" (صحیح مسلم)

ہون گے۔ آپ نے فرمایا کبہی نہیں بلکہ تم لوگ نفسانیت کروگے پہر باہم حسد کروگے پہر باہم قطع کروگے پہر بغض رکہوگے ایک دوسرے سے "

"عن ابی سعید ن الخدری عن النبی قال لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر او ذراعاً بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ۔ قلنا یا رسول اللہ الیہود والنصاری قال فمن" (صحیح بخاری صفحہ ۱۰۹۴ چھاپہ دہلی)

"فرمایا آنحضرت نے ہر آئنہ پیروی کروگے تم ان لوگون کے طریقہ کی کہ جو تم سے پہلے بالشت بالشت تک اور ہاتھ ہاتھ بہر تک۔ یہانتک کہ اگر وہ سوسمار (گوہ) کے سوراخ مین گہس جائین تو تم انہیں بہی چلے جاؤگے۔ کہا ہمنے اے رسول اللہ یہود ونصاری کے۔ فرمایا کہ پہر کون۔ یعنی تم اونہین کی پیروی کروگے "

"کان ناس من ربیعۃ عند عمرو بن العاص فقال رجل من بکر بن وائل لتنتہین قریش او لیجعلن اللہ ہذا الامر فی جمہور من العرب فقال عمرو بن العاص کذبت سمعت رسول اللہ یقول قریش ولاۃ الناس فی الخیر والشر الی یوم القیمۃ" (صحیح ترمذی صفحہ ۳۰۷ چھاپہ دہلی)

"چند لوگ قبیلہ ربیعہ کے عمرو بن عاص کے پاس بیٹھے تھے ایک شخص نے جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھا کہا کہ قریش یا تو باز رہین ورنہ خدا امر خلافت کو تمامی عرب مین کردے گا (یعنی خلافت خاص قریش مین نرہیگی بلکہ ہر ایک قبیلہ سے خلیفہ ہونے لگے گا) اسپر عمرو بن عاص نے کہا کہ تو نے جہوٹ کہا۔ مین نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قریش حاکم ہین لوگون کے خیر مین اور شر مین قیامت تک "

"عن ابن عباس قال خطب رسول اللہ صلعم فقال ایہا الناس انکم محشورون الی اللہ حفاۃ عراۃ غرلاً ثم قرأ کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین الی آخر الایہ ثم قال الا ان

"ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے خطبہ ادا فرمایا اور کہا کہ اے گروہ مردم تم محشور ہوگے خدا کی طرف برہنہ پا عریان اسطرح کہ کسی کے پاس کچہ نہوگا پہر تلاوت

اول الخلائق یکسیٰ یوم القیمۃ ابراہیم الا وانہ
یجاء برجال من امتی فیوخذ بہم ذات الشمال
فاقول یارب اصحابی فیقال انک لاتدری
ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح
وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل
شیٔ شہید۔ فیقال ان ہولاء لم یزالوا مرتدین
علی اعقابہم منذ فارقتہم" (بخاری صفحہ ۶۶۵
جلد ثانیہ دہلی) ۔

فرمائی حضرت نے جس طرح مجھے اول مرتبہ
پیدا کیا تھا اعادہ کرینگے یہ لازم ہے ہمکو ہم
ضرور کرینگے پوری آیت حضرت نے تلاوت
فرمائی پھر فرمایا کہ آگاہ ہو کہ سب سے پہلے
خلائق میں سے جس کو لباس پہنایا جاوے گا
بروز قیامت وہ حضرت ابراہیم ہیں آگاہ
ہو کہ کچھ لوگ میری امت کے میرے پاس
لائے جائینگے پس گنہگاروں میں محسوب
ہو کر گرفتار کئے جائینگے۔ پس میں کہونگا
کہ خدایا یہ تو میرے اصحاب ہیں پس کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے جو کچھ انہوں نے بعد
تمہارے احداث کئے۔ پس میں کہونگا جس طرح حضرت عیسٰے نے کہا یعنی میں تو اونہیں
اوس وقت تک ناظر تھا جبتک اون میں موجود تھا اور جب تو نے مجھے وفات دی
تو خود نگہبان اون پر تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ پس کہا جائے گا کہ یہ لوگ ہمیشہ تمہارے
بعد وفات کے دین سے پھرتے رہے "

عن قال عبد اللہ قال النبی صلعم انا فرطکم
علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم حتی اذا
اہویت لاناولہم اختلجوا دونی فاقول ای
رب اصحابی یقول لاتدری ما احدثوا بعدک"
(بخاری صفحہ ۱۰۴۵)۔

کہا عبد اللہ ابن مسعود نے کہ فرمایا
پیغمبر خدا نے میں حوض پر تمہارے سے
پہلے سے پہونچنے والا ہوں گا البتہ میری
طرف کچھ لوگ آئینگے۔ جب اونہیں
میں پانی پلانے جھکونگا میرے پاس سے
دور ہو جائینگے اوس وقت میں کہونگا کہ اے پروردگار یہ تو میرے اصحاب
ہیں پس خدا کہے گا تم نہیں جانتے جو جو انہوں نے تمہارے بعد احداث کئے ہیں"

"عن اسماء بنت ابی بکر قالت قال النبیؐ انی علی الحوض حتی انظر من یرد علی منکم وسیؤخذ ناس دونی فاقول یارب منی ومن امتی فیقال ہل شعرت با عملوا بعدک واللہ ما برحوا یرجعون علے اعقابہم فکان ابن ابی ملیکہ یقول اللہم انا نعوذ بک ان ترجع علے اعقابنا او نفتن عن دیننا" (بخاری شریف صفحہ ۹۷۵)

"اسماء بنت ابوبکرؓ سے منقول ہے وہ کہتی ہین کہ کہا رسولؐ خدا نے کہ مین حوض پر ہون گا تاکہ دیکھون کہ کون تم مین سے مجھ پر وارد ہوتا ہے اور کچھ لوگ میرے پاس سے گرفتار کئے جائین گے اوسوقت مین کہون گا کہ اے پروردگار یہ تو مجھ سے اور میری امت سے ہین۔ پس کہا جائے گا کہ تم کو کچھ معلوم ہے کہ انہون نے تمہارے بعد کیا کیا قسم بخدا کہ ہمیشہ پچھلے پانون دین سے پہرتے رہے اوس وقت ابن ابی ملیکہ کہتا تہا کہ خداوندا ہم پناہ مانگتے ہین تجھسے اسبات سے کہ ہم پچھلے قدم ہٹین یا دین مین اپنے مفتون ہون"

"عن عقبہ ان النبی خرج یوما فصلے علی اہل احد صلاۃ علی المیت ثم انصرف علی المنبر فقال انی فرط لکم وانا شہید علیکم وانی واللہ لانظر الی حوضی الآن وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا" (بخاری ص ۹۷۵)

"بالتحقیق کہ ایک روز نبیؐ نکلے اور نماز پڑھی اہل احد پر کہ نماز میت تھی۔ پہر آپ تشریف لے گئے منبر پر اور فرمایا کہ مین آگے جانے والا ہون تمہارے ساتھ۔ اور مین ظاہر کرنے والا ہون تم پر۔ قسم ہے خدا کی کہ پہر آنکہ سے دیکہتا ہون مین طرف حوض اپنے کے اسوقت۔ اور تحقیق مین نے عطا کردین کنجیان خزائن زمین کی (علوم نباتات ومعدنیات وحیوانات) اور کنجیان زمین کی (علم فتح ملک) اور قسم ہے خدا کی کہ نہین ڈرتا ہون مین اوپر تمہارے یہ کہ مشرک ہو جاؤ تم بعد میرے بلکہ ڈرتا ہون مین تم پر یہہ کہ حرص اور خواہش کروگے تم"

ان اخبار پیغمبر اور آیات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیغمبر خدا نے اپنے
مابعد زمانہ مین ائمۂ خلافت اور ائمۂ اشرار اور اصحاب ارتداد اور اصحاب حریص ملک و مال
اور طریقہ اور سنت نبوی مین احداث کرنے والون اور بروز حشر آنحضرت سے جدا ہو کر
گرفتار عذاب ہونے والون کا بطور پیشین گوئی کے ذکر کیا ہے اور بعد آنحضرت جو جو
واقعات پیش آئے ہین اون کو ہر ایک صحابی پر منطبق کرنے کے بعد آسانی سے یہ معلوم
ہو سکتا ہے کہ کہانتک پیغمبر کی پیشین گوئیون کا ظہور ہوا اور اوس کے بعد مجبوراً
یہ نتیجہ مرتب ہو جائیگا کہ خلفائے اولین کے وقت مین دین نبی کس نوعیت سے
پھیلا اور چند حصہ ملک کے فتوحات کس شان سے ہوئے اور وہ فتوحات یا اون سے
دین کا پھیلنا کہانتک قابل فخر کے ہے اور وہ مصداق امامت یا خلافت حقہ کا جیسا
کہ دعوے مین ظاہر کیا گیا ہے کس طرح ہو سکتے ہین ؟ اور کیا وجہ ہے جو قبول نہ کیا
جاوے کہ پیغمبر خدا نے جن اپنی پیشین گوئیون مین متعلق روم و فارس کی فتح اور اصحاب کی
نسبت بغض و حسد اور جنگ و جدل اور آپس مین نفسانیت کرنے کی خبر دی تھی وہ
وہی اصحاب یقین ہین کہ جنکے عہد مین یہ فتوحات ہوئے ۔

اب مین اون لوگون کا بھی ذکر کرتا ہون جو شریک جنگ تھے تا کہ معلوم ہو
کہ اون کے قلوب کس قدر حب جاہ دنیاوی سے بے لوث تھے اور آیا لڑائیون
مین جان لڑانا خدا کی خوشنودی کے سبب سے تھا یا محض طمع دنیاوی کے واسطے
تا کہ اون کی نیتون کے اثر سے اون لوگون کے قلبی خیالات پر کہ جن کے وہ تابع
تھے ایسا یقین ہو جاوے جیسے دھوین سے آگ پر ۔

علامہ واقدی لکھتے ہین کہ جب بمقام یرموک شہنشاہ روم کی فوجین
جنکی تعداد پانچ لاکھ سے لیکر دس لاکھ تک باختلاف روایات تحقیق ہوئی ہے
مسلمانون کے مقابلہ مین پہونچ گئین تو مسلمانون نے اپنی فوجی قوت کو اونکے

مقابلہ مین کم جان کر آپس مین یہ مشورہ کیا کہ آیا ان سے مقابلہ کیا جاوے یا ہٹ جانا چاہیے۔

ابو عبیدہ جراح[۹۱] نے جو امیر لشکر تھے کھڑے ہو کر کہا کہ مین بھی تم مین سے ایک مرد ہون۔ تم کلام کرتے ہو مین جواب دیتا ہون۔ اور جس امر مین تم مشورہ دیتے ہو مین بھی اوس امر مین مشورہ دیتا ہون اور اللہ توفیق دیتا ہے اونکی اس قدر تقریر سنکر دس مسلمان جو ان مین کچھ یمنی تھے اور کچھ بصری کھڑے ہو گئے اور ابو عبیدہ کے فضائل بیان کر کے امر زیر بحث کے متعلق یہ راے دی کہ ہمکو اس مقام سے ہٹ جانا چاہیے اور قریب وادی قریٰ کے پڑاو ڈالنا چاہیے وہان سے مدینہ قریب ہے اور خلیفہ ابن خطاب کی طرف سے مدد پہونچے گی اور اس صورت مین ہم امید فتح پانے کی کر سکتے ہین یہ تقریر سنکر ابو عبیدہ کھڑے ہوے اور کہا کہ تم جیسو خدا تم پر رحمت کرے۔ اس مین کچھ شک نہیں کہ تمھاری راے مین جو امر صائب نظر آیا وہ تمنے راے دی لیکن مین اگر اس راے پر عمل کرون تو خلیفہ میرے اس عمل پر ملامت کرین گے اور یہ فعل مثل ایک شکست و ہزیمت یا فتنہ کے ہے ہوگا۔ یہ کہکر اونہون نے دیگر حاضرین سے راے لی اسپر قیس ابن ہبیرہ مرادی کھڑا ہوا اور اوس نے یہ راے پیش کی کہ ہم اپنے اہل و عیال کی طرف صحیح و سالم نہ واپس جائین گے اور کبھی ملک شام سے نہ نکلین گے۔ ہم کیونکر یہ بہتے ہوئے چشمے اور نہرین اور سبز و شاداب کھیتی اور انگور اور سونا اور چاندی اور ریشمی کپڑے چھوڑ سکتے ہین اور کیونکر طرف

[۹۱] یہ وہی بزرگوار ہین جنہون نے سقیفہ مین علی مرتضیٰ کی محنتون سے ساکت ہو کر یہ فرمایا تم کم سن ہو اور ابو بکر تمسے زیادہ تجربہ کار ہین اور اونسے اب بیعت ہو گئی ہے اگر تم زندہ رہو تو اونکے بعد تمسے بہتر کوئی خلافت کے لئے نہیں ہے۔

تھا حجاز اور زمین خشک بے گیاہ و غذا اور رہائش موصوف کے ہم پھر سکتے ہین یہ سنکر ابو عبیدہ جراح پھر کھڑے ہوئے اور کہا کہ بے شک قیس ابن جبیر نے بہت سچ کہا کیا تم لوگ اوس شہر کی طرف کہ جس مین سواے پتھر اور ڈھیلون کے کچھ نہین ہے پلٹنا اور ان گھرون کے واسطے محلون شہر پناہون باغون نہرون۔ اور عمدہ عمدہ غذاؤن اور چاندی سونے کو چھوڑنا پسند کرتے ہو بالتحقیق جو کچھ کہ قیس نے کہا وہ بالکل سچ ہے اور بدینوجہ ہم اپنی جگہ سے جانیوالے نہیں ہین[۱]۔

کیا اِس تقریر کے علم پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ امیر فوج ابو عبیدہ جراح اور دیگر اہل فوج کا مستعد جنگ ہونا محض واسطے طمع و لذات دنیاوی و خواہشہاے نفسانی کے نہین تھا؟۔

واقدی نے یہ بہی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو جب بذریعہ عبدالرحمٰن ابن محمد جمحی قاصد کی فتح شام کی خبر ملی اور اخبار اِس فتح کے مکہ تک پہونچے تو ابو سفیان وغیرہ و چند اکابر قریش معہ اپنے چند ساتھیون کے مدینہ مین آئے اور حضرت ابو بکرؓ سے خواہش کی کہ اون کو بہی شریکِ فوج ہو کر کفار سے جہاد کرنے کی اجازت ملے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے (جو حضرت ابو بکر کے مشیر الملک تھے) اِن لوگون کے شام جانے کو بُرا جانا اور حضرت ابو بکر سے کہا کہ اس قوم کے دلون مین مسلمانون کی نسبت انکار و کینہ ہے اور اوس خدا کی جس کا کلام برتر ہے تعریف ہے اور اس قوم کا قول و کلام پست ہے اور یہ لوگ کفر پر تھے اور انہون نے چاہا تھا کہ نور الٰہی کو اپنے مُنہ سے بجہا دین اور خدا ان کی خواہش سے

---

[۱] ان فقرات کو ہماری بحث سے بڑا تعلق ہے[۲] دیکھو ترجمہ تاریخ واقدی صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔

انکار کرتا ہے مگر یہ کہ ... اسلام لاوے خدا اپنے نوشتہ کو۔ اور ہم سمجھتے ہین
کہ اللہ کے ساتھہ کوئی شریک و معبود نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہین کہ اللہ کے ساتھ
شریک و معبود ہے۔ لیکن جبکہ خدا نے غالب و بزرگ کیا ہمارے دین کو
اور مدد کی ہماری شریعت کو یہ لوگ اسلام لائے بخوف تلوار کے اور جب
انہون نے سُنا کہ فوج اللہ کی رومیون پر غالب ہوئی تو یہ ہمارے پاس آئے
تاکہ اِن کو ہم دشمنون کی طرف بھیجین اور مطلب ان کا اسی سے یہ ہے کہ ہم مہاجرین
سابقین و انصار کے برابر ہو جاوین پس بہتر ہے کہ تم اِن کو وہان نہ بھیجو یہ سُنکر
حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ مین تو کسی قول اور کام مین تمہارے خلاف راے
کام نہ کرونگا[۱]

اِس مقام پر مجھے اس امر کے ظاہر کرنے کی توچندان ضرورت نہین ہے
کہ ابو سفیان اور اون کے ساتھی جو بغرض شرکت جنگ مدینہ مین اجازت
کے لئے آئے اون کا اصلی منشا اور نیت کیا تھی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کے نفس
ناطقہ حضرت عمرؓ نے خود ہی اوسکو خوب تفصیل سے ظاہر کر دیا ہے مگر اس امر
پر زور دینا چاہتا ہون کہ باوجود اون کی نیت کے معلوم ہو جانے کے
پھر کیون حضرت عمرؓ نے اپنی راے واپس لے لی اور اون کو شریک جنگ
ہونے کو بھیجدیا جیسا کہ واقدی نے آگے بڑھکر اوسی موقعہ پر لکھا ہے اور جسکو
مین نے بغرض طوالت چھوڑدیا ہے لیکن سب سے زیادہ جس امر نے مجھے
حیرت مین ڈالا ہے وہ یہ امر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی تقریر مین اون لوگون
پر کیون وہ الزام قائم کئے جن کا تعلق اون کی حالت کفر سے ہے جبکہ ہم اون
اوصاف کو قبول اسلام سے پیشتر خود حضرت عمرؓ مین بھی موجود پاتے ہین

[۱] دیکھو ترجمہ تاریخ واقدی صفحہ ۹۰ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔

اور جس کا عمل قبول اسلام کے بعد بھی بوجہ عادتِ دیرینہ اور اثر جاہلیت کے کبھی کبھی اون سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ بطور واقعہ کتب تواریخ اور حدیث مین جن کی مورخانہ شان ہے مورخین و محدثین نے دل کھول کر لکھدیا ہے اور بقدر ضرورت مین نے بھی اس کتاب مین کہین کہین اوس کا ذکر کیا ہے بہرحال میرا یا بالعموم شیعون کا حضرت ابوسفیان کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس ریویو سے تعجب اور حیرت دور ہو یا نہ ہو لیکن جملہ اہل سنت اور بالخصوص ذی علم سائل کو خوش ہونا چاہیے کہ اون کے ممدوح حضرت عمرؓ نے حدیث الصحابۃ کلہم عدول" کے معنی خوب حل کر دئیے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے جو حضرت ابوسفیان کی بابت [illegible] (کیا وہ اور اون کی رائے درحقیقت ایسی تھی) کہ جو ایک اعلے درجہ کی پولیٹکل [illegible] ہونی چاہیے۔

ابوسفیان خود قریش سے شمار کئے جاتے تھے اور اون کے دماغ مین اونچی خواہش امارت اور توقیر کی بمقابلہ بنی ہاشم کے چلی آتی تھی اگر اون کو موقع شرکت کا ایسے امور مین دیا جاتا کہ جس سے اون کو ایک طرح کا غلبہ اور دعوی خلافت کا [illegible] ہو جاتا تو حضرت عمرؓ کو پھر وہی مہم اپنی اوپر خلافت قائم کرنے مین پیش آتی ہے جو پیغمبرؐ کے بنی ہاشم کے ہاتھ سے اوچک لینے مین خلافت کی دشواری پیش آئی تھی اور جس مین احتمال قوی اس امر کا تہا کہ خلافت حضرت عمرؓ پر بعد ابوبکرؓ کے قرار نہ پاسکے گی وہ جانتے تھے کہ ابوسفیان نے پیغمبرؐ کے مقابلہ مین درگذر نہین کی ہے اور وہ جنگ سے باز نہین آئے ہین اور اون کے زیر کرنے والے بنی ہاشم جو پیغمبرؐ کے ساتھہ تھے ہمارے ساتھہ نہین ہین۔

اس مقام پر مجھے امام غزالی صاحب کی ایک اور رائے بھی لکھنی چاہیے جو انہون نے اپنی کتاب موسوم **احیاء العلوم** مین بہ سلسلہ بحث جواد

وہ دہم جواز خاطرہ ظاہر فرمائی ہے کہ طالب ریاست فتنہ سے ناجی نہیں ہو سکتا
بلکہ وہ اون لوگون مین ہے جن کے بارہ مین رسول خدا فرما گئے ہین کہ خدا اِس
دین کی تائید اون لوگون سے کرے گا جن کو اہلبیت سے بہرہ نہین ہے نیز یہ بھی
فرما گئے ہین کہ خدا وند عالم اِس دین کی تائید مرد فاسق سے کرے گا پس طالب
ریاست اپنی حد ذات مین ہلاک ہے اور لوگ اوس کی بدولت فائدہ اوٹھاتے
ہین اگر وہ ترک دنیا کی طرف دعوے کرے اور ظاہری حال اوس کا علماے
سلف کے حال کے مثل ہو مگر وہ دل مین قصد جاہ ثروت کا رکھتا ہو تو اوس کی
مثال شمع کی ہے کہ خود جلتی ہے اور دوسرے لوگ اوس سے روشنی حاصل
کرتے ہین پس دوسرون کی درستی اوسکی ہلاکت کی بدولت ہے ۔

حاصل اِس راے کا امام صاحب کی صرف اِس قدر ہے کہ جو شخص طالب
ریاست ہے وہ فتنہ سے نجات نہین پا سکتا اور وہ خود ہلاکت مین مرتا ہے گو
دنیاوی نفع دوسرون کو پہونچا دے (خدا ہر مسلمان کو فتنہ انگیزی کے الزام
سے بچا دے) اِس راے کو امام صاحب کی جب اوس راے امام صاحب سے
ملا کر دیکھا جاوے جس کو ہم سرالعالمین سے اِس کتاب مین لکھ چکے
ہین تب معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ طالب حب ریاست وجاہ ثروت کون قرار
پاتا ہے ۔ کیا ایک ایسے شخص کی خلافت اوس حالت مین جبکہ اوس شخص نے
اپنے واسطے بعد وفات پیغمبر کہ ہنوز جسم مبارک پیغمبر بالاے زمین ہو بلکہ سرد
بھی نہ ہونے پایا ہو حب دجاہ دنیاوی کی تدابیر کو برخلاف مرضی سردار اہلبیت
نبوت اصلی جانشین پیغمبر کے عمل مین لا کر بے اندیشہ دنا گاہ کامیابی حاصل
کرلی ہو خلافت حقہ ہو سکتی ہے ؟ اور کیا وہ شخص خاص یا چند اوس کے ہم خیال
اون اخبارات پیغمبر سے جن کا اِس تنقیح مین بطور مختصر موقع بموقع ذکر ہوا مستثنے

ہو سکتے ہین جبکہ فتوحات کا اوسی خاص شخص یا چند اوس کے متحد الخیال شخصون کے ہی ہاتھ پر ہونا قبول کیا گیا ہے اور جو نہایت ہی قابل افسوس کے ہے مگر ایک محقق یا عالم کے واسطے نہ کہ جاہل اور متعصب کے لیئے۔

میری اس تمام محققانہ رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ خلفاء ثلثہ اور بنی امیہ اور بنی عباس جو یکے بعد دیگرے ایک ہی اصول پر جانشین ہوتے چلے آئے امام برحق قرار پا سکتے ہین اور نہ غرب سے شرق تک دین اسلام کا پھیلانا اور کفر و کفار کا سرنگون ہونا اگر تھوڑی دیر کے واسطے فرض بھی کر لیا جاوے یا فارس و روم کی فتح دلیل اونکی خلافت حقہ کی ہو سکتی ہے واقعات اون کے عہد خلافتون کے یہ ثابت کرتے ہین کہ وہی مصداق درحقیقت اون اخبار پیغمبر کے تھے مین جہان غور کرتا ہون تنقیح اول کسی طرح بھی اونکی افضلیت و کامل الایمانی کی تائید نہین کر سکتی نہ اوسکی رو سے وہ امام برحق قرار پا سکتے ہین۔

تنقیح دوم۔ کی نسبت مین جہانتک غور کرتا ہون وہ آیات جن کا فائدہ بحق خلفاء اور اون کے عہد کے فتوحات کے ظاہر کیا گیا ہے کسی طرح بھی خلفاء اور اون کے عہد کے جہات پر صادق نہین آتین۔ وہ تعداد فوج کی جو مہمون پر بعہد خلافت اسے خلفاء روانہ ہوئی بمقابلہ اوس تعداد کے جس کو پیغمبر اسلام ابتداءً اپنے ساتھ کفار کے کثیر گروہون کے حملہ کی روک تھام اور بغرض قائم رکھنے امن کے لیکر گئے قلیل گروہ قرار نہین پا سکتی جس وعدہ فتح کو فتوحات خلفاء سے متعلق کیا گیا ہے اوس وعدہ کے پورا کرنے کی خدا کو چونکہ خود عہد پیغمبر ہی مین ضرورت تھی اس وجہ سے اوس وعدہ کو خدا نے عہد پیغمبر ہی مین پورا کر دیا کہ جس کا نتیجہ وہ مسلمان ہین جو عہد خلفاء مین شریک فتوحات تھے وہ پیغمبر اسلام کے ہی فتوحات تھے جو خدا کے دین کی حمایت مین کئے جاتے تھے

ملاحظہ ہو منتخبہ مطبوعہ تفسیر آیت استخلاف۔

اور جن پر خدا کی خوشنودی کا اطلاق ہوا جیسا کہ اس کی تائید مفید اثر کے پیدا
ہونے سے ہوتی ہے برخلاف لڑائیون عہد خلفا کے کہ اون کا اثر قدیم اثر جاہلیت
پر عود کرنے والا ہوا۔

ہمنے اس کتاب مین امام غزالی کی ایک راے کو کتاب سر العالمین سے لکہا ہے
اور دوسری اونکی راے اونکی کتاب موسوم احیاء العلوم سے ابہی ابہی اوپر
بسلسلۂ تنقیح اول لکہہ چکے ہین جن مین اونہون نے پیغمبر خدا کی پیشینگوئیون
کے ظہور کا زمانہ اور اون کا مصداق گو صاف صاف نہین مگر اس طرح کنایۃً
بتلا دیا ہے کہ جس سے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ وہ کون کون تھے اور گو زمانہ
حیات پیغمبرؐ مین اون کے خیالات کیسے ہی ہون مگر بعد از وفات پیغمبرؐ وہ اپنے
ہوا و ہوس کو چہپا نہ سکے۔ ہر شخص جب اون واقعات سے جن کا تعلق عہد خلفاء
سے ہے اون اخبارات پیغمبرؐ اور راے امام غزالی و علامہ واقدی کی تحقیق کو
جو متعلق حضرت ابوبکرؓ کے ہے جس کو ہمنے بسلسلہ تنقیح اول لکہا ہے ملا کر دیکہے گا
تو آسانی سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ فتوحات عہد پیغمبرؐ سے فتوحات عہد خلفاء کو در حقیقت
کچہہ تعلق نہین ہو سکتا ہے تاہم مین اس مقام پر امام فخر الدین رازی کی بہی ایک
راے بتائید اونہین آراء امام غزالی صاحب کے لکہتا ہون جو اونہون نے
اپنی تفسیر کبیر مین تحت تفسیر آیت "لو انفقت ما فی الارض الخ الآیۃ" (آخر رکوع ۸
انفال) مین ظاہر کی ہے کہ عرب قبل رسول خدا صلعم طالب مال و جاہ
و مفاخرت تھے اور آپس مین اونکی محبت کا باعث یہی چیزین تہین۔ لیکن ایسی
محبت سریع الزوال ہوتی ہے اور ذرا ذرا سی بات پر جنگ و جدل شروع ہوجاتی
ہے چنانچہ ایام جاہلیت مین ایسا ہی ہوتا تہا مگر جب آنحضرتؐ مبعوث برسالت
ہوئے تو اون لوگون کو عبادت خدا کی طرف دعوت کی اور دنیا کی بے ثباتی

ظاہر کر کے آخرت کا خوف دلایا۔ اس تعلیم پیغمبر کے سبب سے خصومت اور

لڑائیاں دفع ہو گئیں اور سب آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ لیکن پیغمبر کے مرنے

کے بعد جب فتوحات حاصل ہوئیں اور ابواب دنیا کے پھر ظاہر ہوئے تو انہوں نے

اوسکی طلب پر توجہ کی اور پھر جنگ و جدل شروع کر دی"

اب میں باادب ذی علم سائل سے پوچھتا ہوں کہ کیا امام غزالی کی وہ آرا

اور امام علامہ رازی کی یہ رائے اس امر کی تائید کرنے والی نہیں ہیں کہ پیغمبر خدا کے عہد

کے فتوحات کا اثر مفید ہوا اور خلفاء کے عہد کے فتوحات جو صرف ملک گیری کے

لئے تھے اور [illegible] دنیا [illegible] کے ظاہر ہو جانے کی وجہ سے حالت بدل [illegible]

مرعوب کر سکے گئے ؟

مجھے شک نہیں ہے کہ خدا کی خوشنودی اور انہیں جنگوں پر صادق آسکتی ہے

کہ جو جنگ پیغمبر کے عہد [illegible] میں ہو وہیں یعنی اون سے یہ پایا جاوے کہ وہ خونریز

[illegible] نہیں ہوئی ہیں بلکہ جس سے مسلمانوں پر خونریزی کی [illegible] اس کے

[illegible] کی روک تھام اور دفاع کی غرض سے بوجہ قائم کرنے امن کے [illegible]

[illegible] اٹھائے گئے ہوں۔

میں اس امر کے کہنے سے بھی باز نہیں رہ سکتا کہ مخالفین اسلام نے جو اپنی

غلط فہمی سے پیغمبر اسلام پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ مذہب اسلام نے بزور

شمشیر رواج پایا۔ اگر اس اعتراض کا اون لوگوں کے حق میں کہ جن کی

[illegible] پیغمبر خدا نے اپنے اخبارات میں اشارہ فرمایا ہے اور جن کو علامہ رازی

اور امام غزالی اور امام فخرالدین رازی نے اپنی اپنی محققانہ آراء میں بتلا دیا ہے

کہ وہ کون لوگ ہیں کیا وجہ مانع ہو سکتی ہے جو قبول نہ کیا جاوے اور اس

حیثیت سے کون سی وجہ اون کے اعتراض کی دفع کرنے والی ہو سکتی ہے۔

اور جس حالت مین کہ پیغمبر خدا کے غزوات کو یا فتوحات کے اثر نے اون خرابیون
کو جو اون کے مبعوث ہونے سے قبل ملکِ عرب مین (جس کے جاہل قوم والے
جو دنیا کی قومون سے ایسے بے تعلق اور کونے مین پڑے ہوئے تھے کہ تعلیم اور
تربیت کی ہوا بھی اون کو نہ لگی تھی جو جہالت اور ضلالت مین ایسے سرشار تھے
کہ مبداء اور معاد کی خبر بھی نہ تھی اخلاق کو وہ یہ بھی نہین جانتے تھے کہ اوس مین
کتنے حرف ہین جو صرف انسان کی ہستی کا مال یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جینا مرنا جو کچھ
ہے اسی دنیا مین ہے مارنے جلانے والا [illegible] نہین) دور کر دیا
تو کسی طرح سے پیغمبر اسلام پر وہ اعتراض وارد نہین ہو سکتا لیکن برخلاف اسکے
اون کے وفات پاتے ہی نفسانی خواہشون کی بنا پر محض ملک گیری کے لئے عہد
خلفا مین چونکہ فتوحات ہوئے لہذا اون کے اثر سے حسد و عناد و جنگ و جدل
برابر ہمیشہ مین شروع ہو گئی یعنی جیسا کہ اخبارات پیغمبر مین مذکور ہوا ہے پھر حالت
جاہلیت پر وہ لوگ عود کر گئے اور اندرین صورت فتوحات عہد خلفا محض بغرض
ملک گیری ثابت و ظاہر ہو کر نہ جلوہ غزوات عہد پیغمبر مو قرار دیا سکتی ہین اور نہ وہ
اعتراض مخالفین مذہب اسلام کا اون فتوحات کی بنا پر غلط قرار پا سکتا ہے
جس کا اثر خلفاء کی ذات پر محدود ہوگا یہ اون معترضین کی کمی معلومات کی وجہ
سے ہے جو پیغمبر اسلام تک اعتراض پہونچانے کا قصد کیا ہے —

مخالفین مذہب اسلام کے اس اعتراض کو آنریبل مسٹر سید احمد خان
نے اپنے خطبات احمدیہ مین رفع کر دیا ہے اور قبول کر لیا ہے کہ عہد خلفاء کے
افعال سے مذہب اسلام یا پیغمبر اسلام پر کوئی الزام عائد نہین ہو سکتا ہے جنکے
ذاتی افعال خواہشہاے نفسانی کی بنا پر تھے وہی اوسکے جوابدہ ہو سکتے ہین نہ
پاک اسلام یا اوسکا پیغمبر —

اونہون نے سرسید احمد خان کی یہ۔ اسے حقیقت مین مسلمانون کے لئے قابل شکر گذاری

کے ضرور ہے لیکن مخالفین مذہب اسلام کی شکر گذاری کے قابل اوس وقت ہوتی

اگر وہ پیغمبر اسلام کی اون پیشین گوئیون کو بھی اوسی موقع پر لکھدیتے کہ جن کا تعلق

ان فتوحات سے ہے اور جن کو مختصراً مین نے بہ سلسلہ تنقیح اول لکھا ہے اور

اون نظائر کے دیکھ لینے کے بعد اون کو اپنی رائے اور اعتراض کی بے وقعتی پر

اور سرسید کی رائے اور حقیقت واقعہ پر کامل اطمینان ہوجاتا گو یہ امر دوسرا ہے

کہ مسلمانون کا ایک گروہ رائے کی تائید مین ان نظائر کے پیش ہونے سے سرسید

کا شکر گذار نہوتا لیکن ایک گروہ مسلمانون کا جس مین مین اپنے آپکو شمار کرتا ہون

جب اوس رائے کے ساتھ اون نظائر کو دیکھتا ضرور چیرز کے نعرے بلند کرتا گو

اب بھی اوس گروہ کو شکر گذاری کا موقع ہے کہ وہ اون کی اوس رائے کو درحقیقت

تفسیر اونہین پیشین گوئیون کی تسلیم کرتا ہے۔

بیشک صابرون کا جو آیت مین اشارہ ہے وہ بہت ہی گہری بات ہے لیکن

نہ ایسی گہری کہ جو سمجھ مین نہ آسکے۔ غور کرنا چاہئے کہ پیغمبر خدا کو اپنے عہد کے غزوات

مین اور خلفا کو اپنے عہد کے فتوحات مین کبھی کوئی وقت ایسا ہوا ہے جبکہ

تعداد فوج کی بیشی سے زیادہ میدان جنگ مین موجود رہی ہو اور فوج مخالف

کی تعداد کثیر ہو مگر بااینہمہ کثیر بارہی کفار کے مقابلہ مین اوسی قلیل پارٹی اسلام

نے ہی فتح پائی ہو۔

اگر ایسا کوئی وقت عہد پیغمبر مین ملے گا تب تو ہمارا دعوی صحیح ہے اور ذی علم

سائل کا دعوے جھوٹا اور اگر کوئی ایسا وقت عہد پیغمبر مین نہین ملے گا اور فتوحات

عہد خلفا مین ملے گا تو ہمارا بیان غلط اور ذی علم سائل کی معہ خرچہ ڈگری۔ لہذا

ہم تو اپنے بیان کی تائید مین بتلاتے ہین کہ احد اور حنین کے میدانون مین دو

ذنت ڈھونڈھ لو۔

اب وہی علم سائل بھی بتلادین کہ اون کے ممدوح سلاح جنگ سے آراستہ بمقام روم یا شام یا مصر یا جہان جہان کہ فتوحات ہوے میدانِ جنگ مین کھڑے ہون اور فوج اون کو چھوڑ کر فرار کر گئی ہو اور وہ بھاگتے ہوے لشکریون کو پکارتے ہون کہ اے اصحابِ جاہلیت وائے یارانِ دسترخوان ہم زندہ ہین کہان اِن کفار مین ہمین چھوڑ کر بھاگے جاتے ہو کہ گوشیدتا جامہ زنان نہ پوشید لیکن وہ ازخود رفتہ مثل شتر بے مہار منہ اوٹھائے اس طرح بھاگے جاتے ہون کہ منہ پھیر کر بھی نہ دیکھتے ہون لیکن میدانِ جنگ مین ایسے وقتِ نازک پر خلفاء کے چند جانباز بھائی چند مہاجر اور چند انصار مثل علیؑ اور حمزہ اور عباس اور دیگر بنی ہاشم و ابودجانہ انصاری وغیرہ وغیرہ و پیغمبرؐ کے جانباز بھائی بندون اور انصار کے کہ اون سب کا ٹوٹل کسی طرح بیس سے بڑھنے نہ پایا ہو خلفاء کے آس پاس کوئی داہنے کوئی بائین کوئی رکاب تھامے ہوئے کوئی مرکب کے آگے بھڑا ہو دشمنون کے حملون کو اون پر سے دفع کر رہے ہون اور پھر خدا نے اونہین قلیلون کو فتح بھی دی ہو۔

اِس مقام پر یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ خلفاء چونکہ غزوات پیغمبرؐ مین شریک رہے ہین اور غزوات پیغمبرؐ کو مین نے بمقابلہ گروہ کفار گروہ قلیل بتلایا ہے جو سچی بات ہے اور اس حیثیت سے وہ گروہ قلیل مین بوجہ شریک رہنے کے تحت مین اون آیات کے داخل ہو سکتے ہین۔ اِس شبہہ کو یہ خیال دل مین جگہ نہین دے سکتا کہ محض شرکتِ فوج کا تمغہ اوس وقت سینہ پر نہایت زیب ہو سکتا تھا جبکہ اِن بزرگوارون نے حمایت پیغمبرؐ مین جو عین حمایت دین خدا تھی بدن پر زخم کھا کر کچھ کارنمایان بھی کئے ہوتے یا جیسے کہ خیبر مین دو روز حضرت عمرؓ اور ایک روز

حضرت ابوبکر علم نورت ایکر گئے فتح کرکے پھرے ہوتے تاکہ فوج کو اون پیا اون کو خوج بالزام ہمین کا موقع ہی نہ ملتا۔

جن اون غزوات کے جن مین شدید جنگ واقع ہوئی ہے اور جن مین محدثین حال موجود ہے ہین بہ سلسلہ بیان غزوات وسریات جو پہلے پہنچ آیا ہون سر بکر بیان کرکے اور دل کی آنکھین کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ اُحد اور حُنین مین جنیب اسلام میدان کارزار مین معہ اپنے دو چار عزیز وانصار کے کس مقام پر تشریف رکھتے ہین اور یہ بزرگوار کہان۔ اگر ذی علم سائل جیسا کہ مین نے لکہا ہے انکہہ کہولکر اور نیز کسی قدر اوجلت کر دیکہین گے تو وہ نواہ مین سے ایک بزرگوار تلاش کیجیے مارتے ہوئے میان پر کہائی دین گے۔ ان آیات کے تحت مین وہ ہی داخل ہوسکتے ہین جنہون نے میدان جنگ مین قائم رہکر اپنی سعی بلیغ سے مخالفون کو مغلوب کرکے فتح حاصل کی۔

ایسی حالت مین نہ صرف میری بلکہ ہر محقق کی یہ رائے ہوگی یہ بزرگوار خود یا اون کے عہد کے فتوحات کسی طرح بھی اون آیات کے تحت مین داخل نہین ہوسکتے اور نہ خدا کی خوشنودی اور رضامندی کا اطلاق اون فتوحات پر ہوسکتا ہے اور نہ وہ جنگین پرتو پرا اون جنگون کے تہین جو پیغمبر اسلام کو اپنی حیات مین بغرض نشدو نماے اصول توحید کے جس پر حملے کیے جاتے تھے پیش آئی تہین اور نہین خواہشہائے نفسانی کا میل نہ تہا۔ مین جہانتک غور کرتا ہون اس تنقیح سے بہی بحق نیدو جین سائل کوئی مفید نتیجہ کسی پہلو پر حاصل نہین ہوسکتا۔

تنقیح سوم کی گو بہت کچہ تجویز اون واقعات سے بھی تعلق رکھتی ہے جن کو تنقیحات ما سبق مین ہم لکھ آئے ہین لیکن ہمکو خاص طور پر بھی اختصار سے ... بطور خود ... مختصرا تجویز دینا چاہیئے کیونکہ علماے اسلام اپنی دو دلائل

سے نسبت خلفائے محمدؐ چین سائل بہت کچھ سرمایہ آئندہ نسلون کے لئے چھوڑ گئے ہین اور جو اب تک کام مین لایا جاتا ہے اور لایا جائے گا۔ اور پھر یہ ایسا خزانہ ہے جو کم نہین ہو سکتا۔

یہان اِس امر کو غور کر لینا چاہئے کہ خدا نے جو وعدہ کہ پیغمبرؐ سے کیا تھا آیا وہ خود عہد پیغمبرؐ مین خدا کو پورا کرنا چاہئے تھا یا نہین اور جبکہ وہ عہد پیغمبرؐ مین پورا نہین ہوا تو وہ خدا کا وعدہ پیغمبرؐ سے نہین ہو سکتا بلکہ ایک پیشین گوئی متعلق واقعات آئندہ کے ہو گی یا وعدہ کے الفاظ ایسے ہوتے کہ جن کا تعلق پیغمبرؐ کے مابعد زمانہ مین پیغمبرؐ کی ذات سے متعلق ہوتا تو اوسکو وعدہ سے تعبیر کر سکتے تھے جیسا کہ اور پیغمبرؐون سے پیشین گوئیان کی گئی ہین۔ مثلاً توریت مین حضرت ابراہیمؑ سے کہ [illegible] تیری دعا اسمٰعیل کے حق مین قبول کی اوس کی نسل سے بارہ [illegible] پیدا کرونگا [illegible] قوم [illegible]

زبور مین یہ پیشین گوئی ہے کہ [illegible] ہون گے تو اونہین تمام زمین کا سردار مقرر کرے گا۔ مین ساری پشتون کو تیرا نام یاد دلاؤن گا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستایش کرین گے۔

ان تمام پیشین گوئیون کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئیان آئندہ زمانہ کے واسطے تھین لیکن اون کا تعلق چونکہ انبیاؑ کی ذات سے تھا اسواسطے ہم اوسکو وعدہ حقانی تسلیم کر سکتے ہین مگر ایسے واقعہ کی اطلاع جو خود عہد پیغمبرؐ مین پیش نہ آوے نہ اوس کے الفاظ سے کوئی تعلق پیغمبرؐ کی ذات کو ہو تو اون کو وعدہ خدا کا پیغمبرؐ سے قبول نہین کرنا چاہئے وہ صرف اطلاع واقعہ آئندہ کی بغیر کسی واقعہ حقانی کی ہے یعنی جس فتحیابی کو خدا کا وعدہ پیغمبرؐ سے

بتلایا جاتا ہے اوس کو صرف اطلاع متعلق واقعات آئندہ کے بطور تستن قبول کرنا چاہیئے نہ یہ بات کہ خدا نے وعدہ پیغمبرؐ سے فتح کا کیا تھا خدا نے جو پیشین گوئیاں فتح فارس و روم کی پیغمبرؐ خدا سے کی تھین پیغمبرؐ خدا نے بھی اوس کا اظہار اپنی احادیث مین فرمایا ہے جس کو مین تنقیح اول مین لکھ چکا ہون اور اس مقام پر بھی مین خاص تین پیشین گوئیون پیغمبرؐ خدا کا ذکر کرنا چاہتا ہون کہ جن مین پیغمبرؐ خدا نے واقعات آئندہ کی خبر دی ہے اور وہ ذی علم سائل کی ایسی مقبولہ کتب مین درج ہین کہ جن کو بعد کتاب باری واجب التمیل و التعظیم قرار دیا گیا ہے اور جن پر دار و مدار مذہب کا ہے

پہلی پیشین گوئی

"ان اللہ لیوئد ہذا الدین بالرجل فاجر" (دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۲۳۱) — پیغمبرؐ خدا فرماتے ہین کہ بالتحقیق خدا اس دین کی ایک شخص فاجر سے تائید کریگا

دوسری پیشین گوئی

"ان اللہ لیوئد ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم" (دیکھو سبل الہدا والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مولفہ محمد بن یوسف شامی) — بالتحقیق خدا اس دین کی تائید ان لوگون سے کریگا جن کو دین سے بہرہ نہین ہے" (امر بالمعروف

تیسری پیشین گوئی

"ان اللہ لیوئد ہذا الاسلام برجال ماہم من اہلہ" (علامہ مناوی در فیض القدیر) — بالتحقیق خدا اس دین کی تائید اون لوگون سے کرے گا جو اوس کے اہل نہین ہین"

یہ تینون پیشین گوئیان باختلاف الفاظ ہم مضمون ہین ایک مین دین کی

تائید مزید واقعات سے بطور پیشین گوئی بتلائی گئی ہے اور ایک مین ایسے لوگون سے جنکو دین سے بہرہ ہین ہم لاور ایک مین ان لوگون سے جو اسلام کے اہل نہیں ہین۔

اس موقعہ پر مجھے اس تحریر کے پڑھنے والے پیغمبر خدا کی ان ہم مضمون پیشین گوئیون کی جو تعداد مین تین ہین بلاغت ظاہر کرنے پر توجہ فرمائین صرف ذی علم سائل سے اس امر کو بادب دریافت کرنے کی اجازت دین کہ ان پیشین گوئیون تمیز کی بوجہ فتح فتحمندی اور مشرق سے مغرب تک تمام عالم مین دین اسلام کے پھیلانے اور کفر و کفار کے سرنگون کرنے کا کہانتک اور کسپر صادق آسکتا ہے۔

مین منجملہ جو رائے ظاہر کی ہے کہ اخبار فتوحات کا تعلق صرف اطلاع واقعات آئندہ سے ہے بطور رفتن قبول کرنا چاہئے نکہ خدا کا وعدہ اس میری رائے کا ماخذ خود علامہ مناوی کی ہے جو فیض القدیر مین اونہون نے بہ سلسلہ پیشین گوئی لکھی ہے یہ ہے۔

ویحتمل انہ اراد بہ رجالا فی زمنہ ویحتمل انہ خبر بما سیکون فیکون من معجزاتہ لانہ اخبر بما من غیب [۵۱]	یہ ایسی حدیث ہین دو احتمال ہین ایک یہ کہ یہ خبر متعلق اون لوگون کے بھی ہے جو خود آنحضرت کے زمانہ مین بھی تھے

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اون لوگون کے متعلق ہے کہ جو بعد پیغمبر بہت جلد ہونے والے تھے۔ اور ایسی صورت مین یہ حدیث ایک معجزہ پیغمبر کا ہوگی کہ جسمین اخبار غیب کی خبر دی گئی ہے [۵۱]

---

[۵۱] قریب قریب اسی کے علامہ نووی شارح صحیح مسلم نے بھی رائے دی ہے (دیکھو صفحہ ۲ جلد ثانی مطبوعہ لکھنؤ) [۵۲] آنریبل سرسید کی وہ رائے جو بہ سلسلہ اعتراض انتشار اسلام اونہون نے دی ہے اسی رائے علامہ مناوی سے ملتی جلتی ہے

ذی علم سائل اور دیگر مسلمانون کو شارح کے اِس قول پر غور کر کے مشکور ہونا چاہئے
کہ اونہون نے اون مسلمانون کا وسعت کے ساتھ ہمین پتہ بتادیا کہ وہ مسلمان کون ہونگے
اور اون پر شرق سے غرب تک مذہب اسلام کے پہیلانے کا فخر جیسا کہ ذی علم سائل
کہتے ہین ہونا روا ہے یا نہین لیکن افسوس ہے کہ شارح ذرا پردہ رکھ گئے اور
اونہون نے اپنے بیان شرح کے مصداق نام لیکر نہ بتائے کہ جس سے ذی علم سائل
کو مغالطہ نہ ہوتا مگر ہمکو یقین ہے کہ جو کوئی انصاف غور کرے گا وہ بنظر احتمال اول
دو وجہ کے خواہ خلفاء ثلاثہ ہین۔ سے کسیکو خواہ خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس مین سے
کسی کو ضرور قرار دے گا لیکن ذی علم سائل کے لئے یہ بھی مشکل ہے کہ اگر ہم احتمال
اول کو برقرار رکھتے ہین تو اوسمین یہ دقت واقع ہوتی ہے کہ وہ برخلاف دعوے ذی علم
سائل کے ہے کیونکہ اونکا ایمان خلفا کی بہ نسبت یہ ہے کہ تمام عالم مین غرب سے
لیکر شرق تک جو کچھ دین اسلام پھیلایا یا کفر و کفار کو سرنگون کیا وہ محض خلفاء ہی نے
کیا اور وہ تیس ہزار یا ساٹھ ہزار مسلمان جو ابتداً جنگ پر بھیجے گئے تھے اونکے مسلمان
ہونے کے زمانہ کو ہم اگر عہد پیغمبر ہی مین قرار دیتے ہین تو وہ مخالف دعوے ذی علم
سائل کے ہوتا ہے اور اگر اونکا مسلمان ہونا عہد خلفاء مین تسلیم کرتے ہین تو ہمکو
کسی تاریخ سے یہ پتہ نہین چلتا کہ وہ کسوقت اونکے عہد مین مسلمان ہوئے اندرینصورت
جب تک کہ دونون احتمالون کو جمع نہ کیا جاوے صحیح رائے قرار نہین پا سکتی اور
دونون احتمال اسطرح جمع ہو سکتے ہین کہ جس حالت مین وجود سنافقون کا یا ایسے
لوگون کا جنکا ذکر حدیث مین ہے خود عہد پیغمبر ہی مین پایا جاتا ہے تو اون لوگون کا وجود
وجود تو بموجب احتمال اول کے عہد پیغمبر ہی مین قبول کر لینا چاہئے اور احتمال دوم سے
یہ فائدہ اوٹھایا جاوے کہ وہ لوگ جنکا صرف وجود عہد پیغمبر مین بموجب احتمال اول
قبول کیا گیا ہے بموجب احتمال دوم کے انہیں لوگون کو مصداق اون حدیث کا

قرار دینا چاہیے۔ ایسی حالت مین بلا شک نتیجہ واحد حاصل ہوگا وہ حدیث متعلق
اخبار غیب کے ہوگی اور معجزہ کا ظہور بھی خود بخود ہو جائیگا اگر بعد وفات پیغمبر
لفظ دو سیکون کا مندرجہ شرح حدیث کو پیش نظر رکھکر اون لوگون کی تلاش کیجائے
جنسے اسلام کی تائید کرانے کا ذکر حدیث پیغمبر مین ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ اس تمام تقریر سے جو نتیجہ مرتب ہوا وہ کسکے بموجب خوش
قسمتی کا کسکی قسمت مین ہونا چاہیے۔ اس موقع پر ذی علم سائل کو یہ بھی غور
کرنا چاہیے کہ ان احادیث مین جو خبر فاجرون اور بے دین اور نااہل لوگون کے
ذریعہ سے تائید دین اسلام کی ہے اوسکو وعدہ حقانی کہینگے یا کیا اگر ایسے وعدہ
حقانی سے کسی فاجر اور بے دین اور نااہل کے لیے فخر و مباہات ہو تو ہم
شیعون سے سفارش کرتے ہین کہ وہ بموجب استدلال ذی علم سائل کے
خلفا کو ایسا ہی مان لین۔

تنقیح چہارم پر مین جہان تک غور کرتا ہون تو میرے نزدیک کسی غیر مستحق یا
کسی مخالف مذہب اسلام یا کسی بے اصول خلیفہ یا کسی کافر و منافق و غاصب کے
مظفر و منصور ہو جانے کو عدل خداوندی سے کچھ تعلق نہین ہوسکتا۔

ذیل کے سوالون کے جوابات جو مین بحضور اپنے محترم دوست ذی علم
سائل کے کرتا ہون میری رائے کے مؤید ہونگے۔

(۱) آپ کیا رائے رکھتے ہین قاتل حضرت یحییٰ کے باب مین جس نے
ایک زن زانیہ کی خاطر اوس نبی معصوم کو نماز پڑھنے کی حالت مین شہید کیا؟
(دیکھو تفسیر درمنثور علامہ سیوطی)۔

(۲) آپ کیا رائے رکھتے ہین قاتلان حضرت ذکریا کے باب مین کہ
جنھون نے اون جناب کے سر پر آرہ چلایا اور اونکے جسم مبارک کو دو ٹکڑے

... کرشت کردیا! (دیکھو تفسیر درمنثور علامہ سیوطی)

(۳) آپ کیا رائے رکھتے ہین اون ظلمہ بنی اسرائیل کے باب مین جنھون نے
صخرہ بیت المقدس پر ستر نبیون کو قتل کیا جنمین سے ذکریا ابن یحیٰے بھی ہین۔!

(۴) آپ کیا رائے رکھتے ہین اُن بے رحم بنی اسرائیل پر جو ہر روز تین سو
نبی قتل کرکے اخر روز سبزی کا بازار لگایا کرتے تھے۔! (دیکھو تفسیر درمنثور سیوطی)

(۵) مالی ڈیرہ فرماسیے۔ آپ کیا رائے رکھتے ہین بابت قصہ بخت نصر کے
جسکا ذکر قرآن مین موجود ہے جس نے بیت المقدس کو فتح کرلیا تھا اور قیدیون مین
ایک پیغمبر بھی مقید ہوسے تھے۔!

(۶) آپ کیا رائے رکھتے ہین یزید کی بابت کہ جس نے حسین پر فتح پائی اور
اگر آپ سید ہین تو قبول کرنا چاہیے کہ آپ کی دو شہزادیون کو جو نبی کی نواسیان
تھین نہ صرف قید ہی کیا بلکہ کربلا مین اونکے سرون سے معہ دیگر اہلبیت
نبوت کی چادر [illegible] برہنہ سر در بدر بازارون شہرون مین پھرایا دربارون
مین بلایا [illegible] طلب کیا اگر آپ کی رائے واقعہ قتل حسین مین
اور صحیفہ فی یزید مین موافق حسین کے نہین ہے تو پھر آپ کیا رائے رکھتے ہین
اوس سنی فرقہ کی نسبت جو یزید اور دیگر قاتلان حسین پر لعن کا قائل ہوگیا ہے

(۷) آپ کیا رائے رکھتے ہین حضرت عبد اللہ ابن عمر کی نسبت جنھون نے
واقعہ قتل حسین کو سنکر یزید کو لکھا کہ اسلام مین مصیبت عظیم واقع ہوگئی اور
اوسنے جواب مین اونھین کو احمق بتایا اور یہ بھی لکھا کہ اس مصیبت عظیم کی تخم ریزی
تمھارے باپ کر گئے ہین۔

(۸) آپ کیا رائے رکھتے ہین مسرف کے باب مین جس نے بحکم یزید مدینہ منورہ
پر سخت حملہ کیا اور ہزارہا مہاجرین اور انصار کو قتل کیا اور گھوڑے مسجد نبوی مین

[illegible]

باندھے اور دوشیزہ عورتون سے بکثرت بے حرمتی کی کہ ہزار سے زیادہ اولاد زنا پیدا ہوئی (جذب القلوب شیخ عبدالحق دہلوی)۔

(۹) آپ کیا راے رکھتے ہین متعلق جنگ روم و روس جسمین روسیون کی رومیون پر فتح ہوئی۔؟

(۱۰) آپ کیا راے رکھتے ہین ہلاکو خان تاتاری کی بابت جسکا رجحان مذہب عیسوی کی طرف تھا کہ بنی عباس مسلمانون پر اوسنے فتح پائی؟۔

(۱۱) آپ کیا راے رکھتے ہین سکھون کے دسوین گرو گوبند کے چیلے گرو بندا بیر جس نے بہادر شاہ اول بادشاہ دہلی کے عہد مین مسلمانون کے مقابلہ مین سفاکی اور بیرحمی پر کمر باندھی تھی اور جس نے مسجدون کو مسمار اور جوانون عورتون بوڑھون اور بچون کو قتل کر ڈالا مردون کی لاشون سے اونکی بوٹیان نچوا کے چیل کوون کو لٹا مین حاملہ عورتون کے پیٹ چاک کراکے بچے نکلواے اور اونکو قتل کیا۔

(۱۲) آپ کیا راے رکھتے ہین راجہ جیت سنگھ والی جودھپور کی بابت جسنے فرخ سیر بادشاہ دہلی کے عہد مین اپنے تمام حدود حکومت کی مسجدین منہدم کرائین اور بجاے اونکے بتخانہ تعمیر کراے؟۔

(۱۳) آپ کیا راے رکھتے ہین نسبت حجاج ابن یوسف عامل عبدالملک ابن مروان کے جسنے مکہ کو فتح کیا منجنیق کے ذریعہ سے سنگی گولیون کا کعبہ پر مینہ برسایا اور عبداللہ ابن زبیر صحابی کو قتل کیا ...ظالم ہے کہ تمکو خیال کرکے خود عبدالملک کہا کرتا تھا کہ تمام امم سابقہ کے ظالم ایکطرف اور حجاج ایکطرف روز قیامت ہوگا۔؟ مائی ڈیر مولوی ولایت حسین آپ کو اپنے اصول مسلمہ کے بموجب اس موقع پر عدل خداوندی کو دونون ہاتھون سے جھک کر سلام کرنا چاہیے!!۔

تنقیح پنجم بمنظوری درخواست بعض سائل ہم شروع مین قابل اطمینان کے بتلا آئے ہین کہ مذہب شیعہ مین تقیہ کسکو کہتے ہین۔؟

اس مقام پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض فرقہ شیعہ کہمین خدا مین بھی تقیہ کی شاخ نکالتے ہیں

اگرچہ خدا کی نسبت در پردہ استہزا کا پہلو رکھا گیا ہے لیکن چونکہ یہ امر سائل مخاطب کے عقیدہ سے متعلق ہے اسواسطے ہم اوسکے جواب کے ذمہ دار نہین ہین لیکن جو ظاہر مقصود کہا اوسکا ہے اوسکی نسبت ہم ذی علم سائل کو اطمینان دلاتے ہین کہ بعض فرقہ شیعہ ہی نہین بلکہ کل فرق اوس تقیہ پر جسکو وہ قبول کرتے ہین اور اونکا خدا اور اونکا رسول بھی اوسپر عمل کرتا تھا اور شیعون کے ائمہ کا اوسکی نسبت یہ قول ہے کہ "التقیہ دینی و دین آبائی" اور یہ قول شیعون کا ایمان ہے۔

مین یہ سلسلہ بیان تقیہ پیغمبر کے چند تقیہ (دراز) دکھلا آیا ہون اور اونپر قدیم علمائے اہلسنت کے عمل کی نظیر بھی پیش کر آیا ہون اس مقام پر صرف ایک تقیہ مین خدا کا تقیہ دکھلاونگا اور ایک پیغمبر کا تقیہ (دراز) معہ اوس راز کے فاش کرنے کے نتیجہ کے۔

"خدا کا تقیہ"

خدا اور [illegible] مین قیامت کے دن کی حالت کو اس طرح ظاہر فرماتا

جس دن پھٹ جاوے آسمان بدلی کی طرح۔ اور اوتارے جاوین فرشتہ لگاتار۔ اوس دن بادشاہی کی سچائی ہے رحمن کے لیے۔ اور وہ دن کافرون کے لیے مشکل کا ہوگا۔ اس آیت کے جزو اول مین خدا نے کافرون کی حالت کا بیان کر کے جزو ثانی آیت مین گنہگارون اور ظالمون کی حالت کی یہ خبر دی ہے کہ۔ دوکر جس دن کاٹ کاٹ کھاوینگا ظالم اور گنہگار اپنے ہاتھ اور کہے گا کاش یا ہوتی مین نے رسول کے ساتھ راہ[1] ہائے افسوس نہ پکڑا ہوتا مین نے فلانے کو دوست ہرگز نہ بنا دیا مجھکو نصیحت سے بعد پہونچنے کے۔ اور شیطان ہے آدمی کا زیان ہو جانے والا۔ اور کہا رسول نے اے رب میرے۔ میری قوم نے ٹھہرایا اس

[1] رسول کی تقلید [illegible] مراد ہے۔

قرآن کو مہجور (متروک) یا اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن گنہگاروں میں سے کیے ہیں اور بس ہے رب
تیرا ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا۔

ہمکو اس مقام پر اس امر کے تنقیح کرنیکی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے
دن کون کمبخت جہنمی لوگ ایسے ظالم اور گنہگار ہونگے کہ جو اپنا ہاتھ اس افسوس سے
کاٹ کاٹ کھاوینگے کہ ہم پیغمبر کے ساتھ راہ پر کیوں نہ چلے اور ہمنے فلانے کو دوست
کیوں رکھا۔ اور مصداق اسکے کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ اور نہ اس موقع پر ہمکو
یہ امر ظاہر کرنا ہے کہ پیغمبر کا قول بذریعہ وحی کے ہوتا ہے اور اوسی کا نام قرآن
ہے اور قرآن کو مہجور کرنا جسکا ذکر پیغمبر کے زبانی خدا اس آیت میں فرماتا ہے
اوسکا مصداق کس ظالم اور گنہگار پر صادق ہوتا ہے۔ اور نہ ہمکو اس امر کے ظاہر
کرنے کی ضرورت ہے کہ ذکر میں پیغمبر کے دشمن نبی کون کون لوگ قرار پاسکتے
ہیں۔ گو شیعہ کسی کو کہیں اور خوارج تو اصحاب کسی کو۔ اور اہلسنت و جماعت اپنے
آپ کو تحقیق حالت میں رکھیں نہ کچھ غور کرنے والے خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس
میں سے کسی کو نہیں اور سب بے تعصب اور تحقیق اور انصاف رکھنے والا میں نہیں جانتا کہ کس کی
بلند خیالی اور روشن دماغی سے اپنی رائے کو کہانتک ترقی دے۔ مگر میں اس مقام
پر صرف ذیعلم سائل سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ خدا نے جو اس آیت میں نفس
فلاں کا ارشاد فرمایا ہے تو خدا نے اوس ظالم یا گنہگار کا نام کیوں نہیں بتلایا
کیا خدا کو کسی سے خوف تھا کیا وہ تقیہ جسکا گمان شیعوں پر ذیعلم سائل خواہ اونکے
متحد الخیال فرماتے ہیں خدا اور اوسکا نبی کرتا تھا نہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہی وہ بات
ہے جسکے شیعہ قائل اور عامل ہیں اور اپنا ایمان جانتے ہیں یعنی جس مصلحت کی
نبی کو ضرورت ہوتی تھی اوسی مصلحت وقت کا خدا بھی لحاظ رکھتا تھا اور اسی حکمت
وقت پر عمل کرنے کیلیے شیعوں کے خدا کا حکم شیعوں کے پیغمبر کو تھا اور اسی بات پر

شیعون کے پیغمبر سے بذریعہ اولاد پیغمبر جو برحق ائمہ طاہرین ہین شیعون کو ہوئی اور اوسی پر وہ عمل کرتے ہین اور اوسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے اور اسی تقیہ کرنے کے وہ اپنے خدا اور رسول کی نسبت بھی قائل ہین اور جسکی تائید صحیح بخاری صفحہ ۱۰۱ - پارہ (۲۸) کی اس عبارت سے ہوتی ہے ای التقیۃ ثابت الی یوم القیامۃ

پیغمبر کا تقیہ (راز) اور اسکے فاش کرنے کا نتیجہ

صحیح بخاری کتاب المغازی مین ایک حدیث ہے - جسکا ترجمہ یہ ہے -

قال الراوی انہ سمع رسول اللہ صلعم اذا رفع من الرکوع من رکعۃ الاخیرۃ من الفجر - یقول اللہم العن فلاناً - وفلاناً وفلاناً - بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد فانزل اللہ "لیس لک من الامر شیٔ" الی قولہ فانہم ظالمون -"

راوی کہتا ہے کہ "سنا مین نے آنحضرت کو جسوقت کہ کھڑے ہوے رکوع سے رکعت آخر نماز فجر مین تو تین مرتبہ کہتے تھے - الٰہی لعنت کر فلان اور فلان اور فلان پر - بعد اسکے کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہ آیت لیس لک من الامر شیٔ نازل ہوئی اس حدیث مین پیغمبر خدا کا تین مرتبہ بالاتصال فلان اور فلان اور فلان پر لعنت کرنا راوی نے بیان کیا ہے - لیکن نام ملعون و اللعین کا ظاہر نہین کیا جسکی وجہ بظاہر یہ پائی جاتی ہے کہ یا تو خود راوی نے وہی تقیہ کیا جسکو مذہب شیعہ مین تقیہ کہتے ہین یا یہ بات ہو کہ پیغمبر خدا نے ہی اس راز کو مخفی رکھنا یا فاش کرنے کی راوی کو ممانعت کردی -

درحقیقت مذہب شیعہ مین نا اہل پر راز کو ظاہر نہین کرتے ہین اور اوسکو فعل مذموم جانتے ہین کہ بوجہ اوسکے نا اہل ہونے کے وہ فائدہ راز کا اوٹھا نہین سکتا یعنی جس غرض کے لیے کہ راز قرار دیا گیا ہے وہ غرض ہی فوت نہین ہوتی بلکہ سخت اور خطرناک صورتون کے پیش آنے کا خدشہ ہوتا ہے اور ضرور پیش آتی ہین - بہر حال یہ حدیث خواہ پیغمبر کا راز تصور کیا جاوے خواہ راوی کا

اسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے۔

اب مجھکو موقع ہے کہ مین ذیعلم سائل سے مزید اطمینان کے واسطے اوس غموم نتیجہ کو بھی دکھلاؤن جو راز کے فاش کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ ایک تعجب کی بات ہے کہ مثال مین اسی راز پیغمبر کے جو حدیث مین ہے فاش کرنے کے نتیجہ کو مین ظاہر کرتا ہون۔

صاحب عینی شارح صحیح بخاری نے باب "لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون" کی شرح مین بیان کیا ہے "ہذا باب فی ذکر قولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیٔ" الآیہ" اور اسی باب مین اس حدیث پیغمبر کو بھی لکھا ہے اور اوسکی شرح مین پانچ سبب نزول آیت مذکور کے بتلاتے ہین۔

ایک سبب تو یہ لکھا ہے کہ جنگ احد مین دندان شریف شکستہ ہوئے اور پیشانی اقدس پر زخم آیا یہانتک کہ چہرہ پر خون جاری ہوا اور فرمایا کسطرح رستگار ہوگی وہ قوم جنھون نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا کیا حالانکہ نبی اونکو خدا کی طرف دعوت کرتے تھے۔

میری راے مین اس سبب مین بعض واقعات صحت پر دلالت کرتے ہین اور بعض نہین۔ مثلاً درحقیقت احد کے روز دندان مبارک مین آپ کے دراز بھی آگئی تھی اور پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی تھی لیکن جو کہ یہ اوس قوم کی طرف جس نے کہ یہ صدمہ پہونچایا ہے الفاظ سے کیا گیا ہے کہ "اونھون نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا کیا" اسکو مین اسوجہ سے قبول نہین کرسکتا کہ جس قوم نے انکو صدمہ پہونچایا اوس قوم نے آنحضرت کو اپنا نبی ہی قبول نہین کیا تھا گو اس بات کو مین قبول کرسکتا ہون کہ لعنت آپ نے بتکرار اوسی قوم پر کی ہو۔ اسواسطے میری راے مین بر ارشاد پیغمبر ایسے لوگون کی طرف منسوب ہونا چاہیے کہ جنھون نے درحقیقت

آنحضرت کو ایذا بھی قبول کرلیا ہو اور بعد قبول کرلینے آنحضرت کو اپنے نبی ہے کے ایسے
لوگون کا کوئی عمل باعث اس صدمہ کا ہوا جسکو شارح نے بیان کیا ہے کیونکہ کفار
و مشرکین پر لعنت کرنے کی خدا ممانعت نہین کرتا۔ اور اس صورت مین یہ سبب درست
ہو سکتا ہے دوسرا سبب جو مسلم سے موافق حدیث انس ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ
حضرت نے ایک قوم پر منافقین مین سے لعنت کی ہے یہ سبب بھی نہایت سست ہے اگر
ایک قوم پر گو وہ منافق سہی اگر حضرت لعنت کرتے تو ایک ہی لعن کافی تھی نہ کہ تین
واجب اللعنون کا نام ذہن نشین فرما کے بنام نہاد فلان اور فلان اور فلان پر لعنت
فرماتے۔ اور علاوہ اسکے وہی وقت یہان بھی ہے کہ کافر یا منافقون پر لعن کرنے کو
خدا منع نہین کرتا۔ جیسا خود پارہ ۲ رکوع ۳ و پارہ ۳ رکوع ۱۷ و پارہ ۱۰ رکوع ۹ و پارہ ۲۲ رکوع ۵

تیسرا سبب جو لکھا گیا ہے مین اوسکی نسبت کچھ اپنی رائے از روئے اخلاق
لکھنا پسند نہین کرتا لیکن بمصداق اسکے کہ جو کچھ ظرف مین ہوتا ہے وہ چھلکتا ہے بعینہ
شارح ممدوح کی عبارت لکھے دیتا ہون وقیل انہ علیہ السلام سب الذین انہزموا یوم
احد وکان فیہم عثمان بن عفان فنزلت ہذہ الآیۃ فکف عنہم چوتھے سبب مین دو قبیلون کی
چالیس صبح تک آنحضرت کا بد دعا فرمانا ظاہر کیا گیا ہے اور پانچوین سبب مین
یہ بیان ہے کہ آنحضرت نے جب حمزہ کو مثلہ کیا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ مین بھی اسی طرح اونکو
مثلہ کرونگا۔ یہ اسباب بھی ایسے ہین کہ جو باعث نزول آیت کے قرار نہین پا سکتے
اسواسطے کہ جو قاتل یا قاتلان حضرت حمزہ کہ جنکو پیغمبر خدا لعن فرماتے ایسے قرار نہین
پا سکتے ہین کہ اونپر دعائے بد کی ممانعت کیجاوے۔ بہر حال پیغمبر یا راوی یا کاتب
حدیث کسی کا راز عبارت حدیث مذکور مین قبول کیا جاوے اوسکے فاسق کرنے کو
بیجا اگرچہ خود سبب سوم پر اشارہ مکر رہا ہے جو دلیل نفاق ہے ۲ اور جس نے
مجھ ایسے شخص کو بھی کہ جو اون حضرت سے جنکو وہ راویون مین قبول کیا گیا ہے دلچسپی نہین

ملہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین بھی یہی سبب نزول لکھا ہے مولف عفی عنہ ۔ ۲ دیکھو مطبوعہ دہلی

اونکے ترجمہ سے اندر وسے حلان رہیگا اور درحقیقت ذہن علم بالکل ہی عاجز ہے
راز سے فاش کرنے کے مذموم نتیجہ کو سمجھ سکتے ہین اور جنکو کچھ ضرورت نہین تھی کہ آگے
بڑھتے لیکن اہلسنت اور اونکے علما چونکہ قائل اور عامل مسئلہ تقیہ کے نہین ہین اسوجہ
سے وہ راز کے فاش کرنے کو بھی مذموم نہین جانتے لہذا ہمکو بھی اپنی تقریر کو اسی
مقام پر ختم نہین کرنا چاہیے بلکہ پانچون سببون کو ذہن مین تازہ کرنے کے بعد اس
امر پر غور کرنا چاہیے کہ جو پانچ سبب بیان کیے گئے ہین اور جو درحقیقت ایک دوسرے
سے بحیثیت اپنے واقعات کے مختلف ہین اسوجہ سے میری رائے یہ ہے کہ جو سبب
آپسمین بوجہ اپنے واقعات اور مضامین کے کسی قدر بھی ایک دوسرے سے اتحاد
رکھنے والا ہو انھین کو صحیح قبول کرنا چاہیے اور جو بالکل مخالف ہون اونکو قبول
نہین کرنا چاہیے ۔

اس بنا پر جب ہم غور کرتے ہین تو منجملہ پانچ سببون کے تین سببون کے واقعات
مین اتحاد پاتے ہین یعنی سبب اول و سوم و پنجم کہ اون کے واقعات کا تعلق
محض غزوہ احد سے ہے لہذا یہ کثرت اتحاد واقعہ ہی میری رائے مین سبب نزول
آیت مذکور قبول کرکے اسی سبب نزول آیت کو ان ہر سہ سبب سے جانچ کرنا چاہیے
اور غور کرنا چاہیے کہ جو امر ہے سبب اول مین معارض ظاہر کیا ہے وہی امر سبب پنجم
مین بھی معارض ہے یعنی حضرت حمزہ کے قاتلون کے حق مین اگر وہ دعاے بد قبول
کیجاوے تو اوس سے تین پر لعنت کرنے کی کوئی خاص وجہ نہین پائی جاتی یعنی
یہ امر واضح نہین ہوتا کہ آیا اونکے تین شخص قاتل تھے یا تین قبیلہ قاتل تھے اور اگر
یہی قبول کرلیا جاوے تو پھر ایسے کفار پر دعاے بد کی ممانعت کی کوئی وجہ قرین
نہین ہوسکتی اسواسطے کچھ شبہ نہین ہے کہ یہ دعاے بد انہ مسلمانون کے حق مین
ہی قبول کرنا چاہیے کہ جنکا کوئی فعل باعث ان صدمات کا ہوا جیسا کہ مین سلسلہ

بسبب دل اذیہ لکھ چکا ہون - ایسی حالت مین ہر شخص کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ فعل بجز اوس
عمل مزموم کے اور کچھ قرار نہین پا سکتا کہ جو سبب سوم مین شارح حدیث نے تحقیق کیا ہے
یعنی ہزیمت کوہی باعث شہادت دندان مبارک آنحضرت بھی ہوا اور باعث شہادت
حضرت حمزہ بھی یہی جہانتک غور کرتا ہون اس سے کسی کو انکار نہو سکیگا کہ درحقیقت
یہی سبب باعث دعاے بد کا ہوا لیکن اسوقت تک یہ امر تشنہ رہتا ہے حدیث
مین بتکرار تین بیر جیو جانے بد کا ذکر ہے اوس سے مراد کس سے ہے اور وہ کون
ہین میری راے مین شیعہ اور سنیون کے درمیان جن بزرگوارون کی نسبت
اس غزوہ مین فراری اور غیر فراری ہونے کی ہمیشہ سے بحث چلی آتی ہے اونکے
اکابر کی تعداد اور جن کسی کی نسبت فراری پر سب کا اتفاق ہے اونکی تعداد کو معین
کیا جاے اور حاصل جمع کی نسبت قبول کیا جاے کہ درحقیقت پیغمبر خدا کا مطلب
دعاے بد اور اظہار نفرت کا اونھین سے ہے - اور جابہ بخاری کی اس بلیغ راے پر
کہ اونھون نے اسی حدیث کو کتاب متعلق صلاۃ سے باب مغازی مین شامل
فرمایا ہے غور کیا جائیگا تو کسی طرح بھی ہماری راے غیر صحیح قرار نہین پا دیگی اور
اگر کوئی ایسی کوشش کریگا کہ ہماری راے غیر صحیح قرار پاوے تو ہمکو نہایت شکرگذاری
موقع ہوگا اگر وہ اس حدیث کے مخرج کی نسبت اس امر کا کہ انھون نے کیون اس
حدیث کو کتاب المغازی مین شامل فرمایا اور شارح بخاری عینی و عمدۃ القاری کی نسبت اس امر کا
کہ اونھون نے سبب سوم کو کیون اس حدیث کے متعلق سمجھا تصفیہ فرما دینگے
کیونکہ درحقیقت وہی باعث پیغمبر یا راوی کے افشاے راز کے ہوے اور
انھین نے راز فاش کر کے ہمکو اس محققانہ راے کا موقع دیا جسکی بابت ہم اونکی
روحون کا شکریہ ادا کرتے ہین -

بعد ذیل مسائل خلفا کی نسبت یہ نفسیات ظاہر فرماتے ہین کہ یہ سبب وعدہ

دین اسلام یعنے دین خلفا، کا بول بالا ہوا تو خاندان نبوت کی تعظیم واکرام اور توقیر واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور باوجود حصول سلطنت دنیاوی فقر وفاقہ و زہد و توکل میں ہی عمر گذاری کبھی لذت اور خواہشات نفسانیہ کی طرف ذرہ بھی التفات نہ کیا۔

پیغمبر اسلام کے وفات پاتے ہی جو افسوسناک واقعات اہلبیت پیغمبر پو گذرے ہیں جنکا تعلق غصب خلافت و فدک و منع خمس اور ظلم جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے ہے وہ باوجودے کہ کتب صحاح ستہ میں قابل اطمینان کے تائید کرنے والے شیعون کے موجود ہیں۔ لیکن اہلسنت اس لحاظ سے کہ اونکی وجہ سے شدت طعن کی خلفاء پر ہوتی ہے اون واقعات کا شیعون کے مقابلہ مین زبان سے اقرار نہین کرتے لیکن ہم معز سائل کے نہایت شکر گذار ہین کہ جنھون نے اون تمام واقعات کو اوسی نوعیت سے جیسے کہ وہ اونکی کتب معتبرہ مین مندرج ہین اور شیعہ طعن کرتے ہین۔ آج چودہ سو برس کے بعد اونکا اقرار کرلیا اور وہ اقرار اونکا یہ فقرہ ہے۔ کہ خلفا کے دین کا جب بول بالا ہوا تو خاندان نبوت کی تعظیم واکرام اور توقیر واحترام کو ملحوظ رکھا جسکے عکسی نتیجہ سے یہ تسلیم ہوتا ہے کہ جب تک دین خلفاء کا بول بالا نہین ہوا اوس وقت تک کچھ احترام اہلبیت نبوت کا نہین کیا گیا۔ اور دین خلفا کا بول بالا فتوحات خلفا پر منحصر قبول کیا گیا ہے گو ہمکو کسی وقت مین بھی اہلبیت رسالت کے ساتھ ان خلفاء اور نیز اونکے مابعد جانشینوں کا کوئی بھی ایسا عمل نہین ملتا جو مصداق اس حکم خدا کا ہو جسمین حضرت نے اجر رسالت کا حصر صرف قرابتداروں پیغمبر سے محبت رکھنے پر کردیا ہے اور اندرین صورت مین تفصیل کے ساتھ اون واقعات کو اس موقع پر لکھنا غیر ضروری سمجھتا ہون

سلہ دیکھو شرح مقاصد و تفسیر در منثور سیوطی و صحیح امام نسائی روایت مجاہد و قیس ابن مسلم و ہدایۃ السعداء مولفہ دولت آبادی و تفسیر کشاف علامہ زمخشری و تفسیر شاہی محبوب عالم و تفسیر ثعلبی و عنایہ شرح ہدایہ مولفہ اکمل الدین ابن محمد بن محمد بن احمد حنفی بہ سلسلہ تفسیر آیت ذی القربی والیتمی و ابن السبیل الخ

اور نہ اسباب پر زور دینا چاہتا ہوں کہ جبکہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہو چکی تھی اور خدا اپنے وعدہ دین اسلام کو حیات پیغمبر مین ہی تمام و کامل کر چکا تھا تو پھر وہ کون دین و اسلام مخالف دین و اسلام پیغمبر کے تھا جسکا عہد خلفا مین جول بالا ہوا۔ درحقیقت وہ بجز دین اسلام خلفاء کے اور کوئی دین و اسلام قرار نہین پا سکتا ہے جسکو ہم قابل اطمینان سے ابتداء دکھا آئے ہین کہ خلفاء کا وہ دین و اسلام نہین تھا جو شیعون کے پیغمبر یا اونکے علی کا یا جو شیعون کا ہے۔ مجھے اس مقام پر جو کچھ دریافت کرنا ہے وہ یہ امر ہے کہ ہمارے ذی علم سائل کیا رائے رکھتے ہین اون روایات کے متعلق کہ جنمین اونکے ہر دو شیوخ محترم کا جناب سیدہ کی خدمت مین بامید عفو قصور حاضر ہونا اور جناب سیدہ کا قصور معاف نہ کرنا اور اس حدیث پیغمبر کو کہ جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اوس نے مجھے غضبناک کیا اونکو یاد دلا کر بقسم یہ ارشاد کرنا کہ تم دونون نے مجھے غضبناک کیا ہے جب مین خدا سے ملاقات کرونگی تو مین تمھاری شکایت کرونگی اور تا زیست ناخوش رہکر ان دونون سے کلام نہ کرنا حتے کہ اپنے جنازہ پر آنے کی ممانعت کر دینا بلکہ بی بی عائشہ کو بھی جنازہ پر آنے سے اسماء کا روک دینا مذکور ہوا ہے (دیکھو شرح مشکوۃ عبدالحق روایت اسماء بنت عمیس و کتاب امامت و سیاست علامہ ابن قتیبہ دینوری)۔

مین اس مقام پر اس امر کے ظاہر کرنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ یہ دونون بزرگوار وہ کونسا قصور تھا کہ جسکی معافی طلب کرنے کو گئے تھے۔ ہو سکتا تھا اگر ہم اوسے خلق منوخی و ہوے فدک سے قرار دیتے جو ابتداً ہبہ بنا سے وعدہ وغیرہ تلف کیا گیا تھا اور اوسکی منسوخی پر پریشان ترکہ پدری کے ہیکن جب حضرت ابوبکر کا اوسی حدیث پر اطمینان تھا کہ جو باعث منسوخی دعوے کا ہوئی تو اوس بنا پر اونکا جانا قبول نہین ہو سکتا۔ گو یہ امر غور طلب ہے کہ اپنے ذاتی علم پر جسکی تائید ایک شہادت سے

بھی نہ ہوئی ہو آیا حضرت ابو بکر ایسا فیصلہ کر سکتے تھے یا نہیں - یا بربنائے دستاویز ہبہ نامہ
جو شہادت طلب پیش ہو کر نامنظور جس بنا پر کر دی گئی آیا وہ بنا درست ہو سکتی ہے !
نہیں یا اون شہادتوں کا صورت مقدمہ مین قبول نہ کرنا صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں - یا مدعی دعوے
کے فیصلہ کو کچھ تعلق دار القضا سے ہو سکتا ہے یا نہیں یا جکے دعوے کی بجبر کو صیغہ ادعا علم
سمجھتے ہیں اور حق مسلہ تو نکا جاتے ہیں اور جناب مسلمانون کے دعویدار ہیں تو خود
انکو دعوے کے ثبوت میں اور انکو شہادت پیش کرنی چاہیئے تھی برخلاف اوسکے جو جناب سیدہ کی قبضہ میں
جائداد کو نکالا اور انسے شہادت طلب کی آیا وہ اسکا استحقاق رکھتی تھی یا نہیں تاہم جبکہ دو نون جھوٹون دعوے کی
دو قسمین انکے زعم میں قصور وار ٹہرین اسلیئے ہمارا خیال ہے کہ وہ اسکے واسطے طلب معافی کیلیئے
نہ گئے ہونگے - دوم بفرض محال اگر یہی قصور تھا تو صرف وہ تنہا جاتے حضرت عمر کا نباہ
اسمین کیا قصور تھا وہ کیون جاتے - اور اگر ہم اون شدتون کو قصور تصور کرین جنکا تعلق علی مرتضی
کے ساتھ طلب بیعت مین ہے تو حضرت فاطمہ سے اوسمین معافی درکار نہین ہو سکتی - گو علی
اور فاطمہ جدا جدا نہ تھے علی کے حق مین قصور عین قصور حق مین فاطمہ کے تھا گو علی کی وجاہت
فاطمہ کی وجہ سے صحیح مسلم اور بخاری مین قبول کی گئی ہے بہرحال کوئی ایسا قصور ہونا چاہیئے
کہ جسمین یہہ دونون بزرگوار شامل ہون اور جسکا تعلق جناب سیدہ کی معافی پر منحصر ہو -

ہم جہان تک واقعات پر نظر ڈالتے ہین تو ہمارے نزدیک وہ قصور بجز دروازہ جناب سیدہ
کے جلانے اور لات مارکر گرانے اور اوس سے پہلوے جناب سیدہ پر صدمہ پہونچنے کے
جو سبب شہادت محسن کا بطن مین ہوا اور کوئی قصور ایسا قرار نہین پاتا ہے کہ جسمین یہہ دونو
بزرگوار شامل ہون اور جسکی معافی کے لیئے یہہ حضرات جناب سیدہ کی خدمت مین حاضر ہوتے
یہی وہ قصور ہے کہ جسمین یہہ دونو بزرگوار شامل مثل ہین [۱] چنانچہ خلیفہ اول نے تو اپنی وفات کے

[۱] دیکھو کتاب سقیفہ ابو بکر جوہری و کتاب الامامت والسیاسۃ علامہ ابن قتیبہ و تاریخ واقدی و فرح
ابن خنزابہ و تاریخ طبری و کتاب عقد فرید مولفہ امام ابن عبد ربہ المغربی و ملل و نحل فاضل شہرستانی
اور وافی بالوفیات صفدی و نیز طبقات الانوار حدیث فدیہ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی

وقت اوسکا افسوس بہی کیا ہے اسطرح کہ کاش مین اوس دروازہ کا کہولنے والا نہوتا - مین اپنی اس رائے کی تائید مین کہ یہی وہ قصور تہا کہ جسکی معافی کے لیے یہ لوگ گئے تہے دو روشن اور قوی دلیلین بہی پیش کرتا ہون -

ایک دلیل کا ماخذ تو جناب سیدہ کا خود وہ ارشاد ہے جسمین حضرات شیخین کو جنازہ پر آنے سے مخالفت فرمائی ہے جو قطعی واقع کی صحت پر یقین دلاتا ہے ورنہ ہم نہین سمجہ سکتے کہ جناب سیدہ کو جو کہ کم عمر تہین بمقابلہ بوڑہے شخصون کے اپنی وفات کا اسقدر جلد کس وجہ سے یقین ہوگیا تہا کہ ان بوڑہے اشخاص کو جنازہ کی شرکت سے منع کردیا - کیا بجز اسکے اور کوئی وجہ قرار پاسکتی ہے کہ جو صدمہ جناب سیدہ کو پہونچایا گیا تہا اوسنے اونکو یقین دلایا تہا کہ وہ بہت جلد اس جہان کی چہوڑنیوالے ہین اور کبہی زندہ نہین رہ سکتین - دوسری دلیل یہہ ہے کہ جسوقت علی مرتضی حضرت ابوبکر کے روبرو لائے گئے ہین اور اونسے بیعت کے لیے کہا گیا ہے اور آپ نے اوس سے قطعی انکار کرکے اپنی حجتون سے حضرت ابوبکر کو ساکت کیا ہے اور اونکا سکوت دیکہکر جب حضرت عمر نے اونسے کہا کہ تم علی کی بابت کیا حکم دیتے ہو تو اوسپر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ مین انکو کسی بات پر مجبور نہین کرتا جب تک کہ فاطمہ اونکے پہلو مین ہے [۱] تو مین پوچہتا ہون کہ حضرت ابوبکر ایک بوڑہے شخص نے جو معصوم یا محفوظ عن الخطا نہ تہے جناب سیدہ کے زمانہ حیات تک جو اوسوقت نسبت اونکے بہت کم سن تہین علی مرتضے سے بیعت لینا کیون ملتوی رکہا کہ وہ کونسا علم تہا کہ جسنے اونکو رشتہ حیات فاطمہ کے اپنی حیات مین منقطع ہوجانے پر اطمینان دلادیا اور جسپر وہ قوی امید رکہتے تہے - کچہہ شک نہین ہوسکتا ہے کہ وہ علم اوسی واقعہ کا تہا جو مسجد کے اندر اونکی آنکہون کے سامنے ہو چکا تہا اور جسکو مین اوپر بیان کرآیا ہون اور جبکہ باتفاق صحیحین کی روایت سے قابل یقین کے یہہ ثابت ہوگیا ہے کہ اپنی زندگی

---

[۱] دیکہو کنز العمال شیخ علی متقی [۲] دیکہو تاریخ بلاذری - و صحیحین

تک نہ فاطمہؑ نے اون لوگون سے پہر کلام کیا اور نہ علی مرتضےٰ نے اون سے بیعت کی تو
پہر کسیطرح کا شک و شبہ اوس واقعہ صحیحہ پر باقی نہین رہ سکتا۔

یہہ شبہہ نہین کرنا چاہیئے کہ ان لوگون کو کیسے اسکا علم ہوا کہ سیدہ کو اونکی زندگانی سے
مایوس سمجہنا چاہیے اور اوس سے معافی قصور کی مانگ لینا چاہیے یہہ شبہہ ایسے
رفع ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر تو خود اوس موقع پر موجود تہے اور گہر کو اگ سے جلا دینے کی دہمکی
دینے والے تہے بلکہ یون سمجہو کہ وہ اعلےٰ مجرمون مین سے تہے کہ جو لوگ اس صدمہ کے
پہونچانے والے موجود موقعہ تہے اور حضرت ابو بکر اوسوقت مسجد مین موجود تہے اور
دروازہ جناب سیدہ کا اوسی مسجد کے اندر تہا اور کچہہ فاصلہ نہونے کی وجہہ سے وہ
اپنی انکہون سے اوس واقعہ کا علم مثل حضرت عمر کے حاصل کر چکے تہے اور یقین رکہتے تہے
کہ سیدہ کو یہہ ایک ایسا مہلک صدمہ پہونچایا گیا ہے کہ جس سے وہ قطعی جانبر نہین ہو سکتین -
کچہہ شبہہ نہین ہے جب کہ وہ دعویداران خلافت کو ہر طرح کر گذر چکے اور کچہہ اندیشہ اونکی
طرف سے باقی نہین رہا تب اونکو خیال ہوا کہ پیغمبرؐ کی پیاری اور نہایت پیاری دختر سے
اوس سنگین جرم کی معافی حاصل کر لینا چاہیئے کیونکہ سیدہ کے یاد دلانے پر ہی منحصر
نہ تہا بلکہ وہ خود ہی اوس حدیث کے عالم تہے جسکو جناب سیدہ نے بغرض اتمام حجت
اونکو یاد دلایا تہا علاوہ اسکے وہ اپنی دختر حضرت عائشہ سے (کہ جنکو حضرت ابو بکر اپنے
مومن ہونیکی وجہہ سے ام المومنین بہی کہتے ہونگے اور اگر وہ ام المومنین نہ فرماتے
ہونگے تو اونکے مقلدین کو اونکے مومن ہونے کی وجہہ سے اونکو اپنی دختر کا ام المومنین
کہنا قبول کرنا چاہیے) یہہ بہی سن چکے ہونگے کہ پیغمبر جب سفر سے واپس آتے تہے تو فاطمہؑ
کے پاس جاتے تہے اور فرماتے تہے کہ مین فاطمہؑ سے بوے جنت سونگہتا ہون[1] اسی قسم کے

[1] عن عائشۃ قالت کان النبی اذا قدم من سفر۔ قبل نحر فاطمۃ وقال منہا اشم رائحۃ الجنۃ
(دیکہو مودۃ القربی ہمدانی صفحہ ۳۰۸ - مطبوعہ بمبئی)

فضائل فاطمہؑ نے جنکا نشان بہت کچھ صحاح ستہ مین موجود ہے حضرات شیخین کو فاطمہ سے قصور معاف کرانے پر مجبور کیا تہا۔

لیکن مین پوچہتا ہون کہ کیا راے رکہتے ہین مسلمان کہ جب فاطمہ نے صاف صاف حدیث پیغمبر یاد دلا کر بقسم کہدیا کہ تمنے مجھکو غضبناک کیا ہے مین خدا سے تمہاری شکایت کرونگی اور ہر نماز کے بعد بد دعا کرونگی اور در حقیقت زندگی بہر ناخوش کرنے والون سے کلام نہ کیا اور بعد ہر نماز بد دعا کیا کین تو ایسی حالت مین جبکہ صدیقہ شکایت رو برو ے عادل پیش کرینگی تو عادل کے دربارسے ملزمون کے حق کیا فیصلہ ہونا چاہیے۔؟

اسی مقام پر یہ امر بہی نہایت غور طلب ہے کہ جناب سیدہ صلوات الله علیہا جو سردار نسوان جنت ہین اور جنکی معصومیت پر قرآن شاہد ہے جو رحمۃ العالمین کی ایسی محترم تہی ہین کہ انکے باپ اونکی تعظیم کرتے تہے جو اپنے باپ کی اس ارشاد کی عالم تہین کہ دو مومنون کو تین روز سے زیادہ ملال نہین رکہنا چاہیے تو پہر اونہون نے کیون برخلاف اپنے ایسے فضائل و مناقب اور ارشاد پیغمبرؐ کے عمل کیا۔؟ کیا بجز اسکے اور وجہہ قرار پا سکتی ہے کہ وہ ناخوش کرنیوالون کو مومن مسلمان نہین سمجہتی تہین۔ ورنہ ایسی معصومہ سے جسوقت کہ معافی مانگی جاتی تو وہ ضرور معاف کردیتی۔ یا کم سے کم یہ امر تو ضرور ہی قبول کرنے کے قابل ہے کہ ناخوش کرنیوالے بموجب حدیث پیغمبرؐ بعد ارتکاب جرائم مومن مسلمان باقی نہین رہے تہے اور اسوجہ سے جناب سیدہ پر تعمیل اوس ارشاد پیغمبرؐ کی جو دو مومنین صفاتی سے تعلق رکہتی ہے واجب نہ تہی۔ ہان اگر ایسے معافی مانگنے کا نام خاندان نبوت کی توقیر اور احترام اور تعظیم ہے تو سائل جو آپ کو بنی فاطمہ ظاہر کرکے اوسکو قبول کرتے ہین ہر ایک مسلمان کو اندازہ کرنا چاہیے کہ ذی علم سائل مین حضرت فاطمہ اور علیؑ کے خون کا کیا اثر ہے اور حضرات شیخین کی نسبت دعوے تعظیم اور احترام کرنے کا کہانتک درجہ راستی و صدق پر کہنا ہے خاندان رسالت کی عزت و توقیر کا اندازہ جناب سیدہ کے اوس ارشاد سے ہو سکتا ہے

کہ وہ مرقد پیغمبر کیطرف مخاطب ہو کر بہ نہایت قلبی گبہراہٹ سے فرمایا کرتی ہین۔

صبت علیّ مصائبٌ لو انہا		صبت علی الایام صرن لیالیا[۱]

جسکا حاصل مطلب یہہ ہے کہ اے بابا بعد آپ کے مجہپر ایسی مصیبتین پڑی ہین کہ اگر وہ دنون پر پڑتین تو وہ دن راتین ہو جاتین ۔

خاندان نبوت کے اکرام و احترام کا اندازہ علی مرتضے کے اُس قول سے ہو سکتا ہی جو انہون نے اوس روز جبکہ وہ بیعت کے لیے گہر سے لائے گئے تھے مرقد پیغمبر سے لپٹ کر حضرت ہارون کا وہ قول کہ جسکو خدا نے قرآن مین ذکر کیا ہے فرمایا تہا کہ۔ اے ماںجائے میری قوم نے مجھکو ضعیف کر دیا اور قریب تہا کہ مجھکو قتل کر ڈالین۔[۲] اور ایک قول علی مرتضے کا اہلبیت نبوت کی عزت و توقیر کے اندازہ کے واسطے کافی ہو سکتا ہے جو آپ فرمایا کرتے تہے کہ مجھکو زمانہ نے ایسا گہٹایا ایسا گہٹایا کہ لوگ علی و معاویہ کہنے لگے[۳]

ہمارے ذی علم سائل کا جسطرح سے یہہ دعوے محض خلاف واقع تہا

ویسے ہی دوسرا دعوے بہی غلط ہے۔ جسمین خلفاے کے سلطنت دنیاوی حاصل ہو جانے کے بعد فقر و فاقہ و زہد و توکل کو زبانی ظاہر کیا گیا ہے اور اونکو ترک لذات و خواہشہاے نفسانی کا عامل بتلایا گیا ہے ہمکو اوسکے متعلق اس جگہہ کسی اور روایت کا لکہنا منظور نہین ہے نہ ضرورت سمجہتے ہین کیونکہ ہر واقعہ سے قابل اطمینان کے یہہ ثابت ہو گیا ہے کہ اونکا بظاہر اسلام لانا ہی محض طمع دنیاوی پر منحصر تہا اور جسکی تائید کیواسطے امام فخر الدین رازی و امام غزالی اور انجیل سر سید کی اقرار کافی ہین جنکو ہم اوپر لکہہ چکے ہین۔ اور خود حضرت ابوبکر مقر ہو چکے ہین کہ مجہپر شیطان مسلط رہتا ہے اور اسیوجہہ سے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نے اونکے اور ابلیس کے ایمان کو میزان عدل مین ہم پلہ وزن کیا ہے جیسا کہ

---

[۱] فواتح میبذی [۲] دیکہو کتاب الامامۃ والسیاسۃ - [۳] شرح نہج البلاغۃ

مختصر تاریخ بغداد[1] سے ہم نقل کر چکے ہین اور ایسے ہی حضرت عمر کے قول کو بھی امام صاحب
ممدوح نے اوسے کسیکا قول تبلایا ہے جسکا حضرت عمرؓ نے بیجہ فرو ڈر دیا تہا[2] اور حضرت
عثمان کی بابت علی مرتضے نے خود ایسے جانور سے مثال دی ہے کہ جسکو سوای اپنے
پیٹ بہرنے کے اور کچھہ کام نہین ہوتا ہے اور جنکے پیروؓ کی نسبت قول پیغمبر[3] قبول کیا گیا ہے
کہ وہ دجال کی متابعت کرینگے اونکے عیش اور تکلفات سے جو معاشرت سے علاقہ رکھتے
ہین کتب اہل سنت مالا مال ہین — اور اگر فرض کیا جاوے کہ کسی نے دولت دینار
نقد جمع نہین کی تہی یا لاکھون درم قرض کے نام سے لیکر الزام تصرف بیت المال اپنے
اوپر عاید نہین ہونے دیا تہا تو مجرد حکومت کا مزہ کیا کم تہا اور خوشی حاصل کرنے کے
لیے گہوڑون کے سمون اور ٹاپون کی آواز اور سوارون کے پیرونکے قطارین اور
اونکے ہتہیارون کے جھنکارین اور علمون کے پہریرونکا ہوا مین لہرانا کیا کم تہا جو آنکھونکی
ٹھنڈک اور دل کی خنکی اور اپنے مخالف دعویدارون کی کمزوری اور اونکی بے
دست و پائی اور حسن مسرت اور انبساط کو دوبالا کرنے والی تہی ورنہ صرف پیٹ کا کسی
چیز سے بہر لینا اور اوسکی آگ کو کسی قسم سے بجہانا خصوص جن چیزون کی عادت بچپنے
سے ہو کچھہ قابل اظہار فخر کے نہین ہو سکتا ایسی حالت مین ہم افسوس کرتے ہین
ذی علم سائل کے اس دعوے سے کہ وہ پابند فقر و فاقہ اور زہد و توکل کے رہے
یا وہ خواہشہاے نفسانی و لذات دنیاوی سے بے لوث تہے اتفاق نہین کر سکتے
لیکن ہم ضرور اپنے محترم دوست سائل کی جرأت کی داد دیتے ہین کہ وہ اپنے
اکابر کے اقوال کو جہٹلانے مین بڑے دلیر ہین اور اگر وہ اقوال اونکے اکابر کے
نہین ہین تو پہر ہمکو اون علماء کی جرأت کی داد دینا چاہیے کہ جنہون نے اون اکابر
مین ان صفتون کو قبول کیا ہے اور جو ایسے علماء ہین کہ آج تک لوگ اون کی

[1] کتب خانہ حکیم مرزا نظر حسن خان لکہنوی [2] بوستان سعدی [3] کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری

زنجیر تقلید میں جکڑے ہوئے ہیں۔

ذہی علم سایل یہہ بھی خلفار کی نسبت دعوے کرتے ہین کہ "حدود خداوندی جاری کرنے میں کسی بڑے چھوٹے اور خویش و بیگانے میں کبھی تفریق نہ فرماتی"۔

ذہی علم سایل کا یہہ دعوے درحقیقت ایک عیب لطیف کا کہلوانے والا ہے۔ میں یقین کرتا ہون کہ معزز سایل ہرگز خلفار کی کلائف پر نظر رکہنے والے نہیں ہین۔ اگر وہ واقعات پر نظر رکہنیوالے ہوتے تو اسطرح آنکہہ بند کرکے ہرگز دعوے پیش نہ کرتے جس حالت میں واقعات پکار پکار کر قابل اطمینان کے یہ شہادت دے رہے ہین کہ ان بزرگوارون میں وہ مادہ ہی نہ تہا جو حدود خداوندی کے جاری کرنے میں اونکے دماغی قوتون کے کارنامون کو صفحۂ روزگار پر بطور یادگار چہوڑ دیتا جس سے میری مراد اونکی بے علمی سے ہے۔ تو یہہ امر کیسے قبول کیا جاسکتا ہے کہ وہ حدود خداوندی جاری کرنے میں ٹہوکرین نہین کہاتے تہے۔

جہان بہ سلسلہ علم ان بزرگوارون کے مین نے بطور اختصار اونکا حال سایل ہونا لکہا ہے وہی واقعات جنکا بہت کچھہ تعلق حدود سے بھی ہے کیا میرے اس بیان کے موید نہیں ہین کہ ان بزرگوارون کے قلوب مین کچھہ بھی اثر علم نہ تہا اور وہ حدود خداوندی جاری کرنے مین حد درجہ کی غلطیان کرتے تہے۔ اگرچہ کچھہ ضرورت نہیں ہی کہ ہم اس بحث میں اپنے بیان کی تائید کے واسطے اور نظایر پیش کرتے لیکن ہمکو کچھہ دقت بھی نہیں ہے کیونکہ خود یہہ بزرگوار آیندہ نسلون کے لیے بطور یادگار بہت کچھہ سرمایہ چہوڑ گئے ہین۔ جو ہمیشہ کام میں لایا گیا ہے اور لایا جائیگا اور جو نہ کم ہوا ہے اور نہ ہوگا اسواسطے مین خاص طور پر ذہی علم سایل کے دعوے کے واسطے اور نظایر پیش کرتا ہون یہہ امر بہولنا نہیں چاہیے کہ حضرت ابوبکر کی بابتہ مورخین[1] نے قبول کرلیا ہے کہ اون کی چند روزہ حکومت برائے نام تہی بلکہ اوسکی کل حضرت

[1] سیرۃ الفاروق۔

عمر کے ہی ہاتھہ مین تہی جسطرح وہ چاہتے تھے اوسکو کہماتے تھے اور اسکی تائید حضرت
ابوبکر کا وہ قول کر سکتا ہے جسکو ہم تاریخ واقدی سے اوس مقام پر کہ جہان ابوسفیان
وغیرہ کا فتح شام کی خبر سنکر مدینہ مین آنا اور واسطے شریک جنگ ہونے کے حضرت ابوبکر
سے اجازت لینا اور حضرت عمر کا بوجوہ انکو اجازت نہ دینے کی راے دینا اور حضرت
ابوبکر کا حضرت عمر کی راے سے بدین الفاظ اتفاق کرنا کہ "مین تو کسی قول اور کام مین تمہارے
خلاف راے کام نہ کرون گا" لکہہ آئے ہین اسواسطے حضرت ابوبکر کے عہد خلافت کو بھی
حضرت عمر کا ہی عہد خلافت تسلیم کرنا چاہیے تاہم حضرت ابوبکر نے اپنے عہد خلافت مین بلا
خوف نہایت وسعت کے ساتہہ حدود خداوندی کے جاری کرنے مین اپنی دماغی
قوت کو جہان جہان صرف فرمایا ہے گو وہ واقعات تو بہت ہین لیکن مین بطور مختصر
ذی علم سائل کے ہر عہد و ح کے عہد مین اس دعوے کا انطباق اونپر دکہلاتا ہون۔

حضرت ابوبکر کا اپنے عہد خلافت مین حدود خداوندی کا جاری فرمانا

مالک بن نویرہ کو کہ جو قوم بنی حنیفہ کا سردار تہا جب یہہ خبر ہوی کہ بعد وفات
پیغمبر حضرت ابوبکر کو لوگون نے خلیفہ مقرر کیا ہے وہ مدینہ مین آیا۔ جمعہ کا دن تہا
حضرت ابوبکر منبر پر چڑہکر خطبہ فرما رہے تھے مالک نے آکر کہا کہ تم اپنے نفس پر اپنی مقدار
طاقت سے زیادہ بوجہہ نہ ڈالو اور اپنے گہر مین جاکر بیٹہو اور اپنے گناہون کی
آمرزش خدا سے چاہو اور حق صاحب حق کو سونپو۔ تمکو شرم نہین آتی کہ تم
ایسی جگہہ پر ٹہرے ہو کہ خدا اور رسول نے اوسکو دوسرے کے لیے مقرر کیا ہے
تم بہول گئے سلام کرنا اپنا و سدلن علی ابن ابی طالب پر اسطور سے کہ السلام علیک
یا امیر المومنین" اور مہاجر و انصار کی طرف خطاب کرکے کہا کہ اگر حق کو اس کے مرکز
اصلی پر قرار نہ دوگے تو امر تیرہ دشوار ہو جائیگا۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر نے اوسکے سلنے

سخت کلامی کی اور اوسکو لات گھونسہ لگوا کر نکلوا دیا۔

اور جب وہ اس واقعہ کے بعد اپنے گھر آئے خالد ابن ولید کو بلایا وہ ایام جاہلیت سے مالک کے ساتھ کینہ و عداوت رکھتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اوس سے کہا کہ مالک زکوۃ دینے سے انکار کرتا ہے اوسکو قتل اور اوسکی قوم کو اسیر کر۔ خالد ہزار سوار لیکر وہان پہونچا اور ظاہر کیا کہ مین اور جگہہ جاتا ہون آج کی رات مہمان ہون۔ مالک اور اوسکی قوم نے دعوت کی جب نصف شب گذری خالد اوٹھا اور اپنی تلوار لیکر مالک کے سرہانے آیا اور اوسکو اوسکے بستر خواب پر ہی قتل کر ڈالا اور اپنے لشکریون کو آواز دی اونہون نے آکر اوسکی قوم کے مردون کو قتل اور زنان و فرزندان کو اسیر کیا اور مالک کی زوجہ کی ساتھ اوسی شب کو زنا کیا اور مع مال اسیرونکو حضرت ابو بکرؓ کے دربار مین حاضر کر دیا۔

ابن اعثم نے کتاب فتوح مین لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے مالک سے زکوۃ طلب کی تو اوسنے یہ کہلا بھیجا کہ پیغمبر نے ہمکو یہ حکم نہین دیا ہے کہ ہم تمکو زکوۃ دین اور نہ تمکو حکم دیا ہے کہ ہمسے زکوۃ لو پھر تم کیون ہمسے زکوۃ طلب کرتے ہو کہ جسکے طلب کے لیے خدا اور رسولؐ نے تمکو مقرر نہین کیا ہے اسپر حضرت ابو بکر نے تمام اہل ردہ رکھکر اس بہانہ سے خالد کو بھیجا اور اوسنے اون کے مردون کو قتل کیا اور عورتون کو اسیر کیا۔

ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے کہ "پیغمبر خدا نے مالک بن نویرہ کو عامل صدقات اوسکی قوم کا مقرر کیا تھا جب اوسکو خبر وفات آنحضرت اور خلافت خلیفۂ اول کی پہونچی تو اون صدقات کو اوسنے اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کر دیا اور خالد نے اوسکو قتل کیا اور اوسکی قوم کو اسیر کیا۔"

علامہ یافعی نے تاریخ واقدی سے ابن زبیر شاعر کے اشعار بھی جسمین اوسنے اس واقعہ کو نظم کیا ہے لکھے ہین اور اون اشعار کو علامہ ابن حجر نے اصابہ مین بھی بہ سلسلہ واقعات قتل مالک بن نویرہ کے لکھا ہے مین بھی اسمقام پر اون اشعار کے ترجمہ پر

اکتفا کرتا ہون۔

"تو نے قبیلہ بنی تمیم کے اوس بہادر شہسوار کو جو تمام قبیلہ کا امید گاہ اور استخوان شانہ[1] تھا قتل کر کے تمام قبیلہ بنی تمیم کا رطب و یابس لوٹ لیا۔

آیا کوئی ہے جو خبر دے اوس قبیلہ کو جو گھوڑون کی ٹاپونسے روند ڈالا گیا کہ بعد قتل مالک تیری راتین پہاڑ ہو گئین۔ خالد نے اوسکی زوجہ کے ساتھ امر بد کا ارادہ کیا اور جسکی پیشتر سے اوسکو خواہش تھی۔ بس جاری کیا خالد نے اپنی خواہش نفسانی کو اوسپر اور نہ پھیر سکا اپنی خواہش اوس عورت سے اور نہ تھام سکا اوسکو۔ اور صبح ہوئی خالد کو اوس حالت مین کہ وہ تو صاحب زوجہ وعیال تھا۔ اور صبح ہوئی مالک کو اوس حالت مین کہ وہ بھی ایک شخص تھا منجملہ اون لوگون کے جو اس مصیبت مین ہلاک ہوئے۔

اب کون شخص رہ گیا جو یتیمون اور بیونکی حمایت اور سرپرستی کریگا اور کون شخص اب باقی ہے جو مفلس اور محتاج اور مساکین کی مدد کرے گا"۔

علامہ ابو الفدا اپنی تاریخ مین بدینخلاصہ لکھتے ہین کہ "مالک جو سردار قبیلہ دولتمند سوار۔ مغرشا ور شاعر تھا اور جسنے کہ بحضور پیغمبرؐ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا حضرت ابو بکر کو زکوۃ دینے سے منع کرتا تھا۔ اونھون نے خالد کو واسطے تحصیل زکوۃ کے اوسکے قبیلہ کیطرف بھیجا اور اوس سے اور مالک سے تند و تیز گفتگو ہوئی اور خالد نے کہا کہ تو نے خلیفہ سے انحراف کیا ہے مین تیری گردن مارونگا خالد نے کہا کہ ایسا ہی حکم تیرے صاحب کا ہے جو کچھ اسکا جواب خالد نے دیا وہ جواب خالد اور خالد کا مالک پر تعدی کرنا عبد اللہ ابن عمر اور ابو قتادہ انصاری کہ اوسوقت حاضر تھے اون کو برا معلوم ہوا اور اونھون نے خالد کو کنایتہ سمجھایا مگر خالد نے اونکی بھی نہ سنی مالک نے یہ بھی کہا کہ مجھکو پاس خلیفہ کے لے چلو وہ جیسا مناسب جانینگے مجھے حکم

[1] یعنے کل قبیلہ کا دار و مدار اسی پر تھا جیسے کہ شانہ ہڈی پر سر کا ہوتا ہے۔

دینگے لیکن خالد نے کہا کہ مین تیری گردن مارونگا اور ضرار بن ازور کو گردن مارنے کا حکم
دیا اوسوقت مالک اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یہ عورت سبب میرے قتل کا ہوئی
ہے اور اوسکی زوجہ حسن و جمال مین مشہور دیگانۂ روزگار تھی خالد نے کہا کہ نہین بلکہ تیرا
انحراف اسلام سبب تیرے قتل کا ہوا۔ مالک نے کہا کہ مین مسلمان ہون لیکن خالد نے
کچھ نہ سُنا اور ضرار کو اشارہ کیا اور ضرار نے گردن ماردی اور اوسکی زوجہ پر خالد
متصرف ہوا اور شعراء عصر نے اس قصہ کو بطور ذم و توہین کے نظم کیا ہے[لے] اس واقعہ
کی جب خبر حضرت ابوبکر و عمر کو ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد نے زنا
کیا ہے تم اوسکو سنگسار کرو حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا پھر حضرت عمر نے کہا کہ مسلمان
کو قتل کیا ہے قصاص لو اسمین بھی تاویل کر دی پھر حضرت عمر نے خالد کو معزول کر دینے
کی رائے دی تو کہا کہ مین خدا کی تلوار کو نیام مین نہ کرونگا۔ علامہ ابن خلکان نے بھی
واقعہ قتل مالک اور خالد کا اوسکی زوجہ پر متصرف ہونا اور حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کو
اوسکی سنگساری۔ پھر قصاص اور پھر معزولی کی رائے دینا اور حضرت ابوبکر کا کچھ نہ ماننا
اپنی تاریخ مین لکھا ہے۔

لیکن میرے نزدیک حضرت ابوبکر کا کسی رائے حضرت عمر کو قبول نہ کرنا اور بالآخر شاہ
و وزیر دو تو نکا متفق ہو جانا درحقیقت خالد کو انہین اقسام جرائم کی مشق سے اوس
آلہ کو جسکا وہ خوابیدہ رہنا پسند نہین فرماتے تھے صیقل کرتے رہنے کی اجازت دینا ہے
اوسکی تائید اوسکے دیگر بے اعتدالیون فتوحات جنگ سے بھی ہوتی ہے۔

اگرچہ ذی علم سائل سے مین اسی موقع پر یہ دریافت کرنے کا بشک مجاز ہون کہ کیا
ایسی ہی کارروائیون کا نام حدود خداوندی مین تفریق نہ کرنے کا ہے؟ لیکن پہلے
مین اس امر کو بیان کرنا چاہتا ہون کہ حضرت ابوبکر نے کیون ایسے صاف و صریح

لے اونہین اشعار کیطرف اشارہ ہے جنکا ترجمہ ہمنے اوپر لکھا ہے۔ مولف عفی عنہ۔

جرم کی سزا مین حضرت عمرؓ کی رائے کو منظور نہین کیا جو علانیہ نہایت ہی قابل اعتراض کے ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون تو مجھے صرف یہ سبب اِس رائے کے قبول نہ کرنے کا معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ خالد کو اصلی مرتکب اِس جرم کا اسوجہ سے نہین جانتے ہونگے کہ وہ اونسے ہرقسم کی اجازت لیکر واسطے غارتگری قبیلہ کے گیا تھا اور اندرین صورت ہرکسی ایسے شخص کا ہر فعل وعمل گو وہ کیسا ہی مذموم و قبیح ہو درحقیقت شخص عامل کا وہ فعل وعمل قرار نہین پائے گا بلکہ وہ افعال و اعمال قبیحہ اوس کسی کے دامن پر شرمناک دہبہ لگانے والے ہونگے جو درحقیقت بانی ایسے افعال کا ہوگا۔ اور جبکہ ہم اوس اصلی غرض کو بھی کمزور پاتے ہین کہ جو بظاہر خالد کی روانگی کی ہوئی تو یہ ہماری رائے قطعی درست ہوگی کہ حضرت ابوبکر کا خالد کو حضرت عمر کی رائے کے خلاف بالکل بری کرنا اسی غرض سے تہا کہ درحقیقت وہ خالد کے اِن افعال یا غلطی یا قصور یا جرم کو اگر وہ درحقیقت غلطی یا قصور یا جرم اونکے نزدیک قرار پاتے تو عین اپنا فعل تصور کرنے والے ہوتے اور اوسکو وہ مجرم قرار نہین دے سکتے تھے۔

اب مجھکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ اصلی غرض روانگی فوج کی جسکو مین کمزور کہہ رہا ہون کسطرح قرار پاسکتی ہے۔ تاکہ اوسکے کمزور ثابت ہونے کے بعد درحقیقت وہ تمام افعال جو خالد سے سرزد ہوئے اور جسکی بناپر حضرت عمر کی رائے اوسکے قتل اور معزولی کی تھی جرم قابل سزا قرار پاکر اوسکا اثر اصلی بانی تک پہونچے۔

واقعات قتل مالک بن نویرہ اور اوسکی قوم کے پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ مالک دراصل زکوۃ کا منکر نہین تھا اور اگر وہ یا اوسکی قوم زکوۃ کی منکر ہوتی تو وہ اپنی قوم سے زکوۃ کیون وصول کرتا اور قوم اوسکو کیون زکوۃ دیتی اور کیون وہ اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کرتا۔ البتہ وہ حضرت ابوبکر کو چونکہ خلیفہ برحق پیغمبر کا تسلیم نہین کرتا تھا اسواسطے اونکے ہاتھ مین زکوۃ دینے سے انکار کرتا تھا اور جسکی

تحصیل کا وہ منجانب پیغمبر عامل تھا۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور
نہ یہ حکم دیا تھا کہ مالک بن نویرہ حضرت ابوبکر کو زکوۃ دے یا حضرت ابوبکر اوس سے
زکوۃ لیں۔ حضرت ابوبکر اور مالک بن نویرہ دونو اصحاب پیغمبرؐ تھے اور طلب و انکار
زکوۃ کی بحث کم سے کم ایک مسئلہ اختلافی باہم دو صحابہ کے تھا لیکن حکم ارتداد کا نسبت
مالک اور اوسکی قوم کے کسیطرح درست نہیں تھا خصوص جبکہ نہ دینا زکوۃ حضرت ابوبکرؓ
کو مالک بن نویرہ کی ہی زبان سے ظاہر ہوا تھا نہ کہ تمام اوسکی قوم کی زبان سے
اول اوسکی قوم سے دریافت کرنا تھا کہ آیا وہ خلیفہ کو زکوۃ دینے پر راضی ہین یا
نہین۔ بغیر اونکے دریافت پر اونکا قتل صریح ظلم تھا اور علے الخصوص انکی عورتین
اور بچہ کس گناہ سے پکڑے گئے اونکی نسبت کسطرح سمجھا گیا کہ وہ مانع زکوۃ اور
مرتد ہین اور وہ کیون اسیر کئے گئے۔ ہمارے اس قول کی کہ مسئلہ ادائے زکوۃ
اوسوقت ایک نزاع اجتہادی کی حیثیت رکھتا تھا اس امر سے بھی نہایت تائید ہوسکتی ہے
کہ خود صحابہ کبار نے خلیفہ اول سے نہایت شدومد مین قتال مانعین زکوۃ مین اختلاف
کیا تھا اور اونکی یہ رائے تھی کہ ہرگز مانعین زکوۃ سے قتال و تعرض نہ کیا جائے اور
اس باب مین جو احادیث رسولؐ صحابہ کرام نے پیش کئے تھے وہ بھی اونہین کے
موید تھے حضرت ابوبکر نے اون احادیث کے جواب مین کوئی جواب قابل اطمینان
بجز اسکے نہین دیا کہ مین ضرور اون سے قتال کرونگا جو نماز اور زکوۃ مین فرق کرتے ہین
اور اپنی قلبی حب دنیا کو یون ظاہر کیا کہ واللہ یہ لوگ مجھے ایک بکری اور
ایک عقال بھی اگر نہ دینگے تو مین ضرور اونسے قتال کرونگا۔ یہ قول آخر
حضرت ابوبکر کا اسطرح راز قتال مانعین زکوۃ کو فاش کرنے والا تھا کہ جسکو
سنکر پھر اتباع خلیفہ مین اختلاف نہ رہا ہرچند بیشتر اس سے عموماً سب کو
سخت اختلاف تھا اور خاص حضرت عمرؓ کو تو اسدرجہ مخالفت تھی کہ جسکی دفع

مین حضرت ابوبکر سے رقیق القلب اور کمزور آدمی کو اوپر جسمانی قوت سے کام لینا پڑا اور حضرت عمر کے ساتھ وہ بیطور افعال کیئے جنکے ذکر سے سخت شرم کرنا چاہیے (دیکھو کامل) اسی مقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مالک منجانب پیغمبر زکوۃ وصول کرتا تھا اور چونکہ حضرت ابوبکر حسب عقیدہ اہل سُنت اجماع سے خلیفہ ہوئے تھے تو امر اجماعی نص رسول کو نہین توڑ سکتا یہ امر کہ زکوۃ خاص ہاتھ مین خلیفہ صاحب کے دیجائے یا صاحب زکوۃ اپنے اختیار سے مستحق زکوۃ پر تقسیم کردے ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جسپر ہم دیکھتے ہین کہ مذہب اہل سُنت مین بھی موافق راے مالک بن نویرہ کے اسوقت تک عملدرآمد چلا آتا ہے اور خلاف اسکے کبھی علمائے اہلسنت نے فتوے نہین دیا۔ برابر مسلمان جو صاحب نصاب ہوتے ہین اور زکوۃ نکالتے ہین وہ اپنا اختیار مستحقین زکوۃ پر تقسیم کا رکھتے ہین۔ گو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی کوئی بنظر مزید احتیاط مال زکوۃ کسی عالم مقدس کے پاس تقسیم کیواسطے بھیجدیتا ہے تاکہ وہ باضابطہ اعتبار مستحق زکوۃ کا کرکے تقسیم کردے۔ لیکن کسی صاحب زکوۃ کو واجب اور لازم نہین کیا گیا ہے کہ وہ مال زکوۃ کسی شخص خاص کو واسطے تقسیم کے حوالہ کردے۔

اگر صرف اپنے اختیار سے صاحب نصاب کو تقسیم مال زکوۃ کرنا ناجایز اور حرام اور سبب ارتداد کا قرار پاوے تو مثل مالک بن نویرہ اور اوسکی قوم کے اسوقت کروڑون سُنی مسلمان مردہ اور زندہ مرتد اور واجب القتل اور اونکی ازواج اور اولاد لائق اسیری مثل لونڈی اور غلام کے تسلیم کیے جاوینگے۔

اب ذی علم سایل فرماوین کہ آیا حضرت ابوبکر کا خالد کو بھیجکر اس بنا پر قتل مالک جایز تھا؟ کیا حضرت خالد کے یہ افعال قبیح حضرت ابوبکر کے سفید دامن قبا پاک اگر کبھی زیب بدن ہوئی ہو شرمناک سیاہ دہبے نہین لگا سکتے جو بانی مبانی قتل وغارتگری اور اسیری اور زنا کے ہوئی؟

کیا صرف مالک کا اپنے اختیار سے اپنی قوم پر زکوۃ کا تقسیم کرنا اوسکے مرتد ہو جانے کا سبب قرار پا سکتا ہے؟ اگر یہ سچ ہے تب تو ذی علم سائل کے فرقہ کے لاکھون اور کرورون مرد اور عورت کو ذی علم سائل سے واسطے زندہ رکھنے تحت حضرت ابوبکر کے اوس سلوک کا جو بالخصوص مالک اور اوسکی عورت اور بالعموم اوسکے قوم کے دیگر مرد وزن سے کیا گیا متوقع رہنا چاہیے۔ اگر یہ غلط ہے تو بمہربانی فرما کے مجھے بتلا دیجے کہ کیا ایسے ہی عمل قبیح کا نام حدود خداوندی مین تفریق نہ کرنے کا ہے نعوذ باللہ من هذا الاعتقاد۔

عہد خلافت ثانی اور اجراء حدود خداوندی

اگرچہ ہمنے شروع مین ان جملہ بزرگوارون کا عالم علوم نبوت نہ ہونا بسلسلہ اون کے حالات علم کے دکھا دیا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اونکے قلوب مین علم نبوت سے کچھ نہ تھا اور نہ اونمین مادہ اخذ علوم کا تھا اور اس مقام پر جیسا کہ حضرت ابوبکر کا ایک فیصلہ خاص متعلق حدود کے دکھایا گیا اوسی طرح ایک فیصلہ حضرت عمر کا بھی ملاحظہ ہو جسمین وہ مجرم کو بعدم ثبوت جرم بری فرماتے ہین۔

ایک ضروری نوٹ

قبل اسکے کہ واقعات اوس مقدمہ کے بیان کیے جائین اس امر کا ظاہر کر دینا خالی فایدہ سے نہین ہے کہ بعض جرائم جو جسم انسان سے علاقہ رکھتے ہین اور جنکا بیان کرنا بظاہر فحش یا خلاف تہذیب سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً بیان جرائم خلاف وضع فطری یا دشنام دہی یا زنا وغیرہ۔

لیکن حقیقت مین وہ داخل فحش یا خلاف تہذیب نہین ہین کہ ضرورت اوسکے بیان پر مجبور کرتی ہے جیسا کہ کتب طب اور ڈاکٹری مین بہ سلسلہ تشریح بعض امراض اور نیز کتب فقہ مین بعض مسائل بیان کیے جاتے ہین۔ اگر یہ بیان اون

امور کا داخل فحش یا خلاف تہذیب ہوگا تو کتب طب و ڈاکٹری اور فقہ ہر فرقہ کی اس
قابل ہرگز نہ رہ سکینگی کہ اوس سے انسان اپنی ضرورت کے موافق فایدہ اوٹھا سکے
جس مقدمہ کا مین عنقریب ذکر شروع کرنے والا ہون اوسمین چونکہ مجرم جرم زنا مین ماخوذ
تھا لہذا واقعات مین جہان شہادت گواہان ہے ایسے الفاظ ہین جو اوس جرم کی
طرف اشارہ کرتے ہین - اسواسطے مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ وہ بیان داخل فحش
نہین ہوسکتا -

اس مقدمہ کے واقعات کو اگرچہ جملہ مورخین نے اپنی اپنی تواریخ مین کم وبیش لکھا
ہے لیکن علامہ طبری کے تاریخ الرسل والملوک اور علامہ ابن خلکان کی تاریخ
وفیات الاعیان مین بہت صراحت سے واقعات لکھے گئے ہین اور مین اس
مقام پر انہین دونون تاریخون سے واقعات کا سلسلہ وار اقتباس کرتا ہون
اور اگر کوئی واقعہ کسی دوسری کتاب سے لونگا تو اوسکی سند بھی دونگا -

واقعات مقدمہ

۱۷ سنہ ہجری مین جبکہ ہز ہائینس حضرت عمر کی طرف سے مغیرہ گورنر بصرہ تھا تو وہ روزانہ
دوپہر کے وقت دار الامارۃ (گورنمنٹ ہوس) سے نکل جایا کرتا تھا اور ابوبکرہ سے
جو غلام رسول اللہ صلعم تھے راہ مین ملاقات ہوتی تھی - اور وہ پوچھا کرتے تھے کہ اے
امیر کہان جایا کرتے ہو وہ یہ جواب مین کہتے تھے کہ مجھے ایک ضرورت ہے وہان
جایا کرتا ہون امیر ابوبکرہ کہتے تھے کہ امیر کے پاس لوگ ضرورت رکھتے ہین اور
اوسکے پاس لوگ آیا کرتے ہین نہ کہ امیر لوگون کے پاس جاوے مگر بات یہ تھی
کہ مغیرہ ایک عورت کے پاس جایا کرتا تھا جسکا نام ام جمیل بنت عامر تھا
جو قبیلہ بنی ہلال مین ایک حسینہ اور جمیلہ تھی اور وہ اوس پر عاشق تھا -

۵۱ دیکھو کتاب روض المناظر فی علم الاوائل والاواخر مصنفہ قاضی القضاۃ ابوالولید محمد ابن شحنہ حنفی حلبی -

اوسکا خاوند حجاج بن عتیک[1] بن حرث بن وہب قبیلہ بنی ثقیف سے تھا جو انصار مین شمار ہوتے تھے لیکن وہ بیشتر مرچکا تھا بصرہ بھر مین اس عشق کا چرچا تھا اور لوگ اپنے کان کھڑے کرچکے تھے اور تاک مین رہتے تھے۔

ام جمیل اور ابوبکرہ کے مکانات برابر برابر تھے[2] اور بالاخانہ پر جسطرف ام جمیل کی خلوت گاہ کی کھڑکی تھی اوسی طرف ابوبکرہ کے بالاخانہ پر بھی اوسکے مقابل کھڑکی تھی ایک روز جبکہ ابوبکرہ معہ نافع زیاد اور شبل جو معبد کے لڑکے ابوبکرہ کے مادری رشتہ سے بھائی تھے معہ چند دیگر لوگون کے اپنے بالاخانہ پر بیٹھے تھے اور دوپہر کا وقت تھا کہ ہوا کا تیز جھونکا آیا جس سے ابوبکرہ کی کھڑکی کا پٹ کھل گیا اور پردہ کھلگیا اور وہ اوسے بھیڑنے کو اوٹھے دیکھا کہ ام جمیل کی کھڑکی کا دروازہ بھی ہوا سے کھلگیا ہے اور مغیرہ ام جمیل کے ساتھ مصروف بزنا ہے ابوبکرہ نے اچھی طرح پہچان کر لوگونسے کہا کہ یہ کیسی بڑی مصیبت ہے کہ جسمین تم لوگ مبتلا ہوگئے ہو غور سے دیکھو۔ اب سب نے بخوبی سارا معاملہ دیکھ لیا۔ لوگون نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے ؟ ابوبکرہ نے کہا کہ ام جمیل۔ اور عورتون نے کہا کہ ہمنے پشت دیکھی ہے مونھ نہین دیکھا ابوبکرہ نے کہا کہ کھڑے ہو کر دیکھو۔ جب سب نے کھڑے ہو کر دیکھا تو چہرہ اوسکا صاف معلوم ہونے لگا اور سب نے پہچان لیا کہ ام جمیل ہے۔ ابوبکرہ اپنے بالاخانہ سے اوترے اور ام جمیل کے زیر مکان آکر بیٹھ گئے جب مغیرہ فارغ ہو کر اوترے ابوبکرہ نے جھک کر سلام کیا اور کہا کہ حضرت آپکا پردہ فاش ہوگیا اور حال بخوبی ہم پر کھلگیا آپکو چاہئے کہ ہمسے کنارہ کشی کریں۔ مغیرہ نے جبکے دماغ مین ہوا ے حکومت گونج رہی تھی مطلق توجہ نہ کی کہ کوئی کیا بکتا ہے اور اوسی حالت مین نماز ظہر

---

[1] طبری نے بجاے عتیک عبید لکھا ہے مولف عفی عنہ۔ [2] طبری مغیرہ اور ابوبکر کو ہمسایہ قبیلا نے [illegible] اور کہتے ہیں کہ مغیرہ کے گھر یہ واردات ہوئی۔ مرتب عفی عنہ

پڑہانے مسجد کو روانہ ہوئے۔

ابوبکرہ بھی ساتھ ساتھ کہتا سنتا چلا اور مسجد مین پہونچکر مغیرہ کو خدا کی قسم دیکر نماز پڑہانے سے روکا اور لوگون سے بھی واقعات بیان کیئے جو دیکھ چکا تھا۔ مگر لوگون نے یہ رائے دی چونکہ یہ حاکم ہین انکو نماز پڑہانے دو اور جو کچھ کہ تمنے اور تمہارے ساتھیون نے دیکھا ہے اوسکو خلیفہ وقت کو لکھ بھیجو۔ ابوبکرہ مسجد سے واپس آئے اور بذریعہ ایک تحریری رپورٹ کے ان تمام واقعات کے اطلاع حضرت عمر کو بھیجدی[1] حضرت عمر نے بملاحظہ رپورٹ۔ حکم دیا کہ مغیرہ معطل ہوکر واسطے جوابدہی الزام کے مدینہ مین حاضر ہووے اور ابوموسے اشعری تا صدور حکم ثانی بطور قائمقام حاکم بصرہ بدین ہدایت مقرر ہو کہ تمکو ایسے مقام پر بھیجا جاتا ہے جہان شیطان نے انڈے بچے دیے ہین۔ پس جو امر نیک ہو اوسکی پابندی کرنا اور ابوبکرہ مع دیگر گواہان ثبوت کے فوراً حضور مین روانہ کیئے جاوین۔ بتعمیل اس حکم کے جب ابوموسے مقام بصرہ مع اپنے ۲۹ ساتھیون کے جنمین انس بن مالک اور عمران ابن حصین اور ہشام ابن عامر وغیرہ تھے پہونچا اور دار الامارہ مین آیا تو مغیرہ نے عقیلہ نامی ایک عورت کو بطور ہدیۂ دوستانہ پیش کیا اور کہا کہ اسکو مینے آپ کے لیئے پسند کیا ہے[2] عقیلہ درحقیقت عقلمند تھی۔ جب ابوموسے مغیرہ سے چارج عہدہ کا لیکر مغیرہ کو سبکدوش کر چکے تو مغیرہ اور دیگر طلب شدہ لوگ مدینہ کو روانہ ہوے اور راستہ مین مسٹر مغیرہ نے قبیلہ بنی مرہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ جب یہ سب لوگ مدینہ مین پہونچے تو ہز ہائینس عمر نے مغیرہ سے کہا

[1] طبری کا بیان ہے کہ مغیرہ نے بھی ایک تحریر بھیجی تھی اور ابوبکرہ خود مسلمانونکی طرفسے علحدہ تحریر لیکر گئے تھے [2] آنچہ بر خود پسندی بر دیگران ہم پسند اسیکو کہتے ہین۔

تو بڑا ابنگرہ اور پرشہوت اور طویل العضو ہے[1] اور بالآخر حضرت عمرؓ نے اجلاس کیا
سب سے اول ابوبکرہ جن کی رپورٹ پر مقدمہ قائم ہوا تھا شہادت کے لیے پیش ہوئے

نوٹ عدالت

ملزم نے عدالت کو توجہ دلائی کہ سوالات ذیل ہر گواہ سے پوچھے جاویں۔

۱ مجھے اونھوں نے کیونکر دیکھا آیا میرا رخ اونکی طرف تھا یا بالپشت"

۲ عورت کو کیونکر دیکھا اور کیونکر پہچانا اگر یہ میرے سامنے تھے تو کیوں میں نے اپنے تئیں ان سے پوشیدہ نہیں کیا اور اگر میرے پس پشت تھے تو کس وجہ سے انہوں نے میری طرف دیکھنا حلال سمجھا کہ وہ میرے گھر میں دیکھتے اور میرے ستر عورت پر نگاہ کرتے۔"

اظہار ابوبکرہ گواہ

بجواب سوال عدالت[2] بیان کیا کہ میں نے مغیرہ کو ام جمیل کی دونوں رانوں کے درمیان میں دیکھا ہے ایسی حیثیت سے کہ گویا اسوقت میں ایک چیچک کے داغ کو دیکھ رہا ہوں جو ام جمیل کی دونوں رانوں کے درمیان میں تھا۔

بجواب سوال عدالت بیان کیا کہ ہاں میں اس امر پر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے عضو مغیرہ کو ام جمیل کے اندام نہانی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا[3] جس طریقہ سے کہ سلائی سرمہ دانی میں ڈالی جاتی ہے۔

بجواب سوال جرح ملزم بیان کیا کہ میں کیوں نہیں ایسی باریک بینی کرتا اور کیوں اوس امر کو بخوبی تحقیق نہ کر لیتا جس سے خدا نے تجھے ذلیل کیا۔

---

[1] فارغ القلب شدید التشبق طویل الغرمول کا ترجمہ ہے (طبری) [2] اصل سوالات کا مفہوم چونکہ جوابات سے حاصل ہوتا ہے لہذا بوجہ طوالت سوالات نہیں لکھے گئے مولف عفی عنہ۔

[3] طبری نے جو ابوبکرہ کے بیان میں یہ فقرہ لکھا ہے "[illegible] یدخلہ و یخرجہ" تعجب نہیں کہ فردوسی نے اسی مضمون کو پیش نظر رکھکر شعر مشہور "دہنا آورد و فرو برد" والا نظم کیا ہو۔

بجواب سوال جرح ملزم کہا کہ مین نے پس نشست سے دیکھا۔

بجواب سوال جرح ملزم بیان کیا کہ مین نے دشواری تکلیف کر کے دیکھا تھا۔

اظہار کے ختم پر حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا جا اے مغیرہ تیرا ایک ربع جاتا رہا۔

اظہار نافع گواہ۔

بجواب سوال عدالت بیان کیا۔ کہ مین بھی یہی شہادت دیتا ہون کہ جو ابو بکرہ نے دی ہے مگر بدریافت عدالت کہا کہ ہان مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے اسیطرح ام جمیل کی شرمگاہ مین مغیرہ کے جسم کو آتے جاتے دیکھا ہے جسطرح کہ سلائی سرمہ دانی مین ڈالی جاتی ہے۔ بلکہ یہ نہیں کے مقام تک پہونچگیا۔ اس گواہ کے بیان کے بعد حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا جا اے مغیرہ تیرا نصف جاتا رہا۔

اظہار شبل گواہ

بجواب سوالات عدالت کہا کہ میری شہادت وہی ہے جو مجھسے قبل دو میرے ساتھیون نے دی ہے یعنے مین نے مغیرہ کا جسم عورت کے جسم مین آتے جاتے جسطرح کہ سلائی سرمدانی مین آتی جاتی ہے دیکھا ہے۔

بجواب سوالات جرح ملزم بیان کیا کہ مین نے سامنے سے دیکھا تھا۔ اس گواہ کے بیان کے بعد حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا جا اے مغیرہ تیرے تین ربع جاتے رہے۔ زیاد چوتھا گواہ پکارا گیا غیر حاضر ہوا چنانچہ بذریعہ تحریری حکم (سمن) طلب کیا گیا جب وہ آیا تو صدر عدالت نے مخصوص اوسکے واسطے مسجد مین اجلاس کیا اور اوس مین مہاجرین و انصار جمع ہوئے اور جب حضرت عمرؓ (جو اس فیصلہ کے لیے سشن جج تھے) نے گواہ کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہ مین ایسے شخص کو دیکھ رہا ہون کہ خدا اوسکی زبان سے ایک مرد مہاجر کو ذلیل نہ کریگا اور یہ کہکر ایک صیحہ ﷺ کیا جسے اردو کے محاورہ مین ڈانٹ کہتے ہین اسکے بعد ملزم اپنی جگہ سے چند قدم بڑہا اور گواہ سے کہنے لگا کہ خدا کو یاد کر دا در

روز جزا کو پیش نظر رکھو کیونکہ خدا اور اوسکی کتاب اور اوسکے رسول اور امیر المومنین (عمر)
نے تمہارے خون کی حفاظت کی ہے بمگر یہ کہ تم وہ بات بیان کرو جو تمنے نہ دیکھی ہو اور تمہارا
کسی منظر بد کو دیکھنا اسکا باعث ہو کہ جو بات تمنے نہ دیکھی ہو اوسکو بیان کرو قسم خدا کی اگر
تم میرے اور اوس (ام جمیل) کے پیٹ کے درمیان ہوتے تو بھی تم میرے جسم کو
اوسکے جسم میں جسطرح کہ سلائی سرمہ دانی میں آتی جاتی ہے نہ دیکھتے۔
زیاد کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں اور منہ سرخ ہو گیا اور اپنا اظہار اسطرح شروع کیا۔

اظہار زیاد گواہ

بجواب سوال عدالت کہا کہ اے امیر المومنین جس تحقیق سے لوگون نے بیان کیا ہے
اوس مرتبہ کی گواہی میرے پاس نہیں ہے لیکن مین نے مغیرہ کو ام جمیل کے ساتھ صحبت
کرتے ہوئے دیکھا ہانپنے کی آواز سنی عورت کو ملزم کے شکم کے نیچے دیکھا اور دونون
کے مقامات خاص کھلے ہوئے پائے۔ بجواب سوال بیان کیا کہ جیسے سلائی سرمہ دانی
میں آتی جاتی ہے اسطرح مین نے نہیں دیکھا لیکن مغیرہ کو ام جمیل کی ٹانگیں اوٹھائے
ہوئے اسطرح دیکھا کہ گویا وہ دونو کان گدہے کے ہیں اور مغیرہ کے دونو چوتڑ ہلتے
ہوئے دیکھے اور مین نے رگڑ کی آواز (خفیف) اور ہانپنے کی [illegible] سنی
بجواب سوالی جرح بیان کیا کہ مین عورت کو تو نہیں پہچان سکتا مگر اوسکا مقام خاص
پہچان سکتا ہوں جسکو مینے دیکھا تھا۔
اس اظہار کے ختم پر حضرت عمر نے خوشی کی تکبیر بلند کی اور زیاد کا اظہار بہت پسند کیا۔

ججمنٹ

چونکہ ایک گواہ زیاد نے اس امر سے انکار کیا کہ مین نے اوس حیثیت سے وہ فعل بد
نہیں دیکھا جیسے کہ سلائی سرمہ دانی مین آتی جاتی ہے اوسکی شہادت واسطے ثبوت
اس جرم کے ناکافی ہے اور جس حالت مین کہ منجملہ چار شہادتون کے جو واسطے ثبوت

اس جرم کے متوزین ایک شہادت ناکافی ہے اور بدینوجہ نصاب گواہی نا پورا نہین ہے لہذا ملزم کو فائدہ بریت کا ملنا چاہیئے نظر بران۔

حکم ہوا کہ

ملزم بری ہو کر اپنے عہدہ پر بحال ہو اور ابوبکرہ نافع اور شبل گواہان کو اسّی اسّی کوڑونکی سزا دیجائے۔ چنانچہ عدالت نے اپنے روبرو کھڑے ہو کر تعمیل حکم کی خود ملزم کے ہاتھ سے کرائی۔ (ختم ہوا انتخاب از تاریخ علامہ ابن خلکان و تاریخ طبری۔)

واقعات اس مقدمہ کے حضرت عمرؓ کو چند طعن سے بچا نہین سکتے اور جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اجرار حدود خداوندی مین اونسے سخت غلطی ہوئی۔

یہ امر ہر کسی کو قبول ہے کہ تین گواہون نے تو اپنی شہادت مین وہ کلمہ کہدیا تھا کہ جس سے مجرم کا بری ہوجانا غیر ممکن تھا لیکن زیاد نے اپنی گواہی مین خاص اوس کلمہ کا تلفظ نہین کیا لیکن دوسرے آثار اور علامات ایسے صاف و صریح بیان کئے ہین کہ جس سے سلائی کا سرمہ دانی مین ہوجانا لازم آتا ہے اور اوسپر قطعی یقین ہوجاتا ہے اور مثل وجود آفتاب منیقن ہوتا ہے کہ زیاد بھی اسیطرح کی شہادت کے لئے پورا تیار تھا لیکن چونکہ اس مقدمہ مین حضرت عمرؓ طرفدار مجرم کے تھے اسوجہ سے اونھون نے اپنی بدنما تدبیر سے اس شہادت کو کامل نہ ہونے دیا اونکی جو طرفداری مجرم کے ساتھ تھی اوسکا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ قبل شہادت زیاد گواہ کے اونھون نے گواہ کو اپنے خاص کلمہ انی اری رجلا لا یخزی اللہ علی لسانہ رجلا من المہاجرین تلقین کی کر اور اپنا منشاء ظاہر کردیا ہے کہ گواہ اپنی شہادت کے وقت ایسا پہلو رکھے کہ مجرم کے بری کرنے کی گنجائش اونکو مل سکے۔

استغاثہ پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ زیاد گواہ کیون غیر حاضر تھا اور جب وہ بذریعہ حکم تحریری طلب کیا گیا تو کیون اکابر انصار و مہاجر آئے اور مسجد مین اوسکا اظہار

کیون قلمبند ہوا کہ یہ تمام امور ایسے ہین جو بہت ہی شبہ ڈالنے والے ہین اور جنکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو ملزم کے بری کرنے کی جیسا کہ ہمنے اوپر ظاہر کیا گنجایش کا پہلو ملجاوے۔

یہ امر واقعات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مجرم حضرت عمرؓ کا اوردہ تھا اس زمانہ کا تجربہ بھی ہم کو یہ اصول بتلاتا ہے کہ حکام اپنے اوردونکا اکثر بیجا پاس و لحاظ کرتے ہین اور اونکی بے احتیاطیون کو نظر انداز کر جاتے ہین۔

گواہ کی غیر حاضری کی نسبت ہمکو شبہ ہے کہ وہ عمداً غیر حاضر نہین ہو سکتا تھا بلکہ اسکو ہدایت غیر حاضر ہوجانے کی کیگئی اسواسطے کہ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ تین گواہ خلاف واقعہ بیان نہ کرینگے لیکن چوتھا گواہ جو ایک نوخیز جوان ہے ممکن ہے کہ مذبذب ہوجاے اور سطوت سلطانی اوسپر اثر کرے اسواسطے پیشی مقدمہ کے روز اوسکو ہدایات عدم حاضری کی کیگئی تا کہ وہ اس اثنا مین اخبار حالات طرفداری حضرت عمرؓ سنکر اپنی شہادت بگاڑنے پر آمادہ ہوجاے اور کچھ عجب نہین کہ بذریعہ بعض معتمد اشخاص کے جو اس کام کے واسطے ضرور مامور کیے گئے ہون یہ حالات اوس تک عمداً پہونچائے گئے ہون علاوہ بریں تاخیر شہادت زیادین مقصود یہ بھی تھا کہ اور لوگون کی جو شہادت بتائید جرم دینگے پہلے شہادت ہوجاے تا کہ اونکے بعد چوتھے گواہ کی گواہی بحق مجرم مفید ہونے پر گواہان ماسبق پر حد جاری کرنے کا موقع عمدہ ملے کہ جنھون نے تہدید سلطانی کی پروا نہین کی ہے اور برخلاف مرضی جج کے شہادت ثبوت جرم کی دی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب گواہ حاضر آیا تو اوسے دیکھکر تلقین جملہ اری وجہ رجلا لا یفضح اللہ بہ رجلا من المہاجرین کیا گیا اور ما عندک یا سلح الحبارے کے لہجے سے وہ مرعوب کر دیا گیا اور ان باتون نے گواہ کو پورا یقین دلایا کہ جو امور اوسکے کان تک بذریعہ اون اشخاص کے پہونچے تھے جو شہادت بگاڑنے کے لیے مامور کیے گئے تھے بالکل صحیح

ہین - اور بدیہ حکم تحریری گواہ کی طلبی اور مسجد مین شہادت کا لیا جانا حضرت عمر (رح)
کی ایک اعلےٰ دور اندیشی تھی جسمین ملزم کی رعایت کا بھی نتیجہ پیدا ہوا اور جھوٹی گواہی
کا جو مسجد مین لیگئی گواہی محفوظ وار رہے ۔

مین اس امر کو زور کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ ملزم بھی اس راز سے آگاہ تھا اور یہی
وجہ تھی کہ اوسنے بڑی جرأت اور دلیری اور قلبی اطمینان کے ساتھ گواہوں سے
بات چیت کی جو اوسنے شہادت شروع ہونے سے پیشتر کی تھی گواہ کو ایک قسم
کی تخویف تھی جسکا مقصود بجز اسکے کچھ قرار نہین پاسکتا کہ جب ملزم کے خون کا خود (رجم)
حافظ ہے تو کون ہیجو اوسکی مرضی کے خلاف شہادت دیکر اپنے لیے مضرت کا مواد جمع
کرنے پر آمادہ ہوسکتا ہے۔

ایسی بے رو رعایت ملزم کی بھی اگر کسی موقعہ پر ایسی پاسداری کرتے ہین تو پبلک
انکو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ضرور ایسیونسے نفرت کرنا چاہیے۔

مین نے اس امر کی جرأت کہ ملزم بھی اس راز سے آگاہ تھا زور کے ساتھ کہی اسوجہ سے
کی ہے کہ اسکی تائید دیگر واقعات کے قرائن بھی کرتے ہین۔

جس وقت کہ ابو موسیٰ نے انکا چارج گورنری بصرہ سے چھوڑوا کر مغیرہ سے عہدہ کا چارج لیکر اوس کو
مسجد دمشق کیا تو اوسیوقت الجرائے سے اوسکو اپنی نسبت حضرت عمرؓ کے خیالات
کی اطلاع تھی کہ اس خوشخبری کے شکریہ مین اوسنے ایک ایسی عورت جو اسم بامسمی
تھی بطور تحفہ قائم مقام کے نذر کی جسمین اوسنے یہ دور اندیشی ضرور مضمر رکھی تھی کہ وہ عورت
اپنی ہم قبالہ و لونڈی کے اور دواہوں سے میری نسبت اس اتہام کے غلط ہونے کا
میرے قائم مقام کو یقین دلادیگی تاکہ کوئی تحقیق (خفیہ طور) سے کوئی ہدایت خلیفہ
کی میرے چال چلن کی جانچ کی نسبت میرے قائم مقام کو اگر ہوگی تو اوسمین میرے
خلاف اوسکو خلیفہ کو اطلاع دینے مین جب وہ اس میرے تحفہ اور اوسکی بھی باتونمین

نظر کرے گا موقع نہ ملے گا ورنہ بحیثیت ہم رتبہ ہونے کے ایسے شکریہ اور رشوت کی ضرورت نہ تھی جبکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بحیثیت موقوفی کے مین پھر یہان نہین آسکتا یا میرا کوئی آیندہ تعلق الو ہونے سے بحیثیت ماتحتی کے نہین رہ سکتا کہ یہ میرا آج کا تحفہ گریۂ کشتن روز اول کا اوسکے لیے مصداق ہو۔

علاوہ اسکے ہم سخت تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہین ایک ایسے ملزم کے اوس اطمینان قلبی کو جو تہمت زنا مین ماخوذ ہو کہ وہ قبل اسکے کہ دربار خلیفہ مین ہو کر اپنے الزام کی جوابدہی کی کوشش کرے راستہ مین اپنے نفس کی خوشنودی کا اور انتقام کرنے والا ہو حالانکہ تجربہ اور قانون فطرت ہمکو یہ اشارہ کر رہا ہے کہ تمام واقعات ہر قسم کے امور سرور کے منقطع کرنے والے ہوتے ہین۔ جیسا کہ اس امر مین کوئی شک نہین ہوسکتا کہ مغیرہ کو پہلے سے اپنی بریت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ وفقرہ وکنت احدث کلمتہ اقولہا۔ فلما رأے عمر زیادا مقبل قال انی اری رجلا لن یخزی اللہ علی لسانہ رجلاً من المہاجرین[1]۔ بھی اسی امر کا مؤید ہے ویسے ہی ان امور سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعی بلیغ کی کہ مغیرہ سزا و جرم سے بچ جاوے اور جس مین اعلےٰ درجہ کی تدبیر گراہ کو تلقین کی تھی اور ایسا قول اور فعل اونکا اپنی غرض پر کامیابی کیلیے بہتر یا زبون تھا کہ جسکے سبب سے وہ اپنے منصب پر برقرار نہین رہ سکتے تھے۔ جو شخص کہ ایسی طرفداری مجرم کی اور اپنی خواہش کو اسطور پر پورا کرے کیا اوسکی نسبت یہ کہنا روا ہوسکتا ہے کہ اوسنے حدود خداوندی کو جاری کیا۔؟

حضرت عمرؓ نے جیسا کہ بے بنیاد امر پر مجرم کو سزا سے چھوڑ دیا جو بیگناہ کو سزا دینے کے برابر ہے ویسے ہی اونھون نے تین گواہون بیگناہ کو سزا دی کہ جنھون نے خلاف غرض اون کے وہ خاص کلمہ کہا تھا کہ جس کے سبب سے وہ اپنے نزدیک بھی مغیرہ ملزم کو بری نہین کر سکتے تھے۔

[1] آغانی مولفہ ابو الفرج اصفہانی۔

قران مین بے شک یہ حکم ہے کہ جن عورتون سے بدکاری ظہور مین آوے اونپر چار گواہ طلب کرنے چاہئین ۱؎ جسکا منصود یہ ہے کہ بغیر چار گواہون کے جرم کو ثابت نہین سمجھنا چاہئے اور جسکی وجہ یہ ہے کہ شرع محمدی مین زنا امر عظیم سمجھا گیا ہے اور حقیقت مین ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا کہ زنا مورث ایسی بداخلاقیون کا ہے کہ جس کے سبب سے ناحق کسی کا متروکہ کسی کی طرف چلا جاتا ہے۔

لیکن قران مین ایسے معاملہ کی نسبت یہ بھی حکم نہین ہے کہ صرف نصاب کے پورا نہونے کے سبب سے گواہون کو سزا دیجاے اگرچہ وہ سچے ہون۔

فرض کرو کہ کسی پر تہمت زنا کی کیجاوے اور چار سے زیادہ گواہ اوسپر شہادت دین اور درحقیقت وہ الزام بھی تہمت ہو تو کیا جھوٹے گواہون کے سبب سے جرم زنا ثابت مان لیا جاے گا۔ ہرگز نہین۔

گواہون کو سزا اوسیوقت دیجاسکتی ہے جب اونکی شہادت کذب ثابت ہوجاوے خواہ وہ شہادت کذب اونکے معاملہ زنا مین ہو یا کسی دوسرے معاملہ مین ۲؎

معاملہ اتہام زنا مین جو اسّی کوڑے لگانا قران مین حکم ہے وہ گواہون کے واسطے نہین ہے وہ حکم قرآن مین یہ ہے۔

آیت۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا۔ واولئک ہم الفاسقون ۵ ترجمہ۔ جو لوگ تہمت زنا کی لگاتے ہین پاکدامن شوہردار عورتون کو (یا مردون زوجہ والون کو) پھر نہ لاوین چار گواہ تیس کوڑے مارو تم اونکو اسّی کوڑے۔ اور نہ قبول کرو تم اونکی گواہی کبھی اور وہ

۱؎ سورہ نساء پارہ ۴ ع ۲۲ والاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم "

۲؎ گورنمنٹ انگریزی نے بھی گواہ کے لیئے ایسی صورت مین جرم قرار دیا ہے جس کی تولیف تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۹۳ مین لکھی ہے۔

لوگ فاسق ہین"
اس آیت سے ظاہر ہے کہ تہمت لگانے والے زنا کے علحدہ لوگ ہین جو چار گواہ نلانے والے ہین اور گواہ علحدہ ہین اور تہمت زنا لگانے والون کے لئے اسّی کوڑے مارنے کا حکم ہے نہ گواہون کو اور اونہین تہمت زنا لگانے والون کے لئے حکم ہے کہ اونکی گواہی کبھی قبول نہ کیجائے کہ جنکا افترا ظاہر ہوچکا۔ چنانچہ اسی کی تائید آیت آیندہ سے ہوتی ہے جسمین خدا نے اوس صورت معاملہ مین قاعدہ بتایا ہے کہ جب شوہر زوجہ پر تہمت لگائے اور کوئی گواہ نہو تو ضرب تازیانہ سے بچنے کے لیئے چار دفعہ خود اوس کو گواہی دینا چاہیئے اور پانچوین مرتبہ لعنت خدا اپنے اوپر قبول کرنا اگر وہ (شوہر) جھوٹا ہو۔ اور ایسے ہی عورت کے لیئے چار مرتبہ گواہی دینا اور پانچوین مرتبہ غضب خدا کا قبول کرنا اگر شوہر اوسکا سچا ہو"
ایک اور آیت آیندہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ چار گواہ نہ لانے کی حالت مین تہمت لگانے والون کو خدا نے کاذب فرمایا ہے نہ گواہون کو۔
آیت ۲۲ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شہداء فاذلم "اگر نہین لائے وہ اوسپر چار گواہ پس یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون" اگر نہین لائے گواہ پس وہ لوگ نزدیک خدا کے وہی جھوٹے ہین"
ان آیات سے کچھ شبہ نہین رہتا کہ تہمت لگانے والونکو اسّی کوڑونکا حکم دیا گیا ہے نہ گواہون کو۔
درحقیقت مدعیان کاذب کیواسطے یہ انتظام کیا گیا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے بحیثیت مدعیان کاذب کے اونپر کوڑے لگائے بحیثیت شاہدان کاذب کے اور انہون نے نصاب شہادت پورا نہ ہونے کے سبب کوڑے لگوائے نہ شہادت کاذبہ کے سبب سے [۱]

[۱] اسلیئے کہ وہ گواہون کو جھوٹا نہ سمجھتے تھے جیسا کہ ہم آیندہ بیان کرینگے۔

اس معاملہ مین نظر واقعات یہ کہنا ممکن تھا کہ الزام لگانے والا ابوبکرہ تھا اور دوسرے لوگ گواہ تھے لیکن حضرت عمر کا اوسکو منجملہ شہود کے قبول کرنا اور اوسکی شہادت سب سے پہلے لینا اور اوسکی شہادت کے بعد مغیرہ سے یہ کہنا کہ تیرا چوتھا حصہ جاتا رہا (اغانی) یہ سب ایسے امور ہین جنسے اس کہنے کی ذرا بھی گنجایش نہ رہی - اور اگر یہ سمجھا جاے کہ یہ چارون شخص حیثیت اتہام لگانے والون کی بھی رکھتے تھے اور گواہون کی بھی اور یہ بات مان بھی لیجاے تو زیاد جو تھا گواہ بغیر کسی شبہ کے قابل سزا کے تھا کہ جسنے تہمت زنا کی علانیہ لگائی اور صراحۃً سلائی کی طرح ہو جانا بیان نہ کیا۔

اصل تہمت اسی کا نام ہے کہ دعوے ہو اور شہادت مطلق نہ ہو لیکن حضرت عمر نے اوسکے کوڑے نہین لگواے - کیا ہر پہلو سے غلطی کرنے اور رورعایت سے فیصلہ کرنے کا نام اجراء حدود خداوندی ہے ۔؟

پھر حضرت عمر نے کیا اس امر کا بھی امتیاز نہین کیا کہ کسی امر کا عدم ثبوت خواہ کمی نصاب گواہونکے وجہ سے ہو خواہ کسی اور وجہ سے اور چیز ہے اور کسی امر کا کذب ثابت ہوجانا اور چیز ہے ۔

یہ تو مین نہین کہہ سکتا کہ حضرت عمر کو علم اس اصول کا نہ تھا یا وہ قابلیت اوسکی امتیاز کی نہین رکھتے تھے لیکن مین اس کہنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ اونکے دل مین کوئی چیز ایسی تھی کہ جسنے انکو عمداً اس فرق کی طرف متوجہ نہین ہونے دیا ۔

ان واقعات سے جو کچھ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اوسکو ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے اور جو یہ ہے کہ حضرت عمر حدود خداوندی کے جاری کرنے مین عمداً رورعایت کرتے تھے جو ایک مدعی خلافت پیغمبر کے واسطے نہایت شرم کی بات ہے - اور اسی قدر واقعات ہم اونپر محققانہ راے واسطے باطل ہونے دعوے ذی علم سائل کے کافی ہین لیکن مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین اوس مباشرت قلبی کو بھی لکھدون جو اس شہادت

پر حضرت عمرؓ (جج) کو تھی - تاکہ قطعی فیصلہ اس امر کا ہو جاوے کہ کیسی ظالمانہ کارروائی اس مقدمہ مین عمداً جج نے کی اور ہرگز ہرگز کوئی معزز گورنمنٹ اور اوسکے پبلک کے مہذب لوگ کبھی کسی ایسے بادشاہ وقت یا اوسکے کسی ایسے حاکم کو جسکے ایسے رورعایت کے فیصلے ہوتے ہون سلطان عادل یا منصف نہین کہہ سکتے ہین ؟ -

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حج مین تھے - مغیرہ بھی ساتھ تھا کہ اتفاقیہ حضرت عمرؓ کی نظر ام جمیل سے حج مین چار انکھین ہوگئین اوسے دیکھکر حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا کہ تم اسے پہچانتے ہو اوسنے جواب مین (معاذ اللہ) کہا کہ ہان یہ ام کلثوم بنت علیؑ ہے [سلہ]

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا کہ تو تجاہل کرتا ہے میرا ہرگز یہ گمان نہین ہے کہ ابوبکرہ نے جھوٹی گواہی دی تھی اور مین جسوقت تجھکو اپنے پاس کھڑا دیکھتا ہون

[سلہ] کیا یہ امر قابل افسوس کے نہین ہے کہ حضرت عمرؓ کے روبرو مغیرہ نے کس بے ادبی کی جرأت کی جسکی زبان قطع کرنی چاہیے تھی نہ اس حیثیت سے کہ اوسنے دختر علیؑ کی نسبت استہزا کیا بلکہ اس حیثیت سے بھی کہ اوسنے زوجہ حضرت عمرؓ کا استہزا کیا جیسا کہ اہلسنت اس بات کے قائل ہوئے ہین کہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ سے حضرت عمرؓ نے عقد کیا تھا لیکن حضرت عمرؓ کا اس مذاق مغیرہ پر کسی غیرت وحمیت کا جوش مین نہ آنا اور مغیرہ کو سزا کا نہ دینا ہم جہانتک غور کرتے ہین تائید کرنے والا قول اوس قائل کا ہے جسکی یہ تحقیق ہے کہ حضرت عمرؓ کا عقد ام کلثوم کے ساتھ نہین ہوا تھا ورنہ ایک معمولی حیثیت مسلمان اپنی بی بی کی نسبت ایسا کلمہ استہزا کا نہ سن سکتا تھا نہ کہ خلیفہ وقت کی بی بی کی نسبت اسطرحکے استہزا کی اوسکے روبرو جرأت ہو سکتی تھی مگر جیسے کہ اون واقعات سے جو متعلق اوس خطبہ کے روایات اہلسنت مین مذکور ہین اہلبیت پیغمبرؐ کی توہین ثابت ہوتی ہے ویسے ہی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ اہلبیت پیغمبرؐ کی وقعت وعزت کسقدر ان لوگون کی نگاہ مین تھی - لعنت خدا بر دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ -

مولف عفی عنہ

خوف کرتا ہون کہ پتھر آسمان سے مجھپر نہ گرائے جائین[1] ہمارے ذی علم سائل کو ایمان سے بتلانا چاہیے کہ جب حضرت عمرؓ شہادت ابوبکرہ سے اسدرجہ مباشرت قلبی اور اطمینان کلی حاصل کر چکے تھے کہ دوسری شہادت کی ثبوت جرم کے واسطے گویا ضرورت بھی نہ تھی اور انتہا یہ ہے کہ بری شدہ مجرم کو اپنے پاس جب کبھی مکرر دیکھا خوف کیا کہ پتھر آسمان سے اوسپر نہ گرین لیکن باوجود اس علم کامل اور مباشرت و اطمینان قلبی کے گواہ کو اپنی خاص عنایت امیز تقریر سے تلقین کرنا اور یہ منشا ظاہر کرنا کہ وہ شہادت مین ایسا پہلو رکھے کہ مجرم کی بریت کا پہلو نکل آوے اور یہ چاہنا بلکہ کر گذرنا کہ ایک مجرم جو فی الواقع مرتکب جرم عظیم کا ہوا ہے اس حیلہ سے چھوڑ دیا جائے اور تین شخص اصحاب کرام رسول سے جو درحقیقت بالکل بے قصور اور نہایت سچے ہون اور درد دین سے ایک سچی شہادت دینے آئے ہون سخت سزایاب کئے جائین یہ ظلم عظیم کیا ایک سچے نائب پیغمبر کا کام ہو سکتا ہے اور ایسے شخص کی نسبت قبول کیا جا سکتا ہے کہ حدود خداوندی کے اجرا مین وہ فرق و امتیاز نہین کرتا تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت ابوبکر اور اونکی اعلے لیاقت والے خلیفہ حضرت عمرؓ کے بھی دو مقدمات کہ جنمین اونہون نے حدود خداوندی کے اجرا مین فرق امتیاز نہین کیا۔ میرے لائق ابن ذی علم سائل کو تحقیق کی نظر سے غور کرنے کے لئے اور شاید انصافاً دعوے سے شرمانے کے لئے بھی کافی ہین اور کچھ ضرورت نہین ہے کہ عہد خلافت ثالث کا بھی کوئی مقدمہ لکھا جاوے مگر ذیر سائل کی خاطر سے اونکے تیسرے خلیفہ صاحب کا بھی ایک مقدمہ سہی۔

اجراء حدود خداوندی بعہد حضرت عثمان

ان بزرگوار کے وہ شدائد جو رسول مقبول کے مقبول صحابہ کے ساتھ وہ عمل مین لائے بہت کچھ کتب تواریخ اسلام مین درج ہین اور جنکو سچے مسلمان جس نگاہ سے

---

[1] دیکھو تاریخ علامہ ابن خلکان ۱۲

دیکھتے ہین اور دیکھنا چاہئین ہمکو اوسکی تصریح کی ضرورت نہین ہے۔ یاد کرو حضرات ابوذر و
عمار یاسر وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے ساتھ اونکا طریق عمل کہ جو اون کے ساتھ کیا گیا۔ سبکے
اسوقت تک تحقیق نہین ہوا کہ یہ بیچارے کس جرم اور گناہ پر اون حدود کی سزا اور نا ثابت ہوے
جو اونپر جاری کیگئین۔ یہی نا کہ وہ او نکو اونکے افعال قبیح پر تنبیہ کرنیکی کوشش کرتے
تھے اور جن افعال کو وہ برخلاف حکم خدا و سنت رسول کے جانتے تھے اور جو درحقیقت
برخلاف حکم خدا و سنت رسول کے تھے حتٰے کہ جن لوگون نے جس شرط کی بنا پر اونکو مسند
خلافت پر لا بٹھایا تھا وہ بھی اونسے اون شرائط کی عدم پابندی پر برگشتہ ہوے اور ان
تمام ہوا اور کیا جو نتیجہ ہوا اوس نتیجے نے بالآخر اونکو مسلمانون کے ہاتھ سے قتل کرا دیا
اور پس از قتل بھی اون کی لاش کو تین روز تک جس مقام پر پڑے رکھا وہ ایک ایسا کوڑہ مقام تھا کہ
جہاں پر نعش محفوظ نہ رہ سکی۔ اور بالآخر اونکو مدفن بھی نصیب ہوا تو ایسے لوگون کے
مقبرہ مین کہ جسکا پتہ بی بی عائشہ پیاری زوجہ پیغمبر کے اس فتوے سے کہ ء اقتلوا نعثلا
بخوبی مل سکتا ہے۔ بیشک جہاں کا مردہ ہوتا ہے وہین دفن ہوتا ہے۔

سچ ہے کہ خاک کھینچتی ہے اپنی خاک کو

ان صحابہ پیغمبر کے ساتھ جو سلوک اونہوں نے کیا اوسکا کنایہ مین نے صرف اس
غرض کے حاصل ہونے کے لئے کیا ہے کہ جہاں حدود خداوندی اونہون نے جاری
کئے وہاں بلا ثبوت جرم برخلاف مرضی خدا و رسول جاری کئے اب مین ایک مقدمہ اونکا
ایسا دکھاتا ہون کہ جہاں اونھون نے مجرم کو باوجود ثبوت کامل جرم اور خود اقبال مجرم
مجرم کو کچھ سزا نہین دی ہے اور جسکا نتیجہ برخلاف دعوے سائل کے یہ ہوتا ہے کہ
بیشک وہ حدود خداوندی مین خویش بیگانہ کا لحاظ کرنے والے تھے اور ہرگز بلا رو رعایت
وہ فیصلہ نہین کرتے تھے۔
اہل سیر متفق ہین کہ حضرت عبید اللہ سے جو حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادہ تھے

اونکے باپ کے قتل کے روز صبح کو حضرت عبد الرحمن نے جو ایک صاحبزادہ حضرت ابوبکر کے تھے یہ خفیہ رپورٹ کی کہ مین نے کل شام کو دیکھا کہ ہرمزان اور ابولولوہ بطور راز آپس مین چپکے چپکے کچھ سرگوشیان کر رہے تھے۔ جو ہین مجھے دیکھا اوٹھ کھڑے ہوئے اور گھبراہٹ مین اونکے پاس سے ایک خنجر بھی گر پڑا۔ اوس خنجر کے دو سرے تھے اور بیچمین دستہ تھا اور مین شناخت کرتا ہون کہ یہی وہ خنجر تھا جس سے تمہارے باپ قتل کئے گئے۔"

(دیکھو کامل ابن اثیر)

لیکن ہم افسوس سے کہتے ہین کہ جو خبر حضرت عبد الرحمن نے حضرت عبید اللہ کو دی تھی اور جسپر اونہون نے قیاس قتل کیا وہ خود غلط خبر تھی اوسکی اصلیت جو کچھ ہے اوسکو بھی اہل خبر نے ہرمزان کے بیٹے عمازیان کی زبانی تحقیق کی ہے اور جو یہ ہے کہ "عجم لوگونکا دستور تھا کہ بوقت شب ایک دوسرے کے یہان جایا کرتے تھے ایک روز فیروز عرف ابولولوہ ہرمزان کی طرف سے گذرتا تھا اور اوسکے ہاتھ مین خنجر تھا جسکے دو سرے تھے ہرمزان نے اوس خنجر کو فیروز سے لیکر دیکھا اور پوچھا کہ اسے کیا کروگے اوسنے کہا کہ تیز کرونگا جسوقت یہ بات چیت ہوتی تھی ایک تیسرے شخص نے بھی ان دونون کو یہ بات چیت کرتے ہوئے دیکھا تھا جب عمر قتل ہوگئے تو اوسی شخص نے عبید اللہ سے جا کر یہ کہدیا کہ یہ خنجر ہرمزان نے فیروز کو دیا تھا اور اس بنا پر عبید اللہ نے ہرمزان کو مار ڈالا۔"

اس روایت سے وہ تیسرے شخص حضرت عبد الرحمن مخبر ہی پائے جاتے ہین کہ جسکو درحقیقت ہرمزان خواہ فیروز نے نہین دیکھا تھا صرف ہرمزان کے بیٹے عمازیان نے دیکھا تھا مگر اوسنے بھی پہچانا نہین تھا کہ کون ہے اور کون نہین بہرحال "حضرت عبید اللہ نے خود حضرت عبد الرحمن سے یہ خبر سنکر ابولولوہ اور ہرمزان اور تیسرے ایک اور شخص کو جسکا نام جفینہ تھا اور وہ نصرانی اہل حیرہ اور پشت و پناہ سعد بن مالک تھا قتل کر ڈالا۔ ہرمزان کے جسوقت تلوار لگی ہے اوسکی زبان پر کلمہ طیب جاری تھا۔" (کامل ابن اثیر)

اس روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عبید اللہ نے ابو لولوہ کو قتل کیا لیکن بخاری کی روایت اسکے خلاف ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابو لولوہ نے حضرت عمرؓ کو مسجد میں قتل کیا تھا اور بھاگا تھا اوسیوقت لوگوں نے اوسے پکڑ لیا تھا اگرچہ اوسنے اون لوگون کو بھی مجروح کیا تھا لیکن اوسیوقت وہ اوسی خنجر سے اپنے جان پر بھی کھیل گیا تھا" ہم برخلاف اس روایت صحیح بخاری کےاس روایت کو قبول نہین کرتے ہین کہ ابو لولوہ حضرت عبید اللہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔

اسکے علاوہ یہ امر بھی بعید از عقل پایا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ابو لولوہ ایک ایسی جری بہادر شخص کے مقابلہ مین آتے جو اپنا سر ہتھیلی پر لئے پھرتا ہو اور جسنے ایک ایسے پر رعب وہیبت والے خلیفہ کو مسلمانون کے ایک مجمع عام مین بلا خوف قتل کیا ہو کہ جسکی ہیبت وصولت کا ایک گروہ کثیر مسلمانون کا قائل ہے۔ اسواسطے ہم علامہ طبری کی اس تحقیق سے تائید کرتے ہین کہ عبید اللہ نے ابو لولوہ کی ایک دختر صغیر السن کو قتل کیا تھا" اور اسکے صحیح ہونے پر کچھ شبہ نہین ہوسکتا کہ ایسی جرأت ودلیری حضرت عبید اللہ ابن عمر مین بذریعہ اثر نسلی موروث ہوسکتی ہے۔

حضرت عبید اللہ ابن عمر نے جب یہ چند پے در پے خون کئے قبل اسکے کہ مجلس شوریٰ تعین خلیفہ کا کردے اور عام طور پر اونکا روئے سخن مہاجر و انصار کیطرف یہ تھا کہ بخدا مین ابھی اور لوگون کو قتل کرونگا جو میرے باپ کے خون مین شریک ہین جیسا کہ اسکی تصریح کتب مین موجود ہے[1]۔ تو سعد ابن ابی وقاص نے اون کو گرفتار کرکے اپنے مکان مین قید کرلیا اور اون کے تلوار ضبط کرلی اور جب حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہوچکے اور مسجد نبوی مین آکر اجلاس کیا تو سب سے پہلے جو مقدمہ اونکے روبرو پیش ہوا وہ اونہین تین بیگناہون کے خونکا تھا جو گرفتار ملزم

---

[1] کامل ابن اثیر۔

عبید اللہ ابن عمر کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے اور جنمین اونکے باپ کے قاتل ابو لولوہ کی ایک صغیر بچی بھی تھی۔

حضرت عثمان کے طلب پر گرفتار ملزم حاضر لایا گیا۔

حضرت عثمان نے اون لوگون سے جو اوسوقت موجود تھے یہ دریافت کیا کہ "ایسے شخص کے بارہ مین جسنے اسلام مین ایسا رخنہ ڈالا جو ظاہر ہے (قتل مین بیگناہ ہون کا) مجھے مشورہ دو" مجھے افسوس ہے کہ یہ مقدمہ ایسا نہ تھا کہ جسمین ملزم پر شہادت ثبوت و صفائی مساوی درجہ رکھنے والی ہون ملزم خود اقراری تھا اور شہادت ثبوت اسدرجہ پر مزید تھی کہ جو کسیطرح ملزم کو رہائی کا پہلو نہین دے سکتی تھی اطمینان قلبی حاکم کو جو کسی ملزم کے حق مین ہونا چاہئے وہ اس ملزم کے حق مین حضرت عثمان کا یہ تھا کہ "وہ اسنے اسلام مین بڑا رخنہ ڈالا ہے" جیسا کہ اونکے کلمہ اخیر الی جملہ مین موجود ہے۔ حضرت عثمان کو اوسکے قتل کا حکم پاس کرنے مین کوئی درجہ تاخیر نہونی چاہئے تھی لیکن وہ مجرم کے باپ کے احسانمند تھے کہ جسکے بدولت اونکو اس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے موقع ملا تھا جس سے میری مراد یہ ہے کہ وہ خلیفہ مقرر ہوئے تھے اونھون نے مکروہ جانا کہ مین اوسکے بیٹے کے قتل کا حکم دون چنانچہ اون کے دریافت پر ایک غیبی شخص کہ جو حکم اس مقدمہ مین دینا چاہئے تھا وہ دے اوس شخص کی تھی جو درحقیقت اوسکے حاکم فیصلہ کے لئے تھا یعنے علیم تفضے جنھون نے یہ فرمایا کہ "اس کو قتل کرنا چاہئے" لیکن بعض دیگر لوگون نے ایسے کھلے ہوئے مجرم کے حق مین جب خلیفہ کا استصواب چاہتا دیکھا تو فی الضمیر سمجھ کر بتائید مرضی خلیفہ مخالف صحیح رائے علیم تفضے کے یہ کہا کہ "کل تو عمر قتل ہوئے آج اونکا بیٹا قتل کیا جاوے"

اسی موقعہ پر حضرت عمرو عاص نے جنکا نام اونکی کاروائیون کی وجہ سے تاریخ اسلام مین بہت روشن ہے اور جن کو اونکی پرزور تدابیر آئندہ بنی امیہ کے خلیفہ ثانی کا وزیر ذوخاص بنا دینے والی تھین مجرم کے حق مین یہ مفید رائے دی کہ "وہ مرتکب ان جرائم

کا اوسوقت مین ہوا ہے کہ جسوقت مین تعین کسی خلیفہ کا نہین ہوا تھا اور اسواسطے خلیفہ مجاز
نہین ہے کہ اوس سے اون جرائم کا مواخذہ کرے کہ جو اوسکے عہد حکومت سے پہلے
واقع ہوے ہون ؎ لیکن ہم افسوس سے دیکھتے ہین کہ ایک وقت مین تو ایسی راے
دیجاوے باوجودیکہ قاتل معین ہو اور ثبوت جرم مین اوسکے کوئی شک نہو اور ایک وقت مین
جب کہ خود اسی خلیفہ کا قتل مسلمانون کے ہاتھ سے واقع ہوا اوسکے مابعد خلیفہ کی خلافت
مین اس خیال پر کہ مقتول خلیفہ کے قاتلون سے خون کا بدلہ نہین لیا رخنہ ڈالا گیا حالانکہ
خلیفہ مقتول کا قاتل معین کوئی معلوم نہین ہوا تھا اور خلیفہ موجود نے صاف طور پر نوٹس
دے دیا تھا کہ دعویداران خون حاضر ہوکر شہادت پیش کرین۔ مگر کسی نے حاضر ہوکر
نہ دعوے کیا اور نہ شہادت پیش کی۔

بہرحال حضرت عثمان نے اس رعایت سے کہ مجرمی کوئی الزام رعایت عاید نہ ہو اور
ملزم بھی سزاے قتل سے محفوظ رہے فوراً یہ راے دی کہ مین ہرمزان کا ولی ہون اور
اوسکے عوض لینے کو مین دیت قرار دیتا ہون اور وہ دیت اپنے مال سے ادا کی۔
مین یہ بھی نہین سمجھ سکتا کہ وہ ہرمزان کے ولی کیسے ہو سکتے تھے جبکہ خود اوسکا بیٹا
عماذیان دعویدار موجود تھا اوس سے پہلے دریافت کیا جاتا کہ آیا وہ دیت لینے پر راضی
ہے اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کرتا تو البتہ وہ دیت اوسکو قاتل کے ورثا وسے دلوانے
یا اپنے پاس سے دیتے لیکن کسی روایت سے یہ نہین پایا جاتا کہ اونھون نے عماذیان
پسر ہرمزان سے رضامندی اوسکے دیت لینے کے لئے حاصل کی یا نہین لیکن مین
خیال کرتا ہون جب کہ وہ خود ہرمزان کے ولی بنگئے تو دیت بھی خود ہی لی ہوگی اور
اس صورت مین اہل تحقیق تجویز کر سکتے ہین کہ نتیجہ اس دیت کا کیا ہوا۔

قطع نظر اس امر کے کہ کچھ نتیجہ ہوا ہو اور وہ نتیجہ موافق ہو یا مخالف روایات سے
جو کچھ پایا جاتا ہے وہ محض اوس ایک مقدمہ مین پایا جاتا ہے جسمین عبید اللہ بمقابلہ

قتل ہرمزان کے مرتکب جرم اور ملزم تھے۔ لیکن اون مقدمات مین جنمین وہ بمقابلہ قتل جفینہ نصرانی اور معصوم دختر ابو لولوہ کے ماخود تھے کتب تواریخ خاموش ہین جسکا نتیجہ ہے کہ حضرت عثمان نے اون مقدمات مین ملزم سے قطعی مواخذہ نہین کیا۔

اس مقام پر اون اشعار کا ذکر بھی ایک مفید نتیجہ نکالنے والا ہے جو زیاد بن لبید بیاضی انصاری پڑھا کرتے تھے جب وہ عبید اللہ کو دیکھتے تھے اور جنکا ما حصل یہ ہے اے عبید اللہ تجھکو اب بھاگ جانے اور چھپ جانے کا موقع ابن اَروے[1] سے باقی نہین ہے تو نے وہ خون کئے کہ جو تجھپر حرام تھے اور واللہ حلال نہ تھے اور قتل کرنا ہرمزان کا خود امر عظیم ہے تو مرتکب اس جرم کا ہوا بے اسکے کہ ہرمزان کا کوئی گناہ تجھپر ثابت ہوا ہو سوائے اسکے کہ ایک شخص نے کہا چند آدمیون سے خطاب کر کے کہ کیون جی ہرمزان پر عمر کے خون کی تہمت رکھتے ہو اون لوگون مین سے ایک بیوقوف ایسے وقت مین جب کہ مصیبتین بہت کثیر تھین کہنے لگا کہ ہان مین تہمت رکھتا ہون کہ ضرور ہرمزان نے قتل عمر کا اشارہ کیا اور بیشک اوسکے قتل کا فرمان دیا اور ہتھیار ابو لولوہ کے اوسکے گھر مین تھے کہ اون ہتھیارون کو ہرمزان الٹ پلٹ کیا کرتا تھا اور ایک امر کا دوسرے امر پر قیاس کیا جاتا ہے۔

ان اشعار مین بہ تفصیل وہ واقعہ نظم کیا گیا ہے جو باعث قتل ہرمزان کا ہوا اور عبد الرحمن بن ابی بکر کو بیوقوف بتلا کر اونہین کو ہرمزان پر اتہام لگانے والا ظاہر کیا گیا ہے کہ جنھون نے محض ہتھیارون کے اولٹ پلٹ کرنے سے جنکو وہ اپنے گمان مین ابو لولوہ کے ہتھیار سمجھتے تھے ہرمزان کے ایماء اور اشارہ کا قتل حضرت عمر مین قیاس کیا اور جو قیاس باعث قتل ہرمزان کا ہوا۔

یہ ایک ایسی بات تھی کہ جسکو عبید اللہ ندامت کیوجہ سے سُن نہین سکتے تھے اور اسی

---

[1] حضرت عثمان کی مادر گرامی کا نام ہے۔ مولف عفی عنہ۔

بنا پر اونھون نے حضرت عثمان سے کہ جنھون نے اونکی خون کی حفاظت کر کے اونکا بدلا سو خود
چھوڑ دیا تھا شاعر کی شکایت کی جسپر اونھون نے زیاد کو بلا کر ممانعت کی لیکن یہ درحقیقت
ایسا فعل مذموم واقع ہوا تھا کہ جسنے شاعر کو ہرگز پرواہ ممانعت خلیفہ کی نہین کرنے دی
بلکہ بجاے عبید اللہ کے خود حضرت عثمان کی نسبت چند اشعار تصنیف کرنے اور پڑھنے
پر برانگیختہ کر دیا جسکا ماحصل یہ ہے کہ "اے ابو عمرو[1] عبید اللہ سبب قتل کرنے ہرمزان
کے رہن ہے۔ تم اس باب مین کچھ شک مت کرو تجھے ہرمزان کے قتل کو بذمہ عبید اللہ ثابت
سمجھکر عبید اللہ کو قتل کرو۔ کیونکہ تم نے اگر اس جرم کو عبید اللہ کو بخشدیا۔ اور حال یہ ہے کہ
خطا کے وجوہ و اسباب مثل گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑون کے ہین[2] ایسی حالت مین اگر
بخشدیا تو برا ہو گا کیا تم بخشدو گے ناحق تمکو ہرگز یہ اختیار نہین ہے"

اگرچہ بعض مورخین نے ایک روایت ایسی بھی لکھی ہے کہ جسکا نتیجہ ہے کہ[3] حضرت
عثمان نے جب وہ خلیفہ ہوے تو عماذیان پسر ہرمزان کو عبید اللہ کے قتل کی قدرت
دی تھی لیکن اوسنے حسبۃً للہ اور اون لوگون کی خاطر سے جو عبید اللہ سے ہمدردی رکھتے
تھے گو ان افعال پر اوسے گالیان بھی دیتے تھے چھوڑ دیا تھا اور لوگون نے عماذیان
کے اس فعل پر خوشی کے نعرہ لگاے اور عماذیان کو اوٹھا لیا اور گویا وہ اپنے گھر تک
لوگون کے سرون پر پاون رکھتا ہوا پہونچا۔ لیکن ہم اس معافی جرم کے واقعہ کو
اگر قبول بھی کرلین تب بھی اون بقیہ خونون کی نسبت ہم کیسے جرم سے اوس کو
بری کر سکتے ہین۔ حالانکہ محققین مورخین کے نزدیک یہ واقعہ معافی جرم عماذیان کی
نسبت بھی غلط ہے اگر عماذیان اوسکو معاف کر دیتا تو ہرگز علی مرتضی اپنے عہد حکومت
مین اوسکے قتل کا ارادہ نہ فرماتے کہ جسکی وجہ سے وہ معاویہ کے پاس شام کو بھاگ
گیا تھا۔ بہرحال ہم اگر اوسکو ایک واقعہ جرم سے بری سمجھین خواہ وہ بریت بربنا دیت

[1] کنیت ہے حضرت عثمان کی۔ [2] یعنی متواتر اسنے خطائین کی ہین کہ کئی شخصون کو قتل کیا ہے۔
[3] دیکھو کامل۔

کے ہو یا بربناء سافی لیکن دیگر جرائم سے اوسکی بریت کے لیئے ہمکو کتب اسلام سے کوئی وجہ کافی نہین ملتی ہے اور جسکا مواخذہ اہل تحقیق جان سکتے ہین کہ کسکی گردن پر ہو سکتا ہے۔

اگر یہ واقعات مندرجہ کتب اہلسنت بہ صحیح ہین کہ جنکی صحت سے انکار کرنا بہت دشوار ہو گا تو ہنوز سائل کو اپنے دعوے پر کسیقدر شرم کرنا چاہئے۔!!

پھر ذی علم سائل فرماتے ہین کہ " قرآن جو مختلف اور منتشر اوراق مین تھا انہین حضرات کی کوشش اور سعی سے یکجا مرتب ہو کر تمام عالم مین شائع اور مشتہر ہوا اور وعدہ خدائے تعالےٰ " انا لہ لحافظون " انہین کے ہاتھون سے پورا ہوا۔ گویا انکا یہ فعل پسندیدہ جناب کبریا ہو کر خدا کے فضل کے ساتھ تعمیر ہوا اور مقتضائے عدل خداوندی بھی یہی تھا "

یہ بہت ہی قابل افسوس فضیلت ذی علم سائل نے مرتب کی ہے جسکے بابت ہم کو واقعات مندرجہ کتب اہلسنت دکھانے مین مخالفین اسلام کے مضحکہ کا سخت غمناک خیال پیدا ہوتا ہے لیکن بنابر ضرورت کچھ کچھ لکھنا ہی ہو گا ہم نہین جانتے کہ سائل نے اون اقوال و روایات سے جنمین عہد رسولؐ ہی مین قرآن کی مرتب ہو جانے کا ذکر ہے کہ جسکا پتہ قول حضرت عمرؓ حسبنا کتاب اللہ مین موجود ہے کیون اعراض کیا حالانکہ اقوال و روایات نہایت قابل قدر تھے مگر غالباً وجہ اوسکی بھی یہ ہے کہ اس بنا پر اونکو اپنے خلفا کی کوئی فضیلت اگرچہ جزئی بھی ہو ہاتھ نہ آتی اسلیئے کہ وہ صحابہ جنہون نے عہد رسولؐ مین بامر رسول قرآن کو جمع کر کے حضرت پر پیش کیا تھا یا حضرت نے دیگر مردم کو اونسے اخذ قرآن کا حکم فرمایا تھا اونمین کہین پتا نہین ملتا کہ ایک شخص بھی خلفائے ثلثہ سے تھا علاوہ برین یہ وجہ بھی نظر انداز ہونے کے قابل نہین ہے کہ ان روایات مین وارد ہوا ہے کہ علیؑم علیہ السلام نے عہد رسولؐ مین قرآن جمع کر کے جسمین تفسیر پیغمبری شامل تھی حضرت پر عرض کیا جسکی نسبت ابن سیرین کا یہ خیال ہے کہ اگر وہ قرآن[1] ہاتھ آتا تو بہت سا علم اوس سے حاصل

[1] دیکھو تاریخ الخلفا للسیوطی۔

پس ہمارے ذی علم سائل سے کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ ایسی راہ چلتے
جس سے ایک نہایت عظیم الشان فضیلت علی مرتضےٰؑ کی ثابت ہو جاتی
اور ان کے خلفا بیچارے بلکل محروم ہو جاتے اونکو تو یہی مناسب معلوم
ہوا کہ عہد رسول مین قران کو ابتر ثابت کر کے شرف جمع و ترتیب کو اپنے خلفا کے سر منڈھین
مگر مقام سخت حیرت کا ہے کہ جمع و اشاعت قران خصوصاً جبکہ بہت سے نسخے اوسکے عہد رسول
بھی مین جمع ہو چکے تھے کون ایسا دشوار کام تھا کہ جسکا سرانجام پورے طور سے نہ خلیفہ اول
سے ہو سکا اور نہ ثانی سے اور ہوا تو خلیفہ ثالث سے اور پھر اوس طرح کہ جسکی حالت بنا بر
روایات اہلسنت نہایت افسوسناک ہے کہ آجتک علاوہ بے نظم و نسق اور مقدم او
موخر ہونیکے اغلاط صریح اوسمین موجود رہ گئے جنکو حضرت عثمان نے باوصف علم درست نکیا
اگر ذی علم سائل یہ دعوے کرتے کہ حضرت عثمان نے اس خیال سے کہ لوگونکے
ہاتھون مین متفرق طور پر بھی بعض بعض حصص قران ہین جنمین کہ آیات منسوخ التلاوہ اور
بعض الفاظ تفسیری بھی شامل ہین اپنی رائے سے قران کو برخلاف اصل ترتیب حسب
نزول کے جمع کرایا اور اوس اپنے ترتیبی مسودہ قران کے مقابلہ مین دیگر نقول قران
مرتب شدہ عہد پیغمبر کو کہ وہی عہد خلافت اول و دوم مین بھی لوگون کے ہاتھ مین تھا بزور
خلافت فی الارض طلب کر کے اور بجز عبد اللہ ابن مسعود کے کہ ارسنے اپنی جان دے دی
اور جو قران اوسکے پاس تھا وہ نہ دیا[1]) سب کو آگ دے دی[2] اور اپنے مقلدین کو "
انا لہ لحافظون" کے معنے بخوبی بتلا دئے۔ تو شیعون کو کوئی موقع اس مارے پر جرح اور
اعتراض کا نہین ہوتا بلکہ ہم سفارش کرتے کہ شیعہ اس رائے کو قبول کر لین۔
درحقیقت حضرت عثمان نے نقل اکبر کے جلانے مین سنت اپنے خلفائے ماقبل

[1] دیکھو نجات المومنین ملا محسن کشمیری و نہایۃ العقول فخر رازی و معارف ابن قتیبہ۔ [2] تاریخ کامل
مطبوعہ مصر اور فتح الباری شرح صحیح بخاری مین یہ فقرہ لکھا ہے "وحرق ماسوا ذلک" [3] صواعق محرقہ

* دیکھو تاریخ الخلفا و استیعاب و اخبار الدول"

کی ادا کی کہ اون بزرگواروں نے ثقل اصغر کے قلوب اور گھر جلا کر اپنے قلوب ٹھنڈے کیئے تھے اور انہوں نے نسخ قران آور جسطرح کہ خلفاے اولین نے بغرض استقرار خلافت اور رد عویداران خلافت کے کمزور کرنے کے حقوق ثقل اصغر یعنی فدک و خمس وغیرہ کو ضبط کر لیا ان حضرت نے اونہیں حقوق کو اپنے عزیزونکو لبطور معافی علے الدوام بخشدیا سلہ بہر حال یہ سب لوگ اپنی اپنی دلیرانہ جراتون مین ایک دوسرے سے بڑہے رہے اور سب نے اپنی اپنی عملی کارروائیون سے موقع بموقع "انا لہ لحافظون" کی خوب تفسیر کی۔

اس مقام پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس قران کی جس طرحسے کہ وہ ترمیم کیا گیا نہایت ضرورت تھی بمقابلہ اوس قران کے جو عہد پیغمبر مین مرتکب ہو چکا تھا اور عہد خلیفہ ثانی تک لوگون کے ہاتھو ن مین تھا جسمین آیات منسوخ التلاوۃ اور بعض الفاظ تفسیری آیات شامل تھے اور اندیشہ تھا کہ ایندہ نسلین اون آیات منسوخ التلاوۃ اور الفاظ تفسیری کو جزو قران سمجھ سکتی تھین۔ کیونکہ اگر پیغمبر نے اوس قران مین آیات منسوخ التلاوۃ اور الفاظ تفسیریکو شامل رکھا تھا تو اونھون نے قران کے جاننے والون اور تعلیم کرنے والون کو بھی تبلادیا تھا اور یہانتک تاکید کر دی تھی کہ میرے تبلائے ہوئے قران کے عالم قران سے کبھی جدا نہ ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچ جاوین۔ سلہ

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حدیث پیغمبر کہ "وہ دونون آپس سے جدا نہ ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچین" درحقیقت تفسیر "انا لہ لحافظون" کی ہے اب ذی علم سائل فرماوین کہ "انا لہ لحافظون" کی تفسیر مین ذکر کیئے جانے کے مستحق کون لوگ قرار پاتے ہین۔

جسوقت خلافت فی الارض پیغمبر کے بتلائے ہوئے علماء قران کے ہاتھ سے نکال لیگئے اور عہد ثالث مین اوسی قران سے جو عہد ثانی تک لوگونکے ہاتھ مین تھا کاٹ

سلہ ابو الفداء صفحہ ۔ مطبوعہ مصر سلہ عبقات الانوار جلد حدیث ثقلین۔ مولف عفی عنہ۔

چھانٹ کرکے نیا مسودہ بنا لیا گیا تو یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ جدید جامع قرآن پر گو مطاعن کی بوچھاڑ
ہو لیکن وہ بوچھار شدت طعن کی (بمقابلہ اسکے کہ کسی وقت مین بھی مخلوق کو گرویدگی قرآن کے
اصلی جاننے والون اور پیغمبر کے بتلائے ہوئون مستحقین خلافت سے ہونے پائے) گوارا
کرلیگی - اور جو بنیاد مخالفت ثقلین کے ساتھ خلفائے اولین نے قائم کردی تھی اوسی پر
عمل کی کارروائی نے خلفاء اولین کے مابعد جانشینون بنی امیہ و بنی عباس کے ظالمانہ
خیالات سے اون علماء علوم پیغمبر اور قرآن سے جدا نہونے والون یعنی ایک سے لیکر بارہ ۱۲
تک کو جو سب نفس واحد مین شامل تھے زمانہ مین مظلوم رکھکر لوگون کی نگاہ سے غائب کردیا
مگر باوجود اسکے کہ کسیوقت مین بھی کوئی خلافت موید اون علماء کی نہین ہوئی کہ اونکو موقع
بحیثیت خلافت و حکومت ہاتھ مین ہونے کے اپنے سچے اصول دین کو عام طور پر شائع اور
رائج کرنے کا ملتا اور باوجود اس امر کے کہ بے شمار اونکی نسل والے اور انکے پیرو ڈھونڈھ
ڈھونڈ کر قتل کئے گئے اور زندہ دیوار مین چنوائے گئے تاہم آج جو کرورون اور
لاکھون دنیا کے مختلف حصون مین اونکے پیرو پائے جاتے ہین اگر اونکا وجود صرف قدرت و حفظ ربانی
نہین ہے تو اور کیا ہے - بہرکیف کیا یہ بات قابل شرم کے نہین ہے کہ ایک شخص جسکو مسلمانون کا
ایک گروہ پیغمبر کا برحق خلیفہ مانتا ہو قرآنون کو گو اونمین آیات منسوخ التلاوہ یا بعض الفاظ تفسیری
آیات شامل ہون جلا دے؟ اگر اوس خلیفہ کے نزدیک آیات منسوخ التلاوہ اور الفاظ تفسیری
کچھ عزت کے قابل نہین تھے تو وہ آیات جو منسوخ التلاوہ نہ تھین اونکو تو عزت کے قابل سمجھنا چاہیے تھا
کہ جو بشمول آیات منسوخ التلاوہ جلا ڈالی گئین اور جو دوسرے صفحہ پر اون آیات کی پشت پر تھین یا ان
اگر اوس عہد مین قرآن مثل تحریر انگریزی ایک ہی صفحہ پر لکھے جاتے ہونگے تو غیر منسوخ التلاوہ آیات شامل بھی
ہونگی - ہمارے نزدیک اب بھی جو اکثر آیات منسوخ الاحکام قرآن مین موجود ہین جیسے کہ آیت لکم دینکم ولی دین
کہ بعد ہجرت بسبب حکم جہاد اوسپر عمل کا حکم نہین ہے حضرت عثمان کے مقلدین کو غرض زندہ رکھنے سنت
عثمانیہ کے اونکی جلا ڈالنے مین بھی تامل نہین کرنا چاہیے تاکہ حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم
کے معنے لوگ سمجھ لین !!

ہر مسلمان کو ایسے عقیدہ رکھنے والون سے حذر اور ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیے اور ہر کلام خدا کو قطع نظر اسکے کہ وہ منسوخ الحکم یا منسوخ ہو یا نہو ایک درجہ کی عزت مین ماننا چاہیے کلام خدا کے منسوخ ہونے سے اوسپر عمل کی ہدایت بیشک باقی نہین رہتی لیکن اوسکی عزت و توقیر اور منزلت مین فرق نہین آسکتا۔

ہم جہانتک اون واقعات پر نظر ڈالتے ہین جنکا تعلق بہ عہد حضرت عثمان قران کے جمع ہونے سے ہے کبھی اون واقعات کی نسبت یہ تجویز نہین کر سکتے کہ وہ خدا کی پسندیدگی کے باعث ہو سکتے ہین اور کچھ شک نہین ہے کہ اون افعال کو جو عمل مین لائے گئے ہین اور جو تاریخون مین مندرج ہین اونکو خدا کے فعل کے ساتھ تعبیر کرنا یا اوسکو عدل خداوندی تبلانا سخت بے ادبی کی بات ہے۔

حدیث ثقلین کی پابندی پر جو کچھ تاکید پیغمبر نے فرمائی تھی اور جو کچھ کہ اوس تاکید کی تعمیل کیگئی اوسکے متعلق اس کتاب مین اکثر موقعون پر ذکر آچکا ہے اور مین بھی نسبت قران کے کمی بیشی کی یا جو کچھ کاٹ چھانٹ ہوئی ہے اوسکی بابت علمائے اہلسنت کی تحقیقین بھی ایک نقشہ مین بطور ضمیمہ دکھلانے کا وعدہ کر آیا تھا اوس جگہ پر جہان کہ معزز سائل نے آیات کتاب اللہ سے فضائل خلفاء کے مرتب کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کتاب تنزیہ الفرقان مین بہت تفصیل کے ساتھ اوسکا ذکر اوسکے عالم مصنف نے کیا ہے اسواسطے بنظر طوالت اب ہم کوئی ضمیمہ مرتب نہ کرینگے سائل اوسکو طلب کرکے[۱] پس انداز ملاحظہ شرم کرین یا جن کج فہم علماء نے خلیفہ رسول پر اس کاٹ چھانٹ اور قران کے جلادینے کا اتہام اپنی کتب مین کیا ہے اونکی نسبت ذی علم سائل اپنی رائے ظاہر کرین لیکن اون علماء کی جو عزت کہ مذہب اہلسنت وجماعت مین قبول کی گئی ہے اوسکے خلاف رائے اوسوقت باوقعت سمجھی جاویگی جب موجودہ علمائے فریقین کے روبرو آپ یا آپ کا ہم خیال کوئی قادح بمقابلہ اونکے مذہب اسلام مین اپنی عزیدہ آنرز کے سارٹیفکٹ پیش کرے گا۔

[۱] پتہ یہ ہے۔ امروہہ ضلع مراد آباد محلہ مجو شفاعت سید غلام مہدی صاحب۔

ذی علم سائل اپنے ان تمام دعووں کا جن کی حقیقت ہم دکھا چکے ہین یون اعادہ کرتے ہین
کہ وہ خلفا نے ہنگام وفات سلطنت خلافت پر جو عالم کی دینی و دنیاوی سرداری ہے اپنے کسی
عزیز و قریب کو جانشین و متمکن نہین کیا اور اسوقت بھی اصلاح امت کو ملحوظ خاطر رکھا اور دنیا
سے شوائب نفسانیہ سے پاک و صاف رخصت ہوئے اور آنحضرت کے پہلوے مبارک مین
دفن ہوکر مصاحبت و مرافقت کے ساتھ مشرف ہوئے اور جو قرب و مرتبہ زندگانی مین حاصل
تھا وہی خدا نے بعد وفات بھی عطا کیا۔"

اس دعوے مین تین امر ظاہر کیے گئے ہین۔ ایک یہ کہ جب دنیا سے خلفا تشریف لیگئے
تو اپنے کسی بھائی بند کو اپنا جانشین قرار نہ دیا دوسرے شہوات نفسانی سے پاک و صاف
دنیا سے گئے تیسرے بعد مرگ پہلوے آنحضرت مین دفن ہونے سے بعد ممات بھی اون کو
خدا نے رفیق پیغمبر بنایا۔

نسبت امر اول کے ہم وثوق کے ساتھ یہ امر کہتے ہین کہ حضرات شیخین نے خلاف
قدیم دستور عرب کے جو پالسی اختیار کی تھی اور جس مین حضرت عثمان بھی شریک ہو گئے تھے
اوس پالسی کا مقتضا یہی تھا کہ یہ حضرات بعد اپنے اپنے کسی فرزند یا کسی قریب رشتہ دار کو
اپنا جانشین مقرر نہ کرین اور اگر وہ ایسا کرتے تو مقتضا اونکی پالسی کا اور غرض اونکی
جس بناء پر کہ وہ پالسی خلاف دستور قدیم عرب کے اختیار کی گئی تھی فوت ہو جاتا۔

اس امر کا کوئی انکار نہین کر سکتا ہے کہ حضرت اسمعیل اور اونکی مان جب مکہ مین متصل
خانہ کعبہ کے آباد ہوئے اور اونکی نسل سے ترقی اور فزونی آبادی ملک عرب کو ہوئی
اور جو شخص بسبب دولت یا بوجہ کسی صفت کے تمام قبیلہ مین اعلے سمجھا جاتا تھا اور وہ ہی
اوس قبیلہ پر حکومت کرتا تھا اور صلح اور جنگ اور انفصال خصومات بالکل اوسی کے
ہاتھ مین ہوتی تھی اور اسی بناء پر ہر ایک قوم اور قبیلہ عرب پر حکومت قائم ہو گئی تھی
نسل حضرت اسمعیل سے کہ جس قبیلہ مین پیغمبر خدا صلعم تھے وہ قبیلہ قریش کے نام سے

موسوم تھا اور قبائل عرب مین بڑی امتیاز کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور زیادہ وقعت کی وجہ یہ
تھی کہ وہ قبیلہ مکہ معظمہ مین آباد تھا اور خانہ کعبہ اور اوسکے رسوم عبادت کے متعلق جتنے امور
مورز تھے وہ اسی قبیلہ سے تعلق خاص رکھتے تھے اس قبیلہ کی اگرچہ آخر زمانہ مین متعدد شاخین
ہوگئی تھین لیکن بنی ہاشم مین اوسکی تمام عزت و وراثت جمع ہوگئی تھی اور سرداری اور مہتری اور
حکومت سلسلہ کی حضرت عبد المطلب جد امجد پیغمبرؐ اور حضرت عمران پدر علیم تفضلے اپر کہ جن کی
کنیت ابوطالب بھی منتہی ہوئی حضرت ابوطالب کی اخیر زندگی مین زمانہ اسلام کا شروع
ہوا جب کہ طرز حکومت وہی تھا جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کیا اب پیغمبر کے وقت مین جب کہ
تمام قبائل عرب کے اسلام لاچکے اور خود جدا گانہ روسا و قبائل کو اسلام کے توحید نے
مٹا دیا اور صرف ذات آنحضرت کو کل قبائل نے اپنا سردار اور پیغمبر قبول کرلیا جیسا کہ
بعد حضرت ابوطالب کے وہ اپنے قبیلہ بنی ہاشم مین سردار قبول ہونے کے قابل تھے
اس لئے یہ امر ضروری تھا کہ رسالت کے ساتھ کل قبائل عرب کی حکومت بموجب دستور
جزیرہ عرب کے ذات آنحضرت سے منضم ہوجاوے اور ملکی اور تمدنی امور کا انتظام آنحضرت
کے ہاتھ مین رہے حکومت عرب کا جو اصول تھا اوس مین کچھ فرق نہین آیا البتہ اتحاد مذہب
اسلام نے جدا روسا کی خود حکومت کو معدوم کرکے ایک ہی قبیلہ یعنے بنی ہاشم کو سرداری
یا شہنشاہی کا مرکز بنا دیا تھا۔ اس بنا پر قطع نظر قانون استخلاف شرعی جسکو شیعہ بتحریر زور
اور قطعی اولہ سے ثابت کرتے ہین حسب رواج اور دستور قدیم ملک عرب کے وہ حکومت
فرزندان رسولؐ اور نسل رسولؐ مین رہنی چاہیے تھی اور قرابت اور وراثت کے ذریعہ کا
جو اصول جانشینی تھا وہ نہین ٹوٹ سکتا تھا جب تک کہ بعد پیغمبر کے یہ پالسی اختیار رکیجاے
کہ غیر خاندان رسول سے خلیفہ اور جانشین پیغمبر کا مقرر ہو اور یہ اصول مقرر نہ کیا
جاے کہ جسکے ہاتھ مین خلافت اور سلطنت ہو اوسکا قرابتدار یا فرزند مقرر نہ ہو
اور بجائے اوسکے غیر کے لئے استخلاف ہو اور بغیر اس پالسی کے وہ اصول کہ جس سے

ذریعہ سے قرابتدار حق خلافت کا رکھتے تھا اور جو عہد حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت پیغمبرؐ تک اس خاندان میں چلا آتا تھا کسیطرح زائل نہین ہوسکتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس پالسی کی اختیار کرنیوالونکو یہ امر مانع تھا کہ وہ امر خلافت کو اپنے قرابتدار یا فرزندون مین قرار دین کیونکہ مقتضے اس پالسی کا لازم کرتا ہی کہ استخلاف اپنے فرزندون اور قرابتدارونکے لئے نہ کیا جائے اور یہی پالسی خلاف دستور قدیم عرب کے باعث نکالنے خلافت اور سلطنت کا قرابتدار یعنی نسل رسول سے ہوئی اور اسی وجہ سے علیہ التحیۃ نے وقت اظہار اپنے حق کے ان لوگون سے خطاب کرکے فرمایا ہی کہ خاندان رسالت سے سلطنت کو مت نکالو اسلئے کہ ہمین اوسکے لائق اور مستحق ہین حضرت شیخین نے جو یہ مخالف پالسی اختیار کی تھی اور جو لوگ کہ موید اوس پالسی کے ہوگئے تھے اونکے طریقہ عمل کو تاریخ مذہب اسلام کی دکھاتی ہے۔

قطع نظر اس پالیسی کے اختیار کرنے کے حضرت ابوبکر کی چند روزہ خلافت کی نسبت کسی مورخ کو جسنے لائف آف خلفاء پر نظر کی ہے خواہ وہ کسی قوم کا ہو اس امر سے انکار کرنا بہت مشکل ہوگا کہ کل خلافت اور حکومت کی اوسوقت مین بھی حضرت عمرؓ کی ہی ہاتھہ مین تھی اور وہ جسطرح چاہتے تھے اوسکو مع خلیفہ کے گھماتے تھے اور جب کہ حضرت ابوبکر کے اس قول پر کہ جو اونھون نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ ہم مین تمہاری مرضی کے خلاف کچھہ کام نہ کرونگا[1] غور کیا جاتا ہے تو مورخین کی اس تحقیق پر کہ اون کی چند روزہ حکومت حضرت عمر کے ہی ہاتھہ مین رہی پورا یقین ہوجاتا ہے۔

ایسی حالت مین ہم نہین سمجھ سکتے کہ اگر حضرت ابوبکر اپنی کسی اولاد کے حق مین وصیت جانشینی کرتے یا زندگی مین اوسکو ولیعہد مقرر فرماتے تو حضرت عمرؓ کسطرح اسکو پسند کرتے اس مقام پر یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ اونھون نے بعد وفات پیغمبر جبکہ سقیفہ مین اس امر پر کہ اب خلیفہ رسول کون قرار پاوے انصار و مہاجرین مین جھگڑا ہوا

[1] دیکھو صفحہ ۲۷۹ کتاب ہذا۔

تو اوسوقت مین اگرچہ حضرت ابوبکرؓ نے بہت اصرار اس پر کیا تھا کہ مقابلہ میرے حضرت عمرؓ جو شخص
قوی ہین خلیفہ ہون لیکن حضرت عمرؓ نے بمقابلہ اونکے اپنا خلیفہ ہونا جب کہ پسند نہین کیا تھا
تو بمقابلہ اونکے کسی فرزند کے وہ اپنا خلیفہ ہونا کسطرح پسند فرماتے۔ یہ شبہہ فی الفور رفع ہو سکتا
ہے اگر حضرت عمرؓ کی اس مقدمہ مین اوس پالیسی پر غور کیا جاوے جو انھون نے بجاے
اپنے خلیفہ مقرر ہونے کے حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ مقرر کرنے مین سوچی تھی جسکو مین ایک جگہہ
اس کتاب مین بتلا آیا ہون لیکن اس مقام پر پھر اوسکا اعادہ کیا جاتا ہے اور جسپر فہمی علم
سایل غور فرماوین حضرت عمرؓ واقعہ جانشینی غدیر خم کو جسے ہنوز ایک سہ ماہی بھی پوری نہ
ہوئی تھی بھول نہین گئے تھے۔ وہ اوس بزرگوار کی حالت سے بخوبی واقف تھے کہ
جسکے استخلاف کی نسبت پیغمبرؐ نے اپنے زمانہ حیات مین چند مرتبہ لوگون کو نہایت واضح طور
پر آگاہ کر دیا تھا ایک ابتداے اسلام مین بوقت دعوت قریش اور یہ پہلا موقع پیغمبرؐ کو بحق
علے اظہار استخلاف کا تھا اور پیغمبرؐ نے جو امور اپنے اظہار استخلاف کے لئے بحیثیت شرط
قرار دیے تھے اوسوقت اونکو علیؑ مرتضے نے قبول کیا تھا جو قبول استخلاف کے لئے اقرار
زبانی علی مرتضے کا تھا لیکن جبکہ پیغمبرؐ نے ہجرت فرمائی اور بجاے اپنے اپنے بستر پر علی مرتضیؑ
کو لٹا کر لوگون کو اونکے لئے نفس پیغمبرؐ ہونے کا یقین دلا گئے تو یہ فعل پیغمبرؐ کا اوسی اظہار
استخلاف علی مرتضیؑ کو بذریعہ عمل لوگون پر ظاہر کرنا تھا اور علی مرتضےؑ کا بلا خوف و خطر بستر پیغمبرؐ پر
لیٹ جانا اور لوگونکو اپنی نسبت یہ یقین دلانا کہ پیغمبرؐ بستر پر لیٹے ہین عملی اقرار اوسی ابتدائی
اقرار زبانی استخلاف کا تھا جو بوقت دعوت قریش اونھون نے حسب خواہش پیغمبرؐ قبول
کیا تھا۔ ایک اسموقع پر استخلاف کیا ہے جسکی بناء پر حدیث منزلت موجود ہے اور سب
سے اخیر موقع مقام غدیر خم کا ہے جسمین پیغمبرؐ نے علی مرتضےؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کی
امت کو سخت تاکید کی تھی اور جسکی ولایت و امارت پر اوسی وقت حضرت عمرؓ نے یہ کہا تھا
مبارک ہو مبارک ہو آپ کو کہ صبح کی آپ نے اوس حالت مین کہ آپ میرے اور

کُل مومن اور مومنہ کے مولے ہو گئے[۱]

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر کا بے اندیشہ و ناگاہ خلافت پر تور خلافت جانشینی یوم غدیر کے ہے۔

ایسی حالت میں اگر اوس اصلی اور حقیقی جانشین پیغمبر کی طرف سے مخالفت ہو کر اگر جان جوکھم کا موقع آیا تو جو کچھ بلا پڑے گی وہ اوس کسی کے سر ہو گی جو مسند خلافت پر متمکن ہوگا اور میں الگ رہونگا۔ اور اگر کوئی جھگڑا پیش نہ ہوا یا مخالفت کو کامیابی نہ ہوئی اور ہماری اس تدبیر زور نے ہی کامیابی پائی تو حضرت ابوبکر جو بوڑھے ہو گئے ہیں اور جن سے امید بہت جلد عہدہ خالی کرنے کی ہے بعد وفات اونکے میں خود متصرف خلافت پر بلا خوف و اندیشہ ہو جاونگا اور جب کہ اب بھی عنان خلافت میرے ہی ہاتھ میں رہے گی تو اونکے عہدہ خالی ہونے کے وقت مجھے اپنی خلافت پر متصرف ہو جانے میں کچھ دقت نہ ہو گی مسٹر جان ڈیون پورٹ کی بھی یہی تحقیق ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر سے سب طرح کا حکم حاصل کر کے معہ آگ اور لکڑیوں کے خانہ جناب سیدہ پر گئے تو جناب سیدہ چلائیں کہ اے ابن خطاب تو ایسے ظلم صریح اور وحشیانہ کا ہرگز ہرگز مرتکب نہ ہونا عمر نے جواب دیا کہ میں ضرور ضرور کرونگا۔ تو عمر کو اس طرح کے جری بلکہ بے محابا کردار کا باعث بیشک یہ خیال ہوا کہ ابوبکر چونکہ سن رسیدہ ہیں اون کا سن قریب قریب رسول کے سن کے تھا تو وہ بعد رسول کی وفات کے غالباً بہت دن زندہ نہیں رہتے اونھوں نے یہ بندش کی کہ ٹھیک اس ترکیب سے وہ خود بعد ابوبکر کے خلیفہ ہو سکتے ہیں بشرطیکہ علی کو خارج کر سکیں کہ وہی ایک مد مقابل تھے جنسے اونکو کسی وجہ سے خوف کرنا پڑتا تھا۔ (دیکھو کتاب مسمی ان اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔

حضرت عمر کی اس پالیسی کا ظاہر کرنے والا صرف میں یا اور شیعہ یا مسٹر جان ڈیون پورٹ

---

[۱] دیکھو مدارج النبوۃ صفحہ ۲۳۷ و عبقات الانوار حدیث غدیر سو بالخصوص سر العالمین غزالی۔

ہی نہین ہین بلکہ اون کی اس تہ کی بات کو اون پر خود علی مرتضےؑ نے اوسی زمانہ مین اپنی تقریر مین بطور پیشین گوئی ان الفاظ سے ظاہر کر دیا کہ ''اے عمر کچھ الیسا دودہ کہ تجھکو بھی اوسمین سے حصہ ملجاوے آج اوسے ابوبکر کے لئے مضبوط کر تاکہ وہ کل تجھے پھیرے'' [1] چنانچہ یہی ہوا اور حضرت علی مرتضےؑ [2] کی پیشین گوئی صادق ہوگئی۔ یعنے جب کہ حضرت ابوبکر کے جو بالکل کرے دہر سے حضرت عمر اور اونکی مٹھی مین تھے۔ کانمین کوس الرحیل کی صدا بہونچنے لگی تو اوس احسان کے بدلہ مین جو حضرت عمر کی طرف سے بجائے اپنے خلیفہ مقرر ہونیکے اونکے مقرر کرنے مین وہ دیکھ چکے تھے اور جنھون نے کل کاروبار سلطنت کو اونہین کی راے اور مرضی پر چھوڑ کر خود بطور ایک سفید و شفاف سنگ مرمر کی تراشی ہوئی مورت کی مسند خلافت پر صرف بیٹھا رہنا پسند فرمالیا تھا بذریعہ کتابت خاص حضرت عمر کی مرضی اور دلی خوشی کے موافق اونکو اپنا جانشین مقرر کیا۔

ذی علم سائل غور فرمائین۔ کیا ایسی حالت مین ممکن تھا کہ اگر حضرت ابوبکر اپنی کسی اولاد کو (جو وہ اسوقت مین موجود نہین تھی) اپنا جانشین مقرر کرنے کا انتظام فرماتے تو جب کہ اونھون نے خداے پاک کے اوس نیک و مقدس پیغمبر کی بتلائی ہوئی صراط مستقیم سے علیحدہ ایک ڈنڈی بناکر اور گڑھا کھود کر لوگون کو گمراہ بنایا اور ٹھوکرین کھلائین تو وہ حضرت ابوبکر کے (کہ جنکو صرف اپنے آپ سے ہی بہتر سمجھتے تھے) اوس انتظام مین خلل ڈالنے مین کب ساکت رہ سکتے تھے۔

اسی موقعہ پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ جب حضرت عمر کے استخلاف کے لئے کتابت لکھی گئی اور جسکے لکھنے والے عثمان بن عفان تھے تو اکابر انصار و مہاجر اونکی ولیعہدی پر ناخوش ہوکر مسلمانون کی طرف سے بطور سفیر حضرت ابوبکر کے پاس یہ پیغام لائے تھے کہ تمنے ایک مرد درشت خو اور غلیظ کو جسے تم خوب جانتے ہو ہمپر خلیفہ مقرر کیا

---

[1] کتاب امامت والسیاستہ۔ [2] دیکھو معارف علامہ ابن قتیبہ مطبوعہ مصر۔

بے کل خدا کو کیا جواب دوگے تو ان باتونکو[۵۱] حضرت عمرؓ جیسے درشت و سخت مزاج کے بزرگوار نے
کسطرح شنگوارا کر لیا کیا کچھ شبہہ ہو سکتا ہے کہ ان سب طعن اور تشنیع کو اوسی پالیسی نے
گوارا کرایا تھا جو ابتداً اختیار کیگئی تھی ورنہ کیا تماشہ کی بات ہے کہ جس مسئلہ استخلاف کو
حضرت عمرؓ علیم نفسی[۵۲] کے واسطے بر خلاف مرضی پیغمبر پسند نہ کرین مگر اوسی استخلاف کے
رو سے اپنے لئے حضرت ابوبکر کا جانشین بن جانا پسند کر لین۔

اسی موقعہ پر یہ امر بھی ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ اگر حضرت ابوبکر اپنی کسی اولاد کے حق مین
کتابت ولیعہدی لکھنا چاہتے تو حضرت عمرؓ اپنی نظیر حسبنا کتاب اللہ کو اوسکے مقابلہ کے
لئے ضرور پیش کر کے حضرت ابوبکر کی دلی مرضی کی فوراً سے بیشتر روک ہو جاتی کہ ایسی
ولیعہدی خلاف پالیسی اختیار کردہ کے تھی۔ یہ وجوہ تھے کہ حضرت ابوبکر اپنے کسی بیٹے
کو مجبوراً حضرت عمرؓ کے خوف اور خود اپنی پالیسی اختیار کردہ کے مخالف ہونے کی وجہ
سے اپنا جانشین نہ کر سکے نہ وہ بات ہے کہ جیسے ذی علم سائل نے اصلاح امت قرار
دیا ہے یا جیسے ایک فضیلت خلفاء کے لئے ظاہر کیا ہے۔

گو مین یہ بھی کہتا ہون کہ گو حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر کے صاحبزادہ یا اونکے اہل قبیلہ
نہ سہی مگر اونکے جاہلیت کے گاڑھے دوست تو تھے یاد کرو زمانہ جاہلیت مین حضرت
ابوبکر کا پیشہ بزاری اور حضرت عمرؓ کا عکاظ کے بازار مین دلالی کرنا[۵۱] اور پھر بعد اسلام
بھی اس درجہ متحد الخیال رہنا کہ جس غزوہ سے حضرت عمرؓ بھاگے حضرت ابوبکر بھی اونکے پیچھے
ہی رہے۔ ایسا پرانا میل جول اور متحد الخیالی مین جہانتک غور کرتا ہون عزیز و قریب
کے درجہ سے کم قرار نہین پا سکتا اور خصوص اوس پالیسی کے لحاظ سے بھی جو اختیار کیگئی تھی
اس مقام پر مین ایک حدیث صحیح مسلم سے لکھتا ہون اور مشکوٰۃ مین بھی اوس سے
لیگئی ہے ذی علم سائل دیکھین کہ کہان تک وہ اونکے اس دعوے کی تائید کرنیوالی ہے

[۵۱] دیکھو کتاب اخلاق صفحہ ۷۵ [۵۲] کتاب بنو ہاشم نمبر ۲ رسالہ روشنی جلد اول صفحہ ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ [۵۱] دیکھو صفحہ ۱۱۴ - کتاب ہذا -

اگرچہ یہ حدیث کیا بحیثیت متن اور کیا بحیثیت سلسلۂ رواۃ حجت نہین ہو سکتی ہے متناً اسواسطے
کہ ابتدائی حصہ حدیث کا آخر سے مخالف ہے اور سنداً اسواسطے کہ سلسلۂ رواۃ مین تین
راوی مقدوح و مجروح ہین مگر چونکہ کتب مقبول مذہب سائل مین وہ حدیث ہے اسواسطے
وہ اونپر حجت ہے اور جسکے قبول کرنے مین خصم کو کچھ چون وچرا کا موقع مل نہین سکتا[۱] وہ
حدیث یہ ہے "بی بی عائشہ فرماتی ہین کہ رسول خدا نے مرض موت مین مجھسے کہا کہ
اپنے باپ اور بھائی (ابوبکر و عبدالرحمن) کو مجھے بلا دو تاکہ مین ایک کتابت لکھدون
اسواسطے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ
ہم مستحق خلافت ہین اور خدا نہین پسند کرتا ہے اور نہ مسلمان پسند کرتے ہین کہ بجز
ابوبکر کے کوئی اور خلیفہ ہو" اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن
کو پیغمبر نے حضرت ابوبکر کے ساتھ بلایا وہ اس کتابت کے لکھنے یا اوسپر گواہی کے
واسطے نہین بلائے گئے تھے کہ اونکے ہاتھ کا کتبہ یا اوس کتبہ پر اونکی شہادت
جرح سے بچ نہین سکتی تھی بلکہ مقصود پیغمبر کا یہی تھا کہ مین اپنا جانشین ابوبکر اور
اون کی اولاد کو جانتا ہون پس ایسی حالت مین حضرت ابوبکر کو اپنے صاحبزادہ
عبدالرحمن کا از روے نص پیغمبر اپنا جانشین مقرر کرنا چاہیے تھا اور جب کہ اونھون
نے ایسا نہین کیا تو مخالفت حکم پیغمبر کی یا نہین اور خدا و رسول کے احکام
سے مخالفت کرنے والا مین تو اس موقعہ پر اپنی زبان سے کہہ نہین سکتا لیکن بجاے
ذی علم سائل غور فرماوین کہ مسلمانون کے نزدیک کیا قرار پانے کے قابل ہے
ہم قبول کرتے ہین کہ بی بی عائشہ کو اوسموقع پر جبکہ بعد پیغمبر سقیفہ مین تعین جانشین پیغمبر
مین اختلاف واقعہ ہوا موقع اسکا نملسکا کہ وہ اس حدیث پیغمبر کو یاد دلا کر جھگڑہ کو
بند کر دیتین اور جب کہ حضرت ابوبکر بے اندیشہ و ناگاہ خلیفہ بھی مقرر ہو گئے تھے

---

[۱] دیکھو لائف علی مرتضے مولفہ مرزا نادر حسین صاحب لکھنوی ۔

تب اونکو کچھ ضرورت بھی اس حیثیت کے بیان کرنیکی باقی نہین رہی تھی گو اونکو چاہئے تھا جب
کہ علی مرتضےٰ نے مخالفت ظاہر کی تھی اور وجوہ اپنے استحقاق کے بہ خلافت مین ظاہر
کیئے تھے تو وہ اس حدیث پیغمبر کو اونکے روبرو پیش کرتین لیکن اونھون نے ضرورت
نہین سمجھی - مگر اس موقعہ پر جب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے واسطے کتابت لکھی -
بی بی عائشہ کا فرض تھا کہ وہ اپنے باپ کو یہ حدیث پیغمبر یاد دلاکر پیغمبر کے حکم اور مرضی
کے خلاف عمل کرنے سے روک دیتین اور بجائے حضرت عمرؓ کے اپنے بھائی عبدالرحمن
کو اپنے باپ کا جانشین مقرر کراتین اور جبکہ اونھون نے ایسا نہین کیا تو بیشک اپنے
باپ سے برخلاف حکم پیغمبر کے عمل کرانے والی بی بی عائشہ ہی ہوئین اور وہی قصوروار
قرار پاسکتی ہین لیکن مین تو اس مقام پر صرف یہی کہتا ہون کہ حضرت ابوبکر قصوروار قرار
پائین خواہ بی بی عائشہ مگر ذی علم سائل کو یہ حدیث پیغمبر مرکوز فی الذہن کرنے کے بعد
سوچنا چاہیے کہ اونکے اس دعوے کا کہ خلفاء نے کسی اپنے عزیز و اقارب کو اپنا
جانشین مقرر نہین کیا کیا حقیقت ظاہر ہوتی ہے -؟

افسوس ہے کہ خلفاء کی اوسی پالیسی کیوجہ سے کہ جسکی بنا پر خلاف دستور قدیم ملک
عرب کے خلافت خاندان رسالت سے نکل گئی اہلسنت نے تقلید ًا اپنے پیشوایان
کے یہ مسئلہ قرار دیدیا ہے کہ حکومت و خلافت کا وراثتاً اصل وارث تاج و تخت
کی طرف منتقل ہونا کچھ ضروری نہین ہے -

حضرت ابوبکر کے بعد اب مین اوسی پالیسی پر حضرت عمرؓ کا عمل دکھلاتا ہون - معزز ناظرین
اور ذی علم مخاطب سائل غور فرماوین کہ حضرت فاروق نے کسطرح تاویل اور غیر تاویلی
کی حیثیت سے اوسی پالیسی کو زیر نظر رکھا ہے اور چونکہ درحقیقت یہی بزرگوار بانی
مبانی اس پالیسی کے تھے اسوجہ سے بمقابلہ حضرت ابوبکر اونھون نے بہت رنگ
بدلے ہین - حضرت عمر کی اوس پالیسی پر بہ ذات خاص عمل کی ابتدا چونکہ اونکے

کے اخیر زمانہ زندگی سے شروع ہوتی ہے بدینوجہ مجھے کسیقدر ابتدا سی واقعات اونکی حالات شہادت کو لکھنا ہوگا

مقتل حضرت عمرؓ

روایات کو جنکا تعلق اونکے قتل سے ہے مورخین نے جو بیشتر اونھین کے پیرو ہین اس دور اندیشی سے کہ اس پالیسی اختیار کرنے کا الزام اونپر عائد نہ ہوسکے ایسے خلط ملط حالت مین بیان کیا ہے کہ جس سے واقعات کا باسانی ذہن نشین ہونا اگر دشوار نہین ہے تو آسان بھی نہین ہے لہذا مین واقعات کو نہایت تحقیق سے سلسلہ وار بیان کرونگا تاکہ اوس پالیسی پر اونکا عمل اور اوسکا منشار آسانی سے ایک معمولی فہم کا انسان بھی سمجھ سکے۔

صاحب تاریخ خمیس تحریر کرتے ہین کہ وہ اپنے حج آخری مین جبکہ رمی الجمرات مین مصروف تھے (یعنے شیطان کے پتھر مار رہے تھے) کہ یکایک کسی شیطان نے[1] ایک پتھر اونکے سر مین مارا جو ترسے لگا کہ جسنے اون کے سر کو شگافتہ کیا اور خون جاری ہوگیا لوگون نے آپس مین اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خلیفہ اب زندہ نہین رہے گا۔

اس واقعہ سے ایسے نتیجہ کی بنا اوسی اصول پر ہے کہ جب کسی ظاہر یا دوسری حیثیت سے کسی نامور شخص کو کوئی افتادہ فتاً ایسی پیش آجاوے کہ جسکے پیش آنے کا پہلے سے کچھ خیال بھی نہو تو عام مخلوق اوس خلاف امید واقعہ اور اوسکی حیثیت کے لحاظ سے اوس شخص کو بھلائی یا برائی کی نسبت نتائج قیاسی ظاہر کیا کرتے ہین اور ایسے واقعات اور اون پر قیاسی نتائج کے نظائر میرا جہانتک خیال ہے ہر شخص اپنے عہد زندگی مین اپنی زیر نظر رکھتا ہے۔

اس روایت سے گو یہ معلوم نہین ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے اوس کسی کی کہ جسنے پتھر مارا تلاش بھی کی یا نہین لیکن ایک دوسری روایت سے اس امر کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس واقعہ سے خود حضرت عمرؓ کا بھی قیاس وہی ہوا جیسا کہ دیگر لوگون نے اس واقعہ

---

[1] مارنے والا نہ دکھائی دیا نہ تحقیق ہوا اسوجہ سے ایسے نوادر و ذہبیات فعل کو بجز فعل شیطانی اور کچھ نہین کہنا چاہیے۔ مؤلف عفی عنہ

ہے کہ پیش آنے پر اونکی نسبت پنجہ ظاہر کیا تھا - یعنی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ جب وہ اپنے حج آخری سے دار الخلافت مدینہ میں واپس آئے تو اونسے ایک کعب الاحبار نے یہ بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپکی زندگی میں صرف اب تین روز باقی ہیں اس پر حضرت عمر نے اوس سے دریافت کیا کہ یہ تو کیونکر کہتا ہے اوسنے جواب دیا کہ کتاب خدا (توریت) سے پوچھا کیا میرا نام اوسمین ہے - اوسنے جواب دیا کہ نام تو نہین ہے لیکن صفات و عادات و حلیہ سے آپ ہی معلوم ہوتے ہین" (روضۃ الاحباب جلد ثانی صفحہ ۱۴۰ و تاریخ کامل جلد ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰ و تاریخ خمیس مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۸) انہین مورخین کی یہ بھی تحقیق ہے کہ "اوس وقت تک کوئی عارضہ حضرت عمر کو نہ تھا کہ جس سے اون کی طرف زندگی کے چھلکنے کی امید ہوتی"

اس روایت مین یہ امر تشنہ رہتا ہے کہ اوس کعب الاحبار نے خود حضرت عمر سے آکر یا اون کی دریافت کے یہ واقعات بیان کیے یا حضرت عمر نے خود اوسے بلا کر یہ حالات پوچھے تھے اور اوسنے حضرت عمر کے دریافت پر اونسے یہ ظاہر کیا اور مین خیال کرتا ہون کہ ان مورخین نے حضرت عمر کی رعایت کی وجہ سے یہ امر روایت سے ترک کیا ہے البتہ اعثم کوفی اپنی تاریخ مین لکھتا ہے کہ حضرت عمر نے خود اوسے بلایا تھا[1]

ہم کیا کوئی ذی فہم شاید قبول کر سکے کہ حضرت عمر جب بحیثیت خلیفہ کے رہ و بہ ایک غیر مسلم کو یہ جرات ہو کہ وہ از خود حضرت عمر کے روبرو آکر اپنے حساب سے بوجب اون کو اونکے مرگ کی خبر دے جبکہ ہم اس زمانہ مین بھی یہ دیکھتے ہین کہ اوس قوم اور پیشہ کے لوگ جو اس ملک مین بھی غیب کی خبر دیا کرتے ہین کبھی کوئی ایسی خبر کہ جو بری ہو کبھی کسی کی نسبت اوسکے روبرو ظاہر نہین کرتے ہین ہان یہ ممکن ہے کہ

---

[1] صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۰ھ مؤلف عفی عنہ -

کسی وسوسہ کی بنا پر خود کسی سے جو غیب کی خبرین دینے کا پیشہ رکھتا ہو جیسے کہ ہندوستان مین بھی منجم اور بالعموم جوتشی اپنڈت یہ کام کرتے ہین کوئی شخص کچھ دریافت کرے اور وہ منجم اپنے حساب کے بموجب اوس وسوسہ کے لحاظ سے اوسکی نسبت کچھ جواب دیوے۔ پس مین جہانتک غور کرتا ہون اوس کعب الاحبار کا دربار خلیفہ صاحب مین حسب الطلب آنا اور ساون کی نسبت اوس خبر کا دینا جسکا ذکر روایت مین ہے اسی بنا پر تھا۔ اور چونکہ اونکے ایمان کا اسلام کی نسبت بھی محض اخبار کاہنین پر تھی اسوجہ سے اونکا زیادہ عقیدہ ایسے لوگون کی پیشین گوئیون پر تصدیق کا تھا اور اسیوجہ سے مورخین نے بجز علامہ اعثم کوفی کے روایت مین کعب الاحبار کی غلطی کو اوڑا کر بجائے اوسکے اوسکا خود آنا ظاہر کیا ہے اور اس جگہ سے اوس روایت کی تائید ہوتی ہے کہ اون کے دل مین بھی اوس ناگہانی پتھر کی چوٹ نے وہی وسوسہ ڈالدیا تھا کہ جو عام مخلوق نے اوس غیبی واقعہ سے اون کی نسبت نتیجہ اون کی وفات کا ظاہر کیا تھا اور اوسی وسوسہ کو وہ کاہنین سے صاف کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس ہے کہ نتیجہ نے اونکے وسوسہ کی اور تصدیق کی کہ کسی درجہ اور عزت کا کوئی انسان بھی گو سب یہ جانتے ہین کہ آخر مرنا ہے مگر تاہم اپنا مرنا نہین چاہتا۔ بہرحال حضرت عمر اس ناگہانی واقعہ کے نتیجہ اور اوسپر کعب الاحبار کی تصدیق سے خود پریشان ہو ہی رہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ابو لولوء عرف فیروز جو مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ کا غلام تھا اور جو مکہ سے حضرت عمر کے ساتھ ساتھ آیا تھا اوسنے حضرت عمر کے اجلاس مین اوس منگین ٹکس کی عذرداری کی جو اوسپر حاکم کوفہ نے بتادو درہم اہوار کی تشخیص کی تھی۔ حضرت عمر نے اوس عذرداری کو اسوجہ پر نامنظور کیا کہ عذردار ایک نامی دستکار نقاشی حدادی اور نجاری کا ہے اور ہوائی چکی بھی بے مثل بناتا ہے کہ جسکی اوسنے تصدیق کی تھی۔

عذرداری کے خارج کرنے کے بعد حضرت عمر نے اوس سے اپنے لیے ایک ہوا کی چکی

بناد ینے کو حکم دیا جسکو اوسنے ان الفاظ سے قبول کیا کہ میں آپ کے لیے ایسی چکی بنا دونگا جسکا ذکر غرب سے شرق تک میرے اور آپ کے لیے لوگ کرتے رہیں۔ (دیکھو تُسناد بالا یعنے روضۃ الاحباب وغیرہ)۔

صاحب خمیس اس مقام پر یہ تحریر کرتے ہیں کہ اوسکے جواب کا طرز اس بات کا یقین دلاتا تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کو قتل کرے گا۔ یہ امر بیشک مترشح ہوتا ہے کہ اوسکے جواب مین بو اوس ناخوشی اور رنج کی ضرور آتی ہے کہ جو اوسکو عذر داری کی ڈسمسی سے حاصل ہوئی تھی چنانچہ عام طور پر اسوقت اور لوگون نے بھی یہی قیاس اوس طرز جواب سے کیا اور اسیوجہ سے لوگون نے اوس جواب کو گستاخی قرار دیکر حضرت عمرؓ کو اوسکے قتل کی رائے دی جسکو اوھون نے نامنظور کیا۔ گو مورخین نے یہ رائے دی ہے کہ قصاص قبل قتل یا سزا قبل وقوع جرم چونکہ خلاف اخلاق اور ظلم وجور ہے اس وجہ سے سفارش قتل نامنظور کی گئی لیکن ہمکو اس سے اختلاف ہے کہ یہ وجوہ اس موقعہ پر باعث نامنظوری سفارش قتل کے ہوئی ہون۔ بلکہ درحقیقت اس موقعہ پر نامنظوری قتل کا سبب وہ جواب ابولولوہ کا ہے کہ جو ایک اعلےٰ درجہ بلاغت کا رکھتا ہے کہ جسمین ایک خاص دہمکی کے علاوہ تعمیل حکم کا بھی پہلو مضمر ہے اگر یہ جواب ایسا درجہ بلاغت کا نہ رکھتا ہوتا تو وہ وجہ عدم منظوری سفارش کی جو مورخین نے بیان کی ہے اوسکے واسطے کبھی سبب نامنظوری سفارش قتل کا نہ ہوتی کیونکہ حضرت عمرؓ کا درشت اور سخت طبیعت کا یہ مقتضے ہی نہ تھا کہ وہ کیسکو کسی گستاخی یا جرم پر معافی کا پروانہ دیتے۔ بلکہ وہ اکثر بے گناہون کو بات بات پر عقاب کی دہمکیان دیتے تھے۔ بالخصوص عورتون کو۔

حضرت عمرؓ کی سخت اور درشت خصلت اونکی بناوٹی عادت نہ تھی بلکہ ایک فطرتی مادہ تھا جسکی تائید اوس روایت سے ہوتی ہے کہ جسکو صاحب خمیس (صفحہ ۲۴۱)

اور دیگر مورخین نے بھی قبول کیا ہے کہ سفر واپسی حج مین جبکہ وہ بمقام ضجنان جو درمیان
مکہ اور مدینہ کے واقع ہے پہونچے اور وہان پڑاو کیا تو اوس جنگل کو دیکھکر خدا کی حمد وثنا
کی اور کہا کہ مین اسی وادی مین خطاب (اپنے والد بزرگوار کا نام لیا) کے اونٹ چرایا
کرتا تھا اور وہ ایک سخت اور درشت شخص تھا جب مین کام کرتا تھا تو وہ پچھا لیتا تھا۔
(عرب مین یہ محاورہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کہ جیسے ہندوستان مین بھی کولہو
مین چلتے بیل کی ایک مثل مشہور ہے) اور جب مین کوتاہی کرتا تھا تو مجھے مارتا تھا اور اب
مین ایسی حالت مین صبح وشام کرتا ہون کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی شخص نہین ہے
کہ جسکا مین خوف کرون"

اس روایت مین قطع نظر اسکے کہ اونکے مزاج مین درشتی اور سختی فطرتی یا موروثی
مادّہ تھا یہ امر بھی قابل لحاظ اہل نظر ہے کہ کس اعلے درجہ کی تعلیم وتربیت کا اونھون نے
حصہ لیا تھا کہ جسکو اوس ادب وقعت سے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ جو حضرت عمرؓ جیسے
خلف سعید کی زبان سے اونکے والد بزرگوار کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔

کوئی وجہ ہو بہرحال حضرت عمرؓ نے سفارش قتل کی نامنظور کی لیکن اسمین کچھ شبہ نہین
ہے کہ ابولولو کا وہ جواب اور جواب کے تیور ایسے نہ تھے کہ جسپر حضرت عمرؓ کو برخلاف
اپنی طبیعت کے کچھ کھٹکا نہ ہوتا اور یہ دوسرا واقعہ منجملہ اونھین اقسام کے ضرور وہ
سمجھنے والے تھے جو مکہ مین بوقت حی الجمرات کو پیش آیا تھا اور ضرور وہ اسی کشمکش و پیچ
مین رہتے تھے کہ آثار پہلے معلوم نہین ہوتے۔ اسمین کچھ شبہ نہین ہے کہ جب کسی بادشاہ
کے زوال کا زمانہ قریب آتا ہے یا اوسکی موت قریب ہوتی ہے تو قریب زمانہ زوال
یا وفات مین ضرور ایسے سانحات پیش آتے ہین کہ جنسے لوگ اوس بادشاہ یا کسی دیگر
نامور شخص کی نسبت اوسکے زوال یا وفات کی یا کسی سنگین سانحہ کی روبکار ہونے کی
پیشین گوئی کرتے ہین اور زبان خلق نقارۂ خدا مشہور ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اسی غم و ہم مین تھے کہ ایک روز اونھون نے خطبہ مین یہ فرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ ایک مرغ سرخ آیا اور اوسنے میرے دو تین ٹھونگین مارین[1] جسکی تعبیر یہ ہے کہ اجل میری قریب ہے اور مینے اس خواب کو اسمار بنت عمیس سے جو بیان کیا تو اونھون نے یہ تعبیر دی کہ تمہارا قاتل کوئی مرد عجم[2] ہوگا۔ لوگون نے خواب سنکر اون کو اطمینان دلایا"۔ (روضۃ الاحباب صفحہ ۳۷۹ طبقات ابن سعد صفحہ ۲۴۲ قلمی و اعثم کوفی)۔

اس مقام پر مجھے خواب کے متعلق یہ امر ظاہر کرنا چاہئے کہ اوسکی نسبت مذہب اسلام مین کیا اعتقاد کیا جاتا ہے وہ لوگ جو فلسفانہ حیثیت نہین رکھتے ہین وہ تو خواب کو ایک نوع کی گویا بشارت تسلیم کرتے ہین لیکن فلسفانہ خیالات رکھنے والے اوسکی نسبت یہ رائے رکھنے والے ہین کہ انسان جیسے منصوبے حالت بیداری مین باندھا کرتا ہے یا جو خیالات اوسکے پیش نظر رہتے ہین وہی منصوبے اور خیالات حالت خواب مین بھی ایک خاص شکل مین روبکار ہوتے ہین۔ اور نسبت خواب کی تعبیر کے ہمکو اس امر سے قطعی اتفاق ہے کہ سچی تعبیر خواب کی وہی ہو سکتی ہے کہ جو خود خواب دیکھنے والے کے ذہن مین آوے کیونکہ واقعات زندگی کا انطباق واقعات خواب سے جیسا کہ خود خواب کا دیکھنے والا کر سکتا ہے دوسرا شخص نہین کر سکتا۔

اس خواب کی تعبیر چونکہ خود حضرت عمرؓ نے فرمائی ہے اسوجہ سے اوسکو مین بہت صحیح خیال کرتا ہون بمقابلہ اوسکے جو لوگون نے عام دستور کے موافق کہدیا کہ "نہین آپ کا خواب بہتر ہے" اور آپ اطمینان فرمائیے جو محض اوس سطوت شاہانہ کی داب سے تھی جو حضرت عمرؓ کو حاصل تھی اور جسکا رتبہ خوشامد سے زیادہ درجہ اگر کوئی ہو تو اوسکے واسطے اوسکا استعمال نہایت موزون ہو سکتا ہے۔

[1] منقار زدن کا ترجمہ ہے۔ [2] اعثم کوفی کی تحقیق ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے اپنے قاتل کو عجمی بتلایا تھا۔

مین جہانتک اس خواب کی نسبت خیال کرتا ہون تو یہ پاتا ہون کہ ایک تو وہ
واقعہ پتھر لگنے کا اور جو کعب الاحبار نے اوسکی تصدیق کی تھی حضرت عمر کے پیش نظر تھا
اور وہ ہمیشہ دلمین کھٹکنے والا تھا دوسرے یہ واقعہ جسکا تعلق جواب ابولولوہ سے
تھا تازہ پیش نظر تھا انہین اتفاقیہ اور ناگہانی پے درپے واقعات کے اثر نے جس ورطہ
غم مین اونکو ڈبو رکھا تھا وہی خیالات حالت خواب مین بھی رونکار ہوے جسکو فلسفانہ
خیالات والے بھی قبول کر سکتے ہین اور وہ بھی جو خواب کو بشارت کی حیثیت سے ماننے
والے ہین جب کہ وہ اس امر پر غور کرینگے کہ درحقیقت نتیجہ اونکا وہی ہوا جو خود اونھون
نے تعبیر خواب کی فرمائی تھی۔

یہ امر ہرگز قابل اعتراض کے نہین ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو ان واقعات سے
تردد تھا۔ ہم اپنی آنکھ سے اس زمانہ مین بھی دیکھتے ہین کہ اکثر منجم اور جوتشی پنڈت
اپنے علم سے جب کسی انسان کے دریافت پر اوسکے حالات زندگی خواہ اونکا تعلق
سنین ماضیہ سے ہو یا آیندہ سے بیان کیا کرتے ہین اور آخر مین وہ اپنے معمول کے
موافق تشویش واقعات پیش آنے والے بھی سائل کو بتلا دیتے ہین حالانکہ ہر شخص
اسقسم عادت کو اون کی جانتا ہوتا ہے اور پورا یقین رکھتا ہوتا ہے کہ اونکی وجہ معاش
سی یہی ہے اور اوسکے وہ تشویش پیدا کردینے والے واقعات لیس بشی سے زیادہ درجہ
رکھنے والے نہین ہین تاہم انسان متردد اور متوحش ہوئی جاتا ہے اور اوسکو کفارہ
جیسے صدقہ یا اوتارا بھی کہتے ہین جو وہ منجم یا پنڈت بتلاتا ہے دینے پر برانگیختہ کر ہی
دیتا ہے۔ اسوجہ سے حضرت عمر کا ان واقعات پر متردد ہو جانا خلاف فطرت انسانی
کے نہین ہو سکتا بالخصوص خلاف فطرت کسی ایسے انسان کی جسکی نسبت جمہور فرقون
اسلام کا اتفاق خاطی ہونے کا ہو یا یون کہو کہ معصوم ہونے کا نہو۔

اس خواب کے بیان کرنے کے بعد اونھون نے اپنی وعظ کو ختم کیا اور گردہ لپٹ

سے تو یقین پایا جاتا ہے کہ اونھون نے اوس روز کچھ اور بھی وعظ فرمایا یا صرف
یہی خواب بیان کیا تھا مگر واقعات جو انکے بعد لکھے ہین کافی ثبوت اس امر کے لئے
ہین کہ اوس روز صرف یہی خواب اونھون نے اپنا بیان کیا ہوگا اور دیگر وعظ سے
وہ لوگون کو شاب نہ کر سکے ہونگے یا خلاف اسکے ہوا ہو جسپر مجبے اصرار کی ضرورت نہین
ہے بہرحال - منبر سے اترکر حضرت ابن عباس کو ساتھ لئے ہوے روانہ ہوے کہ اثناء
راہ مین اونھون نے ایک ایسی گہری سانس بھری کہ حضرت ابن عباس کو اون کی
پسلیان ٹوٹ جانے کا گمان ہوا اور وہ خاموش نہ رہ سکے اور سبب اوس افسردگی
کا پوچھا جسکے جواب مین اونھون نے فرمایا کہ بیشک سبب افسردگی کا یہ امر عظیم ہے کہ مین اپنے
بعد اُمت محمدی کا کیا انتظام کرون -"

اسکے جواب مین حضرت ابن عباس نے جو کچھ راے دی ہے اوسکو تو مین بعد کو بیان
کرونگا مگر اوس سے پہلے مین بڑی حیرت سے اس امر کو ظاہر کرنا اپنا فرض جانتا ہون
کہ کیون حضرت عمر نے اُمت محمدی کو اپنے بعد بلا انتظام چھوڑ جانے کو ایک امر عظیم جانا
اور کیون نہین تقلید کی اوس بزرگوار کی جسکو وہ نہ صرف اپنے آپ سے بلکہ حضرت
ابوبکر سے بھی بہتر جاننے والے تھے اور جسکو مین اپنے اعتقاد مین تمام انبیاؑ سے بہتر
و افضل جانتا ہون اور ہر ایک سچے مسلمان کو اسی عقیدہ کا پابند ہونا چاہیئے اور
جسکی نسبت حضرت عمر اور ساون کے پیرو اسبات پر اصرار کرنے والے ہین کہ اوسنے
اپنے مابعد زمانہ کا کچھ انتظام نہین کیا تھا اور وہ اپنی اُمت کو مہمل چھوڑ گیا -؟
مہمل کے لفظ کا استعمال پر مین نے اس غرض سے استعمال کیا ہے کہ عرب لوگ
"ہمل ابل" اوسوقت استعمال کرتے ہین جب وہ اونٹون کو بلا چرواہے کے چھوڑ دیتے
ہین جس سے میرا مطلب یہ ہے کہ بانی مذہب اسلام نے حضرت عمر اور اون کے پیرو
ہمارے سائل مخاطب کے اعتقاد کے بموجب اپنی اُمت کو بلا محافظ چھوڑا تھا اور جسکی

پیروی حضرت عمرؓ کو نہایت ضروری تھی کہ جو اونکے اعتقاد کے موافق سنت رسولؐ تھی -
اور ایسی حالت مین کیا وجہ ہے کہ اونپر بر خلاف عملِ پیغمبرؐ عمل کرنے کا یا یون کہو کہ سنت
پیغمبرؐ کو توڑنے کا یا حملہ کرنے کا الزام عاید نہ کیا جاوے ؟ مگر مین اسکو تسلیم کرتا ہون کہ
جب حضرت عمرؓ ایسے بے دہڑک بزرگوار تھے کہ وہ پیغمبرؐ کی زندگی مین اون پر حملہ کی پروا
نہین کرتے تھے - یاد کرو حدیبیہ کا دن اور نبوت پر عظیم حملہ - اُس کارروائی پر بھی حملہ کا
اقدام جو پیغمبرؐ نے کفار سے صلح کی فرمائی تھی - اور اگر وہ شتر و بیروا تیشتو بھی اپنے
متحد الخیال اوس معاملہ مین پا جاتے تو ضرور مرتکب حملہ کے ہوتے گو کسی جرم کا اقدام
برابر اوسی جرم کے ارتکاب کے ہے اور ہر مجرم بصورت اقدام کسی جرم کے بھی مستحق اوسی
سزا کا ہوتا ہے جسمین وہ بصورت ارتکاب سزا پاتا - اور گو پیغمبرؐ کی حیات مین اونہین ایسے
حملون کے ارتکاب کا موقع ملا ہو یا عین ہنگام وفات کسی کارروائی پیغمبرؐ پر حملہ اور
اوسمین کامیابی کا موقع ملا ہو لیکن اونھون نے اپنے عہد مین ضرور پیغمبرؐ کے قوانین نافذہ
کی دفعات پر حملہ کیا ہے جس سے میری مراد ایک تو اس واقعہ زیر بحث سے ہے کہ خود
حضرت عمرؓ اور اونکے پیرو پیغمبرؐ کی نسبت یہ اعتقاد رکھنے والے ہین کہ اونھون نے کسی
کو اپنی امت کا محافظ نہین چھوڑا پھر بر خلاف اپنے اس عقیدہ کے اوس عمل پیغمبرؐ پر
حملہ نہین ہے تو کیا ہے جو ایسے عمل کو وہ ایک امر عظیم جاننے والے ہوے اور دیگر حملو
کا بھی بطور مختصر اسی بحث مین آیندہ ذکر ہو گا جو اونھون نے اپنے عہد مین پیغمبرؐ کے
قوانین نافذہ کی بعض دفعات پر کئے ہین -

اب مین حصہ ابتدائی روایت کا یاد دلا کر بقیہ روایت کو بیان کرتا ہون کہ جب حضرت
ابن عباس سبب افسردگی معلوم کر چکے تو اوسکے جواب مین اونھون نے فرمایا " یہ تو کوئی
ایسا امر عظیم نہین ہے آپ مجاز ہین جسے چاہین خلیفہ مقرر کر دین مگر ہان کوئی ثقہ شخص ہو "
حضرت ابن عباس کا یہ جواب قیصر روم کے سوالات نہ تھے کہ جنکو حضرت عمرؓ نہ سمجھتے

فوراً ہی تاڑ گئے اور کہنے لگے "شاید ثقہ سے مراد تمہاری اپنے صاحب (علی مرتضیٰ) سے ہے اونھون نے کہا بیشک اور بخدا کیا بلحاظ سابق الاسلامی اور کیا بلحاظ قرابت قریبۂ نبوی اور کیا بلحاظ دامادی پیغمبر اور کیا ہر حیثیت سے کوئی بھی آج اس کام کے لئے اون سے بہتر نہین ہے۔ اسکو سُنکر حضرت عمر نے کہا ہان یہ تو سب صحیح ہے لیکن اونکے مزاج مین مزاح ہے"۔

حضرت عمر کا علی مرتضےٰ پر الزام مزاح کا لگانا ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کسقدر ایک محقق اور مہذب شخص کی نظر مین قابل وقعت ہوگا قطع نظر اسکے جو اختلاف اور کشیدگی اون کو خاندان رسالت سے تھی جو باعث اون کی اس پالیسی کے اختیار کرنے کا ہوئی کہ خلافت خاندان رسالت مین برخلاف دستور قدیم ملک عرب کے نہ جانا چاہیے اور وراثت فی النسل کوئی چیز نہین ہے جبکہ ہم اوس کراہت سے بھی واقف ہین جو علی مرتضےٰ کو حضرت عمر سے تھی اور ہر سچے پیرو علی مرتضیٰ کو ضرور بہ تقلید جناب علی مرتضےٰ حضرت عمر سے کراہت رکھنی چاہیے جسکا ذکر بخاری کی اوس روایت مین ہے جسمین علی مرتضےٰ کا حضرت ابوبکر کو مصالحت کے لئے بعد وفات سیدہ جبکہ اونکی وجاہت لوگون کی نظرو نمین نہین رہی تھی تنہا بلانا اور حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کو تنہا جانے سے ممانعت کرنا بیان ہوا ہے۔ گو یہ واقعات ایسے ہین جو ایک جایز الخطا شخص کو اوس معصوم سے کہ جسنے اپنی کراہیت اوس سے ظاہر کی ہو گو بطور مزاح ہی سہی ضرور اوس جایز الخطا شخص کے دلمین اوس معصوم کی طرف سے تخم عداوت کو بو دینے یا کینہ دیرینہ کے ترو تازہ کر دینے کے لئے کافی ہے تاہم مجھے اس موقع پر مزاح کی حقیقت دکھانا چاہیے کہ جسکی آڑ مین علی مرتضےٰ پر حملہ کیا گیا ہے تاکہ خوش اخلاق لوگ اوس حملہ کو میزان اخلاق مین تولین اور اوس حملہ کے وزن کا اندازہ کرین۔

مزاح کیا چیز ہے؟ وہ ایک محمود امر ہے جو واسطے تفریح طبع کے ایک نہایت ضروری

امر ہے لیکن حد اعتدال سے اوسکا تجاوز کر جانا البتہ امر مذموم ہے جو ایسے غیظ و غضب کا سبب ہو جاتی ہے کہ جسکو حکماء نے اوصاف رذیلہ مین داخل کیا ہے۔ لیکن حد اعتدال سے اوسکا تجاوز نہ کرنا ایسا امر محمود واسطے تفریح طبع کے قرار پایا ہے کہ جسکو متورنیائل کے مذہب مین مباح اور سنت مستحبہ کے درجہ کی غرض مین شمار کیا گیا ہے جبکہ وہ اپنے مخاطب کے نفس کی خوشنودی اور اوس سے ازدیاد موانست کے واسطے کیجاوے سلف

ہمکو اس امر سے انکار نہین ہے کہ علی مرتضےٰ مزاح نہین کرتے تھے بیشک وہ مزاح موقعہ پر فرماتے تھے اور اس عمل کی بھی تعلیم اونکو پیغمبر سے ہوئی تھی جیسا کہ پیغمبر خدا کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بھی مزاح فرماتے تھے[1] لیکن علی مرتضیٰ یا پیغمبر خدا کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ وہ بزرگوار مزاح مین حد سے تجاوز کرنے والے تھے یا اس درجہ پر مزاح فرماتے تھے جو معیوب ہو ہرگز اوسوقت تک قابل پذیرائی نہین ہو سکتا جب تک کہ الزام دہندہ کی نسبت اس امر کا قطعی فیصلہ نہ کر لیا جاوے کہ اوسمین قابلیت بھی ایسی امتیاز کی ہے یا نہین اور مین جہانتک غور کرتا ہون کسی کو حد اعتدال اور اوس حد سے تجاوز کا امتیاز کرنا دشوار تر امر ہے۔ اور محض بلا مادہ ایسے امتیاز کے کسی کا کسی پر الزام لگانا جہانتک ایک خوش خلق شخص غور کرے گا الزام لگانے والے کی نسبت بد اخلاقی کا سارٹیفکٹ دیگا۔

مزاح معتدل ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ جسکا تجربہ میری انکھین مین جس سوسائٹی مین جاتا ہون کرتی ہین اور جس سے شان خوشی اور خورمی کی ہویدا ہوتی ہے اور ایسے ہی اوصاف سے انسان خوش اخلاق سمجھا جاتا ہے البتہ کسی رجل مین برخلاف اسکی عادت اور خصلت عبوس اور خشن مزاجی اور غلظت کی ایسی مکروہ ہے کہ جسکی کراہت پر قرآن مین لفظ جلی "عبس و تولی ان جاءہ الاعمی" کی موجود ہے۔

---

[1] دیکھو باب مزاح مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ شریف جلد ۳ و شمائل ترمذی [2] دیکھو اسناد بالا۔

حضرت عمرؓ سے ناممکن تھا کہ وہ الزام مزاح کا علیم تفضےؓ پر نہ لگاتے کیونکہ ایک تو عادۃً تفنن کو اونسے کراہت تھی دوم حضرت عمرؓ مین مادہ امتیاز تجاوز حد مزاح کا نہ تھا اوسپر طرہ یہ کہ وہ خود فطرتی عبوس خشن مزاج اور مرد غلیظ تھے جسکی تائید ایک تو اوس روایت سے ہوتی ہے جسکو مین نے تاریخ خمیس سے اسی سلسلہ مین اوپر بیان کیا ہے اور علاوہ اسکے وہ کتب بھی اپنے دامن مین ایسی بہت سی روایات رکھتے ہین کہ جنسے بعض کو مین نے بسلسلہ اونکے بیان اخلاق کے اس کتاب مین لکہا ہے[1] اور اس صورت مین علیم تفضےؓ پر الزام مزاح کا اونکا حملہ جو برعکس اونکے مزاج کے تھی عین اونکی خطا ہے اور مین جہانتک غور کرتا ہون اونکے ایسے حملہ سے علیم تفضےؓ پر کوئی الزام عاید نہین ہوسکتا۔

علی مرتضےؓ پر اس الزام کے بعد جب حضرت ابن عباس نے یہ سمجھ لیا کہ میری رائے برخلاف اونکی پالیسی قرار دادہ کے ہے تب اونھون نے حضرت عثمان کے لئے رائے دی جو اونکی پالیسی مین شریک تھے اور جو کاتب دستاویز جانشینی حضرت عمرؓ منجانب حضرت ابوبکر تھے اور جسکی نسبت ضرور حضرت ابن عباس نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت عمرؓ اون کے احسان مند بھی ہین۔ لیکن حضرت عمر نے کہ جو بہت سے زمانہ دیکھے ہوے گرم و سرد چشیدہ جاہلیت تھے بطور مصلحت اون کی نسبت یہ فرمایا کہ ”اگر مین نے اوس کو خلیفہ مقرر کردیا تو بخدا وہ لوگون کی گردنون پر بنی معیط (بنی امیہ) کو مسلط کریگا اور وہ لوگ اپنے کرتوتون سے درگذر نہ کرینگے عثمان اون کی طرفداری کرے گا اور ان سب امور کا نتیجہ سبب اوسکے قتل کا ہوجائے گا“

جب حضرت عثمان کی نسبت بھی حضرت ابن عباس کو اونکی یہ ظاہری رائے معلوم ہوچکی تب اونھون نے فرمایا طلحے ابن عبیداللہ کو خلیفہ کردیجیے جسکی نسبت حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ مغرور شخص ہے اور مین مغرور شخص کو امت محمدی پر خلیفہ مقرر کرنا

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷۵ کتاب ہذا۔ مولف عفی عنہ۔

نہین چاہتا پھر حضرت ابن عباس نے زبیر ابن عوام کی نسبت رائے دی تو کہا وہ تو بخیل ہے ایک وزن صاع اور مد جو پر باہم لوگون سے طمانچہ بازی کرے گا یہ سنکر ابن عباس نے کہا تو اچھا سعد ابن ابی وقاص کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے کہا کہ ہان وہ اس کام کے لئے موزون تو ضرور ہے مگر ایک فوجی شخص ہے اور ایسے ہی عبد الرحمن ابن عوف کی نسبت یہ جواب دیا کہ وہ کمزور شخص ہے اور آخر کار اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ مین ایسے شخص کو خلیفہ کرنا چاہتا ہون کہ جو قوی ہو مگر درشت نہو نرم ہو مگر ضعیف نہو سخی ہو مگر مسرف نہو مسک ہو مگر بخیل نہو جسکو سنکر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ باتین تو سب آپ ہی مین ہین[سلہ]"

حضرت ابن عباس کا حضرت عمر کے اون بیان اوصاف پر اونہین مین اون جملہ اوصاف کا قبول کرنا ہی درحقیقت ایک مزاح کی بات تھی کہ جو اونھون نے واسطے خوشنودی نفس اپنے مخاطب کے بطور مصلحت فرمائی تھی ورنہ حضرت ابن عباس بھلا کیون اون اوصاف کو اونمین قبول کرنے لگے تھے کہ جو درحقیقت اونمین نہ تھے اور خود حضرت عمر بھی اپنی ذات مین اون اوصاف کو قبول نہین کرتے تھے جیسا کہ اونکے اوس خطبہ کے کلمات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے جو اونھون نے اپنی خلافت مین شاید پہلا خطبہ پڑہا تھا اور جسکو مین بسلسلہ اونکے بیان اخلاق کے لکھ آیا ہون اور اس جگہ یاد کے تازہ کرنے کے لئے پھر لکھتا ہون۔

"اللہم انی شدید فلینی وانی ضعیف فقونی وانی بخیل فسخنی[۵۲]" لیکن نہایت تعجب خیز اس موقع پر یہ امر ہے کہ حضرت عمر نے یہ جواب سنکر کسیطرح کا عذر حضرت ابن عباس سے نہین کیا مین اس بارہ مین بجز اسکے کہ اونکے پیرون کو اونکے حافظ کی داد دون اور کچھ رائے نہین دے سکتا۔ اسی موقع پر یہ امر بھی نظر انداز نہین کرنا چاہئے کہ جن لوگون کی نسبت حضرت ابن عباس نے ووٹ دیا تھا اونمین سے بعض کے اسماء اصحاب عشرہ

سلہ دیکھو استیعاب امام عبد البر واز التہ الخفاء واعثم کوفی نمبر ۵۲ دیکھو صفحہ ۷۷ کتاب ہذا۔ مولف عفی عنہ

بشرہ کے لسٹ مین مندرج ہین اور جبکہ یہ قضیہ مسلم ہے کہ حیات پیغمبر مین حضرت عمر خود پیغمبر پر حملہ کے خوگر ہو گئے تھے تو پھر وہ حدیث پیغمبر الصحابۃ کلہم عدول کے مستحکم بچاٹک کی چولون کو ڈھیلا کر دینے کی کب پروا کر سکتے تھے اسی موقع پر یہ امر بھی کیا قابل تعجب نہین ہے کہ جن بزرگوارون کا حضرت عمر نے حضرت ابن عباس کی رائے کے موافق واسطے ایندہ کے خلیفہ ہونا پسند نہین کیا اور ہر ایک مین ایک عیب ظاہر کیا لیکن پھر اونہین مین سے بعض کو اصحاب شورہ بھی قرار دیا اگر اون مین وہ عیب خلیفہ ہونے کے لئے قابل اعتراض تھے تو بیشک واسطے شورہ کے بھی وہ عیوب اونکو حضرت عمر کے منشا کے موافق ستقم سے بری نہین کر سکتے تھے لیکن ناظرین کو ان تمام واقعات کے ساتھ اوس پالیسی پر ضرور نظر رکھنا چاہیے کہ جسکے بانی مبانی یہی بزرگوار تھے اور جسکی رو سے خلافت کو اصلی وارث کی طرف برخلاف دستور قدیم عرب کے منتقل نہین ہونے دیا تھا اور یہ تمام باتین یا فیلسوفانہ عملی کارروائیان اوس پالیسی کے زندہ اور برقرار رکھنے کے لئے تھین۔

اوس تقریر کے بعد حضرت عمر سے ابن عباس جدا ہوئے وہ اپنے گھر گئے یہ اپنے گھر دوسرے روز صبح کو جب اون کے کان مین الصلواۃ خیر من النوم کی دلفریب صدا پہونچی تو ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے[۱] برآمد ہوئے جیسے وہ صفوف جماعت کی کبھی کو سیدھا کیا کرتے تھے۔* جب صفین درست ہو چکین اور حضرت عمر بھی صف اول سے آگے بڑھ کر نیت باندھ چکے اور پہلی رکعت کا دوسرا سورہ شروع کیا کہ اُن کے پیچھے سے اوسی مقدمہ ہارے ہوئے ابولولوہ کاریگر کے ہتھیار کا وار چل گیا اگرچہ پہلی ضرب ہی کاری لگی تھی لیکن۔ جان و کھی تن بسمل مین جم آتی جاتی۔ اور جر کودے جلا دی ہمانی جاتی کہ حضرت عمر یہ کہتے ہوئے۔ قتلنی الکلب او اکلنی الکلب[۲] فرش خاک پر گر پڑے اور

---

* اجتک یہ اوسی کا اثر ہے کہ صفوف جماعت اہلسنت کی یہان بہت درستی کے ساتھ جمتی ہین۔

[۱] دیکھو روضۃ الاحباب۔ [۲] دیکھو روضۃ الاحباب وخمیس۔

فی الفور مسجد سے محل مین پہونچا دے گئے جہانکہ وہ حضرت ابن عباس کو تفحص قاتل کی تاکید کر کے صبح تک بیہوش پڑے رہے صبحکو جب ہوش ہوا تو ابن عباس سے دریافت کیا آخر تحقیق ہوا کہ یہ کون شخص تھا اونھون نے کہا کہ ہان وہی ابو لولوہ ہوا ئی چکی والا جسکو سنکر اونھون نے کہا کہ قاتلہ اللہ[1] یہ لفظ اوس محاورہ مین استعمال ہوتا ہے کہ جس موقع پر ہندوستان کے محاورہ مین کسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا اوسے غارت کرے یا اوسکا ستیاناس ہو جاوے۔

اس موقعہ پر اون تمام یادداشتون کو ذہن مین تازہ کرنا چاہئے جہان سے کہ مین نے حالات مقتل کو شروع کیا ہے یعنے بوقت رمی الجمرات غیبی پتھر کا لگنا۔ لوگون کا اوس سے اونکی موت کا قیاس اوسکی تائید مین کعب الاحبار کی وہ خبر۔ پھر ابو لولوہ کا وہ بلیغ جواب اور اوس سے بھی لوگونکا وہ خیال پھر حضرت عمرؓ کا وہ خواب دیکھنا اور اوسکی خود تعبیر دینا اور حضرت اسماء بنت عمیس کی تائیدی تعبیر۔ اور ہماری ہر امر کے متعلق محققانہ رائے۔ اور پھر غور کرنا چاہئے کہ نتیجہ ان سب امور کا زبان خلق اور نقارہ خدا کی مشہور مثل کا مصداق ہوا یا نہین اور ہر مذاق کا مسلمان خواہ وہ فلسفی ہو یا سنی اپنے مذاق کے بموجب ہماری تحقیق کا موئد ہوگا۔

الغرض جب صبح ہوئی اور لوگ عیادت کو آنے جانے لگے اوسیوقت ایک تجربہ کار طبیب قبیلۂ بنی حرث ابن کعب کا بلایا گیا جسنے آکر دودھ اور نبیذ کا استعمال کرایا مگر افسوس ہے کہ زخم کی کاری ہونے کی وجہ سے دونون چیزین مضروب ہی ہضم ہو سکین اور زخم سے خارج ہو گئین۔ اور مجبوراً ڈاکٹر نے مضروب کے پاس سے اوٹھ کر لوگون سے کہدیا کہ ان کو وصیت اخری کر دینا چاہئے[2]

ڈاکٹر نے جن چیزونکا استعمال کیا بہ حیثیت فن طب اونپر اگر غور کیا جاوے تو

---

[1] دیکھو طبقات ابن سعد۔ [2] دیکھو کامل صفحہ ۲۱ جزو ثالث و اعثم کوفی۔

وہ دونون کسی مضروب کے زخم کے لیئے فایدہ مند نہین ہوسکتین البتہ دودھ اوس وقت مین ضرور
مفید ہوتا ہے کہ جب ضرب بند ہوگئی جس سے خون جاری نہ ہوا ہووے لیکن مین خیال کرتا
ہون تو یہ سبب پایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر نے یہ عمل صرف اس تشخیص کے واسطے کیا تھا کہ آیا یہ
دونون چیزین زخم سے خارج ہوتی ہین یا نہین تا کہ بصورت نہ خارج ہونے کے دوا
تجویز کیجاوے کہ جس سے مریض کی صحت کی امید ہو لیکن جب کہ وہ زخم سے خارج ہوگئین اور
طبیب کو مایوسی ہوئی تب اوسنے وصیت آخری کی ہدایت کی لیکن اسی موقعہ پر ان چیزون کا
استعمال بھی ضرور ڈاکٹر کے تجربہ کار ہونے کے لیئے ایک عمدہ شہادت ہے کیونکہ گو یہ چیزین
جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون کہ کسی مضروب کی ضرب کو فایدہ پہونچانے والی نہ ہون تاہم
ڈاکٹر نے ضرور یہ سوچ لیا تھا کہ بصورت ہضم ہوجانے کے دودھ تو مضروب کو خاص قوت
بخشیگا اور نبیذ کلورا فارم (داروی بیہوشی) کا کام دیگی اور دونون چیزون کے اثر سے
بخوبی مضروب کے زخم سی دیئے جائینگے اور مضروب کو ہرگز درد محسوس نہ ہوگا۔ بیشک
یہ عملی کارروائی طبیب کی ضرور مریض کے حق مین مفید ہوتی لیکن افسوس ہے کہ مضروب
کی رستی درازی عمر کی ابولولوہ کے خنجر سے کٹ چکی تھی۔

اس مقام پر یہ امر تشنہ رہتا ہے کہ تفحص قاتل کے لیئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباس کو کیون
مامور کیا تھا شاید اسکی وجہ حضرت عمرؓ کا یہ خیال ہوا کہ علیؑ تو مجھسے کراہت رکھنے والے
تھے اور مین نے بوقت بنیاد اوس پالیسی کے کہ جسکی رو سے دستور قدیم ملک عرب یعنی
وراثت فی النسل کو توڑا گیا ہے علی مرتضےؑ اور دیگر بنی ہاشم اور نیز جناب سیدہؑ سے
دل دکھانے والے سلوک کیئے ہین عجب نہین کہ میرے قتل مین بنی ہاشم کا اشارہ ہوتا کہ
بنی ہاشم کے اشارہ معلوم ہونے پر اونکو سزائے قتل دیجاوے اور بالخصوص بنی ہاشم
کے سردار کو کہ وہ اوس موقعہ پر بھی جب کہ واسطے بیعت ابوبکر کے لائے گئے تھے اون
سے صاف کہہ چکے تھے کہ اگر بیعت نہ کروگے تو قتل کیئے جاوگے۔ علاوہ اس کے

اسماء بنت عمیس نے اونکے قاتل کو عجمی بتلایا تھا اور بعد وفات ابوبکر اسماء بنت عمیس علیم تفضے
کی ازدواج مین آگئی تھین اسوجہ سے اونکو پورا یقین تھا کہ بنی ہاشم میرے قتل مین
رازدار ہین بلکہ قاتل تک بھی سوچ لیا گیا ہے لیکن جبکہ مدعا کے خلاف ابولولوہ قاتل
معلوم ہوا تب اونھون نے مگر حضرت ابن عباس کو بدین حکم مامور کیا کہ وہ مدینہ مین منادی
کرادین کہ ابولولوہ نے یہ جرأت ایا بتوقف و استصواب تمہارے تو نہین کی ؟ جب یہ منادی
ہوئی تو حضرت عمرؓ کے سطوت شاہی نے تمام اہل مدینہ کو ہلا دیا اور چارون طرف سے
پکار مچگئی کہ اس حرکت قبیحہ و شنیعہ سے ہم لوگ بے خبر ہین[سلہ] جب لوگون نے ڈاکٹر کی جواب
دیدینے پر یہ یقین کر لیا کہ حضرت عمر اب زندہ نہ رہینگے تب اونسے کہا گیا کہ آپ اپنا جانشین
مقرر کیجیے جسے سنکر نہایت افسوس سے فرمایا کہ "اگر ابوعبیدہ آج زندہ ہوتا تو اوسی کو خلیفہ
کرتا اور خدا مجھسے پوچھتا تو کہدیتا کہ تیرے رسول نے اوسکو اس امت کا امین کہا ہے"
اس مقام پر ناظرین کو تعجب نہین کرنا چاہیے بلکہ ہر وقت اوس پالیسی پر حضرت عمر کی نظر
رکھنا چاہیے کہ جسکو اونھون نے قائم کیا تھا اور جسکے برقرار رکھنے کے لیے یہ تمام اونکی
باتین اوسی کی عملی کارروائیان ہین ورنہ جس صفت کے ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے
ابوعبیدہ کو یاد کیا ہے یہ صفت علیم تفضے کی ذات پر ختم ہو گئی ہے۔
رسول خدا کا کیسی کی نسبت امین امت کہدینا اوس شخص کے لیے بمقابلہ اوس
شخص کے کہ جس سے امانت کی عملی کارروائی بھی اپنی حیات مین لی ہو باعث فضل و شرف
نہین ہو سکتا۔ فریقین کا اسپر اتفاق ہے کہ جسوقت آنحضرت نے ہجرت فرمائی ہے اوس
وقت تمام وہ امانتین کہ جو لوگون کی پیغمبر کے پاس تھین پیغمبر نے سپرد علیم تفضی کے فرمادین
تھین اور نیز اونہین کو اپنے اہلبیت کا امین چھوڑا تھا اور نیز بوقت وفات تمام راز
اپنے بطور امانت علیم تفضے کے سپرد فرمائے تھے کہ جن کی بابتہ زین الفتے مین عاصمی نے

[سلہ] دیکھو روضۃ الاحباب۔ مولفہ عطی عنہ

ایک طولانی حدیث لکھی ہے اور جسکو مین پہلے اس کتاب مین ایک موقع پر لکھ آیا ہون اُسی حالت
مین ابو عبیدہ ایک مردہ شخص کو واسطے انتخاب خلافت کے بمقابلہ علیہ التحیہ کے یاد کرنا مین
نہین جانتا کہ کس درجہ ہوشیاری کی بات ہے پھر حضرت عمر نے سالم مولے ابو حذیفہ کو
یاد کرکے کہا کہ وہ زندہ ہوتا تو بلا مشورہ اوسکو اپنا جانشین بناتا اور خدا اوس سے پوچھتا تو کہدیتا
کہ اوسکی نسبت پیغمبر سے مین نے یہ سنا تھا کہ سالم خدا کی محبت مین بہت قوی ہے[1]"

یہ یاد بھی اوسی وضعت کی ہے جیسی کہ پہلی یاد تھی اور ہم افسوس کرتے ہین حضرت عمر
کی اس یاد پر جبکہ ہم نظر کرتے ہین خیبر مین حضرت عمر کی دو دن کی واپسی پر پیغمبر کے
اوس ارشاد کو کہ کل مین علم اوسکو دونگا کہ جو کرار غیر فرار ہے خدا اوسکو دوست رکھتا
ہے اور وہ خدا کو" حدیث طیر تو وہ حدیث ہے کہ جسنے ثابت کر دیا کہ خدا کی تمام خدائی
مین خدا کی محبوبیت کا سب سے زیادہ فخر رکھنے والا بجز علیہ التحیہ اور کوئی تھا ہی نہین
اور جب ہم نظر کرتے ہین پیغمبر کے اوس ارشاد کو کہ جب بعد واقعہ صلح حدیبیہ کے چند مشرکین
نے پیغمبر سے اپنے غلامون کو مانگا تھا اور انہین حضرت عمر اور انکی برادر اعلے
حضرت ابو بکر نے بھی اون کفار کی سفارش کی تھی جب پیغمبر کو غصہ آیا اور چہرہ سرخ ہو گیا
اور کہا کہ اپنی نفسانیتون سے باز آوین ورنہ مین ایسے شخص کو مامور کرونگا کہ خدا
جسکے قلب کا امتحان کر چکا ہے - دل و جانم فدائے نامش باد - وہ کون بزرگوار
تھا ؟ علی[2]

یہ بھی غور طلب امر ہے کہ سقیفہ مین حدیث الائمہ من قریش حجت مین بمقابلہ انصار
پیش کرکے خلافت حضرت عمر نے حاصل کی تھی یہ سالم بھی انصار مین سے ایک غلام
تھا تو کیا حضرت عمر کے خیال مین جو صفت اوسمین اونھون نے بتلائی تھی وہ بمقابلہ
اوس حدیث کے زیادہ رتبہ رکھنے والی تھی اگر یہ صحیح ہے تو افسوس ہے کہ سقیفہ مین

---

[1] دیکھو کامل و استیعاب و تاریخ الخلفا و اعثم کوفی - [2] دیکھو مناقب اخطب خوارزم و سنن ترمذی مطبوعہ [illegible]

کیون ایسا جھگڑا کیا گیا اور کیون نہین سالم کو خلافت کے لئے حضرت عمرؓ نے نہول کر لیا لاحول ولا قوۃ۔

پھر حضرت عمرؓ نے معاذ ابن جبل کو جانشینی کے لئے یاد کر کے خدا کے دریافت پر یہ جواب دینے کو کہا کہ مین نے تیرے رسول سے اوسکی نسبت سنا ہے کہ بروز قیامت جب علماء امت جمع ہونگے تو وہ اون سب سے ایک قدم آگے خدا کے نزدیک ہوگا[۱]

علیم تیغے کے فضل و شرف گھٹانے کے لئے جسمین پہلو اوس اپنی ابتدائی پالیسی کی مضبوط کرنے کا تھا وقت واپسین تک حضرت عمرؓ نے کوشش کی ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ خود علیم تیغی کے علم و فضل کے مقر تھے اون سے مسئلہ حل کراتے تھے۔ ہم نے تو کسی کتاب مین یہ نہین دیکھا کہ ایک سے زیادہ جگہ کہین یہ آیا ہو کہ اگر معاذ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا ہان ۷۰ یا ۷۲ مقام پر یہ موجود ہے کہ علی نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا۔ ہمنے تو کوئی حدیث ایسی نہین دیکھی جسمین پیغمبر نے اپنے بعد معاذ کو "افضے تبایا ہو" یا یہ کہا ہو کہ انا مدینۃ العلم ومعاذ بابہا" معاذ اللہ۔ افسوس ہے کہ اگر وہ معاذ کو جو انصار پیغمبر سے تھا اس درجہ کی عزت مین خیفتے تھے تو جیسا کہ ہمنے اوپر سالم کے لئے کہا ہے وہی معاذ کے لئے بھی کہتے ہین کہ سقیفہ کے روز جبکہ انصار اپنے مین سے کسیکو امیر مقرر کرنا چاہتے تھے کیون نہین معاذ کی نسبت ووٹ دے دیا حالانکہ اوسکی نسبت وہ پیغمبر سے ایسی حدیث کا علم رکھتے تھے اور کیون حدیث الائمۃ من قریش سے استدلال کر کے خلافت کو انصار مین جانے سے روک دیا۔

اور اگرچہ ہمکو ضرورت نہین ہے کہ علیم تیغے مین اس صفت کے لئے اور شہادت پیش کرین جبکہ کافی ہے حضرت عمرؓ کا وہ علم جو وہ علی مرتضےؑ کی بابت رکھتے تھے اور جسکی تائید اونکے اقوال سے ہوتی ہے جسکو مین نے لکھا لیکن مین ایک حدیث پیغمبر اور لکھتا ہون کہ جسکو امام احمد حنبل نے اپنے مناقب مین بسند صحیح لکھا ہے جو یہ ہے وہ کہ حشر مین

---

[۱] دیکھو طبقات ابن سعد و تاریخ الخلفاء و اعثم کوفی۔

لوائے حمد علم تفضے کے ہاتھ مین ہوگا علیؑ میرے اور حضرت ابراہیمؑ میرے جد کے درمیان مین کھڑے ہونگے اور اونکے چپ و راست میرے نور نظر ہونگے۔ علیؑ ایک جانو بیٹھے ہونگے منادی تحت عرش سے مجھے ندا کرے گا کہ یا محمدؐ کیا خوب آپکے جد حضرت ابراہیمؑ ہین اور کیا خوب آپکے بھائی علیؑ ہین۔ علم تفضے کا دوسرون سے مقابلہ کرنا یا دوسرون کا مقابلہ مین اونکو کسی صفت مین برابر سمجھنا علم تفضی کیلئے درحقیقت وجہ منقصت ہے مثلاً یہ کہنا کہ جعفرؑ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے افضل تھے تو جعفرؑ کی کیا شان پیدا ہوگی۔ معاذ کی یاد کے بعد حضرت خلیفہ صاحب نے کہا کہ کاش خالد زندہ ہوتا تو اوسیکو خلیفہ مقرر کرتا اور اگر خدا مجھ سے دریافت کرتا تو کہدیتا کہ تیرے رسول سے مین نے اوسکی نسبت سنا تھا کہ خالد سیف اللہ ہے[1]

حضرت عمرؓ کی نسبت معصوم ہونے کا چونکہ کوئی قائل نہین ہے اسوجہ سے اس امر سے کسی کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی کہ ابولولوہ کے خنجر کے گہرے زخم کون نے اون کے حواسونکو مختل کردیا تھا گو غزوات پیغمبرؐ مین اونکی کارگذاریان اسبات کا پتہ دیتی ہین کہ اونکے حواس موت کی صورت دیکھکر ہمیشہ کھوئے جاتے تھے لیکن غزوات مین عمداً حواسون کا گم ہونا اور سبب سے ہوتا تھا جسمین جان کی حفاظت مضمر ہوتی تھی اور اسموقع پر جان کی حفاظت سے چونکہ مایوسی ہوچکی تھی اسوجہ سے حقیقتاً کرب جراحت سے اون کی یہ باتین بعینہ اوسی مرتبہ مین شمار کرنے کے لائق ہین جیسے کبھی کبھی مریض کو حالت قرب موت مین ہذیان ہوجاتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ وقت ایسا نہین ہے کہ جو اون کی جانکنی کا تصور کیا جاوے اسواسطے یقین کرنا چاہئے کہ عمداً یہ باتین بطور ہذیان اس غرض سے تھین تاکہ اپنی اس حالتمین اونکو بقول اونکے پیغمبرؐ سے اسوۃ ہو جاوے اور وہ مصداق اسکے نہ رہین۔ انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران ہم مپسند۔ اور اسی لئے جکو

[1] دیکھو تاریخ یافعی بروایت ابن حبان۔

ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اون کی اس ہذیان کی بھی حقیقت ظاہر کردین تاکہ ذی فہم بزرگوارون کو موقع اون کے اس ارشاد پر بھی غور اور فکر کا ملے اور وہ خود اندازہ اون کے اس ارشاد کا کرسکین۔

خالد کو اس لقب کے ہونیکی وجہ سے حضرت عمر نے خلافت کے لئے یاد تو کیا مگر یہ خیال نہین کیا کہ مجرد سیف اللہ ہونا بیکار ہے جب تک سیف اللہ کے واسطے ید اللہ نہو اور کسی مسلمان کو انکار نہین ہوسکتا کہ علی مرتضے کا لقب ید اللہ ہے اور اونھین کے لئے خدا نے لقب سیف اللہ کو بھی مخصوص کردیا جسکی تصدیق اوس حدیث سے ہوتی ہے جو علامہ حمونی ایک مستند اور جید عالم اہلسنت نے اپنی کتاب فرائض السمطین مین لکھی ہے جو یہ ہے کہ "یہ لقب مخصوص علی مرتضے کا ہے" اور جسکی تائید ایک اوس مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جسکو بدرجہ تواتر قبول کرنا چاہئے کہ اونکے واسطے ایک غزوہ مین جبکہ پیغمبر کے اصحاب میدان سے فرار کرگئے تھے اور حضرت علی مرتضے کارزار مین جوش کے ساتھ مصروف تھے تو یہ صدائے غیب کانون مین آئی تھی "لافتے الا علی لاسیف الا ذوالفقار"[ل]

علی مرتضے کے مقابلہ مین خالد پر اس لقب کا مرتب ہونا نہونا ایک تو اس امر سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ جب وہ حالت کفر مین تھا تو قریش کے ساتھ پیغمبر کے مقابلہ مین آتا تھا مگر کبھی اوسنے علی مرتضے سے مقابلہ کرنے کی جرات نہین کی دوسرے اوسکے دل و جگر اور دلاوری کی حقیقت بمقابلہ علی مرتضے کے احد کی روز سے بھی معلوم ہوسکتی ہے کہ جب وہ گھاٹی والوں کو مغلوب کرتا ہوا اپنے ساتھیون کے لشکر اسلام پر حملہ آور ہوا ہے اور تمام لشکر اسلام فرار کرگیا ہے تو علی مرتضے کے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکا اور اپنے ساتھیون کو اون کے ہاتھ سے قتل کراکے خود جان چھوڑ اکر بھاگ گیا اور جب اسلام لایا تو حنین کی بھاگڑ مین سب سے پہلے اپنے زیر کمان ترپ کو لیکر بھی فراری بھاگا تھا افسوس ہے کہ حضرت عمر اس یاد کے وقت خالد کی اوس ظالمانہ خونریزی کو بھی

[ل] حلبیہ صفحہ ۲۰۰ و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۲ و مطالب السئول صفحہ ۱۳۱ و فواتح میبذی صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۲ اشعار علی مرتضے و مدارج النبوۃ صفحہ ۱۵۲ وغیرہ۔

بھول گئے۔ جسکا تعلق قبیلہ بنی جزیمہ سے ہے اور جب پیغمبر کو ہاتھ بلند کر کے خالد نے جو کچھ اوس قبیلہ کے ساتھ کیا تھا خدا سے اپنی بے قصوری ظاہر کرنے کی ضرورت ہوئی تھی اور علی مرتضیٰ کو اوس ظلم کی مکافات کے لیئے روانہ کیا تھا۔ (تاریخ ابن ہشام و تاریخ ابن اثیر و تاریخ طبری جلد ۳ و تنقید الکلام صفحہ ۱۲۳) حضرت عمر کی اس یاد کی حقیقت کو ایک وہ واقعہ بھی کھولنے والا ہے کہ اونھون نے اسی خالد کی معزولی خواہ قتل و سنگساری کے لیے حضرت ابو بکر پر زور ڈالا تھا جبکہ اوس سے ایک فعل مذموم و مکروہ متعلق مالک بن نویرہ اور اوس کی زوجہ و دیگر قوم کے واقع ہوا تھا اور جسکا ذکر زور و شور کے ساتھ عہد خلافت اول میں بالاتفاق محققین نے لکھا ہے اور جسے مین بھی ایک موقع پر لکھ چکا ہون۔ اور جب اون کی سفارش قتل و سنگساری خواہ معزولی کو حضرت ابو بکر نے پس پشت پھینکدیا تو اونھون نے اوسے دل مین رکھا اور جب وہ خود حضرت ابو بکر کے جانشین ہوے تو اوسی بنا پر خالد کو عہدہ جرنیلی سے معزول کر دیا اگر ایسے ہی لوگ واسطے مسند خلافت پیغمبر کے انتخاب ہونگے لائق سمجھے جاوینگے تو نہایت قابل شرم بات ہی لاحول ولاقوۃ الاباللہ

جب خالد کی یاد کے بعد کسی اور کو یاد نہین کیا تو لوگون نے شاید اس خیال سے کہ مقصود اُنکا اپنے فرزند کو جانشین کرنیکا ہی اور اسی وجہ سے وہ ایسے لوگون کی یاد کرتے ہین کہ جو بوجہ مر جانے کے مسند خلافت حاصل نہین کر سکتے اور مرکوز یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص اون کے فرزند کے لیے اونھین صلاح دے تب لوگون نے اون سے کہا کہ آپ اپنے صاحبزادہ کو کیون نہین خلیفہ کرتے یہ سنکر حضرت عمر غضبناک ہوے اور کہنے لگے خدا تمھین غارت کرے اور مین کبھی ایسے شخص کو مقرر نہین کر سکتا کہ جسے اپنی زوجہ کو طلاق بھی دینا نہ آتی ہو اور خدا پر دین کی حفاظت کریگا اور مین کسی کو خلیفہ بناؤنگا کہ نبی نے بھی کسیکو خلیفہ نہین بنایا اور پھر اگر مین کسیکو خلیفہ کر دونگا تو بھی کچھ عیب نہین ہی کہ ابو بکر نے جو مجھ سے افضل تھے خود خلیفہ قایم کیا ہی (صحیح مسلم جلد دوم تاریخ کامل ـ) اس ارشاد حضرت عمر سے بلکہ صاف

تو اسی پالیسی کی آرہی ہو کہ جسکو وہ بادی تھے لیکن اسکو تاویل اور غیر تاویل کی حیثیت سے ظاہر کیا ہے لیکن میں بیقین
دلاتا ہون کہ حضرت عمرؓ استخلاف اسی کی لیے کر سکتے تو کہ جسکی نسبت انکا رجحان یہ ہوتا کہ وہ اونکی پالیسی کو قایم
رکھیگا اسے اندازہ اور نشان ہے کہ خلافت خاندان رسالت میں نہ جاسکے اور یہ امر اونکی پالیسی کے مخالف تھا
کہ خلافت خاندان رسالت میں چلی جاوے اور حضرت عمرؓ اپنے صاحبزادے کی نسبت بوجوہ مطمئن نہین تھے
کہ وہ اونکی پالیسی کو کامل طور پر برقرار رکھیگا اولایہ کہ۔

علامہ تفتازانی نے شرح عقدی مین تین چیزین گنائی ہین کہ جنکو حضرت عمرؓ نے اپنے
عہد خلافت مین اگرچہ نافذ بہ پیغمبرؐ سے منسوخ ہی نہین کیا تھا بلکہ اوسکو حرام کرکے عمل پر نہین کی
نہایت سخت تاکید فرمائی تھی اور منجملہ اون کے ایک یہ کلمہ بھی ہے حی علیٰ خیر العمل ‘‘ جو عہد پیغمبرؐ مین اذان مین
پکارا جاتا تھا اور وہی اذان اول تھی۔ یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت مین وہ
سطوت رکھتے تھے کہ جو سلطان وقت کو حاصل ہوتی ہے چنانچہ اوس کے اس حکم کی
تعمیل ہوئی کہ لوگون نے اون کے خوف سے اس کلمہ کو اذان مین پکارنا حرام سمجھکر ترک کیا
لیکن حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ بلند اقبال نے اپنے والد بزرگوار
کے حکم کی تعمیل نہین کی اور وہ اس کلمہ کو برابر اذان مین کہتے پکارتے رہے دیکھو
کتاب انسان العیون نور الدین علی حلبی شافعی و سنن کبریٰ امام بیہقی ۔ اور ترک امر
واجبی مین اپنے والد صاحب قبلہ کے حکم کی کچھ پروا نہین کی اور جیسے کہ اون کے
اس حکم کی انہون نے تعمیل نہین کی اوسی طرح اونہون نے کلمہ الصلوۃ خیر من النوم
کو بھی اذان مین ضم کرنا حرام جانا کہ جسکو اون کے قبلہ گاہ نے اذان مین شامل
فرمایا تھا (موطا امام مالک۔)

اب مین اس امر کو ظاہر کرتا ہون کہ کلمہ حی علیٰ خیر العمل کو حضرت عمرؓ نے کیون
اذان سے نکالدیا۔ اس کی وجہ کو اگرچہ مورخین اسلام نے پوشیدہ نہین رکھا
ہے ظاہر کیا ہے اور کم و بیش ذی فہم لوگ ضرور اوس سے واقف ہین اور

جو کوئی واقف نہو اوس کو واقف ہونا چاہیے کہ جب روز غدیر خم پیغمبر خدا نے علی مرتضی کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اور لوگون کو جمع کیا ہے تو منادی کرنے والون نے لوگون کو یہی کلمہ حی علی خیر العمل پکار پکار کر جمع کیا تھا (حبیب السیر) چونکہ یہ کلمہ واقعہ جانشینی علی مرتضی کا پتہ دینے والا اور لوگون کو اوس دن کا یاد دلانے والا تھا اس وجہ سے حضرت عمر اپنے ایام خلافت مین وقت اذان کے ناممکن تہا کہ اوس کلمہ کا اذان مین پکارا جانا گوارا فرماتے کہ اوس کی یاد اون کی خلافت کی بنیاد کو ہلا دینے والی اور اوسے جڑ سے گرا دینے والی تھی اور اسیوجہ سے اون کو اذان مین اس کلمہ کے پکارنے اور اوس کے حرام کر دینے اور اوس پر عمل کی نہی فرمانے پر مجبور کیا تھا اب تک مین نے دو واقعہ دکھلائے کہ جن مین حضرت ابن عمر اپنے باپ کے خلاف تھے اور اون کے حکم کی تعمیل کی پروا نہین کرتے تھے اور علی مرتضیٰ سے وہ ان مسائل مین برخلاف اپنے باپ کے موافق تھے ۔ اب مین تیسری ایک شہادت اور پیش کرتا ہون کہ جس سے حضرت ابن عمرؓ کا اپنے باپ سے مخالف ہونا اور علی مرتضیٰؑ سے فی الجملہ موافق ہونا ثابت ہوگا - اور وہ شہادت اون کا عمل مسئلہ متعہ پر ہے جیسا کہ منقول ہے کہ جب راوی نے اون سے حکم تمتع دریافت کیا تو اونہون نے جواز کا حکم دیا اوس پر سائل نے کہا کہ تمہارے باپ تو منع کرتے تھے اونہون نے کہا کہ اگر ایک کام پیغمبرؐ نے کیا ہو اور میرے باپ نے اوس کام سے منع کیا ہو تو مجھے بتلاؤ کہ اتباع رسول کے حکم و عمل کا کرنا چاہیے یا میرے باپ کا ؟ منع ہو ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح کہا ہے (دیکھو شرح صحیح مسلم مطبوعہ لکھنؤ صفحہ $\frac{۲۹۳}{۲۹۴}$ و زرقانی شرح موطا امام مالک مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۳ و ترمذی شریف مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۴ و ظفر المبین مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵ و ۵۶ -)

چونکہ حضرت عمر نے متعۃ النساء و متعۃ الحج سے ایک ساتھ ہی منع کیا ہے اور جرأت کے

ساتھ اسکا بھی اقرار کیا ہو کہ دونون متعہ عہد آنحضرت مین تھے لہذا ہم اوسکی متعلق بھی ایک لطیف مکالمہ نقل کرتے ہین جو قابل ملاحظہ ہو اور جسکو راغب اصفہانی نے اپنی محاضرات (مطبوعۂ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۵) مین لکھا ہو قال یحیی ابن اکثم لشیخ البصرۃ بمن اقتدیت فی جواز المتعۃ قال العمر ابن الخطاب رض قال کیف وعمر کان اشد الناس فیہا قال لان الخبر الصحیح انہ صعد الی ممبر فقال ان اللہ و رسولہ قد احلا لکما متعتین و انی محرمہما علیکم اعاقب علیہما فقبلنا شہادتہ ولو نقبل تحریمہ جسکا ترجمہ یہ ہی کہ قاضی یحیی ابن اکثم نے شیخ بصرہ سے کہا کہ جواز متعہ مین تم نے کس کی پیروی کی ہو کہا عمر خطاب کی اونہون نے کہا یہ کیونکر وہ تو اس معاملہ مین شدید تھے اونہون نے کہا کہ ہان یہ خبر صحیح ہے اور بے شک وہ ممبر پر گئے اور کہا کہ خدا و رسول نے تمہارے لیے دو متعہ حلال کیے ہین اور مین دونون کو تمہارے لیے حرام کرتا ہون اور تم پر (بصورت عدم تعمیل حکم) عقاب کرون گا پس ہم شہادت کو اونکی جواز متعہ مین قبول کرتے ہین اور اون کی تحریم کو قبول نہین کرتے۔ اور نیز صاحب سیرۃ الفاروق بھی صفحہ ۲۱۲ مین بحوالہ کتب معتبرہ یہ قول حضرت عمر کا قبول کرتے ہین کہ دونون متعہ عہد آنحضرت مین تھے ایک متعۃ الحج اور ایک متعۃ النساء مگر مین دونون کو حرام کرتا ہون۔ اب غور کرنا چاہیے کہ کلمہ حی علی خیر العمل جو یادگار و واقعۂ جانشینی علی مرتضے کا تھا حضرت ابن عمر کا اوس کو برخلاف حکم اور خوشنودی اپنے باپ کے اپنی اذان مین برابر پکارنا اور مسئلہ متعہ پر عمل کرنا اور اُس کلمہ اضافی مجوزہ حضرت عمر کو جسکو اونہون نے صرف اذان صبح مین اضافہ فرمایا تھا حضرت ابن عمر اور علی مرتضیٰ کا متحد الخیال ہونا حضرت عمر کے لیے کافی ثبوت اس قیاس کے واسطے تھا کہ ابن عمر کا رجحان علی مرتضیٰ کی طرف ہو ایسا نہو کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جاوے اور وہ خلافت کو اوس کے حلق پر قرار دیوے اور اسی پس و پیش نے اونکو مجبور کر دیا کہ وہ اصل تحریک کو جو اون کے صاحبزادے کے لیے ہوئی تھی اوس کو نامنظور

کرکے تحریک کرنے والون کو بہی فانلاث اللہ سے یاد کرین - وہ کبہی اس امر کو گوارا نہین کرسکتے تھے کہ کسی وقت مین بہی خلافت کہ جس کو کن کن محنتون سے اور مشقتو سے خلاف دستور قدیم عرب کے خاندان رسالت سے نکالکر اپنے ہوا وہوس دیرینہ کا سرمایہ بنایا ہے پہر خاندان رسالت مین لوٹ جاوے اس واسطے اوہون نے پسند نہ کیا کہ وہ اپنے مخالف اور مخالف کے متحد الخیال گو خاندان کے گہر ہی ہی رہے یا نہ رہے مگر اوسکو خلیفہ مقرر کرین -

شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی - گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد "

یہ وجوہ ہے جو حضرت عمر نے اپنے کسی عزیز و فرزند کو اپنا جانشین نہین بنایا نہ وہ وجہ جس کو سائل مخاطب نے بحیثیت ایک وصف منجملہ اوصاف خلفا کے ظاہر کیا ہے جس مین مضمر اوسی پالیسی کی بنیاد ہے کہ جسکو اوہون نے قرار دیا تھا اور جسکو تازہ بتازہ نو بنو حیثیت سے چلایا گیا ہے -

اور جب ہم اوس خط پر نظر ڈالتے ہین جو بعد واقعہ کربلا انہین حضرت ابن عمر نے یزید کو لکھا تھا جس مین واقعہ قتل امام حسین ع کو اسلام مین ایک مصیبت بزرگ اور حادثہ عظیم ظاہر کیا تھا اور جس کے جواب مین یزید اُن کو لفظ احمق سے خطاب کرکے صاف یہ لکھا تھا کہ "بانی اس مصیبت بزرگ اور حادثہ عظیم کا مین نہین ہون بلکہ ہین تو پکی پکائی ہانڈی اور بچھے بچھائے ہوئے دسترخوانون اور چنے چنائے ہوئے کہانون پر آبیٹہا ہون بلکہ تیرا باپ اول وہ شخص ہے کہ جو بانی اس مصیبت بزرگ اور اسلام مین حادثہ عظیم کا ہوا" دیکھو تاریخ بلاذری -

تو ہمکو یقین ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ مین اگر واقعہ قتل حضرت امام حسین ع روبکار ہوتا اور حضرت ابن عمر فاللان حضرت امام حسین ع کو ایسا خط لکھتے تو قطعی وہ اپنے اس قیاس کو جو وہ اپنے بیٹے کی نسبت رکہتے تھے یقین سے بدل دیتے - لیکن

درحقیقت حضرت ابن عمر خود متلون مزاج اور کمزور طبیعت کے آدمی تھے۔کبھی وہ ایک سمت کو دوڑتے تھے کبھی دوسری سمت کو جاتے تھے اور اسی امر کے اندیشہ نے اون کو اون کے باپ سے امر خلافت کے لیے عاق کرادیا۔

حضرت ابن عمر کی تلون مزاجی اور کمزور طبیعت کی نسبت بے شک یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ جس وقت جیسی مصلحت دیکھتے تھے اوسی راہ پر چلنے لگتے تھے۔لیکن اون کو کامیابی کسی سمت نہین ہوتی تھی ایک سمت کا حال تو ہمنے کسی قدر لکھا دوسری سمت کے حالات کو بخوف طوالت مفصل ظاہر نہ کرکے ہم صرف یاد دلاتے ہین ذی علم ناظرین اور مخاطب سائل کو وہ واقعات جن کا تعلق حضرات ابن عمر کے انکار بیعت جناب امیر و بیعت بایزید و مقصۂ حجاج سے ہی اور جن سب کا نتیجہ ہی یہ کہ فاضل شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل مین بہ سلسلۂ اعتزال لسٹ خوارج مین ان ابن عمر کو فرسٹ نمبر مین لکھا ہے اس مین کچھ شبہہ نہین کہ وہ اپنے باپ حضرت عمر کی دانائی کو کسی طرح پہونچ نہین سکتے تھے باوصف اس کے کہ وہ بھی پیغمبر سے موانست اور مخالفت کے امور ظاہر کرتے تھے کبھی ایمان کا اظہار کبھی نبوت مین شک کرنا کبھی پیغمبر کے ساتھ جہاد مین جانا۔کبھی میدان جنگ مین پیغمبر کو چھوڑ کر بھاگ جانا۔کبھی پیغمبر کی نگاہ مین اس قابل آپ کو دکھانا کہ پیغمبر سرداری لشکر اسلام کی اون کو دیدین۔کبھی دشمنون کی ہیبت سے اون کے مقابلہ کے لیے نہ نکلنا۔یا معہ لشکر اسلام کے بھاگ آنا۔کبھی اپنے قصور کی معافی مانگ لینا لیکن خلافت کے لیے اپنے آپ کو اس قابل رکھا کہ آخر کار اوس کو حاصل کرلیا۔

اس شان کی دانائی حضرت عمر اپنے فرزند دلبند مین نہین دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے اونھون نے فرمایا کہ جو اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے سکے وہ خلافت کیا کریگا۔ ورنہ محض جاہل مسائل ہونے کی نسبت جب کہ خود حضرت عمر کے علم پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اون کے صاحبزادہ کو بعینہٖ "الولد سر لابیہ" کا مصداق پاتے ہین۔

اس مقام پر میرے فاضل سائل یزید کے خطبے کے اوس فقرہ کی جو اوسنے حضرت ابن عمر کو کہا کہ تمہارا باپ اول وہ شخص ہے جو بانی اس مصیبت اور حادثہ بزرگ کا اسلام میں ہوا ہے مین مجھے حقیقت ظاہر کرنے کی اجازت دین۔ اور ایمان سے بتلا ئین کہ کیا مقصود اوسکا یہ نہین تہا کہ اون کے باپ ہی اول وہ شخص ہین کہ جنہون نے برخلاف دستور قدیم ملک عرب کے خلافت کو خاندان رسالت اور اوسکے حقیقی مستحق سے نکالکر غیر خاندان رسالت اور غیر مستحق کے قبضہ مین قرار دیا اور مستحق خلافت کو جس طرح اور جس پہلو سے ہوا کمزور کیا فدک جو خاص مقبوضہ دختر پیغمبر کا تہا اون کے قبضہ سے نکال لیا خانہ رسالت پناہ مین جہین فرشتے بغیر اذن داخل ہونیکی جرائت نہین رکہتے تہے اوس مین آگ لگائی۔ گہر مین گہس گئے۔ دختر پیغمبر کو وہ صدمہ پہونچایا کہ جس کی بنا پر وہ مرتے مر گئین لیکن حضرات شیخین اپنے غضبناک اور ناخوش کرنے والون سے کلام نہین کیا اور اسی ایک پالیسی کو جس کی بنیاد حضرت عمرؓ ہی قائم کر گئے تہے اون کے تمام جانشین اپنے اپنے عہد حکومت مین برابر کام مین لایا کیے اور بالآخر اونکا آخری جانشین (یزید) اوسی پالیسی کو بمقابلہ امام حسین ایسا کام مین لایا کہ جس کے نتیجہ نے خاندان رسالت کا بالکل تباہ کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ بعض علماء اہل سنت (امام غزالی وغیرہ) نے واقعہ قتل امام حسین کا مجالس مین پڑہنا حرام تبلایا ہے اس وجہ سے کہ بیان اون واقعات کا طرف بعض صحابۂ اولین کے ہیجان مین لاتا ہے۔

کیا کچہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حسین ابن علی کشتہ سقیفہ و شوریٰ نہین ہے؟ اگر نہین ہے تو ذی علم سائل تبلائین کہ وہ کون صحابہ اولین ہین کہ جن کے بغض کی طرف واقعات شہادت امام حسینؑ کے ہیجان مین لانے والے ہین اور غزالی وغیرہ کا جن سے مقصود ہے اور یزید نے جو حضرت عمر کو اسلام مین اول شخص بانیٔ اس

مصیبت بزرگ کا قرار دیا تو کیون؟ مین زیادہ اس بحث کو اب طول دینا نہین چاہتا اور حضرت عمر کے اس ارشاد کی کہ اگر کسیکو خلیفہ مقرر کرونگا تو بھی کچھ عیب نہین کہ ابوبکر سنے جو مجھ سے افضل تھے خود خلیفہ مقرر کیا ہے اور اگر خلیفہ مقرر نہ کرونگا تو بھی کچھ اعتراض نہین ہو سکتا کہ پیغمبر نے جو مجھ سے اور ابوبکر سے بہر اعبد افضل ستھے کسی کو خلیفہ مقرر نہین کیا ہے حقیقت اور دکھا چاہتا ہون کہ جو دراصل اوسی پالیسی اختیار کردہ کی تائید مین ہین۔

جس وقت حضرت عمر سے لوگون نے یہ سنا تو لوگ مجبور ہو کر چلے گئے۔ پھر دوسری وقت پر مجمع عیادت کرنے والون کا ہوا۔ اور اوس وقت پھر اون سے واسطے تعین کرنے جانشین کے کہا گیا تو فرمایا کہ "مجھ تم لوگون کے چلے جانے کے مین نے یہ مصمم قصد کر لیا تھا کہ مین اپنا جانشین تم لوگون پر ایسے شخص کو کرون گا کہ جو تمکو راہ حق پر لیجاوے اور جو اس امر کے لیے درحقیقت سب مین لایق تر ہے اور یہ فرما کر اشارہ علی ابن ابی طالب ع کی طرف کیا (کامل جزو ثالث صفحہ ۲۰ ذکر قصۂ شوری) لیکن جب ہی کہ مین یہ رائے اپنی مستقل قرار دیچکا کہ دفعتاً مجکو غشی طاری ہو گئی اوسی حالت مین مین نے دیکھا کہ مین بہشت مین پہونچا ہون اور ایک شخص اور وہان وارد ہوا کہ اوس نے تر و تازہ پھل توڑ توڑ کر اپنے پاس جمع کیے اس سے مین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خدا اپنے حکم پر غالب ہے (یعنی موت آنے والی ہے اور جو کچھ ہونیوالا ہے وہ ہوگا) جب حالت غشی رفع ہوئی تو مین نے اپنی اوس رائے کو واپس لے لیا اور اب مین نے یہ ارادہ مستقل کر لیا ہے کہ سوا اون اشخاص کے جنکو پیغمبر ص نے اہل جنت فرمایا ہے۔ اور کسی کو خلیفہ نہ کرون چنانچہ مین ان اشخاص مین سے علی۔ عثمان۔ عبدالرحمن۔ سعد۔ زبیر اور طلحہ کو صرف نامزد کرتا ہون اور تقرر منجملہ ان کے ایک کا انہین کے مشورہ ہی پر چھوڑتا ہون۔ یہ لوگ اون شرائط پر

جو مین قرار دیتا ہون کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرینگے" (کامل ابن اثیر)

واقعات اوس انتظام کے جنکا تعلق طریقہ تعیین جانشینی حضرت عمر سے ہے اور جنکا ذکر آگے ہوگا اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہین کہ حضرت عمرؓ کا دلی مقصود حضرت عثمان کو (کہ جنھون نے کتابت جانشینی حضرت عمر کی منجانب حضرت ابوبکر لکھی تھی اور جس سے وہ بہت ہی ممنون احسان اون کے تھے) خلیفہ مقرر کرنا چاہیئے تھے مگر چونکہ بتائید پالیسی اختیار کردہ کے یہ فرما چکے تھے کہ اگر مین کسی کو خلیفہ مقرر کرونگا تو بھی کچھ عیب نہین ہے کہ ابوبکر نے خود جو مجھ سے افضل تھے خلیفہ مقرر کیا ہی اور نہ مقرر کرونگا تو بھی مجھپر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا کہ نبی صلعم نے جو مجھ سے اور ابوبکر سے بہتر و افضل تھے کسی کو خلیفہ نہین کیا ہے اس واسطے وہ یہ سوچے تھے کہ جو کچھ مین کہہ چکا ہون اوس کے مخالف بھی کوئی بات نہو اور خلیفہ بھی میرے بعد ہون تو عثمان ہی ہون چنانچہ درحقیقت حضرت عمر نے جو کچھ سوچا تھا وہی کیا کہ ۶ شخصون کو ایسے قواعد کی پابندی سے کہ جس مین لامحالہ عثمان ہی خلیفہ مقرر ہون منتخب واسطے خلافت کے کر کے اور اپنے حق مین چند وصیتین اپنے صاحبزادہ کو فرما کے اوس عالم کو سدھارے[1]

---

[1] وہ وصیتین حضرت عمر نے حضرت عبداللہ کو یہ کی تھین کہ جب میرا وقت احتضار ہو تو مجھکو دبا لینا اور اپنے دونون زانو میری پشت مین ملا دینا اور اپنا داہنا ہاتھ میری پیشانی پر اور بایان ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھنا اور جب مر جاؤن میری آنکھین بند کر دینا۔ اور میرے کفن مین میانہ روی کرنا کیونکہ اگر میرے لئے نزدیک خدا کے کوئی خیر ہوگی تو مجھ کو اوس سے اچھا لباس بدلہ مین عنایت کریگا ورنہ جھپٹ مین لیا جائیگا اور جلد چھین لیا جائیگا اور میری قبر مین بھی میانہ روی کرنا کہ اگر میرے لئے نزدیک خدا کے خیر ہے تو میری قبر تا حد نگاہ وسیع ہو جاویگی اور اگر مین اس قابل نہین ہون تو ایسی تنگ ہو جاویگی کہ میری پسلیان ایک دوسرے سے ملجاوینگی اور کوئی عورت میرے جنازہ کے ساتھ نہ نکلنے پائے اور میری تعریف اون صفات سے نہ کرنا جو مجھ مین نہین ہین کیونکہ خدا میری حالت سے بخوبی واقف ہے اور جب تم میرا جنازہ لیکر نکلنا تو چلنے مین جلدی

لیکن اپنے مقصود حقیقی پر کامیابی کے واسطے جسمین حق تلفی علی مرتضیٰ کی اور خلیفہ کرنا عثمانؓ
کا مضمر تھا اُنکو چارہ نہ تھا کہ ایک راہ گریز حالت غشی کی جو ایک شاخ اسی پالیسی کی تھی جسکا ذکر اوپر
ہو چکا ہی اختیار نہ کرین - حالت غشی اور دیکھنا جنت اور میوہ ہای جنت کا معائنہ اور مشاہدہ
درحقیقت حیثیت خواب کی رکہتی ہی جسکی تعبیر صاف ہی یعنے جب اُنہون نے اپنے دلمین
یہ قصد مصمم کرلیا کہ مین اپنا جانشین ایسے شخص کو کرونگا کہ جو لوگونکو راہ حق پر لیجاوے
اور جو اس امر کے لیے سب سے اولے ہو اور اشارہ علی مرتضیٰ کیطرف کیا اور اُسکے
بعد ہی قبل اسکے کہ اُنکے دلمین اُسکے خلاف خیالات پیدا ہون فوراً ہی وہ
غش ہو گئے اور جنت و میوہ ہاے جنت کو مشاہدہ فرمایا تو درحقیقت یہ ایک بشارت
اونکو اوس قصد مصمم کے صلہ مین تھی جو علیؑ کے واسطے ظاہر کیا تھا جسمین اسبات کا
اشارہ تھا کہ تمنے جو علیؑ کو جانشین اپنا مقرر کردینے کا مصمم ارادہ کرلیا ہی اسکے
صلہ مین یہ جنت و میوہ ہاے جنت سب تمہارے واسطے موجود ہین لیکن جبکہ وہ
غش سے چونکے تو نیت اونکی پلٹ گئی لہذا وہ صلہ بھی جو اوس ارادہ کے ساتھ
لازم و ملزوم تھا پلٹ گیا اور تازہ رائے چونکہ ضد اُس ابتدائی قصد مصمم کی تھی پس
صلہ بھی اسکا ضرور ہے کہ ضد اوس ابتدائی ارادہ کے صلہ کی ہو - ایسی
صورت مین نہایت افسوس ہے کے ساتھہ مین ذی علم سائل سے پوچھتا ہون کہ
حضرت عمرؓ بشارت کے رد کرنے والے صلہ بشارت سے مردود ہوے یا نہین
اور فلسفانہ حیثیت سے اگر ہم اس حالت غشی پر غور کرتے ہین تو سواے

مین جلدی کرتا ہون پس اگر میری یہ حالت نزدیک خیر ہی تو تم مجھکو اوس خیر تک جلد پہونچا دو گی اگر مین اس قابل نہین ہون تو تم اپنی گردنون
سے ایک اوس شر کو کہ جسکو اوٹھا ئی ہوئی ہو جلد ڈالدو (دیکھو طبقات ابن سعد) جو وصایا حضرت عمرؓ نے فرماے ہین اوس کا آخری حصہ کے وجوہ اُنکو
خود فرماتے ہین لیکن ابتدائی حصہ وقت انتقال کے متعلق جو وصیت اپنی تو رحیتم کر گئی ہی اوس کی نسبت کیا تماشہ کی بات ہو کہ کچھ
نتیجہ نہین ظاہر کیا کہ اوس سے اول کا کیا مقصود تھا - مؤلف عفی عنہ

اسکے کچھ نہین پاتے کہ حضرت عمر گر از زخم کہائی پی چکے تہے تو ڈاکٹر صاحب بہود شکست ہو ہی چکا تہا اور اوسکی اسی آیت پر کہ وصیت آخر کردو حضرت عمر کی آنکہ نہین ہو نکی تصویر کہینچ ہی چکی تہی اور اسی تصویر سے سوس غشی مین ہی رو بکار ہوئی جس سے چونکہ کہ اونہون نے خود دیکہہ لیا کہ خدا کے حکم غالب ہی موت آنیوالی ہی اور بہشت وسیوہ ہاے بہشت دیدہ و مقصود کے نکونی تو ایک ڈہکوسلے اوسکے تہے لیکن مین قبول کرتا ہون اس بات کو کہ جنت ایسی چیزون کی کان ہی مگر دسترس اوسپر اوسیکا ہو سکتا ہی جو حب اللہ کا تخم محبت مرتضیٰ دل مین بوئے ہو ورنہ یاد رکہنا چاہیے کہ حضرت عمر تو بر طرف وہ شخص بہی کہ جو نوح پیغمبر کی برابر تو عمر مین ہو اور کوہ سفید کے برابر راہ خدا مین اوس نے سونا محتاجین و مساکین کو دیا ہو اوس کے علاوہ اور بہی ہر ایک نیکی دین کی اوس نے کی اور برابر حج پیدل کیے ہون حتی کہ درمیان صفا و مروہ راہ خدا مین وہ مظلوم شہید بہی ہوا ہو مگر خوشبو بہشت کی اوس وقت تک ہرگز نہین ہو نگہ سکتا جب تک کہ اوس کے دل مین علی مرتضیٰ کی محبت نہو " محبت ہی علی مرتضیٰ کی ایسا عمل حسنہ ہی کہ جسکو کوئی گناہ ضرر نہین پہونچا سکتا اور بغض اونکا ایسا گناہ ہی کہ جسکو کوئی نیکی رو نہین کر سکتی " انہین احادیث کے مضامین کو جنہین مین نے مناقب اخطب خوارزم سے لکہا ہی خواجہ حافظ نے بطور تتمہ کیا خوب نظم کیا ہی

از اکر دوستی علی نیست کافر است	گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولاے تو یا علی	فردا بروح پاک امامان گواہ باش

بہر حال اون چہ اشخاص کا منتخب کرنا اور پہر اون مین سے ہی ایک کا از روے قواعد مقررہ اون کے خلیفہ ہونا اون کے اوس ارشاد کے دونون پہلوون پر حاوی ہو - اس طرح پر کہ اونکا اون چہ مین سے کسی کو بالتخصیص واسطے خلافت کے نامزد نہ کرنا مطابق اوس ارشاد کے ہو کہ اگر کسی کو خلیفہ نہ کرون گا تو پیروی پیغمبر کی کرون گا - لیکن بموجب قواعد قرار دادہ کے اونہین اشخاص مین سے ایک کا مقرر ہونا چونکہ ایک امر لازمی تہا پس اوسکا تقرر موافق اون کے اوس ارشاد کے ہو گیا کہ اگر کسی کو خلیفہ کرون گا تو پیروی ابو بکر کی کرون گا -

اور دونون طرح اپنے خیال کے موافق ایسی کارروائی سے وہ بلاعیت خدا کے گھر کو سدھار رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس انتظام سے حضرت عمر کا لامحالہ مدعا پورا ہوتا مین اس حیثیت سے بیان کرتا ہون کہ عبدالرحمن جو حضرت عثمانؓ کے بہنوئی تھے وہ بمقابلہ حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہو نیکے نہ اپنا خلیفہ مقرر ہونا پسند کر سکتے تھے اور نہ کسی اور کا اور سعد کینہ علی مرتضی سے رکھتا تھا وہ کسی طرح علی مرتضی امارت پر راضی نہین ہو سکتا تھا جیسا کہ خود علی مرتضی نے بھی یہی پیشین گوئی کی ہے جس کو مین ابھی آیندہ بیان کرونگا۔ ایسی حالت مین کیا ہمارا یہ بیان غلط قرار پا سکتا ہے کہ سوائے حضرت عثمانؓ کے کوئی اور خلیفہ ہو سکتا تھا؟۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور حضرت عمرؓ کی پیہود اندیشی اور انتظام ایسا نہ تھا کہ جس مین کوئی دھوکا کھاتا علی مرتضی نے اوسی وقت حضرت عباس عم پیغمبر سے صاف کہدیا تھا کہ "پھر ہم سے خلافت نکل گئی (کامل ابن اثیر) اور جب حضرت عباس نے پوچھا کہ کیونکر تب آپ نے نہایت تشریح کے ساتھ فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو شریک کیا ہے اور یہ وصیت کی گئی ہے کہ کثرت آرا پر عمل کیا جاوے اگر مساوی الرائے ہون تو اوس کو خلیفہ کرنا جس کی طرف عبدالرحمن کی رائے ہو اور عثمان عبدالرحمن کے سالے ہین وہ اوس کی مخالفت نہ کرے گا اور سعد مجھ سے ذاتی کینہ رکھتا ہے وہ بھی عثمان کی مخالفت نہ کرے گا جب یہ دونون طرفدار عثمان کے ہین تو بقیہ اصحاب شوری طلحہ اور زبیر نے لو فرضا اگر میری نسبت ووٹ بھی دیا جس کی مجھکو ظاہرا امید نہین ہے تو بھی مین کامیاب نہین ہو سکتا کیونکہ عبدالرحمن کی رائے کو ترجیح دی گئی ہے یہ سن کر حضرت عباس غمدیدہ ہوے اور فرمایا کہ مین نے اوسیوقت جب کہ عمر نے تمہارا نام شوری مین داخل کیا تھا تمکو منع کیا تھا کہ تم شریک نہ ہونا (اور اب بھی یہ قوم (اصحاب شوری) جو کچھ تم سے کہین انکار کرنا مگر یہ کہ تمسے بیعت کرین

اور ان لوگون سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے کہ ہمیشہ ہم سے امر خلافت کو دفع کرتے رہے ہین یہان تک کہ ہمارا غیر اوس پر متصرف ہوا۔ اور پھر تقسیم فرمایا کہ امر خلافت کو کوئی ہمسے نہین لیگا مگر شر سے ایسا شر کہ جسکو کوئی بھلی نفع نہین پہونچا سکتی[1] اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد کون وجہ مانع اس یقین کی ہو سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ کا خاص اور دلی منشا حضرت عثمان کے ہی ولیعہد اور جانشین مقرر ہونے کا نہین تھا۔ اور انھون نے وہ انتظام اور اہتمام اسی لیے نہین کیا تھا کہ بجز حضرت عثمانؓ کے اور کوئی خلیفہ مقرر ہی نہو سکے۔ اور جنکا خلیفہ ہونا مطابق اونکی اوسی پالیسی اختیار کردہ کے تھا۔ اور زیادہ مصلحت یہ تھی کہ اس خاندان مین جسمین حضرت عثمانؓ تھے خلافت جانے سے اوسکی اوس اصلی غرض مین بھی جس مبتنی پر سے خلافت کو خاندان رسالت سے اُنھون نے نکال لیا تھا اونہین کامیابی کی قطعی امید تھی کہ بنی امیہ کے تعصب دیرینہ کا مقتضی یہی تھا کہ خاندان رسالت کا قلع و قمع ہو۔ گو اس مین شک نہین ہے کہ حضرت عثمان کے عہد مین ہی بموجب اون قواعد قرار دادہ کے جو حضرت عمرؓ نے متعلق انتخاب خلیفہ کے قرار دیے تھے مخالف پارٹی کا قتل واجب تھا اور علی مرتضی کی نسبت حضرت عمر جاننے والے تھے کہ وہ ابتداء اوس خلافتون سے مخالف رہے ہین اب بھی مخالفت کرین گے لیکن گو اوس حکم کی تعمیل کی جرأت اوسوقت خواہ اوس عہد مین نہوئی ہو لیکن اوس حکم کی تعمیل عہد معاویہ جانشین حضرت عثمان مین ہو گئی کہ اوسی پالیسی پر عمل نے علی مرتضی کے خون سے محراب مسجد کوفہ کو رنگین کر دیا اور پھر اوسی پالیسی کے عمل کا نتیجہ اون کے فرزند اکبر کی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اور آخر کار یزید اون کے جانشین کے عہد مین قتل حسینؑ پر اوسی پالیسی کے عمل نے قطعی قلع و قمع خاندان رسالت کا کر دیا اور یہی شرح ہے یزید کی اوس فقرہ کی جسکو

[1] ابو الفداء و کامل ابن اثیر جزو ثالث بہ سلسلۂ حالات شوریٰ۔

ہم اوپر ظاہر کر آئے ہین۔

اب مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ حضرت عمر نے جو عبدالرحمن کی راے کو خاص ترجیح دی تہی وہ ادعا کی ایک نہایت ہوشیاری کی بات تہی جو حضرت عثمان کے حق مین بہر طور مفید ہونیوالی تہی، بلکہ واقعات طریقہ انتخاب شوریٰ یہ بہی اشارہ کر رہے ہین کہ حضرت عمر کو اپنی حیات مین ہی غالبا بعد مجروحی اور قبل اوس واقعہ خواب کے جبکہ برابر لوگ اونکی عیادت کو آتے جاتے تہے عبدالرحمن اور نیز سعد سے جو علیؑ سے کینہ رکہتا تہا اندر پناپ سازباز کا موقع ملا تہا اور وہ خواب درحقیقت اوس سازش کے حصول نتیجہ کے لیے ایک راہ گریز تاویل کی حیثیت سے تہی۔

شرائط شوریٰ حسب ذیل قرار دیے گئے تہے دو

یہ کہ منجملہ اشخاص نامزد کے ایک شخص کا بر دئے انتخاب تقرر مسند خلافت پر ہوگا۔

یہ کہ تین روز کے اندر خلیفہ مقرر ہو جاوے گا۔

یہ کہ۔ اگر ممبران مساوی الرا ہون تو جس سمت عبدالرحمن کی راے ہوگی وہ خلیفہ ہوگا۔

یہ کہ۔ اگر اوس انتخاب سے مخالف راے والے اتفاق کرنے والے نہون گے تو قتل کر دیے جائین گے۔

یہ کہ۔ اگر چہؤن ممبران مختلف الارا ہون گے تو سب قتل ہون گے۔

واضح ہو کہ ابوطلحہ انصاری کی ماتحتی مین حضرت عمر نے ۵۰ نفر بدین ہدایت دیے تہے کہ وہ اصحاب شورے کو عمد خالی ہونے کے بعد ایک مکان مین جمع کرکے عملی کارروائی شورے شروع کرادین اگر دیکہین کہ تین روز کے اندر فیصلہ نہین ہوا یا جملہ ممبر مختلف الارا رہین تو بذریعہ اپنے ماتحت مختصر فوج کے سب کو قتل کرادین۔"

جب حضرت عمر اپنا عہدہ خالی کر چکے تو ممبران نے پس از دفن و کفن بموجب وصیت
واسطے انتخاب خلیفہ کے اجلاس کیا جو ابو طلحہ انصاری کی مسلح فوج کے محاصرہ مین تھا
سب سے پہلے مسٹر جبیر بن عبد الرحمن نے کھڑے ہو کر سب ممبرون سے راے ظاہر
کرنیکی خواہش کی۔ پھر سعد نے اپنی راے کو جبیر بن کے تفویض کیا اونکے بعد حضرت عثمان کھڑے ہوے اور ایک تقریر کی بعد بنیاد
اپنے بابت دیا جسپر طلحہ نے کھڑے ہو کر اپنی راے کو حضرت عثمان کے تفویض کیا
اور قبل اسکے کہ علی مرتضیٰ اپنی تقریر شروع فرماوین زبیر نے اپنی راے کو علی مرتضےٰ
کے تفویض کیا اسکے بعد علی مرتضیٰ اپنی جگہ کھڑے ہوے اور بتردید ان تقریرون کے
جو اونکے مخالف تھین ایک پرزور فصیح و بلیغ اسپیچ دی جسمین اپنے سب سے اولے
اور لائق تر اور سب سے مستحق ہونیکا ممبران شوری سے استشہاد چاہا جس سے کسی نے
انکار نہین کیا[1] اس حالتمین مسٹر جبیر ابن عبد الرحمن کی فی ذاتی راے ایک تو بوجہ ممبر ہونیکے ویسی ہی
سعد کی مفوضہ راے سے اور وزنی ہو گئی۔ اب اگر عبد الرحمن علی مرتضیٰ کے
لیے رای دیتے تو وہ[2] اسوجہ سے کہ اونکی اور عثمان کے ووٹ مساوی تھی خلیفہ
ہوتے اور اگر عثمان کے نسبت رای دیتے تو عثمان خلیفہ ہوتے اور اگر اپنی نسبت
راے دیتے تو وہ خود خلیفہ ہوتے کیونکہ اونکی ذاتی راے اور سعد کی مفوضہ راے
درجہ مساوات کا بمقابلہ علی مرتضیٰ اور عثمان کے رکھتی اور وہ اختیاری راے
حضرت عمر کی عطا کی ہوئی اپنی لئے راے ظاہر کرنے مین بمقابلہ علی مرتضیٰ اور عثمان
برابر کے ووٹ رکھنے والون کے اونکو خود منتخب کرا دیتی لیکن اونھون نے ابھی سکوت کیا
اور کسیکی نسبت ووٹ نہین دیا۔

آسانی سے ایک شخص اونکے تامل کیوجہ شاید یہ ظاہر کرے کہ وہ بنظر دور اندیشی
کسی کے فرمان قتل کا نفاذ بحالت انکار کرے وہ جانے والی ہونگے
لیکن مین یہ کہتا ہون کہ اسوقت تک تو عبد الرحمن نے کسیکی نسبت ووٹ

[1] روضۃ الاحباب [2] علی مرتضیٰ علیہ السلام

ہی نہین دیا تہا تاکہ معلوم ہوتا وہ کون لوگ ہین جو اون کے نفاذ حکم سے انکار یا اختلاف رکھنے والے ہین - یا اگر اوس تقریر علی مرتضےٰ کا جو اونہون نے فرمائی تہی نتیجہ حد قتل کا سمجہ لیا گیا تہا تو بہی یہ غلط فہمی تہی - اون کے ارشاد کی شان صرف اس قدر ہے کہ وہ بمقابلہ اپنے کسی دوسرے کو مستحق اور اولیٰ تر اس کام کے واسطے نہین جانتے تہے جیساکہ خود حضرت عمرؓ نے بہی خواب دیکھنے سے پہلے اُن کو اسی امر کے لائق تسلیم کیا تہا - اون کی تقریر کا یہ نتیجہ نہین ہو سکتا ہے کہ وہ تقرر عثمانؓ کی بعد اون کی خلافت مین رخنہ انداز ہو کر امن عامہ خلائق مین نقص ڈالنے کے باعث ہون گے اونہون نے پہلی خلافتون مین بہی کوئی رخنہ نہین ڈالا تہا اور یہ ایک عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر وہ شخص جو درحقیقت مستحق خلافت ہو مگر کسی وجہ سے جب بادشاہ ہو جاتا ہے تو تمام لوگ جو زیر حکومت رہتے ہین گو اعتقاد اون کا مخالف اعتقاد حکومت ہو تو اُس سلطنت کا اتباع کرنے والے ہوتے ہین گو وہ اوس بادشاہ یا خلیفہ کو برحق خلیفہ یا بادشاہ قبول کرنے والے ہون یا نہ ہون کیونکہ خلیفہ برحق ہونا اور چیز ہے اور اتباع قوانین خلافت اور بات ہے اگر جیری یہ رلے قبول نہ کیجائے اور عبد الرحمن کی وجہ سکوت وہی کراہت عقل مانی جاے تو مین افسوس کرتا ہون کہ اونہون نے اوسی وقت جبکہ یہ شرائط داخل شوریٰ کئے گئے تہے اپنے راے ظاہر کی ہوتی اور اگر حضرت عمرؓ اوسے قبول نہ کرتے تو شوریٰ مین داخل ہونے سے انکار کر دیا ہوتا مگر شاید انکو حضرت عمرؓ کی خشن مزاجی سے خوف ہوا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ قبل اس سے کہ وہ اپنا عہدہ خالی کرکے تہ خاک ہون عدو لحکمی کے جرم مین مجہی کہین زندہ درگور نہ کر دین - بہرحال کچہ ہو مین اس امر کو قبول نہین کر سکتا کہ وجہ تامل اور تردد کی نفاذ حکم تقرر خلیفہ مین اون کو کراہت عقل سے اون لوگون کے تہی جو مخالف راے د

ہوتی اور جن کی نسبت حضرت عمر باوجود اُن کے اہل بہشت قبول کرنے کے بھی قتل کا حکم دے گئے تھے اور کچھ پروا اُس جرم کی سزا کی نہین کی تھی جسکی تعریف خدا نے اپنے کلام مجید کے اُس دفعہ مین کی ہے جسکا تعلق کسی مومن کے قتل عمد سے ہے۔

مین جہان تک غور کرتا ہون وجہ تردد اور تامل عبد الرحمن کی یہ پاتا ہون کہ حقیقت مین وہ بھی علی مرتضیٰ کو اُن کیا بر بناے اون حجتون کے جو اُسوقت علی مرتضیٰ نے بطور استشہاد بیان فرمائی تھین اور کیا بر بناے اون حجتون کے جنکی رو سے بمقابلہ انصار مہاجر خلافت کے اوچک لینے مین سقیفہ کے روز کامیاب ہوئے تھے اور جنکو علی مرتضیٰ نے دربار خلیفہ صاحب مین ظاہر کیا تھا اور جنکو سُنکر اوسوقت لوگون نے یہ کہا تھا کہ اگر اپکی یہ حجتین قبل اسکے کہ ابوبکر پر انعقاد خلافت ہو جُکنی جاتین تو ایک شخص کو بھی آپسے اختلاف نہوتا اور کیا بر بناے دستور قدیم ملک عرب کے کہ جسکی رو سے وہ موروثی سردار اور خبرا وہ مکہ اور محافظ خانہ کعبہ کے عہد حضرت ابراہیم سے چلے آتے تھے اور جس سرداری و امارت کے اپنے گھر مین برقرار رکھنے کے لئے پیغمبر نے اپنے زندگی کے ہر حصہ مین اُنکو اپنا جانشین اور ولیعہد قرار دیا تھا اور وہ واقعات جانشینی اور ولیعہدی اونکی امارت و خلافت پر نقش تھے اسیکا مستحق جانتے تھے کہ زمام خلافت علی مرتضیٰ کے ہی ہاتھ مین ہو لیکن دنیا طلبی و ہوسکی چاٹ نے جو حضرت عمر کے عہد سے زبان کو پڑگئی تھی[1] بمقابلہ اپنی عزیز زوجہ کے بھائی کے اُنکو گوارا نہین کرنے دیا کہ حق اپنے ٹھیک مرکز پر قایم ہو اور یہ کھٹکا ہوا کہ اگر علی مرتضیٰ خلیفہ ہوگئے تو وہ عیش مجھے حاصل نہین ہوگا جو سالہ کے عہد حکومت مین ہو سکتا ہے اسوسطے اونھونے تامل کرکے اُس سازش کی بنا پر کہ جسکا اشارہ اوپر ہو چکا ہے علی مرتضیٰ سے خلافت شرائط شوریٰ کے ایک نئی شرط سیرت شیخین پر عمل کرنیکی لگا کر خلافت قبول کرنے

---

[1] یہ اشارہ ہے اوس طریقہ تقسیم غنائم کیطرف جسکو حضرت عمر نے برخلاف طریقہ پیغمبر کے قرار دیا تھا ۱۲

کو کہا جسمین صریح یہ پہلو مضمر تھا کہ علی مرتضیٰ کبھی اس شرط کو تسلیم نہین کرینگے کیونکہ علی مرتضیٰ
سوای قرآن اور سنت رسول کے تیسری چیز سیرت کسی غیر معصوم کی کسیطرح قبول نہین
کرسکتے تھے جو خلاف دین اسلام تھا اور علی مرتضیٰ کی اس سیرت کو ہر کوئی جانتا تھا اور اگر
اگر تسلیم کرلیا تو اون کے اس تسلیم سیرت شیخین سے استدلال تسلیم خلافت حقہ شیخین ا
لازم آجاویگا اور وہ مثل ہمارے اور برابر ہمارے ہوجاوینگے اور یہ امر برخلاف اون تمام
واقعات کے ہوگا جنمین اونہون نے اونکا برحق خلیفہ ہونا قبول نہین کیا ہی اور یہی وہ
بات ہی کہ جسکو مین سازشی کارروای کہتا ہون کہ یہ امور مین تنہا عبدالرحمن کے
دماغ کے قبول کرنے والا نہین ہون اسکے ساتھ عبدالرحمن نے یہ بھی سوچا تھا کہ علی
مرتضیٰ اگر سیرت شیخین پر عمل کرینگی شرط منظور کرلی تو عزیزی عثمان سے بھی اوسی امر کے
قبول کرنے کو پوچھون گا اور وہ بھی قبول کریگا اور ایسی حالتمین پھر درجہ مساوات
کا رہیگا اوسوقت مین ووٹ اپنے سالے کے لئے دونگا - لیکن افسوس ہی کہ عبدالرحمن
کو اگرچہ کارروائی اونکے ذکاوت طبع قبول کیجائے کامیابی اپنے خیال کے موافق نہوئی
کہ علی مرتضیٰ نے صاف انکار کردیا کہ مین سیرت شیخین پر عمل نہ کرونگا بلکہ قرآن
اور سنت رسول کا عامل ہون اور رہونگا کہ اسی کی توقع علی مرتضیٰ سے ہوسکتی تھی کہ وہ
سیدھے راہ مستقیم پر چلنے والے تھے تب عبدالرحمن نے حضرت عثمان سے پوچھا وہ
تو راز دار تھے ہی اونہون نے فوراً قبول کرلیا اور عبدالرحمن کی مرجح رائے نے
ابتداً سکوت کیوجہ سے فائدہ حاصل نہ کرکے اونہین کے حقمین فیصلہ خلافت کا
کردیا اور وہ ناواجب طور پر خلیفہ مقرر ہوگئے اور علی مرتضیٰ کی وہ پیشین گوئی
صادق نکلی کہ " خلافت پھر ہمسے نکلگئی " جسکو اونہون نے اپنے چچا عباس
سے حضرت عمر کی حیات مین یہہ کہدیا تھا اور ایک دوسرے موقع پر بھی ذکر اسکا
خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی -

لیکن مین دریافت کرتا ہون کیا اس عملی کارروائی سے حضرت عثمان کی بناء خلافت پر
کوئی نکتہ چینی نہین ہوسکتی ؟-

یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے بموجب شرائط مقررہ موصی کے عمل کی حالت مین کسی مسئلہ
پر کوئی سقم عائد نہین ہوسکتا ہو ویسے ہی موصی کی کسی ایک شرط مقررہ کے خلاف بھی کسی
مسئلہ پر عمل اُس مسئلہ کے صحیح واقع ہونیکی پاسداری نہین کرسکتا-

اس مسئلہ مین جو زیر بحث ہو ہم صرف دوہی غلطیان اُنکی عملی کارروائی مین دکہاتے مین
اولاً یہ کہ - جب اصحاب شوریٰ مساوی الرائے تہے تو عبدالرحمن کو صرف بلا کسی پس و پیش اور سکوت
کے کسی کی نسبت ووٹ دیدینا چاہیے تہا اُنہون نے سکوت کرکے شرط شوریٰ کی عدم تعمیل کی
دوم یہ کہ - برخلاف شرائط شوریٰ کے عبدالرحمن نے سیرت شیخین کی ایک جدید شرط لگائی اور اُسی
پر تقرر خلیفہ کا انحصار رکہا جسکا اُنہین کوئی اختیار باضابطہ حضرت عمر کی طرف سے حاصل نہین تہا

پس برخلاف شرائط شوریٰ کے وقوع امور بالا کا صحت انتخاب حضرت عثمان کو مجروح کرتا ہی
اور اسی بنا پر مین نے اُنکا خلیفہ ہوجانا ناواجب طور پر ظاہر کیا ہی - اور جب خود حضرت عثمان نے
سوائے عمل بقرآن اور سنت رسول کے سیرت شیخین پر کہ جو معصوم نہین تہے عمل کا اقرار کیا اور
وہی اقرار اُنکا باعث اُنکے خلیفہ ہونیکا ہوا تو صریح ہی کہ خود اُنہون نے اپنا ناحق خلیفہ ہونا قبول کرلیا
کہ سوائے قرآن اور سنت رسولؐ کے سیرت شیخین جو غیر معصوم تہے اُسپر عمل کرنا ؟ جائز اور اُنکی
سیرت پر عمل کا اقرار ناواجب تہا-

اگر ذی علم سائل اور اُن کے ہم خیال اُن واقعات کو جس حیثیت سے کہ مین نے ظاہر کیے
کوئی سقم بناءِ خلافت حضرت عثمان کے لیے قبول نہ کرینگے تو مین بہت خوش ہونگا اگر وہ کسی وقت
مین اسکے خلاف رائے ظاہر فرمائین گے - اگرچہ ہمارے نزدیک تو شروع سے ہی تمام کارروائی
شوریٰ نہین بلکہ بنار شوریٰ ایک غلط اصول پر مبنی ہی ہان موافق اُس پالیسی کے ضرور ہی کہ جسکی
رو سے خلاف دستور قدیم ملک عرب کے قانون وراثت و امارت فی النفس کو حضرت عمر نے

منسوخ کرکے خلافت کو حاصل کیا تہا اور تقلید حضرت عمر یہ پالیسی شیعہ اور سنی کی معیار دکہانیوالی ہے کہ شیعہ تو وہ لوگ ہین جو امارت اور وراثت فی النسل کے مؤید ہین اور سنی وہ ہین جو اس کے خلاف اس بات کے قائل ہین کہ جسے دو چار آدمی ملکر خلیفہ کردین بس وہی بادشاہ ہوگا یہانتک تو مین نے شرائط شوری کی عدم تعمیل کی بنا پر حضرت عثمان کے صحیح خلیفہ قبول کرنے مین نقائص دکہلائے جو ممبران شوریٰ کی عملی کارروائی سے متعلق تہے اور اب مین یہ امر ظاہر کرتا ہون کہ شروع سے ہی تمام کارروائی شوری غلط اصول پر حضرت عمر نے قرار دی تہی اور اسوجہ سے بہی حضرت عثمان صحیح خلیفہ قبول نہین کیے جاسکتے ہین۔

حضرت عمر نے چند شخصونکو واسطے امر خلافت کے بشرائط نامزد کیا تہا جسمین ایک شرط یہ تہی کہ اگر چہ کون شخص مختلف الآرا ہون تو سب قتل کردیے جائین۔

اصول انتخاب کا یہ ہے کہ جو شخص واسطے کسی امر کے نامزد کیے جاتے ہین تو انتخاب اُنکا دوسرے شخصون کے ہاتہ مین ہوتا ہے کہ اُن دیگر اشخاص کی راے فیصلہ اُس نامزدگی کا کردیتی ہے جیسا کہ یہی اصول اس زمانہ مین بہی ہماری آنکہین دیکہہ رہی ہین اگر یہ اصول قرار نہ دیا جاے تو کبہی کوئی امر طے نہو اور وہ امر معطل رہے لیکن حضرت عمر نے جو یہ خلاف اصول عمل کیا تو مین پوچہتا ہون کیا وہ اس اصول سے ناواقف تہے اور کیا وہ یہ نہین جانتے تہے کہ ہر شخص نامزد کے لیے خواہش ہوگی کہ مین ہی اس امر کے لیے منتخب ہون اور وہ اپنا ووٹ اپنے ہی لیے دینے والا ہوگا؟

بیشک وہ یہ سب کچہ جاننے والے تہے لیکن ایسا کرنے مین اُنکو بہروسا اور اطمینان اپنے مفید مطلب نتیجہ نکلنے کا نہین تہا اسواسطے وہ مجبور تہے کہ اُنہین اشخاص کو انتخاب کے لیے بہی نامزد کرین اور ایک ایسی شرط لگادین جو سب کی غرض ذاتی کی جڑ کاٹنے والی ہو۔ کیونکہ کوئی شخص بہی ایسی صورت مین اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا گوارا نہین کرسکتا تہا اور آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اسیطرف اشارہ کرنیوالی تہی

کچھ شبہہ نہین ہو کہ جب ممبران کمیٹی؛ ابو طلحہ اور اسکی مسلح ساتھیون کو دیکھتے ہونگے اپنی موت کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہوگی۔ اس شرط کا بجز اسکے اور کچھ نتیجہ نہین ہو سکتا تھا کہ یا دو دو شخص مساوی الرائے ہون یا تین ایک طرف اور تین ایک طرف یا سب ایک طرف اور علی مرتضیٰ تنہا۔

پہلی دو صورتون مساوی الرائے کی حالت مین انتخاب کسی کا نہین ہو سکتا تھا جب تک کہ منجملہ اُنہین اشخاص کے ایک شخص کی رائے کو حضرت عمر وہ عزت عطا نہ فرماتے جو ایک چیرمین کمیٹی کی رائے کو عزت ہونی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عمر نے سب پہلو و نپر نظر کرکے وہ عزت اُس شخص کی رائے کو دی جو اُن کے مطلوب کا بہنوئی تھا اور جسکی بابت وہ اطمینان کرنیوالے تھے کہ وہ بجز اپنے عزیز سالہ کے نہ اپنا خلیفہ ہونا پسند کریگا اور نہ کسی دوسرے کا۔

یہین سے تائید ہماری اُس رائے کی ہوتی ہو کہ عبدالرحمن اور سعد سے اُنہون نے شورائے کرکے اُنکو داخل شورے کیا تھا اور وہ شرائط دلخواہ قرار دیے تھے جیسا کہ شرائط کا انضباط ضرورتون زمانہ کے لحاظ سے ہوا کرتا ہو جیسے کہ ہر ملک کے قوانین اُسی ملک کی ضرورتونپر نافذ ہوتے ہین۔ جو شرط بحالت مختلف الآرا ہونیکے قرار دی گئی تھی اُسکا اثر جان حضرت عمر جانتے تھے کہ کوئی بمقابلہ اپنی عزیز جان کے اپنا قتل گوارا نہین کریگا وہان یہ بھی اطمینان رکھتے تھے کہ مجھے خدا کی عدالت مین قتل عمد مرد مومن کے جرم مین جوابدہی کے لیے جانیکی نوبت ہی نہ آئیگی۔

کچھ شبہہ نہین ہو کہ یہ سب کارروائی بالکل اُسی پالیسی کی بنا پر تھی کہ جسکی رو سے قانون وراثت و خلافت فی النسل کو حضرت عمر نے برخلاف دستور قدیم ملک عرب کے توڑا تھا۔ ورنہ ہمکو کوئی بتادے کہ بحالت مختلف الآرا ہونیکے اُنہون نے سبکے قتل کی شرط کیون لگائی۔ اور سب کی آزادی کو کیون قطع کیا؟۔

اور اگر شرط لگائی تھی تو پھر اُسکے بعد کے لیے کیون نہین کوئی انتظام کیا؟۔ اور اگر وہ پیغمبر کی نسبت یہ عقیدہ صحیح رکھنے والے تھے کہ اُنہون نے اپنے ما بعد زمانہ کا کچھ انتظام نہین کیا تھا تو یہ انتظام شورے کرکے حضرت پیغمبر کی رائے پر فوقیت کیون ڈھونڈہی؟۔

اس تمام تقریر کے بغور ملاحظہ کے بعد جو کچھ نتیجہ حاصل ہونا چاہیے اُسکی رو سے کیا یہ کہا جا سکتا ہو کہ حضرت عمر نے اُس منشا اور غرض سے جسکو سائل نے ایک فضیلت اُنکے لیے قرار دی ہو اپنے کسی عزیز و قریب کو اپنا جانشین نہین کیا؟۔ ہرگز نہین۔ بلکہ وہ وجوہ تھے جو ہماری تحقیق سے کافی طور پر ظاہر ہوتے ہین۔ یہانتک مین نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نسبت اپنی محققانہ رائے ظاہر کی کہ کیون نہین اُنہون نے اپنے کسی عزیز و قریب کو اپنا جانشین قرار دیا۔

اب مین حضرت عثمان کی نسبت اُس دعوے کی تطبیق خود اپنے محترم سائل سے چاہتا ہون اور نہایت ادب سے دریافت کرتا ہون۔ فرمائیے کہ اُن بیچارہ کو اُنکے افعال و کردار کے سبب سے کہ جنکا تعلق اُنکے زمانۂ خلافت سے ہو کب اس امر کا موقع ملا کہ جو خواہش اُنکی تھی وہ پوری ہو جیسا کہ صاحب تاریخ کامل کے علاوہ دیگر مورخین نے بہی بہت تفصیل سے اُنکے قابل افسوس حالات کو جو حد سے تجاوز کر گئے تھے اور جو بہت ہی قابل شناعت کے ہین قلمبند کیے ہین اور جنکا مآل یہ ہوا کہ وہ اپنے گھر مین قید ہو گئے اور بالآخر اسی حسرت و افسوس ہین کہ کسی کو اپنا جانشین کرتے۔ مسلمانون کی نہین نہین۔ اصحاب پیغمبر کے ہاتھون سے قتل کیے گئے۔

مین نے بالتخصیص اُن صحابہ کے جو قتل حضرت عثمان مین شریک تھے اور جنہون نے حضرت عثمان کو قتل کرکے "الصحابۃ کلھم عدول" کے معنی آشکار کر دیے ہین نام نہین گنائے ہین۔ اُنکے نام پوشیدہ نہین ہین۔ صاحب تاریخ کامل نے بہت تفصیل

سے واقعات قتل اور قاتلون کی فہرست کو درج کیا ہی- اسواسطے مجھے ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ مین بہی اس مقام پر اُنکے نام لکہون مگر منجملہ اُنکے مین حضرت محمد بن ابی بکر خال المومنین (صاحبزادہ حضرت ابوبکر خلیفہ اول و برادر حضرت عائشہ) کا نام ضرور ظاہر کرونگا جنکی نسبت صاحب تاریخ الخلفا کی تحقیق یہ ہی کہ حضرت عثمان کی ڈاڑہی انہین نے پکڑی تہی- افسوس!!!

مگر مین یہ ضرور کہونگا کہ اگر وہ استخلاف کرنیکا موقع پاتے تو مجکو اُنکی گذشتہ کارروائیون کی نظر سے یقین ہی کہ وہ اپنے سابقین کے قدم بقدم ایسی پالیسی اختیار کرتے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ جاسکے اور اُنکی قوم کے قابو مین ایسی شان سے رہے کہ جسکے مقابلہ مین خاندان رسالت تباہ ہوجاے اور جسکے آثار اُنکے بعد موجود رہے اور جسکی وجہ سے تباہی خاندان رسالت کی ظہور مین آئی-

یہانتک مین اپنی دانست مین ذیعلم سائل نے جو دعوے کیا تہا اُسکے امر اول کی حقیقت کو اچہی طرح دکہا چکا- اب مین دوسرے اس امر کی کہ "خلفا شہوات نفسانی سے پاک وصاف اس عالم سے اُس منشار کو تشریف لے گئے" حقیقت ظاہر کرتا ہون-

ہمارے ذیعلم سائل نے یہ دعوے مکرر کیا ہی ایک موقع پر وہ خلفا کی نسبت یہ ظاہر فرما چکے ہین کہ "خلفا دم واپسین تک صراط مستقیم پر ثابت رہے"[1] اس دعوی کی حقیقت مین یہ امر قابل اطمینان کے ہم دکہا چکے ہین کہ دعوی ذیعلم سائل کا محض غلط ہی اور اُن واقعات کی جو اسکی تائید مین اُس موقع پر لکہے گئے ہین اس مقام پر اعادہ کی ضرورت نہین ہی یہان مین صرف یہ سوال کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ جو شخص تادم واپسین خدا و پیغمبر کی ہدایتون کے خلاف عمل کرنیوالے ہون اور جنکو پیغمبر مخاطب

[1] دیکہو صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹- کتاب ہذا-

کرکے اپنی متعدد احادیث مین یہ فرما چکے ہون کہ مین تم لوگون کی نسبت نہین جانتا کہ میرے بعد کیا کیا احداث کروگے[1]"

اور نیز وہ آرا امام غزالی و امام فخر الدین رازی اور امام تفتازانی کے بہی اس موقع پر یاد کرنے کے قابل ہین جنکو ہم اس کتاب مین لکہہ چکے ہین اور اُنکا بیان اعادہ طوالت کی غرض سے نہین کیا جاتا ہے لیکن اُنکا مقصود صاف وصریح یہ ہے کہ پیغمبرؐ ہنوز دفن ہونے نپاسے تہے کہ یہ بزرگوار ہوا و ہوس نفسانی مین پڑ گئے اور دین مین احداث ڈالکر پیغمبرؐ کی پیشین گوئیون کی صداقت کردی - کیا خوب شاعر نے کہا ہے - ع

ہے غدیر خم کا قائل اور سقیفہ کا کوئی		امت احمدؐ مین حق ناحق کا جھگڑا رہ گیا

پس ایسی عالت مین کیا اُنکی نسبت یہ کہنا روا ہوسکتا ہے کہ وہ شہوات نفسانی سے پاک وصاف اس عالم سے اُس عالم کو سدہارے ؟ - کبہی نہین - کبہی نہین -

اگرچہ مجہے چندان ضرورت نہین ہے کہ مین اور احادیث پیغمبرؐ جنکا تعلق ممدوحین سائل سے ہے اس مقام پر لکہون مگر کچہہ حرج بہی نہوگا اگر مین حضرت ابوبکر کے اُس خطبہ کے علاوہ جو انہون نے اپنی خلافت مین پہلا خطبہ پڑہا ہے اور جس مین شیطان کو اپنے اوپر مسلط ہونے کو ظاہر فرمایا ہے - ایک حدیث پیغمبرؐ اور ایک فتوی حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کا بہی کہ جنکا تعلق ذی علم سائل کے شیخ اول سے ہے اس مقام پر لکہکر اپنی تقریر کو اُنکی نسبت ختم کرون حضرت ابوبکر کا وہ خطبہ تو جسکا مین نے ابہی اوپر ذکر کیا اس کتاب کے صفحہ ۴۰ ابحث اخلاق حضرت ابوبکر مین دیکہنا چاہیے جسکو مین نے تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی اور صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی سے لکہا ہے اور وہ حدیث اور فتوی امام ابو حنیفہ صاحب کا یہ ہے -

"وہ حدیث"

"عن حذیفۃ اخبرہ ابو بکر ان النبی	"حذیفہ سے روایت ہے کہ اطلاع کی اُن سے

[1] دیکہو موطاء امام مالک صفحہ ۱۷۳ -

صلعم قال الشرك فیکم اخفی من دبیب النمل قال قلت یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ قال ثکلتک امک یا صدیق الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل " ازالۃ الخفا مقصد دوم از مسند ابو یعلی۔

ابو بکر سے کہ رسول خدا نے فرمایا شرک ہے تم مین زیادہ تر پوشیدہ چال سے چیونٹی کی کہا مین (ا ابو بکر) نے رسول اللہ سے اور اہل شرک وہ ہین جو پرستش کرین سوا خدا کے اسکے فرمایا پیغمبر نے تمہاری ماں تمہارے ماتم مین بیٹھے اے صدیق شرک تم مین ہے بہت پوشیدہ تر رینگنے چیونٹی سے"

نمونہ فتوی امام اعظم صاحب کا"

" ان ایمان ابی بکر الصدیق وایمان ابلیس واحد " دیکھو مختصر تاریخ بغداد مؤلفہ ابن جزلہ۔

" تحقیق کہ ایمان ابو بکر صدیق اور ایمان ابلیس کا ایک ہے"

قول حضرت ابو بکر اور نیز اس حدیث اور فتوائے امام ابو حنیفہ صاحب سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر کے ساتھہ انکا ایک شیطان رہتا تھا اور انمین شرک تھا اور وہ ابلیس لعین کے ایمان سے کم ایمان رکھنے والے نہین تھے اور جس بزرگوار مین کہ پیغمبر نے شرک ظاہر فرمادین اور ایک ایسا عالم اہلسنت کہ جسکے اسوقت دنیا مین کئی کروڑ سنی مقلد ہین انکے اور ابلیس کے ایمان کو میزان عدل مین برابر تولتا ہوا اور جسکی تائید خود انکے قول مندرجہ خطبہ مذکورۃ الصدر سے ہوتی ہو تو کیا ایسے بزرگوار کی نسبت یہ قبول کرنا کہ "وہ مومن مسلمان تھا اور شہوات نفسانی سے پاک و صاف اس دنیا سے سدھارا" قابل افسوس کے نہین ہے۔

حضرت عمر کی بابت ہم ایک موقع پر بہت تفصیل سے اس امر کو ثابت کر آئے ہین کہ جو کچھ اعمال حسنہ اگر تھے وہ سب بموجب قانون قدرت کے اس تعلق عظیم

جسکو ہمنے اُسی موقع پر لکھا ہی نابود اُسی وقت ہو گئے جب کہ اُنہون نے حیات پیغمبرؐ مین نبوت مین شک کیا اور پیغمبرؐ سے سختی اور درشتی سے بات چیت کی اُنکو بخیل بتلایا اور پیغمبر خدا کے مرض موت مین شور و غل مچاکر اُنکی آواز پر اپنی آواز کو ایسا بلند کیا کہ جسپر پیغمبرؐ نے ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اُنہین نکالدیا اور بعد پیغمبرؐ اہلبیت کو اذیت پہونچانا اور دین اسلام مین بدعتون کا قائم کرنا ایک بلو ماری ہی اور جسکے قول کی نسبت امام ابو حنیفہ صاحب نے مثل حضرت ابوبکر کے ایمان کے قول شیطان ظاہر فرمایا ہی[۴۲]۔

اس موقع پر اُنکی اُس غبن کو بھولنا نہین چاہیے جسکا اظہار بعد اُنکے قتل کے ہوا جبکہ جائزہ بیت المال کا ہو کر کئی ہزار کی کمی ہوئی تہی اور جسکو وہ ہضم کر گئے تہے۔ اسکے علاوہ اُنکی نسبت قابل یقین کے یہ بہی تحقیق ہو گیا ہی کہ اُنہون نے پیغمبر خدا سے کہا کہ جو احادیث ہم یہود سے سنتے ہین ہمکو اچہی معلوم ہوتی ہین اگر آپ بہی اُنکو ملاحظہ فرما کر رائے زنی اُنمین فرمائین تو ہم لکہہ لائین یہ سنکر پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ ای عمر آیا تم متحیر ہوتے ہو (دین اسلام مین یا اُسکے کامل اور پورا ہونے مین) جیسے کہ متحیر ہوے یہود اور نصاریٰ بے تحقیق کہ مین ایسا دین روشن اور پاک لایا ہون کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو بجز میری پیروی کے اُنکو چارہ نہوتا (دیکہو مشکوۃ بروایت احمد و بیہقی)۔

یہ بہی روایت ہی کہ وہ آنحضرت کے پاس ایک نسخہ توریت کا لائے اور آنحضرت سے کہا کہ مین ایک نسخہ توریت کا لایا ہون آنحضرت سنکر چپ ہو رہے کہ حضرت عمر نے اُسکی تلاوت شروع کی اور خوب روئے۔ پیغمبرؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو سمجہایا اور اُنہون نے پناہ غضب خدا و رسول سے بہی مانگی مگر پیغمبرؐ نے اسطرح فرمایا کہ قسم ہی اُس خدا کی کہ جان محمدؐ کی جسکے دست قدرت مین ہی اگر

سلہ دیکہو صفحہ ۸۰ کتاب ہذا [۴۲] دیکہو توضیح الفرور کتاب منتظم فی تاریخ الملوک والامم مؤلفہ ابن جوزی

موسیٰ ظاہر ہوا ور تم اُنکی متابعت کرو تو بیشک تم گمراہ ہو جاؤگے اور راہ راست سے
دور ہو جاؤگے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پاتے تو ضرور میرا
اتباع کرتے" (دارمی سے یہ روایت مشکوٰۃ مین لی گئی ہی)

ایک یہ بہی روایت ہی حضرت عمر سے وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے ایک کتاب
اہل کتاب سے لکہی اور آنحضرت کے پاس آیا آنحضرت نے پوچہا کہ یہ کیا ہی حضرت
عمر نے کہا کہ یہ کتاب ہی کہ مین نے اُسکو اسواسطے لکہا ہی تاکہ زیادہ ہو علم ہمارا
یہ سنکر پیغمبر خدا اسقدر غصہ ہوے کہ چہرہ سرخ ہو گیا"

اسکے علاوہ حضرت عمر خود اپنی حالت کو خوب جاننے والے تہے اور حضرت حذیفہ
جو راز دار پیغمبرؐ تہے اُن سے پوچہا کرتے تہے کہ آیا میرا ذکر تو منافقون مین پیغمبر خداؐ نے
نہین کیا جسکا جواب وہ یہ دیا کرتے تہے کہ مین پیغمبر کا راز افشا نہین کرتا اور تم خود اپنے
نفس کے زیادہ عالم ہو یہ سنکر وہ فرمایا کرتے تہے "بالله یا حذیفة انا من المنافقین"
(مغنی امام ذہبی)

ایسی حالت مین مین نہین سمجہ سکتا کہ کسطرح سے ایک ایسے شخص کی نسبت
(جسنے باوجودیکہ خدا نے حکم دیا ہو کہ پیغمبرؐ کی آواز سے بلند آواز کر کے اُس سے گفتگو نہ کرو
اُس شخص نے پیغمبرؐ سے سختی اور درشتی کے ساتہہ کلام کیا ہو۔ پیغمبرؐ کو ہجر سے نسبت
دی ہو۔ مرض موت مین برخلاف مرضی اور خوشنودی پیغمبرؐ کے ایسا غل اور شور
مچایا ہو کہ جسپر پیغمبرؐ نے ناخوش ہو کر اُسے اپنے پاس سے اوٹہا دیا ہو۔ جسکے قول کو
امام اعظم صاحب شیطان کا قول بتلاتے ہون۔ جو خود اپنے آپکو منافق سمجہتا ہو۔
جسکی نسبت پیغمبرؐ یہ ارشاد کرتے ہین کہ بیشک اگر موسیٰ کو تم دیکہو تو مجہے چہوڑ دو اور
موسیٰ کی پیروی کرو۔ جنکی نسبت یہ بہی ارشاد کرتے ہون کہ مین دین روشن اور کامل
لایا ہون لیکن تم اُسکو روشن اور کامل کچہہ نہین سمجہتے بمقابلہ توریت کے اور اسی سے

اپنے علم کے زیادہ ہونے کے معتقد ہوں) یہ قبول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سے اُس عالم کو گیا تو شہوات نفسانی سے پاک وصاف تھا۔

اب رہے حضرت عثمان بن عفان - اُنکی حالت کا اندازہ اُس اثر سے ہو سکتا ہے کہ جو اُنکا اثر اُنکے پیروی کرنے والوں تک پہونچا ہے اور جسکی خبر پیغمبر خدا نے حدیث ذیل میں دی ہے جسکو علامۂ ذہبی نے بہت تحقیق کے ساتھ لکھا ہے اور جسپر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔

"وہ حدیث"

"عن حذیفۃ انہ قال رسول اللہ صلعم اذا خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان"

"حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا دجال جب خروج کریگا اُسکی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں"

اُس دعوے پر یکجائی رائے

جبکہ احادیث صحیحہ کتب صحاح جنکو اکثر موقع بموقع اس کتاب میں لکھا گیا ہے اور امام اعظم صاحب کے فتووں سے ہر سہ ممدوحین سائل کی حالت جیسی ہے ویسی اور وہ جیسے کے تھے ویسی بخوبی ظاہر ہو رہی ہے کہ جسکی کوئی تاویل کرنا بہت ہی دشوار بات ہوگی ایسی حالت میں ہم نہیں سمجھتے کہ اُس دعوے کا انطباق جو ذیعلم اور سخنور سائل نے فرمایا ہے اُن حضرات کی ذات انجب واشرف پر کسطرح ہو سکتا ہے اور کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ شہوات نفسانی سے پاک وصاف اس عالم سے اُس عالم کو گئے۔

ذیعلم سائل کے اس دعوے میں یہ فقرہ کہ "بعد وفات بھی خلفاء کو خدا نے رفیق پیغمبر بنایا" عجب عاقلانہ فقرہ ہے - عاقلانہ میں اسلیے بتاتا ہوں کہ پیغمبر کی

زندگی ہی مین ان حضرات نے کب اور کون سی اور کس جگہ پیغمبرؐ کی رفاقت فرمائی
تہی جو اتنے عرصہ کے بعد پیغمبرؐ کا اکیلا بلا رفیق و غمگسار قبر مین پڑا ہونا گوارا نہ کرکے
حضرت ابوبکرؓ انکی رفاقت کے لیے اُنکے پہلو مین جا لیٹے۔

مین تم ان تمام زمانون کو جو پیغمبرؐ پر مصیبت کے گذرے ہین دکہا آیا ہون
یاد کرو زمانہ محصوری شعب ابیطالب اور غور کرو کہ اُس موقع پر یہ حضرات کہان
تشریف رکہتے تہے اور کیا رفاقت پیغمبرؐ کی انہون نے اُس بے انتہا
مصیبت کے وقت مین فرمائی تہی باوجودیکہ مسلمان ہوچکے تہے (دیکہو صفحہ
۱۲۱۔ کتاب ہذا)۔

دیکہو اُن جنگ کے میدانون کو کہ جہان سخت معرکے پڑے جنگے مین نقشے
کہینچ چکا ہون مدوحین سائل سے کوئی مقام عریض کو منہہ اوٹہائے ہوے
مال بغل مین دبائے ہوے بے تحاشا بہاگا چلا جاتا ہے۔ کوئی پہاڑ پر قلانچے مارتا
اور چکتا پہدکتا پہرتا ہے۔ کوئی کہین مفقود ہے۔ اور کوئی کہین روپوش ہے۔ اگر
پیغمبرؐ کو دشمنون مین یکہ و تنہا چہوڑ کر بہاگ جانے کا نام رفاقت پیغمبرؐ ہے تب تو
ذیعلم سائل کو شرم کرنا چاہیے اور اگر نہین ہے تو بتانا چاہیے کہ کہان اور کب اور
کیا رفاقت پیغمبرؐ کی فرمائی۔؟

اور اگر انکی مراد رفاقت سے غار کی یاری کا معاملہ ہے تو اُس یاری و مددگاری
کی حقیقت مجہسے سنیے ا۔

پیغمبر خداؐ نے جب ہجرت کا عزم کیا اور وہ تمام امانتین جو لوگون کی پیغمبرؐ
کے پاس تہین اُن لوگون کو دینے کے واسطے علی مرتضیٰؑ کے حوالہ کرکے اور
انکو اپنے بستر پر اپنی سبز ردا اوڑہا کر تشریف لے گئے۔ تو راستہ مین حضرت

سلہ دیکہو از صفحہ ۱۲۹ لغایت ۱۵۰۔ کتاب ہذا۔

ابوبکر بہی مل گئے۔

حضرت ابوبکر کی صاحبزادی بی بی عائشہ سے اس زمانہ مین پیغمبرؐ کا عقد ہوچکا تہا[سلہ]۔ اور اُس سفر کے واسطے پیغمبر خدا نے حضرت ابوبکر ہی سے دو اونٹ خرید کیے تہے جسکی قیمت بہی حضرت ابوبکر نے پیغمبر خدا سے بہت زیادہ وصول کرلی تہی[سلہ] وہ پیغمبرؐ کے ہجرت فرمانے سے خبردار تہے اور تاک مین رہتے تہے بالآخر جس وقت کہ پیغمبرؐ روانہ ہوچکے اتفاقیہ راستہ مین ابوبکر پیغمبر خدا کو مل گئے۔ تو اس مقام پر مین تمام ذیفہم اور قابل بزرگوار دن سے یہ امر دریافت کرنا چاہتا ہون کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ کو تمام لوگون سے ایسا پوشیدہ سفر مین جاے کہ اُسے اُسکا سایہ بہی نہ دیکہہ سکے اور پہر ایسے شخص کو کوئی راہ مین ایسا شخص مل جاے جیسے کہ حضرت ابوبکر پیغمبرؐ کو مل گئے تو ایسے موقع پر اُس شخص مسافر کو کیا انتظام کرنا چاہیے؟۔

مین جہان تک غور کرنا چاہتا ہون تو اُس شخص کو کہ جسکو اس قسم کے واقعات پیش آئین وہی عمل کرنا چاہیے جو اس مقام پر پیغمبر خدا نے خود کیا۔ یعنی اُس شخص کو بہی اپنا ہمسفر کرلیا کیونکہ اُسکے چہوڑ دینے مین اندیشہ یہ رہتا ہی کہ پوشیدہ جانے مین جو راز قرار دیا ہی وہ شاید افشا ہوکر اُسکا مذموم نتیجہ روبکار نہو جاے۔ اور ساتہہ لے لینے مین بہی اگرچہ ایک گونہ بے اطمینانی رہتی ہی تاہم یہ خیال کیا جاتا ہی کہ اگر شخص ہمراہی کی وجہ سے راز کے افشا کی نوبت پہونچی یا اندیشہ ہوا کہ راز اُسکی وجہ سے فاش ہونے والا ہی تو فوراً اُسکی روک تہام خود کرلیجائیگی ور اسی دور اندیشی کو پیش نظر رکہکر پیغمبر خدا نے حضرت ابوبکر کو اپنے ساتہہ لے لیا ورنہ جیسا کہ انکو مرافقت مین کامل تہے یا اُنکی رفاقت مین پیغمبرؐ کو نفع پہونچنے والا تہا اُسکو پیغمبرؐ خوب جاننے والے تہے اور جیسا کچہہ کہ وہ جاننے والے تہے ہمیشہ

[سلہ] دیکہو صفحہ ۱۱۷- کتاب ہذا [سلہ] دیکہو صفحہ ۱۲۳- کتاب ہذا۔

اُسکی تصدیق و تائید واقعات مابعد سے جسکا تعلق لاالف آف خلفا سے ہی ہوا کی۔ اور اس مقام خاص پر بھی جو زیر بحث ہی جیسا کہ پیغمبر خدا نے سوچا تھا وہی بالآخر رو بکار ہوا۔ یعنی جب آنحضرت غار مین تشریف رکھتے تھے اور کفار آنحضرت کی تلاش مین چلتے پھرتے سر غار تک پہونچے اور اُنکی کھڑبڑاہٹ کی آواز حضرت ابوبکر کے کان مین پہونچی تو خوف اور ہیبت کفار سے اُنکا کلیجہ ہاتھون اُچھلنے لگا اور اُس سے جو حزن اُنکو پیدا ہوا اُس کو پیغمبر نے رفع کیا جس کا یہ نتیجہ ہی کہ حضرت ابوبکر کی رفاقت سے کچھ فائدہ پیغمبر کو نہین پہونچا اگر پیغمبر روک تھام حضرت ابوبکر کی نہ کرتے تو ضرور افراط حزن حضرت ابوبکر سے کفار آگاہ ہو جاتے کہ یہان کوئی ہی اور پیغمبر قتل ہو جاتے اور گو ممکن تھا کہ بعد قتل پیغمبر کے حضرت ابوبکر بھی قتل ہو جاتی اگر الحاح وزاری اُنکی سپر نہوتی تاہم یہ رفاقت اور قتل حفاظت پیغمبر کا نتیجہ نہین پیدا کر سکتا ہان اگر حضرت ابوبکر راہ مین نہ ملتے تو پیغمبر جیسے گھر سے تنہا نکلے تھے ویسے تنہا غار مین رہتے اور بیشک پیغمبر نے صرف اپنی تنہائی کو ذریعہ اپنی حفاظت کا قرار دیا تھا اور حضرت ابوبکر نے درحقیقت اپنی حفاظت کا وسیلہ ہمراہی پیغمبر کی سمجھی تھی حضرت ابوبکر کی شان رفاقت کی اس سے زیادہ کسیطرح نہین ہو سکتی کہ جو حالت پیغمبر کی ہو وہ حالت اُنکی بھی ہو برخلاف اُسکے شان حالت علی مرتضی کی تھی کہ جنھون نے بستر پیغمبر پر لیٹ کر یہ دکھا دیا ہو کہ پیغمبر کی حفاظت ہو اور مین قتل ہو جاؤن۔

حقیقت مین جب حضرت ابوبکر مشرکون سے ہی خوف زدہ ہو کر بدحواس ہوگئے تھے تو مین بڑے زور کے ساتھہ قہقہہ لگا کر اپنے معزز اور محترم دوست ذی علم سائل سے یہ بات پوچھتا ہون کہ کیا ایک ڈرپوک شخص اپنی رفاقت سے کسی کو نفع پہونچا سکتا ہی۔

بس کن حدیث غار کہ عارست نزد عقل	آن حزن و بیقراری شیخ مغموم

میر من آن امام کہ فرمانش برد مار ؑ	من این امام مار گزیدہ کجا برم

اس مقام پر اس امر کو بھی خوب غور کرنا چاہیے تعصب کی عینک آنکھوں سے اُتار کر۔ کہ ایک شخص کے پاس اُسکا پیغمبر خود موجود ہی۔ اُسکو تسکین دے رہا ہی کہ تم خوف مت کرو کچھ پرواہ نہین ہی اگر دشمن آ پہونچے ہین وہ ہمارا کچھ نہین بنا سکتے خدا ہمارا محافظ اور ہمارے ساتھہ ہی اور باوجود اسکے پھر دل مین دہکڑ پکڑ بدستور رہے تو ایسی حالت مین اُس شخص کی رفاقت سے بجاے اسکے کہ پیغمبر کو کوئی فائدہ پہونچتا پیغمبر ص کو اذیت تردد کی پہونچی کچھ شک نہین ہی کہ اگر اس موقع پر خدا اپنے محبوب خاص کے ساتھہ نہوتا جس سے میری مراد یہ ہی کہ محافظ اُسکا نہوتا تو حضرت ابوبکر کا خوف باعث پیغمبر کے قتل کا بھی ہوتا اور وہ دین بھی برباد جاتا جو پیغمبر ص کے سینہ مین تھا۔ جسکے جاری اور روشن کرنے کے لیے خدا نے اُنکو مامور کیا تھا۔ پیغمبر ص کے بعد قتل ہو جانے پیغمبر ص کے جو حضرت ابوبکر کی الحاح وزاری کو اُنکی ذات کی حفاظت کے لیے کفار کے ہاتھہ سے جو سپر ظاہر کیا اُسکی بنا اس نظر پر ہی۔ کہ بعد اسلام جب کہ

سلہ تیسرے چوتھے مصرعہ کا مادہ مشہور ہی تیسرے مصرعہ کی یہ شرح ہی اربعین اسعد بن ابراہیم اربلی یہ قبول کرتے ہین کہ ایک مرتبہ علی مرتضی کوفہ مین مصروف وعظ تھے کہ ناگاہ ایک شور وغل ہوا دیکھا کہ ایک اژدہا چلا آتا ہی لوگ خوفناک ہوئے لیکن علی مرتضی نے فرمایا کہ کوئی خوف نہ کرے اور اسکو راستہ دیدو اسکو مجھسے کام ہی چنانچہ وہ اژدہا علی مرتضی کے قریب بالاے منبر پہونچا اور اپنا مہن جناب علی مرتضی کے گوش مبارک پر لگاہ یا پھر حضرت نے اُسکے مہن کے قریب کچھ کلمات فرمائے اور وہ سنکر واپس چلا گیا دریافت پر حضار سے آپنے فرمایا کہ مین جس طرح تمہارا امام ہون اُسیطرح میری امامت کی معتقد تمام مخلوق خدا ہی یہ فلان شاہ جن کا بیٹا تھا اُس کے باپ نے آج قضا کی اور یہ اُسکا جانشین ہوا ہی مجھسے بعض امور انتظامی سلطنت کے متعلق بعض حکم چاہتا تھا چنانچہ اُسکو حکم دیا گیا کوفہ مین جو ایک باب ثعبان ہی اُسکی وجہ تسمیہ یہی ہی کہ اُسی دروازہ کوفہ اژدہا نعبان آیا تھا اور اُسی زمانہ

حضرت ابوبکر نے حبشہ کی ہجرت کے واسطے پیغمبر خدا سے اجازت چاہی اور آپنے بھی اجازت دیدی اور وہ روانہ بھی ہو گئے لیکن راہ میں سے انکو ایک سردار کسی قبیلہ کا اپنے حفظ و امان میں واپس لے آیا تو کیا ایک قریشی دشمن پیغمبر کا کسی مسلمان کو اپنی حمایت میں لے لینا اور اسکا سبب معاندین پیغمبر کو یہ فہمائش کر دینا کہ انسے کوئی مزاحمت نہ کی جاوے یہ ہماری امان میں ہیں اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ اگر پیغمبر کو کوئی جان جوکھم کا موقع پیش آتا تو انکے ڈرپوک ساتھی کو اسی طرح کوئی نہ کوئی اپنی امان میں اس موقع پر بھی ضرور لے لیتا۔

اور یہی واقعات کسی مرد مسلمان کے لیے اس بات کی بھی کافی دلیل ہیں کہ انہوں نے محض اپنا رسوخ اور اطمینان پیغمبر کے دل میں جمانے کے واسطے ہجرت حبشہ کی اجازت چاہی تھی ورنہ در حقیقت منشا اسکا ہجرت کا نہیں تھا ورنہ اس مرد مسلمان کا پس از ہجرت بلا استمزاج پیغمبر واپس آجانا کیوں اور کس بنا پر تھا؟

اب مجھے اس امر کا موقع ہے کہ میں اس مقام پر حضرت علی مرتضیٰ از حضرت ابوبکر کی رفاقتوں اور جراتوں کا موازنہ کروں۔ اگرچہ مجھے یہ مصرع ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس موازنہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا مگر ایک بلا تعصب محقق کے لیے یہ موازنہ خالی فائدہ سے نہیں ہو سکتا ہے۔

میں اوپر اس امر کو ظاہر کر چکا ہوں کہ پیغمبر جب ہجرت کے واسطے تشریف لے چلے ہیں تو علی مرتضیٰ کو تمام امانتیں سپرد کر کے اپنے بستر پر انکو اپنی چادر اوڑھا کر گئے تھے اور مقصود انکا یہ تھا کہ جب کفار میری چادر دیکھیں گے تو یہ سمجھیں گے کہ پیغمبر ہی اپنی جگہ سو رہا ہے اور اس یقین پر جو وہ ارادہ قتل کا کرنے والے ہیں وہ علی مرتضیٰ پر وقوع میں آئیگا اور علی مرتضیٰ بھی یہ واقعات جانتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ مشرکین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں یہ معجزہ دور دور مشہور ہو گیا تھا۔ سلہ دیکھو صفحہ ۱۸۱ کتاب ہذا۔

پیغمبر کو قتل کرنا چاہتے ہین اور اسی ارادۂ قتل سے مجہپر بہی حملہ کیا جائیگا - وہ اسپر کامل یقین رکہنے والے تہے اور اسی یقین پر ببدلے نفس پیغمبر کے ہمہ تن آمادۂ قتل ہوگئے چنانچہ جب کفار نے یہ جانا کہ پیغمبر ہی اپنے بستر پر اپنی ردا اوڑہے ہوے سو رہے ہین بغرض قتل حملہ کیا تو علی مرتضیٰ تڑپ کر مردانہ وار کہڑے ہوگئے اور کفار بجاے پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ کو دیکہکر جہجک گئے اور حیران رہ گئے اور دریافت پر حضرت علی مرتضیٰؑ نے بڑی دلیری اور استقلال کے ساتہہ یہ فرمایا کہ کیا تم پیغمبرؐ کو مجہے سونپ گئے تہے جو پوچہتے ہو[1] - تو سوچنا چاہیے کہ ان تمام موقعونپر علی مرتضیٰؑ اکیلے تہے اور کفار کی پارٹی مسلح تہی لیکن - دل و جانم فداے نامش باد -

علی مرتضیٰؑ نے کسی طرح بہی کچہہ خوف نہین کیا - ذرا بہی تیور میلے نہوے جبین پر چین بہی نہ پڑی - اور پہر یکہ و تنہا معاندین کے گروہ مین تمام وہ امانتین جو پیغمبرؐ انکو دے گئے تہے جن جن کی تہین سب کے سپرد بہی کین اور آخر کار نہایت جرأت و استقلال سے پیغمبرؐ کی خدمت مین حاضر ہی ہوگئے اور کبہی اور کسی جگہ کچہہ بہی حزن و ہراس نہوا - اور حضرت ابوبکر کے ساتہہ باوجودیکہ پیغمبرؐ تہے اور کفار کو یہ معلوم بہی نہتہا کہ اس غار مین پیغمبرؐ پوشیدہ ہین مگر حضرت ابوبکر کے خوف و حزن پر پیغمبرؐ انکو تسکین بہی دیتے تہے کہ دیکہو ڈرو مت خدا ہمارے ساتہہ ہی ہمارا بال بیکا نہوگا مگر باانہمہ حضرت ابوبکر کے جو دل مین دہکڑ پکڑ تہی وہ نہ جاتی تہی اور نہ گئی اور خدا نے بہی حضرت ابوبکر کے حزن اور علی مرتضیٰؑ کی جان نثاری و جان فروشی کا ذکر اپنی مقدس کلام مین فرمایا جس مین کسی کے خوف و حزن کا ذکر ہی اور کسی کی جانبازی و جان فروشی

[1] روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و ابو الفدا و معارج النبوۃ و مدارج النبوۃ و کامل ابن اثیر و کتاب روح الاسلام مؤلفہ مسٹر امیر علی صاحب انگریزی صفحہ ۱۲۵ تا صفحہ ۱۳۰ و حبیب السیر و کتاب مطالب السؤل از امام محمد بن طلحہ شافعی صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ و خمیس از امام دیار بکری ورق ۱۹۸ - و مواہب لدنیہ و تفسیر کبیر تحت تفسیر و من الناس من یشری الخ

کا اور گواہ واقعات سے کوئی متحد الخیال ہمارے معزز سائل کا بجز سائل کے انکار
کرنے والا نہین ہے مگر مین خصوصاً ذیجلم سائل سے اور عموماً بے تعصب اور آزادرائے
رکھنے والون سے صرف اسقدر دریافت کرتا ہون مجھے ایمان سے بتائین کہ کیا انکے
نزدیک ڈرنے والا نہ ڈرنے والے سے افضل اور اولی اور قابل قدر قرار پاسکتا ہی
یہ واقعات مین نے اس امر کی تائید مین دکہائے ہین کہ جس حالت مین یہ
بزرگوار حیات پیغمبرؐ ہی مین اُنکی رفاقت کرنے والے ثابت نہین ہوتے تو بعد
ممات کیا ایسون سے کسی رفاقت کی کسیکو امید ہوسکتی ہی۔ کجا مقام پیغمبراور
کجا جلے صحابہ۔ ایسے صحابہ کی نسبت کہ وہ میرے بعد دین مین کیا احداث کرینگے
اور آخرت مین وہ کہان جگہ پائین گے خود پیغمبرؐ نے خبر دی ہی اور جنکو ہم بسلسلۂ فتوحات
لکھہ آئے ہین اور جن مین پیغمبرؐ نے اپنے حوض کوثر پر وارد ہونے اور لوگون کو پانی
پلانے اور کچھہ لوگون کو گرفتار عذاب ہونے اور انکو اپنے صحابہ بتاکر یہ ظاہر فرمایا ہی
کہ خدا مجھسے اُسوقت کہے گا کہ تم ان لوگون کو نہین جانتے ہو کہ تمہارے بعد کیا کیا
انہون نے احداث دین مین کردی اور دین کو پس پشت پہینک دیا اور اُسوقت
مین کہونگا کہ دوری ہو انکے لیے دوری ہو انکے لیے [له]
بہرحال اب مین یہ امر دکہاتا ہون کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کا قریب پیغمبرؐ دفن
ہونا اُن کے حق مین کیا فائدہ پہونچانیوالا ہوگا؟۔ اور وجہ اُنکے دفن کی وہان کیا ہو
اور اس امر کے ظاہر کرنے کے واسطے میری تقریر کا عنوان حضرت ابوبکر کی اس حدیث
سے شروع ہوتا ہی "لا نورث ما ترکنا صدقہ"

اے میرے معزز ناظرین!!

یہ وہی حدیث ہی جسکی روسے حضرت ابوبکر نے دعوے ترکہ پدری جناب سیدہ

له دیکھو صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۷۲ لغایت ۳۷۵۔ کتاب ہذا۔

کا منسوخ کر دیا تھا۔ اگرچہ الفاظ حدیث کے متعدد طور پر وارد ہوے ہین مگر سب کا مقصود یہی ہی کہ "حضرت ابو بکر نے پیغمبر خدا کو یہ کہتے ہوے سُنا ہی کہ ہم گروہ انبیاؑ کا کوئی وارث نہین ہوتا اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہی"

اس حدیث کے بموجب جو کچھ ترکہ پیغمبر قرار پاویگا وہ سب صدقہ ہوگا۔

اب ہمکو اس امر کی تنقیح کرنی منظور ہی کہ آیا وہ جگہ جہان کہ ممدوحین سائل قریب پیغمبر دفن کیے گئے متروکہ پیغمبر تھی یا نہین؟ تاکہ اگر وہ متروکہ پیغمبر ہو تو ان حضرات کا وہان دفن ہونا صحیح قرار پاجاوے۔

اس امر کی تنقیح کے واسطے ہم زمانہ ہجرت آنحضرت کا پیش نظر رکھکر جب آنحضرت کا قریب مدینہ پہونچنا اور شرفاے مدینہ کا (کہ جنکے قلوب مین روشنی دین اسلام کی شعاعین پہونچ چکی تھین اور آنحضرت سے بمقام مکہ ملتجی ہوئے تھے کہ آپ مدینہ کو تشریف لے آوین ہم آپ کی نصرت کرینگے) استقبال کرکے حضرت کو مدینے مین لانا اور ہر شخص کا یہ آرزو کرنا کہ آنحضرت میرے ہی مہمان ہون لیکن اس خیال سے کہ کسی شخص خاص کے گھر مہمان ہونا باعث دوسرون کی دلشکنی کا مبادا نہو آنحضرت کا ازروی اخلاق سب سے یہ ارشاد فرمانا کہ مین اُس کسیکے گھر مقیم ہونگا کہ جسکے دروازہ پر میرا ناقہ ٹھہریگا اور بالآخر آپ کے مرکب کا بنی نجار کے دو یتیمون کی ایک اراضی مین ٹھہرنا اور آنحضرت کا اُس اراضی کو خرید فرمانا[سلہ] اور وہان مسجد نبوی کا جو آجتک موجود ہی مع مہاجرین کے اِردگرد مکانون کے (جنکے دروازہ ابتدائً مسجد کے اندر تھے مگر بعدہ بحکم خدا بجز دروازہ۔ دروازہ شہر علم نبوت کے سب کے دروازہ بند ہوگئے)۔ تعمیر ہونا یاد کرتے ہین تو یہ صاف الکشف و منجلی ہوتا ہی کہ یہ زمین جس مین مسجد نبوی اور مکانات مذکورہ تعمیر ہوئے زرخرید پیغمبر خدا کی تھی جو بموجب اُس حدیث کے جسکے راوی حضرت

سلہ دیکھو کامل ابن اثیر مطبوعہ و طبری مطبوعہ جرمن و عبر ابن خلدون مطبوعہ مصر و روضتہ الصفا ۱۲

ابو بکر ہوتا بس از وفات پیغمبر صدقہ قرار پاتی ہی کہ جس کا کوئی شخص خاص وارث قرار نہین پا سکتا مگر یہ کہ جملہ مسلمان اُسکے حقدار ہین۔

اور اسی بنا پر جناب فاطمہؑ کا دعوی ڈگری نہین کیا گیا اگر وہ صدقہ نہو تا تو متروکہ پیغمبرؐ قرار پا کر ضرور از روے وراثت کے دختر پیغمبرؐ کو وہ متروکہ حضرت ابو بکرؓ دلواتے اور آٹھوان حصہ بموجب مذہب اہلسنت کے اُسمین سے ازواج پیغمبرؐ کو ملتا۔ گو بعد مین جناب سیدہ کی دلیلون اور حجتون سے ساکت ہو کر حضرت ابو بکرؓ (جو اس فیصلے واسطے قاضی بھی بنے تھے) نے ایک کتابت لکھی تھی کہ جناب سیدہ کو فدک ترکہ پیغمبرؐ مین دیدیا جاوے لیکن حضرت عمرؓ اُسوقت موجود نہ تھے کہ بغلے ساختہ پرداختہ حضرت ابو بکر تھے۔ مگر قبل اسکے کہ فاطمہؑ اُس سند کو لیکر اپنے گھر مین جائین جسکا دروازہ مسجد کے اندر تھا جہان کہ حضرت ابو بکر اجلاس فرما رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آ گئے اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت ابو بکر نے ایک سند سیدہ کو متعلقہ فدک کی واگذاری کی لکھدی ہی وہ سند سیدہ سے چھین کر چاک کر دی[1]

یہ واقعات اس بات کی تائید کرتے ہین کہ وہ اراضی جہان کہ حضرات شیخین دفن ہوئے وہ زر خرید پیغمبرؐ کی تھی اور بموجب حدیث لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ کے بعد وفات پیغمبرؐ وہ بھی صدقہ پیغمبرؐ تھی نہ ترکہ پیغمبرؐ۔ اور جو حق عام مسلمانون کا تھا نہ خاص کسی ایک شخص عمرو۔ بکر۔ زید کا۔

ایسی حالت مین حضرت ابو بکر خواہ حضرت عمرؓ کا یکے بعد دیگرے اُس مقام پر دفن ہونا جب تک کہ تمام مسلمانون سے اجازت کا لے لینا ثابت نہ کر دیا جائے درست قرار نہین پا سکتا۔

ہمکو کسی کتاب تاریخ یا حدیث سے قابل اطمینان کوئی ایک روایت بھی ایسی نہین

---

[1] دیکھو حصہ اول ضمیمہ رسالہ روشنی جلد اول۔

ملی جس سے یہ معلوم ہوجاتا کہ جملہ مسلمانون کی رضامندی اور اجازت لے لینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہون یا بعد اُنکے اُنکے جانشین حضرت عمرؓ دونون بزرگوار اُس جگہ دفن کیے گئے تھے اور اندرین صورت اُنکا وہان دفن ہونا صحیح نہین ہی لیکن جب ہمکو یہ واقعہ یاد آتا ہی کہ سعد بن عبادہ اور اُنکے متحد الخیال جو حضرات ابوبکر و عمر سے ناخوش ہوکر سقیفہ سے چلے گئے تھے اور تا بہ عمر اُنکی بیعت نہین کی اور ہمیشہ سعد نے یہ کہا کہ جتنے تیر میرے ترکش مین ہین جب تک کہ مین اُنکو اُنکے خون سے رنگین نہ کرلون بیعت نہین کرونگا اور بالآخر اُنکی جماعت مین شریک نہین ہوئے اور سعد نے مدینہ کی سکونت بھی ترک کردی تھی تو ایسی حالت مین ایسے اُنکے مخالف لوگون کی نسبت کیسے قبول ہوسکتا ہی اُنھون اپنی رضامندی دیدی ہوگی کہ اُس مشترکہ زمین مین وہ لوگ دفن کیے جائین اور ایسی حالت مین ہم یہ تو نہین کہ سکتا کہ مردون کے واسطے ایسا دفن آیا کچہ مضرت رسان ہی یا نہین لیکن یہ ضرور کہونگا کہ بلا استمزاج اور رضامندی دیگر شرکا کے کسی ایک شریک کا مشترکہ اراضی مین کسیکو دفن کردینا صرف نادرست ہی نہین ہی بلکہ وہ مدفن جاے مغصوبہ مین قرار پائیگی۔ خدا مسلمانون کو مغصوبہ زمینون مین دفن ہونے سے بچائے۔ اسی قسم کی پیش بینی نے قاضی القضاۃ کو مغنی مین یہ راے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہی کہ وہ خانہ ازواج ملکیت پیغمبر نہ تھے بلکہ ملکیت ازواج ہی تھے [1] جس سے مقصود قاضی کا یہ ہی کہ ایک روایت سے پیغمبرؐ کا چونکہ حجرۂ بی بی عائشہ مین دفن ہونا پایا جاتا ہی تو اُس روایت کی رو سے حضرت ابوبکر کا پیغمبرؐ کی کروٹ مین دفن ترکۂ پیغمبرؐ مین جو صدقہ ہی قرار نپائے بلکہ اپنی صاحبزادی کی ملکیت مین۔

لیکن قاضی نے غلطی کی ہی۔ اگر خانۂ ازواج ملکیت رسول نہوتے اور ملکیت ازواج ہوتے تو ضرور تھا کہ بعد وفات ازواج اُنکے مکانات کو مسلمان مسجد نبوی مین شامل کرتے

---

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ۔

بلکہ اُنپر ورثاے ازواج کا قبضہ ہوتا اور ایسے ہی عمل ازواج کے نفقہ کا ہوا کہ وہ بھی ورثاے ازواج کو نہین ملا۔

ہماری یہ راے ایسی نہین ہی کہ جس سے شیعہ ہی اتفاق کرنے والے ہین بلکہ علامہ ابن حجر مکی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری مین یہی راے دی ہی اور نیز علامہ موصوف نے یہی راے صاحب تاریخ طبری کی لکھی ہی[1]۔ اور کرمانی نے بھی اپنی شرح صحیح بخاری مین اسی راے کو قرآنی آیات سے استدلال کر کے قبول کیا ہی مثلاً آیۂ وہ لاتدخلوا بیوت النبی سے وہ استدلال کرتے ہین کہ وہ خانۂ ازواج ملکیت پیغمبر تھے نہ ملکیت ازواج۔ اور "قرن فی بیوتکن" مین جو ضمیر تانیث ہی جس سے اس امر کی طرف خیال ہو سکتا ہی کہ وہ گھر ازواج کے تھے لیکن کرمانی نے اسکو صاف کر دیا ہی یعنی وہ اس جملہ کا مطلب یہ بتاتے ہین کہ "بوجہ سکونت ازواج کے اُن مکانات کی نسبت ازواج کی طرف سمجھی جاتی تھی ورنہ درحقیقت یہ بات نہین ہی کہ وہ گھر ملکیت ازواج کے تھے اور ملکیت رسول نہ تھے"۔

مین اس امر کے ظاہر کرنے سے بھی خاموش نہین رہ سکتا کہ جب متقدمین علما کی یہ کوشش کہ کسی طرح ان حضرات کا وہان دفن ہونا جائز قرار پا جاے کارگر نہوئی تو متاخرین علما نے بھی بہت کچھ ہاتھ پیر مارے مثلاً شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے مدارج النبوۃ مین یہ راے دی ہی کہ جب آنحضرت مدینہ مین داخل ہوے تھے اور زمین خریدی تھی تو اُسکا زرثمن حضرت ابوبکر نے اپنے پاس سے دیا تھا لیکن افسوس ہی کہ شاہ صاحب بہت جلد اپنی تحقیق کو فراموش کر گئے کہ جو بوقت روانگی مکہ کے خرید ناقہ کے متعلق ظاہر فرمائی تھی۔ اور جو یہ ہی کہ وہ تحقیق خرید کرنے مین اس ناقہ کے حضرت ابوبکر سے باوجود نہایت صدق و وداد و اتحاد کے حکمت

---

[1] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الخمس باب ما جاء فی بیوت ازواج النبی۔

یعنی کہ آنحضرت نے نہ چاہا کہ راہ خدا مین کسی سے استمداد اور اعانت ڈہونڈہین سلہ ۔

مین افسوس کرتا ہون کہ ناقہ کی قیمت دیدینے مین پیغمبر خدا کی یہ حکمت ور مصلحت ہو کہ راہ خدا مین حضرت ابوبکر کی اعانت اور استمداد نہ چاہین یا یون کہو کہ انکا احسان نہ لین حالانکہ جب حضرت ابوبکر خود ساتھ تھے اور ہجرت کرکے ہمیشہ کے لیے آرہے تھے اور بالآخر مکہ سے مدینہ کو اُنکے اونٹ کبھی نہ کبھی آتے ہی ہوسکتا تھا کہ پیغمبر خدا ایک اونٹ پر سوار ہوکر چلے آتے اور مدینہ آکر انکا اونٹ انہین واپس دیدیتے مگر انہون نے اسکو گوارا نہ کیا اور مدینہ مین پہونچکر زرثمن زمین کا حضرت ابوبکر سے دلوانا گوارا کرلیا کہ جہان اپنا اور خدا کا گہر بناکر ہمیشہ کے لیے رہنے آئے تھے ۔ اور اس موقع پر کچھ بہی راہ خدا مین اُنسے استمداد لینے مین پس وپیش نہ کیا۔

کیا پیغمبر اس موقع پر اپنی اُس حکمت اور مصلحت کو بہول گئے تھے یا زمین کا خریدنا اور مسجد نبوی کی تعمیر کام راہ خدا کے نہ تھے جو حضرت ابوبکر کا اپنے پاس سے زرثمن زمین کا دلوانا گوارا کرلیا ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مین ذیعلم سائل سے بادب پوچھتا ہون کہ ایک صورت واقعہ پر ایک ہی شخص کا مختلف رائے ظاہر کرنا توجہ کو ڈانوان ڈول کرتا ہی یا نہین ۔ یا کیا وجہ ہی کہ ایسے اشخاص کو حافظہ نباشد کا مصداق نہ کہا جاسے ۔

یہ بالکل صحیح بات ہی کہ امور راہ خدا مین پیغمبر کسی مسلمان سے مدد نہین لیتے تھے یہ امور تو بہلا ابتدائے زمانہ اسلام کے ہین پیغمبر نے اپنے اخیر زمانۂ زندگی بلکہ زمانہ قرب وفات مین ہی جبکہ تجہیز جیش اسامہ کی ضرورت لاحق ہوئی ہی کسی مسلمان سے قرض نہین لیا بلکہ اُسکے سرانجام کے لیے ایک یہودی سے قرض لیا اور جسکے زر قرضہ کے ادا کے لیے اپنے حقیقی جانشین علی مرتضیٰ ع کو وصیت کی تہی۔

سلہ دیکہو نمبر ۱۲۲ ۔ کتاب ہذا۔

بہر حال اگر بموجب اُس حدیث کے غور کیا جاتا ہی تو متروکۂ پیغمبرؐ سے جو صدقہ تہا حضرت ابو بکر کے حصہ مین اُس حالت مین جبکہ اُس زمانہ کی مردم شماری کے حساب سے مسلمانون کی تعداد ٹہیک دریافت ہو سکتی تو میرے خیال مین ایک جگہ کی کچہہ خاک ہی اُنکے حصہ مین آتی تو آتی اور اگر وہ صدقہ قرار نہ پاکے اور ترکہ قرار پائے تو بموجب ترکے ورثاے پیغمبرؐ کو ترکہ ملے گا بعد آٹہوین حصہ ازواج کے۔ اور جبکہ پیغمبر خدا نے وفات پائی ہی اُسوقت انکی نُو ازواج تہین۔ اس حساب سے منجملہ آٹہوین حصہ ازواج کے نوان حصہ بی بی عائشہ کا ہوتا ہی اور اسی قدر بی بی حفصہ دختر حضرت عمر کا۔

اور اندرین صورت مین جہانتک غور کرتا ہون اُس اراضی مین سے جس مین کہ یہ دونون بزرگوار دفن ہوے اُنکی صاحبزادیون کے حصہ مین اراضی اسی قدر شاید آتی تو آتی کہ اُنگلی ٹک سکتی۔[1]

بہر حال کیا بہ حیثیت میراث اور کیا بہ حیثیت صدقہ دونون صورتون مین ثابت ہو گیا کہ یہ دونون بزرگوار مغصوبہ زمین مین دفن کیے گئے پس اگر کسی مردہ کا مغصوبہ زمین مین دفن ہونا اُسکے لیے قبر مین فشار اور حشر مین عذاب کا باعث نہین ہی تب تو ذیعلم سائل کو خوش ہونا چاہیے کہ اُنکا دعوے صحیح ہی اور اگر مغصوبہ زمین مین دفن ہونے سے اُسی وعید کا انسان مستحق ہی جسکو ہمنے اوپر لکہا تب ہم ذیعلم سائل سے نہایت افسوس اور افسردگی کے ساتہہ یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ آپ کے دعوے کا کیا نتیجہ ہوا۔؟

مائی ڈیر ولایت حسین!!۔

مین اس دعوے کی حقیقت دکہلانیکے واسطے اسی حد تک تیار نہین تہا جو تمام

---

[1] یہان شرع کے قاعدہ تقسیم کو بہی نظر انداز نہین کرنا چاہیے ورنہ اس امر کو کہ بی بی عائشہ کے حجرہ کی کیا وسعت تہی

ہوا بلکہ مین اب اس امر کو بہی ظاہر کرتا ہون کہ اصلی وجہ خلفاء کے دفن ہونیکی دہان کیا ہوئی — ؟

اور وہ وجہ اصلی دفن ہونے حضرات شیخین کی پیغمبرؐ کے پاس یہ ہی کہ جب سقیفہ مین حضرات شیخین کی کوشش و رتدبیر سے امر خلافت اور نیابت رسول خلاف دستور قدیم ملک عرب اور مخالف مرضی خدا اور رسولؐ کے کہ جسنے اُس دستور کو قبول کرکے تازہ کردکہا دیا تہا خاندان رسالت سے نکلکر قابو مین حضرات شیخین کے آیا اور بمقابلہ علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت رسولؐ کے خلافت نوایجاد کے استحکام کے لیے جو جو شدائد اُنکے حق کے کمزور اور زائل کرنے کے لیے وقوع مین آئے اُسکو کتب فریقین اور جدید تحقیقاتین آئینہ کی طرح دکہا رہی ہین خواہ وہ علی مرتضیٰؑ کی طلبی سے بیعت کے لیے متعلق ہون یا اُن لوگون سے کہ جو خانۂ جناب سیدہؑ مین موجود تہے اور جس طور سے اُنکو خانۂ جناب سیدہؑ سے نکالا اور خواہ معاملۂ فدک اور حق خمس سے متعلق ہو جسکی وجہ سے علماے اہلسنت کو اُس الزام کے رفع کرنے پر بہت حیرانی اور پریشانی ہوئی ہی —

جہان یہ تمام واقعات پیش آے اُسی کے متعلق یہ واقعہ بہی ہی کہ حضرت ابوبکر کی صحت خلافت کے اظہار کی غرض سے کہ لوگون کی نگاہ مین وہ نائب رسول سمجھے جائین حضرت عمر نے جنکے لیے حضرت ابوبکر استخلاف کرچکے تہے پیغمبرؐ کے پاس دفن کیا اور ایسے ہی حضرت عمر کہ جنکی پالسی مین حضرت عثمان شریک تہے اور جو بموجب ہدایت حضرت عمر کے خلیفہ مقرر ہوے کوئی امر مانع دفن ہونے حضرت عمر کا نزدیک حضرت ابوبکر کے پیش نہین آیا۔ لیکن حضرت عثمان جب قتل ہوے تو حضرت امیر معاویہ جو اُنکی جانشینی کا اور اُن کے طلب خون کا دعوے کرنے والے تہے وہ ملک شام مین تہے اور مدینہ مین

کسی کی نسبت حضرت عثمان استخلاف نہین کرسکے اور خلافت کے لیے لوگون نے علی مرتضی کو قبول کیا تو دفن حضرت عثمان کی یہ حالت ہوئی کہ مدینہ کے ایک خاص مکروہ مقام پر کہ جسکو کسی طرح لوگ پسند نہین کرتے ستھے تین روز تک اُن کی نعش بلا حفاظت پڑی رہی اور آخر کار وہ حش کوکب[سلہ] یہود مین دفن کیے گئے[سکہ] اور جسکی دیوار احاطہ بعد معاویہ توڑ کر گورستان بقیع کے شامل کر لیا گیا[سکہ]

ان واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ مرنیوالے کے بعد جب حکومت اُس کے موافق ہوگی تو اُسکی تجہیز و تکفین ایسے مقام پر کی جائیگی جو سب سے عمدہ جگہ سمجھی جاے اور اگر حکومت اُسکی دشمن ہوگی تو اُسکو ایسی جگہ دیجائیگی جو لوگونکی نگاہ مین بدترین جگہون مین سے ہو یا مرنیوالے کے ورثا اُسکو بطور راز کے دفن کرینگے اور مقام دفن اُسکا لوگونکی نگاہ مین مشتبہ کردینگے اس اندیشہ سے کہ مخالف کوئی امر اہانت یا سوء ادب کا نہ کرسکین۔

چنانچہ جب جناب سیدہ[ع] نے انتقال فرمایا تو غور کرنا چاہیے کہ فاطمہ[ع] ایسی پیاری پیغمبر کی دختر اپنے عاشق باپ کے پہلو مین دفن ہونے کی کیا خواہش نہین رکھتی ہوگی لیکن اُسی اندیشہ کی بنا پر جو ہمنے ظاہر کیا علی مرتضی ضرور جانتے تھے کہ جناب سیدہ بربنائے اُن واقعات کے جنکا تعلق امر خلافت کو خاندان نبوت سے نکال لینے فدک اور خمس کی ضبطی اور احراق خانہ رسالت[ع] وغیرہ سے ہی کہ جنکا اس کتاب مین اکثر ذکر آچکا ہی خلفاے ناخوش تھین حتی کہ قریب وفات جبکہ وہ واسطے معافی قصور کے آئے سکتے اُسوقت بہی اُنکا قصور معاف نہ کیا۔

سلہ تاریخ واقدی وصواقع خواجہ نصراللہ سکہ کوکب نام جگہ کا ہی حش اُس زمین کو کہتے ہین جہان لوگ بیت الخلا کو جاتے ہین سکہ دیکھو تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۵ھ سکہ تاریخ عروج و زوال سلطنت روم مصنفہ گبن صاحب صفحہ ۲۹۹ و تاریخ خلفا و واقعہ خلافت علی مولفہ اسپر نصاحب دوم سکہ تاریخ خلفا مصنفہ [illegible] صاحب صفحہ ۱۹۲

اور حدیث پیغمبر یاد دلا کر صاف کہدیا تہا کہ تمنے مجہے غضبناک کیا ہی مین خدا و رسولؐ سے تمہاری شکایت کرونگی اور اپنے اُن ناخوش کرنیوالونکے حق مین یہ وصیت بہی فرما گئی ہین کہ میری تجہیز و تکفین مین شریک نہ کیے جائین اور نہ میری وفات کی اِن لوگون کو خبر کی جاے - لیکن خبر وفات کا پوشیدہ رہنا چونکہ ممکن نہین تہا غضبناک کرنے والون کے گہر قریب قریب ہی تہے سب سے پہلے بی بی عائشہ دختر حضرت ابوبکر ہی تشریف لائی تہین لیکن دروازہ پر اُن کو اسما بنت عمیس نے روک دیا تہا اور صاف کہدیا تہا کہ حسب وصیت معصومہ کے تمکو اجازت نہین ہی کہ تم شریک ہو اور اسپر وہ غم و غصہ مین لوٹ کر اپنے باپ کے پاس گئی تہین[1] - اور اُنکے خوب کان بہرے تہے کہ جس بنا پر وہ بہی بنفس نفیس تشریف لاے تہے اور دریافت پر اُنکو بہی یہ معلوم ہوا تہا کہ کچہہ نورچشمی عائشہ ہی پر منحصر نہین ہی بلکہ ہم سب لوگ حسب وصیت سیدہ شریک نہین ہو سکتے ہین - غیر معصوم ہین جیسے عداوت رکہنے والے ہین غصہ کی آگ دونی ہو گئی ہو گی اور اُسکے شعلے سینہ سے نکلنے لگے ہونگے -

ایسی حالت مین کب یہ لوگ گوارا کرینگے کہ اُنکی ایسی مخالف اور قلبی اُنسے رنج رکہنے والی سیدہ -

(وہ سیدہ کہ جو ان ہر دو خلفا سے غضبناک مری کہ جس کی تصریح روایت صحیح کرتی ہی -

وہ سیدہ کہ جسنے ان لوگونکی نسبت وصیت کردی تہی کہ میرے جنازہ پر ہرگز نہ آنے پائین -

[1] درحقیقت وہ ان امور کو ضرور برخلاف اپنے منصب کے کہ حسب تحقیق جان ڈیون پورٹ دُلاری بی بی پیغمبرؐ کی تہین اور اپنی حقارت اور کسر شان کا باعث سمجہی ہونگی - مؤلف عفی عنہ

وہ سیدہ کہ مرتے مرگئین مگر ان خلفا سے کلام نہ کیا۔

وہ سیدہ کہ جسنے اپنے ان ناخوش کرنے والون کا قصور معاف نہ کیا۔

وہ سیدہ کہ جسنے اپنے ان غضبناک کرنیوالونکو حدیث پیغمبرؐ یاد دلاکر کہدیا کہ مین خدا سے تمہاری شکایت کرونگی۔

وہ سیدہ کہ جسکا دروازہ حضرت عمر نے اُسکی آنکھونکے سامنے جلا دیا۔

وہ سیدہ کہ جسکا سبب وفات بوجہ شکستہ ہونے اُسکے پہلو کے ہوا۔

وہ سیدہ کہ جسکی تعظیم اُسکا باپ پیغمبرؐ کرتا تھا۔

وہ سیدہ کہ پیغمبرؐ جس سے بوے بہشت سونگھتے تھے۔

وہ سیدہ کہ جو سردار نسوان بہشت ہے۔

وہ سیدہ کہ جو مادر سرداران جوانان بہشت ہے۔

وہ سیدہ کہ جو شفیعۂ روز جزا ہے۔

وہ سیدہ کہ جسپر اُسکے باپ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد وہ مصائب گذرے ہین کہ اگر دنوںپر گذرتے تو راتین ہو جاتین۔) اپنے باپ کے پہلو مین دفن ہو۔

اس مقام پر غور کرنا چاہیے کہ جناب سیدہؑ کو کس قدر ان لوگون نے رنج دیا تھا اور کس قدر صدمہ پہونچایا تھا کہ اُس معصومہ نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ یہ لوگ میرے جنازہ مین بھی شریک ہون اگرچہ خود وہ لوگ اُس رنج سیدہ کا اندازہ کرنیوالے تھے لیکن ساتھہ ہی اسکے اُنکو کچھہ پروا بھی محرومی ثواب شرکت تجہیز و تکفین کی نہین ہوسکتی تھی اور وہ جانتے تھے کہ جب ہم اپنے اغراض ذاتی کے حصول کے مقابلہ مین اُسکے باپ ہی کے ثواب شرکت دفن و کفن پر خاک ڈال چکے ہین۔ تو یہ تو اُنکی بیٹی کے جنازہ کی شرکت ہی اسکی کب پروا کرتے ہین۔

بہرحال کچھہ بھی ہو۔ علی مرتضیٰ سمجھہ گئے کہ سیدہؑ کو اُن کے باپ کے پہلو مین

جگہ نہین مل سکتی اور میری وجاہت جسکی زندگی تک تہی جبکہ وہی باقی نہین ہی تو کب مجہے کامیابی ہو گی۔

علاوہ ازین اُن لوگون کو یہ بہی خیال ہو گا کہ ہنوز ان لوگون کے دماغون سے ہوائے ادعاے وراثت و قربت پیغمبر کی نہین گئی ہی اسلیے بہی مزاحمت دفن مین بغرض کمزور کرنے ہمارے قولون کے ضرور کرینگے جیسا کہ بمقابلہ دفن حضرت امام حسن کے نہایت سختی سے یہ پالیسی عمل مین لائی گئی ہی[1] اور یزید نے تو بمقابلہ امام حسین خاتمہ ہی کر دیا۔ اور اس ابتدائی پالیسی کی تقلید نے اپنا رنگ ایک زمانہ مین اسقدر جما لیا تہا کہ عہد بنی امیہ مین جب ایک شخص متوطن شام بغداد مین آیا خواہ شام ہی مین اُسکو معلوم ہوا کہ اہلبیت نبی سے مراد بنی ہاشم ہین تو وہ قسم سے بیان کرتا ہی کہ مین نے اسوقت تک سنا ہی نہتا اور نہ جانتا تہا کہ سوا بنی امیہ کے کوئی اور شخص بہی قرابتدار پیغمبر ہی۔ (دیکھو صفحہ ۶۹ کتاب ہذا)

جب دفن جناب سیدہ مین مخالفون کی طرف سے ممانعت اور اہانت کا اندیشہ ہوا تب علی مرتضیٰ کی یہ مصلحت ہوئی کہ جناب سیدہ کی قبر کو لوگون کی نگاہ مین مشتبہ کیا جاے اسی وجہ سے جناب نے شب مین سیدہ کو بطور راز دفن کر کے اُن کے مدفن کو مشتبہ کر دیا۔

چنانچہ جو لوگ زیارت مدینہ سے مشرف ہو آے ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ تین یا چار مقام پر جہان اُنکا دفن پایا جاتا ہی زیارت پڑہی جاتی ہی۔ ایک درمیان منبر و قبر رسول کے دوسرے خود حجرۂ جناب سیدہ مین جسکی نسبت بہی زیادہ احتمال ہی اور وہ حجرہ توڑ کر اب شامل مسجد نبوی کر لیا گیا ہی۔ تیسرے جنت البقیع مین جسمین لوگ ظاہر کرتے ہین کہ جناب سیدہ اسی جگہ دفن ہوئی ہین۔

[1] دیکھو تحقیق بشرح سنی و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب تذکرۂ خواص الامۃ و روض المناظر و تاریخ اعثم کوفی

جناب سیدہ کو پیغمبرؐ کے پاس دفن نہونے دینے کے صحیح خیال ہونیکی اُس واقعہ سے بہی تائید ہوتی ہی کہ جو وقت دفن حضرت امام حسن علیہ السلام کے پیش آیا تہا جیسا کہ علماے اہلسنت نے تیرون کی بوچہار کا اُنکے تابوت پر ہونا قبول کیا ہی[1] اور آخر کار اُنکا جنازہ بہی روضہ نبوی سے بنی ہاشم کو اوٹہانا پڑا تہا اور جنۃ البقیع مین جہان قبر جناب سیدہ کی سمجہی جاتی تہی وہان دفن کیے گئے اور ایسے ہی بخوف دشمنون کے کیفیت دفن علی مرتضیٰؑ کی ہوئی کہ پوشیدہ ایک مقام خاص پر دفن کیے گئے اور ایک تابوت بناکر مدینہ کی طرف روانہ کیا گیا جسکی نسبت بعض رُواۃ کا خیال یہ ہی کہ اُسکا پتہ نہین معلوم ہوا لیکن

صاحب تاریخ الخلفا سیوطی نے ابن عساکر سے روایت کی ہی کہ جب اُن کا تابوت اونٹ پر بار کرکے لیے جاتے تہے اثناے راہ مین شب کو اونٹ ایسا بہاگ گیا کہ کسی کو پتہ نہ معلوم ہوا کہ کہان گیا ہی پس اسی وجہ سے اہل عراق کہتے ہین کہ آسمان پر جب گہٹا اوٹہتی ہی اور گہڑگہڑاہٹ ہوتی ہی تو وہ حضرت ہی کی ہی[2] (صفحہ ۱۱۹ تاریخ الخلفا)

لیکن بعد ایک عرصۂ دراز کے جب وہ حالت خوف باقی نہین رہی تہی تب نشان قبر علی مرتضیٰؑ کا کہ جو بطور راز کے تہا ظاہر کیا گیا جہان کہ اب روضۂ اقدس ہی۔

ان واقعات پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہی کہ مجرد نزدیک قبر رسولؐ کے دفن ہونا نہ کچہہ قابل فخر کے ہوسکتا ہی اور نہ نزدیک پیغمبرؐ کے دفن ہونا کچہہ فائدہ پہونچا سکتا ہی بالخصوص ایسی حیثیت سے کہ جس حیثیت سے حضرات شیخین دفن ہوے اور ایسی حالت مین کہ جنکی زندگیان اس عنوان سے ختم ہوئین کہ زندگی پیغمبرؐ مین کوئی رفاقت جس سے منزلت قرب حاصل ہوسکے عمدگی کے

---

[1] حد تحقیق بشرح بسنی و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب [2] غالباً یہ کنایہ غالیونکی طرف ہی۔

ساتھہ وقوع مین نہین آئی اور بعد وفات رسولؐ کے علانیہ وہ امور سرزد ہوے جو باعث اذیت اہلبیت رسولؐ اور رنج و صدمہ موجب آزردگی پیغمبرؐ تہے جنکی آنحضرت صلعم پیشین گوئیان فرما چکے تہے۔

اس صورت مین حضرات شیخین کا نزدیک رسولؐ کے دفن ہونا صرف یہی نہین ہی کہ انکو کچہ فائدہ نہ دے بلکہ جن لوگون نے اپنی سطوت سے نزدیک پیغمبرؐ کے انکو دفن کیا کہ جس سے روح رسولؐ کو صدمہ پہونچا بوجہ اسکے کہ یہ امر باعث آزردگی پیغمبرؐ کا ہی وہ لوگ آزردگی رسولؐ کے مواخذہ مین تا روز قیامت مشغول الذمہ رہین گے اور مین امید کرتا ہون کہ ڈیر سائل میری محققانہ راے پر کافی غور کرنیکے بعد اپنے دعوے کی حقیقت کو خود سمجہین گے۔

ان تمام دعوون کے بطور کنایہ اظہار کے بعد جسکی حقیقت ہم دکہا چکے ذیعلم سائل بدرجۂ آخر یون فرماتے ہین کہ "علاوہ ازین ہزار ہا واقعات ہین جو بشرط انصاف ان حضرات کے کمال ایمانی اور فضائل و مناقب پر بالبداہت دلالت کرتے ہین۔ چنانچہ مخالفان اسلام اور دشمنان دین نے مجبور ہو کر بلحاظ واقعات تاریخی داد انصاف دی ہی اور ان حضرات کو آنحضرت صلعم اور دین اسلام کا سچا خیر خواہ قرار دیا"

اسکی تائید مین معزز سائل توجہ دلاتے ہین کہ ڈاکٹر گبن اور جان ڈیون پورٹ اور کارلائل سیل کی تصنیفات دیکہی جائین اور اس شعر پر دعوونکا خاتمہ کرتے ہین

تروی مناقبہم لہم اعدائہم
والفضل ما شہدت بہ الاعداء

افسوس ہی کہ یہ دعوے بہی مہمل اور مجمل ہی کہ جسکے متعلق بجز اسکے اور ہم کچہ نہین کہہ سکتے کہ لاکہون واقعات مقبولہ کتب اہلسنت مین اور ایسے موجود ہین

کہ جن سے برخلاف دعوے معزز سائل کے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ ان حضرات کے
ایمان مین خلل صریح تہا اور اُنہون نے آنحضرت اور مذہب اسلام کی کچہہ حمایت
نہین کی اور کوئی واقعہ اُن کے فضائل اور مناقب پر دلالت نہین کرتا بلکہ غیر کاملیت
ایمان پر اور معائب اور مثالب پر دلالت کرتے ہین۔

ہم نے ابتک ہر دعوے کی حقیقت کے سلسلہ مین بتائید اپنی محققانہ رائے
کے ایسے ایسے احادیث بیان کیے ہین کہ جنکی صحت پر نکتہ چینی ذیعلم سائل کر نہین سکتے
اور اگر وہ کوئی نکتہ چینی فرمائینگے تو اپنی ایسی کتب مقبولہ کی کہ جنکے رتبے
بعد کتاب باری اعتقاداً قبول کیے گئے ہین تحریف کرینگے۔

دیکھو اُن احادیث کو جو بسلسلۂ فتوحات ہمنے لکھی ہین کہ جن مین ائمہ اشرار
کا جو حریص ملک و مال ہون جو ایسے ہون کہ جنکی نسبت پیغمبرؐ اطمینان نہین رکہتے
ہون کہ بعد وفات کے وہ کیا کیا احداث دین اسلام مین کرینگے ذکر ہی اور جب
انطباق واقعات سے کیا جاتا ہی تو معلوم ہو جاتا ہی کہ وہ ائمہ اشرار اور ائمہ ضلالت
کون تہے کہ پیغمبرؐ کے مرتے ہی جنہون نے احداث دین مین کردی اور دین کو
پس پشت پہینک دیا اور جبکہ مخاطب ان احادیث کے خود یہی حضرات ہین
تب وہ ارشاد آنحضرت مخاطب ہی سے قبول کیے جاسکتے ہین اور وہی مخاطب
مصداق اُن احادیث کے قرار پاسکتے ہین۔

البتہ اسکو ہم قبول کرسکتے ہین کہ ایک غیر مذہب اسلام والا بعض مسلمانون
کی مدبرانہ کارروائیون کی جنکا اثر بہت بُرا مذہب اسلام پر پڑا اور جنہون نے
دوستی کے پردہ مین درحقیقت مذہب اسلام کے ساتہہ دشمنی کی بیشک
توصیف کرسکتا ہی۔

اسکے علاوہ خود ان بزرگوارون کے وہ اقوال جو اپنی ذات کے متعلق ظاہر

فرماے ہین کیا اس بات کی تائید کرنیوالے ہین کہ اُنکو بڑے بڑے جاسون اور عیارون سے فریب کرکے اُنکو اپنا پیشوا مانا جاے ۔؟

ہر وہ شخص جو چشم بصیرت رکہتا ہی ضرور اُن احادیث پر غور کر سکتا ہی اور اسکے بعد وہ کہہ سکتا ہی کہ دعوے ذیعلم سائل کا صحیح ہی یا ہماری محققانہ راے ۔

ہمارے ذیعلم سائل بڑی کوشش کرکے اپنے ممدوحین کو فضائل و مناقب کے زرہ جامہ سے چاق چوبند کرکے میدان مین لاے لیکن افسوس ہی کہ جو تلوار مقابلہ کے لیے اُنکے ہاتہہ مین دی تہی وہ مقابلہ کے وقت ظاہر ہوگیا کہ تلوار نتہی صرف خالی نیام تہا تاکہ حریف خوف کرکے گریز کر جاتا ۔ مگر خود ذیعلم سائل ملاحظہ فرما سکتے ہین کہ کون میان کو پہینک کر بہاگا جاتا ہی ۔

ہم بچپن سے اس مثل کو سنتے تہے مدعی سست اور گواہ چست اور اکثر کتابون مین بہی وہ مواقع دیکہے کہ جہان اس مثل کا انطباق دکہایا گیا ہی ۔ لیکن درحقیقت یہ مثل ممدوحین سائل کے حال اور اقوال سے مطابقت رکہتی ہی ۔ ممدوحین سائل نے کبہی اور کسی جگہ بمقابلہ علی مرتضی اپنے فضل و کمال کا دعوے نہین کیا اور کچہہ اُنہین کے مقابلہ مین منحصر نہین ہی بلکہ کبہی بہی برخلاف اسکے مداح اُنکے بمقابلہ علی مرتضی اُنکے ایسے فضائل و مناقب ظاہر کرتے ہین کہ جنکا کسی کتاب تاریخ خواہ حدیث سے پتہ نہین چلتا اور ایسی حالت مین ممدوحین سائل سُست مدعی کے اور سائل مداح چست گواہ کے مصداق ہین ۔

علماے یورپ کی تحقیقاتون کو استدلال مین پیش کرنا پراے کاندہے پر بندوق رکہکر چہوڑنے کے برابر ہی ۔

بعض علماے یورپ نے اپنی کمی معلومات کی وجہ سے دہوکا کہا کر یا اپنے شدید تعصب سے کہ جو پیغمبر خدا کی نسبت رکہتے تہے افعال خلفاے ثلاثہ کی

وجہ سے الزام آنحضرت تک پہونچایا ہو لیکن حقیقت مین ان الزامات سے نہ مذہب پاک اسلام پر دھبہ لگ سکتا ہو اور نہ اُسکی بانی پر۔

اُنہون نے بالکل امتیاز نہین کیا کہ مذہب اسلام اور چیز ہو اور مسلمان اور چیز اگر کوئی شراب پیے جیسے کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ بعد نزول آیت حرمت مرتکب اس عمل کے ہوتے رہے اور جسکا ہم ایک موقع پر اس کتاب مین ذکر کر آے ہین تو اس سے مذہب پاک اسلام شرمندہ نہین ہو سکتا بلکہ اسکا اثر صرف شخاص مرتکبین کی ذات پر محدود ہو۔ اور اگر اُنسے بعض امور اچھے سرزد ہوے یا بعد پیغمبر کے مسلمانون کے لیے ملک گیری کی وسعت ہوئی تو اُسکی شان مصداق اس شعر کی ہوئی۔

گویند ز شیخین بدین نفع رسید	قل اثمہما اکبر من نفعہما

جہان تک ہم کو معلوم ہو یورپ اور امریکہ غیر مذہب اسلام کے علما نے تقریبًا تیس کتابین متعلق حالات مذہب اسلام کے لکھی ہین جن مین سے کچھ نے استحقاق امر خلافت کے متعلق تو صرف اسی قدر لکھکر چھوڑ دیا ہو کہ شیعون کا یہ مذہب ہو کہ حضرت امیر کا حق اولیٰ تہا اور بہت سے مصنفون نے حضرت علی مرتضیٰؑ کی بزرگی اور خلق اور بُردباری اور شجاعت اور نیک دلی کے ظاہر کرنے پر اکتفا کی ہو اور بعض نے صاف لکھدیا ہو کہ خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تہا اور اس جگہ بعض تحقیقاتین ہم لکھتے ہین۔

اس کتاب مین ہمنے ایک موقع پر جان ڈیون پورٹ کی ایک تحقیق دکھائی ہو جس سے اُس کینۂ دیرینہ کا پتہ ملتا ہو جو بی بی عائشہ کو علی مرتضیٰؑ کے ساتھ تہا اور اس مقام پر ہم خاص طور پر متعلق امر خلافت کے جو کچھ تحقیق علامہ جان ڈیون پورٹ کی ہو لکھتے ہین۔ وہ تحریر فرماتے ہین کہ وہ سنی فرقے نے ابوبکر کے

کو رسول کے رسول کا جانشین مانا۔ اور شیعہ فرقہ نے علی چچازاد بھائی اور داماد آنحضرت سے جیسا کہ مقتضاے مزید انصاف اور حمیت دین ہی تو لازم تھی۔ باین نظر کہ آنحضرت ہمیشہ اُن سے محبت اور الفت علانیہ رکھتے تھے اور چند مرتبہ اُنکو اپنا جانشین بھی ظاہر کیا تھا۔ علی الخصوص دو مقامون مین۔ ایک جب آنحضرت نے اپنے گھر مین قبیلۂ ہاشم کی ضیافت کی تھی اور علی نے باوصف تمسخر اور توہین کفار اپنا ایمان لانا ظاہر کیا آنحضرت نے اپنی بانہین اُس جوان کی گلے مین ڈال کے چھاتی سے لگاکے باواز بلند کہا دیکھو میرے بھائی میرے وصی اور میرے خلیفہ کو۔ اور دوسرے جب آنحضرت نے ایک برس قبل اپنے انتقال کے خطبہ پڑھا تھا بحکم خدا جسکو جبریل آنحضرت کے پاس لاے تھے اور یون کہا تھا کہ آپ پر اے پیغمبر صلوات اور رحمت خدا سے مین لایا ہون مع اُسکے حکم کے آپ کے پیرون کے نام جسکو آپ اُن سے کہیے بے تاخیر اور بے خوف کے شریر آدمیون سے اس واسطے کہ وہ خداوند توانا ہی اور بچادیگا آپ کو کہ اُسکے بندہ ہین بموجب اس حکم کے آنحضرت نے انس سے کہا کہ لوگون کو جمع کرے جس مین آنحضرت کے پیرو اور یہودی اور نصرانی اور مختلف رہنے والے وہان کے بھی حاضر ہون۔ یہ جمعیت ایک گانون پاس ہوئی جسکا نام خم غدیر ہی نواحی مین شہر جحفہ کے جو درمیان مکہ اور مدینہ کے واقع ہی پہلے یہ مقام کل ملوانع سے صاف ہو رہا تھا۔ ۱۰ اپریل ۱۳۲ء مین آنحضرت ایک بلند منبر پر کھڑے ہوگئے جو وہان اُن کے لیے نصب کیا گیا تھا اور جبکہ ہزارون حضار نہایت توجہ سے سنتے تھے ایک خطبہ حضرت نے بڑی شان وشوکت اور فصاحت اور بلاغت سے پڑھا مگر ہم کو افسوس ہی کہ یہ کتاب سواے خلاصہ مذکورۃ الذیل کے گنجائش خطبہ کی نہین رکھتی ہی اسکے بعد مورخ موصوف نے خطبہ کا خلاصہ لکھا ہی اور جس مین آنحضرت نے علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین قرار دیا ہی اور لوگون کو ہدایت کی ہی کہ وہ میرے بعد علی کو

میرا جانشین قبول کرین۔

اسکے بعد مورخ موصوف لکہتے ہین کہ وہ اس خطبہ کے تمام ہونے پر ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابوسفیان اور دوسرے لوگون نے علیؑ کے ہاتہہ چومے اور اُن کو جانشین آنحضرت مقرر ہونے کی مبارکباد دی اور اقرار کیا کہ تمام احکام کو سچے طور سے بجا لائین گے۔ ۶۳۲ء مین صرف تین دن قبل اپنے انتقال کے آنحضرت نے پہر اپنے تابعین کو وقت ترخیص ان الفاظ سے سمجہایا کہ ای میرے شاگردو آیا تم خوب یقین کرتے ہو کہ ایک ہی خدا ہی اور مین محمدؐ اُسکا رسول ہون اور حقیقت مین بہشت اور دوزخ ہین اور موت اور بعد موت کے حشر حق ہی اور ایک وقت مقرر ہی کہ اُسوقت تمام انسان اپنی قبرون سے اوٹہکے داور اور قادر مطلق کے حضور مین حاضر ہون گے ساری جماعت نے یک زبان جواب دیا کہ ہان ان سب چیزون کا خوب یقین رکہتے ہین اُسکے اور اُنکے رسولؐ نے اُنکو قسم ان عقیدون کی بمزید تاکید اس بات پر دی کہ اُنکی آل سے زیادہ تر خاص کرکے ہمیشہ محبت رکہین اور اُنکی عزت و توقیر کرین۔ بڑے شد و مد سے یون کہا کہ جو مجہسے محبت رکہتا ہو وہ علیؑ کو اپنا دوست سمجہے۔ اللہ تائید کرے اُنکی جو دوستی رکہتے ہین علیؑ سے اور غضب کرے اُن سب پر جو اُسکے دشمن ہین۔ ایسے مکرر اور صریح بیانات سے جو خود رسول کے لبون سے ہوے تہے ایک وقت تک تو شک و شبہہ امر خلافت سے دور رہا مگر آخرش سب کو مایوسی ہوئی کہ بی بی عائشہ ابوبکر کی بیٹی آنحضرت کی زوجہ دوم نے کچہہ ساز و باز کرکے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگون سے مقرر کروا لیا۔ ملک الموت کے انتظار مین آنحضرت کا عائشہ کے حجرہ مین جانا خواہ آنحضرت کے حکم اور مرضی سے ہوا ہو خواہ بی بی کے ہوا ہو۔ بہر صورت یہ بات بہی ایسی ہی کہ خاصکر اُنکے مفید مطلب تہی اسواسطے کہ بس یہ یقینی ہی کہ آنحضرت کا کہنا درباب

جانشینی علی کے کانون تک۔ لوگون کے نہ پہونچنے پاے پس علی العموم یہ سمجھا گیا
کہ جیسے جناب رسول نے بدون بیان کرنے اپنی آخری وصیت کے دربارہ
جانشینی کے انتقال کیا اور اسی سبب سے یہ بات ہوئی کہ تین خلیفون نے
پیہم راج کیا قبل اسکے کہ علی اپنے حق کو پہونچین جسکے وہ اسقدر مستحق تھے نہ صرف
بہ لحاظ قرابت و زوجیت فاطمہ دختر رسول کے بلکہ نیز بہ لحاظ اُن بیشمار اور بڑی
خدمتون کے جو اُنہون نے مذہب اسلام کی کین۔ توقع تھی کہ شاید بی بی عائشہ
کے اس کردار کے باعثون مین سے ایک خدمت فرزندی ہو کہ اپنے باپ کے
خلیفہ ہونے مین اعانت کی مگر بیشک و شبہہ نہایت قوی باعث اسکا بغض
کینۂ دیرینہ علیؑ کی طرف سے تھا" (دیکھو کتاب آپالوجی فار محمد اینڈ قرآن مترجم
بہ مظاہر حق)

فاضل مسٹر گبن اپنی تاریخ عروج و زوال سلطنت روم مین بصفحہ ۹۲۸ جو
تحریر فرماتے ہین اُسکا لفظی ترجمہ یہ ہی "علی کا نسب اور تقرب اور سیرت جن
اوصاف نے اُسکو سب ملک والون سے اعلی درجہ پر پہونچایا عزت کے تخت
خلافت کے لیے اُسکے دعوون کو قرین انصاف ٹہراسکتے تھے۔ ابو طالب کا
بیٹا اپنے خاص استحقاق سے سردار خاندان ہاشمیہ اور موروثی شاہزادہ شہر مکہ
اور محافظ خانہ کعبہ کا تھا۔ نور رسالت تمام ہو گیا تھا مگر فاطمہ کا شوہر اُسکے باپ
کی توریث اور دعا کی بست کچھ امید کر سکتا تھا۔

اہل عرب سلطنت نسائی کو قبول کر چکے تھے اور دو نواسے رسولؐ کے
اُسکی کنار مین پرورش پاے تھے اور اُسکے منبر پر بطور ثمرۂ زندگانی جلوہ افروز
ہوتے تھے اور سردار جوانان بہشت تھے۔

علی جو سابق الایمان تھا پورا حوصلہ کر سکتا تھا کہ سب کا سردار اور پیشوا

اس عالم اور عالم جاودانی مین ہوا اور اگرچہ بعضے سنجیدہ اور استوار طبع تھے لیکن جوش ایمان اور زہد مین کوئی خلیفہ اُس سے بڑھ نہ سکا۔ علی مین اوصاف شاعری بہادری اور دینداری کے مجتمع تھے۔ اُسکے مذہبی اور اخلاقی اقوال مین اُسکی فراست ابتک زندہ ہے۔ جو شخص اُسکی زبان یا اُسکی تلوار کے مقابل مین آیا وہ اُسکی شجاعت اور فصاحت سے مغلوب ہوا۔ ابتداے زمانہ بعثت سے تا تجہیز و تکفین یہ سچا دوست جسکو رسولؐ خوش ہو کر اپنا بھائی اپنا نائب اور اپنا معتقد ہارون موسی ثانی کہتا تہا رسول سے کبھی جدا نہوا۔

ابوطالبؑ کے بیٹے پر آخر مین لوگون نے یہ الزام لگایا کہ اُسنے اپنے طلب حق مین غفلت کی اگر ابتدا ہی مین طلب حق کرتا تو مقابل کے سب دعویدار ٹھنڈے ہو جاتے اور فیصلہ قدرت سے اُسکی خلافت مستحکم ہو جاتی لیکن یہ بیخوف جوانمرد اپنے نفس پر قانع رہا۔

حاسدون کے حسد اور غالبا خوف اختلاف نے محمدؐ کے ارادون کو روکا اور اُسکا بستر مرض عائشہ ...[1] سے جو ابوبکر کی بیٹی اور علی کی دشمن تھی محاصرہ مین تہا۔

---

[1] فاضل مسٹر گبن نے بی بی عائشہ کو یہان ایک ایسے مکروہ لفظ سے یاد کیا ہے جسکو ہم ازروے اخلاق نقل کرنا پسند نہین کرتے اگرچہ خدا نے ایک موقع پر اپنے آپکو خیر و الماکرین کہا ہے مگر ہم تعجب کرتے ہین کہ ایک غیر مذہب اسلام کو علی مرتضیٰ کی حق تلفی پر علی مرتضیٰ کے ساتھہ ہمدردی کا کیون ایسا جوش ہوا کہ علی مرتضیٰ کے دشمن کو ایک نہایت ہی کریہ لفظ سے موصوف کرنے پر مؤرخ ممدوح کو اُس جوش نے برانگیختہ کیا حالانکہ بوجہ غیر مذہب اسلام ہونیکے وہ جانتے ہونگے کہ نہ کوئی فائدہ ہمدردی علی مرتضیٰ سے ہوگا اور نہ اُنکے دشمن کو بہ صفت رذیلہ یاد کرنے سے۔ مصنف عفی عنہ

پروفیسر آی - ایچ - پامر اپنی تصنیف مطبوعہ لندن ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۳ کتاب موسوم بہ ہارون الرشید مین بہ سلسلہ تحقیق مسئلہ خلافت لکھتے ہین کہ وہ چار شخص دعویدار خلافت تھے حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلعم کا چچازاد بھائی جنکے ساتھہ فاطمہؑ کا نکاح ہوا تھا - ابو بکرؓ پیغمبر کی بی بی عائشہ کے والد عمر جن کی بیٹی حفصہ تھی کہ جو ازواج مین سے تھی اور چوتھے عثمانؓ جو خاندان اُمیہ سے تھے اس مین شبہہ نہین ہے کہ علی قانوناً آنحضرتؐ کے جانشین تھے لیکن عائشہ اُن سے ناخوش تھین اُنہون نے علی کو خلیفہ ہونے دیا؎۱

واسنگٹن آرونگ کتاب موسوم بہ محمد و جانشینان کے صفحہ ۶۵ اباب ۳۶ مین یون لکھتے ہین کہ وہ سب سے زیادہ ممتاز مستحق خلافت حضرت علی علیہ السلام تھے جنکا حق فطرتی طور قوی ترین تھا کیونکہ محمدؐ کے چچازاد بھائی تھے اور داماد تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے جو اولاد تھی وہی آنحضرت کی نسل مین تھی حضرت علی علیہ السلام شریف النسل قریش کی افضل شاخ مین سے تھے اُن مین وہ تین صفات جو عرب نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین موجود تھین یعنی شجاعت - فصاحت اور سخاوت ہمت اور دلیری کی وجہ سے آنحضرت نے اُنکو شیر خدا کا لقب دیا تھا - اُن کی فصاحت کے نمونہ اشعار اور امثال کی شکل مین اب تک عرب مین محفوظ ہین - اور سخاوت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہر جمعہ کو جو کچھہ خزانہ مین رہتا تھا وہ سب مین تقسیم کر دیتے تھے اور اُن کی شجاعت اور دریادلی کی ہم بہت سی مثالین بیان کر چکے ہین ہر ایک غلط اور کمینہ بات سے نفرت کرتے تھے اور اُنکے مزاج مین خود غرضی کے لیے سازش کرنے کا

؎۱ اہلسنت یہ جو ظاہر کرتے ہین کہ وہ پیغمبر کی دو بیٹیون کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھہ ہوا ہے اُسکو اس محقق نے بھی اپنی تحقیق مین قبول نہین کیا اور اسیوجہ سے حضرت عثمان کو داماد پیغمبر نہین لکھا ہے

مادہ بالکل نہین تہا"

لکچر محمڈن لا امیر علی انگریزی صفحہ ۳۴ و اردو صفحہ ۴۰ - نوٹ ۲ - فیصلہ مشہور مقدمہ خوجہ مسٹر جسٹس آرنولڈ نے یہ لکہا ہی "مسلمانون کو عموماً یہ توقع تہی کہ حضرت علیؑ جو اول شاگرد اور عزیز رفیق رسول اللہؐ کے اور جو خاوند انکی تنہا[1] اولاد یعنی فاطمہؑ کے ستہے خلیفہ اول ہونگے لیکن ایسا نہوا عائشہؓ کہ جو جوان اور عزیز زوجہ رسولؐ کی تہی دشمن قلبی فاطمہؑ اور علیؑ کی تہی اپنے باپ ابو بکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونیکا باعث ہوئین - حضرت علیؑ کو سب لوگ دل سے دوست رکہتے ستہے اور وہ اسی قابل ستہے - اُس زمانہ مین بہی جبکہ شجاعان عرب شہرہ آفاق ستہے ضرغام آل ابوطالب اسد اللہ الغالب انکا لقب تہا اور اشجع عرب اُن کو کہتے ستہے - شجاعت حکمت ہمت عدالت سخاوت اور زہد و تقوی مین حضرت علیؑ کا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہی علاوہ اسکے وہ زوج بتولؑ یعنی بضعۃ الرسول حضرت فاطمہ کے شوہر تہے جو رسول اللہ کی اکلوتی اور پیاری بیٹی تہین - اور ابو الحسنینؑ ستہے جنکے عاشق زار خود اُن کے نانا رسول اللہؐ ستہے اور خود رسول اللہؐ نے اُن کو بجمیع اصحاب مین سردار جوانان بہشت فرمایا تہا"

اب مین ایک شہادت اور ایک ایسے نیٹو کرسچین عالم کی لکہتا ہون کہ جو پہلے مسلمان اور بڑے پکے سنی المذہب تہے اور مذہبی بحثون سے بڑی دلچسپی رکہتے تہے اور بالآخر تحقیق دین و مذہب کرتے کرتے عیسائی ہوگئے ہین - اُنکا نام مولوی صفدر علی صاحب ہی - یہ بزرگوار پہلے سنٹرل پراونسیز مین ڈپٹی انسپکٹر مدارس ستہے اور پہر ترقی پاتے پاتے عمدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری

[1] تنہا اولاد سے مراد یہ ہی کہ سوا حضرت فاطمہ کے اور کوئی اولاد پیغمبرؐ کے نہین تہی - مؤلف عفی عنہ

سے رٹایرڈ ہو گئے ہین اور اب مقام بلند آرا مین صحیح و سلامت تشریف رکھتے
ہین۔

صاحب ممدوح ہمارے ایک بزرگ قوم خان بہادر مولوی سید غلام حمید رضا صاحب
انریری مجسٹریٹ و رٹایرڈ سب جج رئیس جائس ضلع رائے بریلی کے بہت بڑے
دوست ہین اُن کو ایک خط کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ مخدومی
مکرمی۔ مجھسے آپ نے نسبت خلافت خلفا مین استفسار کیا ہو ہرچند بقول جناب
اب مجھے ان امور سے سروکار نہین رہا۔ مگر حسب الارشاد جس قدر اس وقت
فرصت پاتا ہون اور خود جانتا ہون بلا رو رعایت احدے مختصر عرض کرتا ہون
اس مین کچھہ شک نہین کہ علیؑ بن ابی طالب کے روبرو کسی دوسرے شخص کا
رتبہ نہ تہا کہ خلافت کا مستحق شمار کیا جاے اس بات مین اگر ہم دریافت اُن
روایات کی صحت اور اصلیت کی جانب ملتفت نہون جو اہل تشیع اثبات
خلافت بلا واسطہ علیؑ مین پیش کرتے ہین بلکہ اُنسے قطع نظر کرکے محض اُنہین احادیث
اور روایات کو بانصاف دیکھین جو صحاح ستہ یا دیگر کتب سیر مین اب تک باقی
ہین اور جو اہل تسنن کے نزدیک معتبر ہین وہی ہمارے اس دعوے کی
صداقت کے واسطے کافی شہادت دیتی ہین۔ اول وہ حدیث جو فضائل و
مناقب علیؑ صاحب مین محمد صاحب نے بکثرت بیان کین بمقامات و حالات
وازمنہ مختلفہ جنکا مطلب اور مدعا ایک بچہ بہی جان سکتا ہو کہ بلاشبہہ محمد صاحب
کا ارادہ تہا کہ سب صحابی خود بخود قدر اور مرتبہ علیؑ صاحب کا جان جائین اور
میری مرضی جان لین کہ بعد میرے وہی خلیفہ ہون بہلا کون شخص ہو جنکے حق
مین یہ کہا کہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی
بعدی جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم دونون مین بالاتفاق لکھا ہو وہ تو خلیفہ نہو

اور ابوبکر ہو میں جانتا ہوں کہ یہ حدیث اس باب میں اُتنی ہی کامل ہے کہ اگر محمد صاحب ایسا کہتے کہ میرے بعد علیؓ خلیفہ ہوں تو اُسکو بھی کچہہ مناسبت نہوتی باقی رہے یہ عذرات کہ ہارون تو موسی کے روبرو مر گئے تھے یہ محض بناوٹ کی بات ہی اور پردہ ڈالنا ہی حق پر۔

ایسا تو دنیا میں کوئی تشبیہ نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ ہر بات میں متحد اور موافق ہوں اگر کسی کے چہرہ کو کہیں کہ چاند سا ہی تو اُس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ ویسا ہی گول اُتنا ہی بڑا اور ویسا ہی کلف دار اور سب طرح بلکہ تشبیہ جس بات میں ہوتی ہی اُسی امر میں مناسبت دیکھی جاتی ہی سو اس حدیث میں صاف صاف تشبیہ نیابت کی ہی کہ جیسے موسی کے نائب اور قائم مقام ہارون تھے اُسی طرح علی صاحب محمد صاحب کے نائب ہوں گے اور پھر لفظ بعدی سے کتنا یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ بعد محمد صاحب کے علیؓ صاحب نائب ہونگے الا یہ کہ وہ نبی نہوں گے ورنہ سب طرح امر خلافت کے مستحق ہیں پھر اسکے سوا جو جو حدیثیں دربارہ یکتائی و یکجہتی منقول ہیں اُن سے بھی صاف صاف ظاہر ہی کہ گویا محمدؐ صاحب و علیؓ صاحب ایک روح دو قالب تھا ور کسی کو ایسا اتحاد اور محبت اور یگانگی نہ تھی۔ اور منظور ایسے امور کے بیان سے کیا تھا یہ کہ لوگ ارادہ اور منشا محمدؐ صاحب سے واقف ہو جائیں مگر کون سنتا تھا۔ دوم محمد صاحب کی وہ روایات جو حال مرض الموت میں مسطور ہیں۔ جبکہ ابوبکر کو نماز پڑہنے کو بلایا اُس سب حال کے پڑہنے سے بھی صاف صاف معلوم ہوتا ہی کہ بیشک محمد صاحب کا ارادہ علی صاحب کا نائب بنانا منظور تھا اور یہ بات لوگوں کو معلوم بھی تھی مگر اسکے ساتھہ یہ بھی ضرور دریافت ہوتا ہی کہ برعایت عائشہ صاحبہ اظہار الی الاعلان نہ کیا بلکہ ابوبکر کو امام

بنایا۔ اس سب حال سے یہ بہی دریافت ہوتا ہو کہ اُسوقت تک امر دائرہ ہی مین تہا کہ علی صاحب خلیفہ ہون یا ابو بکر۔

سوم معاملہ قرطاس سے بہی دریافت ہوتا ہو کہ گو محدثین سنے اس قصہ کو مختصر لکہا ہو اور چاہے اُس تحریر کو جو محمد صاحب کرنا چاہتے تہے اخراج یہود اور نصاری کا مدینہ سے مراد بتلاؤ مگر وہ کسی طور درست نہین ہو سکتی ہو کہ ایسی جزوی اور چہوٹی باتون کے واسطے تحریر ہو شرائع الاسلام اور احکام ضروری وغیرہ کے لیے تو ممانعت تحریر ہو اور ایسی جزوی باتون کے واسطے اس لفظ کے ساتہہ کہ کہین تم میرے بعد گمراہ نہو جاؤ حکم تحریر ہو اور پہر شور و شغب اور لوگون مین جہگڑا اور فساد اس تحریر کے واسطے ہوے اور پہر یہ کہ صحابی کہین کہ بیماری کا کرب زیادہ ہو اور ہذیان بکتا ہو اور یہ مرد تہوڑی دیر مین گذر جائیگا۔ ہرگز وہم مین بہی آسکتا ہو کہ مراد اُس تحریر سے ایسی چہوٹی باتین تہین بلکہ جب وہ تحریر ناموافق طبع عمر و خیر خواہان ابو بکر و سمجہے تہے جنہون سنے روکا۔ اور کلام نالائق اُس شخص کی نسبت کہا کہ جسکو وہ رسول جانتے تہے اور اُس سے پہلے بہی امر خلافت ہی کے باب مین گفتگو و اصرار و طنز و کنایہ ہوا ضرور وہی معاملہ خلافت علی صاحب کا تہا اور ضرور محمد صاحب کا ارادہ خلافت علی کا تہا اور عائشہ اور عمر وغیرہ بہت سے صحابی اس سے ناراض تہے۔ پہر بوقت محمد صاحب کے بعد کے حالات کے ملاحظہ سے بہی بخوبی تمام واضح ہو کہ ابو بکر اور عمر اور بہت سے صحابیون سنے جو کچہہ کہا اور کیا ہرگز ہرگز کوئی ایمان دار بلکہ بہلا مانس جو ظاہر داری ہی کا ہو ایسا نہ کریگا جو جو معاملات اور مشاجرات اور دنگا اور فساد ان لوگون

له حضرت ابو بکر کے امام بنانیکی حقیقت ہم پہلے بہت اچہی طرح ظاہر کر چکے ہین۔

نے بطمع دنیا کیے اُس سے کیا خیال کیا جاے کہ ہرگز ہرگز کبھی کوئی شخص جو محمد
صاحب کو نہین جانتا ہو ایسا نہین کر سکتا ہی مگر علی صاحب نے اسوقت بہت
کچہہ صبر کیا اور تحمل اور برداشت کی تو اس وجہ سے بہی وہ لائق خلافت تہے
نہ کہ یہ لوگ۔

چہارم اور صحابیون یعنی خلفا کے حالات اور علی صاحب کے حالات
کے ملاحظہ سے بہی جو محمد صاحب کے وقت یا اُن کے بعد ہوے عبادت
مین یا معاملات مین اُن سے بہی واضح ہی کہ اتقیا اور اتباع اسلام و فرمانبرداری
محمد صاحب کی ان امرون مین کسی صحابی کو رتبہ نہین ہی کہ علی صاحب کے
پاسنگ بہی شمار کیا جاے اور اگر سچ سچ طور پر دیکہو تو ان سب مین ایک
یہی انسان تہے سو اس وجہ سے بہی خلافت اُن کے شایان تہی۔

پنجم اگر اُن وجوہات کو دیکہین جو ابی طالب کے سلوک پرورش و حفاظت
و ہر گونہ خاطرداری اور محبت و رافت و خیرخواہی مین محمد صاحب کے ساتہ
بکثرت تمام ہوے اور پہر علی صاحب کی جانفشانی اور محبت اسکے علاوہ بہائی اور
پہر داماد رشید اسکے سوا فاطمہ صاحبہ کے حالات اور اُنکی نسبت جو کچہہ محمد
صاحب نے فرمایا جن کے یہ شوہر تہے۔ اسکے علاوہ حسنین کے باب مین
جو کچہہ فرمایا اور جیسا کہ ان سب باتون کے غور کرنے سے مدعا اور مطلب نکلتا
ہی اُن سب سے بہی بخوبی ظاہر ہوتا ہی کہ بلاریب علی صاحب مستحق خلافت
کے تہے اور کوئی نہین۔ باقی رہا اہل تسنن نے جو وجوہات خلافت بیان
کیے ہین وہ بالکل اَن سمجہوتی اور ایک طرفی معاملہ ہی تفصیل اُسکی اس جگہ
دشوار ہی مگر ان وجوہات کو ان سب وجوہات کے ساتہہ ملا کر دیکہنا اور غور
کرنا ضرور ہی۔ ہان البتہ دو بات ضرور قابل عرض ہین۔

اول یہ کہ انتظام سلطنت اور بندوبست اور جہاد و قتل غیر مذہبونکا جیسا دونوں اول خلیفوں نے کیا نہ عثمان صاحب سے ہوا نہ علی صاحب سے بلکہ علی صاحب کے وقت میں بہت کچھ بربادی اور تباہی ہوگئی اور امر خلافت ان سے نہ سنبھلا اگرچہ بعض مجازی حالات ایسے بھی ضرور تھے کہ امر خلافت اسوقت بہ نسبت خلفاے اول کے مشکل بھی تھا۔

دوم یہ کہ یہی ابوبکر اور عمر اور عثمان اور معاویہ عشرہ مبشرہ وغیرہ بہت سے صحابی تھے جنکے دلون کے حال اُن کی چال و چلن سے صاف ظاہر تھے خصوصًا بعد فوت ہونے محمد صاحب کے بخوبی تمام ظاہر ہوگئے کہ جو کوئی ذرا بھی غور سے دیکھے معلوم کریگا کہ یہ لوگ مطلق ایمان دار نہ تھے محض دنیا کا لالچ تھا ایسے ایسے کام کیے کہ اُنکا ذکر فضول ہی — والسلام

۷ جون ۱۸۶۵ء

جو شعر کہ سائل نے لکھا ہی اگر وہ ایک واقعہ تاریخی پر نظر کرتے تو کبھی اُس شعر کو حضرات خلفاے ثلاثہ پر منطبق نہ کرتے مگر حضرات اہلسنت نے یہ وتیرہ اختیار کر لیا ہی کہ جو امور مدح علی مرتضیٰ کے وارد ہوے ہین اُن کو وہ خلفاے ثلاثہ کے واسطے لینا چاہتے ہین۔

اصل واقعہ یہ ہی کہ ایک روز معاویہ کے پاس یزید اور عمرو عاص کہ جسکو ابن نابغہ بھی کہتے ہین بیٹھے ہوے تھے معاویہ کے روبرو کچھ مال رکھا ہوا تھا جو اُسی وقت بعض اطراف سے آیا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ اس وقت اگر تم یہان موجود نہوتے اور کوئی ہوتا تو مین اس مال کو خزانہ مین داخل کر دیتا لیکن تمہاری موجودگی مین اب مین اسے داخل نہ کرونگا بلکہ تم مین سے اُس کسی کو یہ سارا مال دیدونگا جو کوئی اسوقت

عمدہ شعر کہے۔ حضرت معاویہ کے ولیعہد حضرت یزید نے اور نیز عمرو عاص وزیر معاویہ نے کہا کہ پہلے حضور ہی کوئی شعر کہین اسپر معاویہ نے یہ شعر پڑہا۔

خیرا للبریۃ بعد احمد حیدرٌ	فالناس ارض والوصی سماءٗ

جسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ وہ بہترین خلقت بعد احمدؐ علی مرتضیٰؑ ہین۔ تمام لوگ بمنزلہ زمین کے ہین اور وہ بمنزلہ آسمان کے ؎

یہ شعر سنکر یزید نے اُسپر یہ شعر کہا۔

وملیحۃ شہدت لہا ضراتُہا	والحسن ما شہدت بہ ضرتُہا

جسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ بعض عورات حسینہ ایسی ہین کہ جن کے حسن کی اُن کی سوتین مُقر ہین۔ اور حسن وہی ہی کہ جسکی سوتین تعریف کرین ؎

یہ شعر سنکر ابن نابغہ وزیر نے وہ شعر فی البدیہہ کہا جسکو سائل نے فضائل خلفا سے منسوب کیا ہی۔

یروی مناقبہم لنا اعدائُہم	والفضلُ ما شہدت بہ الاعداءٗ

جسکا حاصل مطلب یہ ہی وہ روایت کرتے ہین مناقب (علی مرتضیٰؑ کے) ہمارے لیے اُن (علی مرتضیٰ) کے دشمن۔ اور فضل وہی ہی کہ درحقیقت جسکا دشمن بہی اقرار کرین ؎

یہ واقعہ بہی ایک اصول پر منجملہ درخواست سائل کے علی مرتضیٰؑ کی افضلیت اور کاملیت کے واسطے دلیل قطعی ہی بمقابلہ اُن لوگون کے جن کی طرفداری پر معزز سائل نے علی مرتضیٰؑ کی کاملیت اور افضلیت کو شیعون سے طلب کیا ہی۔

اسکے بعد معزز سائل نے آیات قرآنی سے خلفا کی منقبت ظاہر کرنیکا

قصد کیا ہی لہذا اُسکی حقیقت تو ہم مجلد آیندہ مین انشاء اللہ دکھائینگے۔

اس مقام پر چند وہ شرف اور فضائل ذات علی مرتضی مین حسب خواہش و استدعاے سائل تحریر کیے جاتے ہین کہ جو بجز ذات علی مرتضیٰ کے اُن کے غیر کی ذات مین نہ تہے اور جو اُن کی افضلیت کے لیے ایسی دلیلین ہین جو محض اُنکی ذات کے لیے محدود ہین۔ اور جن سے دلائل قطعی اُنکی کاملیت ایمان کے پیدا ہوتے ہین اور جو نتائج ایسے واقعات کے ہین جن سے انکار نہین ہوسکتا اور جن سے بعد پیغمبر علی کو جانشین پیغمبر قبول کرنا لازم آتا ہی جیسے کہ حضرت محمدؐ کو پیغمبر ماننا لازم آیا ہی۔

علی مرتضی کو خدا نے اپنے اُسی نور سے پیدا کیا کہ جس اپنے نور سے نبی کو پیدا کیا تہا۔ یعنی پیدائش پیغمبر اور علی مین قوت ملکوتیہ ایک ہی تہی۔

علی مرتضی کا اسم گرامی بہی پیغمبر خدا کے نام کے برابر ساق عرش پر رقم ہی۔

علی مرتضی کی ولادت خانہ کعبہ مین ہوئی۔ کیا خوب اس مضمون کو لطافت سے ایک اہل زبان نے نظم کیا ہی۔

مطلب انداز نشانے کعبہ خاص پیدا نہ تو بود	ورنہ شخص لا مکان را خانہ کی باشد در کار

قبل اسلام بہی خدمت کعبہ اُسی افضل شاخ قریش مین ہونیکی وجہ سے کہ جس مین نبی و علی تہے جو نبی کو کعبہ مین حق تہا وہی علیؑ کو۔

حضرت ابوطالب اور اُن کے آبا جو سردار اور مہتر قوم اور مہتمم خانہ کعبہ اور افضل شاخ قریش مین اور جانشین حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے تہے اُن کو خاص استحقاق کعبہ مین یہ تہا کہ ہر ایک حالت مین کعبہ مین ٹہرین اور رہین اور اُسی حق کی بنا پر کعبہ علی مرتضی کا مولد ہی۔ اس پیدائش مین حکمت خدا کا

یہ اشارہ ہی کہ یہی مولود بتون سے خانہ کعبہ کو پاک کریگا اور جو عمل مخالف توحید ہی اسکو یہی مولود نیست و نابود کریگا۔

جو حق حضرت ابو طالب کو کعبہ مین حاصل تھا اُسی حق کے قائم اور برقرار رکھنے کے سلیے اصول کے بموجب پیغمبر نے اپنے اہلبیت کا کہ جنکے سردار علی مرتضیٰ ستھے دروازہ مسجد نبوی مین کھلا رکھا۔

اُسی اپنے موروثی استحقاق کے بموجب مثل پیغمبر علی بھی ہر حالت بلکہ حالت جنب مین بھی کہ اُن کے سلیے وہ مسجد حیثیت گھر کی رکھتی تھی جانیکا حق رکھتے تھے اور جاتے تھے جہان عملاً مسئلہ توحید کا اظہار کیا جاتا تھا۔

علیؑ کو بچپن سے مثل اپنے فرزند کے پیغمبر نے اپنا لعاب دہن چُسا چُسا کر اُسی گھر مین پالا تھا کہ جس مین وہ خود پلے اور بڑھے تھے۔ اور اسی وجہ سے لحمک لحمی وہ مشادمی کے خلعت سے پیغمبر نے علی مرتضیٰ کو سرافراز کیا ہی جسکا یہ نتیجہ ہی کہ کوئی عمل مخالف اخلاق و شرع علیؑ سے سرزد نہین ہو سکتا جیسے پیغمبر سے۔

علیؑ کی تعلیم و تربیت ہر قسم کی پیغمبر نے اپنے علم خداداد سے فرمائی ہی۔ علیؑ مرتضیٰ کے رگ و ریشہ مین تربیت و تعلیم نبی کے ذریعہ سے وہی چیز پہونچی تھی کہ جو نبی کے دل و دماغ مین قدرت الٰہی نے ودیعت فرمائی تھی علی مرتضیٰ مکلف ہونے کے وقت سے پہلے اُسی دین پر تھے کہ جس دین پر خود پیغمبر تھے۔

جیسے انبیا اور اوصیا کی اولاد قبل بلوغ تابع دین انبیا اور اوصیا کے ہوتی ہی اور بعد بلوغ جب تک کہ وہ تازہ امور ظاہر نہ کرین تب تک وہ تابع دین آبائی ہی کے سمجھے جاتے ہین ایسے ہی علیؑ مرتضیٰ بچپن سے تابع طریقہ محمدی رہے

اور وقت مکلف ہونے کے اُنہوں نے اُسی دین محمدی کو قبول کیا۔

علی مرتضیٰؑ نے کیا بزمانہ غیر مکلف ہونے کے اور کیا بزمانہ مکلف ہونے کے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا جسکی وجہ سے اُن کو ذیعلم سائل کے بیان کرم اللہ وجہہ کی دعا سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں اُن کے بقدر چشم زدن بھی کفر اختیار نہ کرنے کے۔ اور اسی بنا پر جیسا کہ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اگر ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے ترازو کے ایک پلہ میں رکھے جائیں اور علی کا ایمان دوسرے پلہ میں تو بھی ایمان علیؑ کا پلہ ہی وزنی ہوگا۔ (اخطب فصل ۱۳)

وہ علیؑ ہی ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے طریقہ دین محمدیؐ پر پیغمبرؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ (خصائص نسائی)

نبی کی خاص تربیت ہونے کی وجہ سے علی مرتضیٰؑ کی فصاحت و بلاغت میں ویسا ہی معجزہ ہے کہ جیسا قرآن کی فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے یعنی جیسے قرآن کے مثل فصاحت و بلاغت میں کوئی ایک ٹکڑا نہیں لاسکتا اُسی طرح علی مرتضیٰؑ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کے مثل کوئی کلام نہیں لاسکتا اور نہیں لاسکا [1] اور منصفین علمائے اہلسنت نے بھی اُن کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو کلام مخلوق سے زیادہ اور کلام خالق سے کم تسلیم کیا ہے

[1] علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کہ جنکی توثیق شدومد سے علمائے اہلسنت نے فرمائی ہے اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب میں باسناد تحریر فرماتے ہیں کہ علی مرتضیٰؑ کے پوتے امام زین العابدینؑ کے صحیفہ کاملہ کا بصرہ کی ایک بلیغ کے سامنے ذکر ہوا اُسنے کہا کہ ایسا ہی مجھسے اخذ کرو در میں لکھتا ہوں لکھو یہ کہکر قلم اُسنے ہاتھ میں لیا اور سر جھکایا مگر ایک حرف بھی نہ لکھ سکا اور نوبت سر اُٹھانے کی نہ آئی کہ اُسی میں مر گیا۔

علی مرتضیٰ کی فصاحت اور بلاغت دلالت کرتی ہی کہ انسے بہتر کوئی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا اور یہی معنی ہیں کہ مصحف ربانی قرآن صامت ہی اور علی مرتضیٰ قرآن ناطق۔

علیؑ ہی شہر علوم نبی کا دروازہ ہی۔

کیا بجز علی مرتضیٰ اور دیگر اہلبیت کے بنظر اُسی اپنی خاص تعلیم و تربیت اور کامل الایمانی کے پیغمبر نے کسی اور کو بھی اپنا علم نبوت کا [1] لینے والا۔ اور اپنے اسرار کا خازن۔ اور سرداران اہل زمین[2]۔ صدق و راستی کی کان۔ حق کی طرف دعوت کرنے ولے۔ راستی کی خبر دینے والے۔ کبھی شک نہ کرنے والے [3] کبھی نہیں ریب عارض ہونے والا۔ کبھی راہ حق سے قدم پیچھے نہ ہٹانے والے۔ اور کبھی خدا کے عہد کو نہ توڑنے والے [4]۔ کتاب و سنت کو امت میں زندہ رکھنے ولے۔ اور الحاد و بدعت سے بچانیوالے اور حق کے ذریعہ سے اہل باطل کو پست کرنے والے۔ کسی جاہل کی طرف میلان نہ کرنیوالے۔ لوگون کو بتایا ہی [5]۔ اور یہی اسوہ اور اوصاف ذات علیؑ سے ظاہر ہوے۔

آیا بجز علی مرتضیٰ کے کوئی ایسا اور بھی اعلم مقدس ہی کہ جسکے چہرہ مبارک وانور کو دیکھنا داخل عبادت ہو [6] کہ اُنکا ہر عمل دلالت کرنے والا طرف توحید کے اور اُسکا مستحکم کرنے والا تھا۔

---

[1] یہ ارشاد نبوی ذیعلم سائل غور کے پڑہین ہی۔ [2] حضرت عمر کو نبوت پر جو شک ہوا تھا اُسکی طرف اشارہ ہی۔ [3] بعد بیعت جو لوگ بیعت توڑ کر اور پیغمبر کو چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار کر جاتے تھے اُن کی طرف اشارہ ہی۔ [4] کتاب توضیح الدلائل۔ [5] دیکھو مستدرک۔

علیؑ جامع اُس قرآن کے ہین جو بترتیب نزول مع تفسیر اور توضیحات بتائی ہوئی پیغمبرؐ کے لکھ لیتے تھے اور پیغمبرؐ کو سنا دیتے تھے اور اُسکو جمع کر کے خلافت اولی مین پیش کیا تھا اور جو نہ لیا گیا اور جس کی نسبت ابن سیرین جیسے عالم بزرگ علماے تابعین اہلسنت کی یہ رائے ہے کہ وہی مفید ہوتا اور اُس سے علم حاصل ہوتا۔ اور یہی وہ ثقل اکبر ہے کہ جو ثقل اصغر کے ساتھ حوض کوثر پر پیغمبرؐ سے ملاقات کریگا۔ اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ نے اُن سے منکرون کو ٹھیک تاویل قرآن کی بنا پر بطور پیشین گوئی ظاہر فرمایا ہے۔

کیا علی مرتضیٰؑ کے سوا کسی اور کو یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے جسکے سینہ پر پیغمبرؐ نے ہاتھ پھیر کر یہ ارشاد کیا ہو کہ خدا ہدایت اور ارشاد خلق تیرے ہاتھ سے چلائیگا۔ تیری زبان پر ہمیشہ کلمۂ حق جاری رہیگا۔ اور بعد میرے تو ہی افضل ہے۔ اور اسی بنا پر علی مرتضیٰ ہی مین وہ قابلیت تسلیم کی گئی ہے کہ وہ اہل توریت کا بروے توریت اہل انجیل کا بروے انجیل اہل زبور کا بروے زبور اہل فرقان کا بروے فرقان فیصلہ فرما سکتے ہین۔ اور واقعات مین اُسکے نظائر موجود ہین۔

کیا علی مرتضیٰؑ کے اُس علم سے مقابلہ کرنیکا کوئی دعوے کر سکتا ہے کہ جسکی روسے اُس بزرگوار نے بنظر اُس اعلی تعلیم پیغمبرؐ کے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر سب پردے اوٹھ جائین تو بھی جو مجھے باطنی علم و یقین (بہ نسبت وجود باریتعالیٰ) اب ہے وہ کچھ بھی اُن تمام پردون کے اوٹھ جانے سے بڑھ نہین سکتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پوچھ مجھسے اُس چیز کو جو زیر عرش ہے تحقیق کہ میرے قلب مین ہے علم کثیر۔ اس وجہ سے کہ جو سا ہے مین نے لعاب رسول سیر ہو ہو کر یا چوس چوس کر۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قسم خدا کی نہین نازل ہوئی کوئی آیت مگر تحقیق کہ

جانا مین سے کس چیز کی بابت اور کب اور کس جگہ وہ نازل ہوئی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پوچھو مجھسے کتاب اللہ مین سے نہین ہی کوئی آیت مگر یہ کہ جانتا ہون مین کہ وہ رات مین نازل ہوئی یا دن مین زمین ہموار پر کہ پہاڑ پر (عاصمی زین الفتی و تفسیر در منثور سیوطی تحت تفسیر آیۂ قل کفی باللہ الخ) اور ایسا عالم ہونا آپکا اُن واقعات سے ثابت ہوتا ہی جن جن موقعون پر آپکا وہ علم ظاہر ہوا ہی۔

علیؑ ہی منجملہ اُن خاص خدا کے بندون کے ہین جنکو پیغمبرؐ نے اپنی عبا مین لیکر خدا سے اُن کے پاک و پاکیزہ کر دینے کی دعا مانگی تہی اور جنکے عمل خلاف شرع سے بربنائے دعائے پیغمبرؐ پاک و پاکیزہ ہونے پر قرآن ناطق مُہر کرتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ کبہی اُن سے کسی امر مین خطا نہین ہوئی اور اُنکا ہر فعل خطا سے منزہ سمجھنا چاہیے جیسے پیغمبرؐ کا۔

صلحنامہ حدیبیہ خود پیغمبرؐ کو اپنے ہاتہہ سے لکہنا یا اُسپر خود دستخط کرنا چاہیے تہا بجائے پیغمبرؐ کے علیؑ نے وہ صلحنامہ اپنے ہاتہہ سے لکہا اور پیغمبرؐ کے دستخط اپنے ہاتہہ سے کیے۔ فعل پیغمبرؐ کی تکمیل علیؑ کے فعل سے ہوئی۔

کیا بجز علی مرتضیٰؑ کوئی اور بہی مثل باب حطہ کے ہی۔ بعد پیغمبرؐ ہدایت و نجات کا وہی مرجع ہی اور واقعات نے ایسا ہی اُسکو دکہایا۔

وہ علیؑ ہی ہی کہ جسنے بوقت دعوت قریش سب سے پہلے حمایت پیغمبرؐ کا اقرار کیا اور جسے پیغمبرؐ نے اپنا بہائی اور خلیفہ اور وصی اور وزیر فرمایا۔ اور جیسے پیغمبرؐ نے اظہار رسالت اپنی کا منجانب اللہ کیا ویسے ہی علیؑ نے اُسی وقت پیغمبرؐ کی نصرت پر آمادگی ظاہر کی کہ جو کار امامت و ولایت ہی۔ اور جسوقت پیغمبرؐ نے اپنا مبعوث ہونا ظاہر کیا اُسی وقت علیؑ نے کہڑے ہوکر وہ امر ظاہر کیا جو امام اور ولی کو ظاہر کرنا لازم ہوتا ہی۔

شعب ابیطالب میں جبکہ پیغمبر تشریف رکھتے تھے پیغمبر کی حمایت کا بقاء
اُن غیر لوگوں کے جو اُسوقت تک مسلمان ہو چکے تھے علی مرتضیٰ ہی فخر رکھنے
والے ہیں۔

وہ علی مرتضیٰ ہی ہیں کہ جنکو پیغمبر نے شب ہجرت اپنی ردائے خاص اُڑھائی
اور اُن کو اپنے فرش خواب پر سُلا کر اور لوگوں کو اُن کی نسبت خاص نفس پیغمبر کے
بستر پر موجود ہونے کا یقین دلا کر ہجرت فرمائی جو عملی استخلاف ہی۔

علیؑ ہی وہ حقیقی جان نثار پیغمبر ہیں کہ جنہوں نے بجائے پیغمبر قتل ہونے
کے لیے بستر پیغمبر پر آرام فرما کر اور بلا حزن وخوف رہکر اسلام اور بانی اسلام دونوں
کی ہر حیثیت سے سچائی ظاہر کردی۔

علی مرتضیٰ ہی وہ بزرگوار ہیں کہ جو خدا اور رسول کی خوشنودی میں بستر پیغمبر پر
بجائے پیغمبر قتل ہونے کے لیے ایسے نازک وقت میں جبکہ مکہ میں کفار قریش
کی سخت یورش تھی باطمینان تمام لیٹے رہے۔

وہ علیؑ ہی ہیں کہ جنہوں نے بستر خواب پیغمبر پر آرام فرما کر پیغمبر کو قتل ہوجانے
سے بچایا۔ اگر کچھہ بھی اُنسے اس خطرناک موقع پر کہ کفار تیر اور پتھر پھینک رہے
تھے مثل اُن کے غیروں کے جیسا کہ اُن غیروں کا بخوف کفار دیگر موقعوں پر اضطراب
وفرار ظاہر ہوا ہی کہ جنکی روک تھام پیغمبر نے اُس موقع پر موجود ہونے کی وجہ سے
خود فرمائی تھی اور اسی وجہ سے کوئی نتیجہ بد ظاہر نہیں ہوا۔ حزن وبیقراری ظاہر ہوتی
تو ضرور پیغمبر بدست کفار گرفتار ہو جاتے اور جو کچھہ اُن کے سینہ میں تھا وہ بھی
برباد جاتا اور بنظر اس اعلیٰ خدمت کے علی مرتضیٰ کی نسبت یہ فضیلت قبول
کی جاتی ہی کہ اگر وہ نہوتے تو دین اسلام ہی ہلاک ہو جاتا۔

علی مرتضیٰ پر تمام شب کفار کا تیر اور پتھر پھینکتے رہنا اور اُنکا بلا خوف وحزن

شب بھر بستر پیغمبرؐ پر باطمینان رہنا بدین کم سنی اور نیز ایسی حالت مین کہ کوئی ممد و معاون اُنکا یا کسی حیثیت کا بہی کوئی مسلمان اُس وقت اُن کے پاس موجود نہ تہا علی مرتضیٰؑ کی اکمل الایمانی کے لیے ایک ایسی اعلیٰ شہادت ہی کہ جس کے مثل و مانند کوئی اُنکا غیر اپنی کامل الایمانی کے لیے شہادت پیش نہین کر سکتا اور اس موقع پر جس امر عظیم پر وہ مامور کیے گئے اُسکا بلا خطا انجام دینا کاملیت ایمان کی وجہ سے ہی۔

علی مرتضیٰؑ کا قتل ہو جانے کے لیے بستر پیغمبرؐ پر خوشی سے بلا پس و پیش لیٹا رہنا گو اُنکا قتل واقع نہوا لیکن زندگی مین رتبہ ثواب شہادت حاصل کر لینا ہی کیا قدام کسی فعل کا برابر ارتکاب فعل کے ہوتا ہی۔ اور یہ ایسا وصف ہی کہ جو کسی نے بجز اُن کے حاصل نہین کیا۔

ایک درجہ شہادت کا تو وہ ہی کہ جو مسلمان جنگ مین بمقابلہ کفار قتل ہو جاے لیکن اس سے بہی بالاتر وہ درجہ شہادت کا فضیلت رکہنے والا ہی جو کوئی بدلے نفس بانی اسلام کے بہ نیت حقیقی اپنا قتل ہو جانا بخوشی گوارا کرے گو قتل واقع ہو یا نہو اور اسی درجہ شہادت کے اجر کو زندگی مین علی مرتضیٰؑ نے حاصل کیا ہی کہ جس وجہ سے گویا وہ ذوالشہادتین ہین۔

علی مرتضیٰؑ نے شب ہجرت پیغمبرؐ اپنے فعل سے بطفیل پیغمبر حضرت ابوبکر کی بہی جان بچا کر اُنپر احسان کیا تہا جسے اُنہین بہولنا نہین چاہیے تہا۔ اگر علی مرتضیٰ سے افشاے راز ہو جاتا تو پیغمبرؐ کے ساتہہ حضرت ابوبکرؓ بہی گرفتار اور قتل ہو جاتے۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کے اس وصف پر کہ بدلے نفس پیغمبرؐ کے اُنکے بستر پر قتل ہونیکے لیے شام سے صبح تک لیٹے رہے اور کسی طرح کا حزن و اضطراب

اُنسے ظاہر نہین ہوا خدا نے ہی سباہات کی ہی[1]

اوصاف خاص علیؑ کا موازنہ پیغمبرؐ کا وہ فعل ہی کر سکتا ہی جو اُنہون نے بجز علیؑ کے اپنا صیغۂ اخوت اور کسی کے ساتھہ نہین پڑہا اور اُنہین کو دنیا و آخرت مین اپنا بہائی ظاہر فرمایا جس سے ثابت ہی کہ وہ تمام اوصاف فضلیت مین مشابہ و نظیر آنحضرتؐ کے تہے جس سے بڑہکر کوئی مرتبہ نہین ہو سکتا۔

فاطمۂ زہراؑ کے ساتھہ جو اپنے والد کی اکیلی ہی بیٹی اور اسوجہ سے نہایت ہی اُنکو پیاری تہین جب بزرگ صحابہ نے اپنی اپنی شادی کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے سب سے انکار کر دیا وہ جانتے تہے کہ جبتک اُسکے زوج ہونیکی قابلیت ہی ان کسی مین نہین ہی اُسکی شادی اُسی سے کے ساتھہ زیبندہ ہو سکتی ہی کہ جو ہر حیثیت سے اُسکا مثل و نظیر ہو چنانچہ خدا نے ہی اپنی محبوبۂ خاص کا شوہر اُسی کو بنایا کہ جو اُسکے بندون مین بعد نبیؐ اُسکو محبوب تر تہا۔ اس مقام پر اُن متعلقات خاصۂ تزویج کو فراموش نہین کرنا چاہیے جنکا ذکر بدرجۂ تواتر بالاتفاق کتب اسلام مین موجود ہی۔

یہ علیؑ ہی کے صلب کو فخر حاصل ہی کہ جس سے نسل محمدیؐ کا وجود قیامت تک روے زمین پر باقی رہے گا[2]

حسنین علیہما السلام اولاد علیؑ ہی فرزندان رسولؐ اور سرداران جوانان بہشت ہین۔

یہ وصف علیؑ ہی مین تہا کہ وہ کارزار کے میدانون مین اُسوقت جبکہ

---

[1] دیکہو مطالب السئول مصنفہ امام ابو طلحہ شافعی و خمیس دیاربکری و معارج النبوۃ الخ

[2] الصفا و تفسیر کبیر و دیگر تفاسیر ذیل تفسیر آیت و من الناس من یشری الخ۔ و مواہب جلد تیسرہ صـ ۵۲ اخطب خوارزم۔

لوگ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے پیغمبرؐ سے دشمنون کو دفع کرتے تھے اور انکے
حملون کو روک کر اُن کے حوصلون کو پست کرتے تھے اور انکی جماعت کو پراگندہ
کر کے فتح حاصل کرتے تھے اور ایسے ہی کٹھن اور مشکل اوقات مین انکی یہ مجاہدت
اسلام مسلمانون کی جان بچالیتی تھی اور اسی وجہ سے انکا لقب مشکل کشا ہو گیا
ہی۔

یہ ہمت بوجہ کامل الایمانی علیؑ ہی کی تھی کہ جنہون نے خندق مین کہ جو موقع
جنگ مین ایک سخت تر روز پیغمبرؐ پر تھا[1] اُس عمرو بن عبدود کو کہ جو تمام کفر
تھا قتل کر کے فتح حاصل کی کہ جسکی ہیبت سے مقابلہ مین حضرت عمر مسلمانونکو
کانهم علی رؤسہم الطیر کا مصداق بتا چکے تھے۔

اور اس عملی کار رسالت یعنی توحید کے عملاً قائم کرنے کے صلہ مین انکی اس
عملی کارروائی کو پیغمبرؐ نے اپنی تمام امت کے اعمال سے جو قیامت تک وہ
کرنیوالے ہونگے افضل فرمایا ہی اور بے شک جو عمل کہ اصل توحید کے قائم کرنے
کے لیے کیا جاسے اُسکے ہم پلہ دیگر اعمال جو فروع ہین نہین ہو سکتے ہی اور جیسے
پیغمبرؐ نے اس عمل علی مرتضیؑ کو افضل من اعمال امتی الی یوم القیمۃ فرمایا[2]
ہی ویسے ہی خدا نے آیۂ[3] وکفی اللہ المومنین القتال (بعلی بن ابیطالب)
وکان اللہ عزیزا حکیما[4] کو بطور سند اس عمل کے انکی شان مین اس واقعہ
کے متعلق نازل کیا ہی۔

یہ صفت علیؑ ہی کی تھی کہ قلعۂ خیبر کو بغیر فتح کیے مثل دیگر بزرگ صحابہ جو بڑے
عزم کے ساتھ متواتر علم لے لے کر گئے تھے پیغمبرؐ کے پاس بغیر فتح لوٹ کر نہین
آئے بلکہ اس عمل سے حدیث خیبر کے انجام و نتیجہ کی سچائی ظاہر ہو گئی جس انجام

---

[1] خمیس دیاربکری [2] حیوۃ الحیوان دمیری [3] روض الالف و نزل الابرار و انسان العیون
و مستدرک علی الصحیحین و روضۃ الاحباب و مناقب اخطب خوارزم وغیرہ۔
[4] معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و تفسیر در منثور تحت آیۂ مذکور۔

ونتیجہ کی حضرت عمر کو ایسی خواہش تھی کہ پھر ویسی خواہش اُنکو کبھی نہیں ہوئی۔ جیسا کہ خود اُنھوں نے اقرار کیا ہے [1]

علی مرتضیٰ کے سب میں اولی ہونے کے لیے یہ واقعات کیا کم ہیں کہ جب وہ خیبر کے قلعہ سنگین کو فتح کرکے آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے ہیں تو پیغمبرؐ نے خیمہ سے نکل کر اُنکا استقبال کیا۔ گلے سے لگایا۔ آنکھوں پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمہاری سعی مشکور سے میں خوش ہوں خدا خوش ہے اور جبرئیل اور میکائیل و تمام فرشتگان خدا خوش ہیں [2]

وہ علی مرتضیٰ ہی ہیں کہ جن سے پیغمبرؐ نے جب وہ قلعہ خیبر کو فتح کرکے واپس آئے فرمایا کہ یا علی اگر تمہارے بارہ میں میری امت کے لوگ وہ باتیں کرنے لگتے جو نصاریٰ ابن مریمؑ کی نسبت کرتے ہیں تو میں آج تمہاری شان میں ایک وہ بات کہتا کہ تم جدھر سے مسلمانوں کی طرف ہو کر نکلتے لوگ تمہارے زیر قدم کی مٹی تک نچھوڑتے اور بچے ہوئے آب طہارت سے شفا کلی حاصل کرتے تاہم اتنا کافی ہے کہ تم مجھسے ہو میں تمسے ہوں۔ تم میرے وارث ہو میں تمہارا وارث ہوں۔ تم میرے وہی ہو جو ہارون موسیٰ کے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہوگا۔ تم میرا قرض ادا کروگے۔ تم میری سنت پر جہاد کروگے۔ تم روز آخرت سب میں مجھسے قریب ہوگے۔ تم حوض کوثر پر سب سے اول میرے پاس پہونچوگے۔ تم وہاں بھی میرے خلیفہ ہوگے۔ منافقوں کو وہاں سے دور کروگے۔ تم تمام امت سے پہلے جنت میں جاؤگے۔ تمہارے دوستوں کو نور کے منبر اونپر جگہہ ملےگی۔ وہ سیر و سیراب ہونگے اُن کے چہرے نورانی ہونگے۔ وہ سب میرے گرد ہونگے [3]

[1] مدارج النبوۃ و کنز العمال و خصائص نسائی و طبری صفحہ ۱۵۷۹۔
[2] معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۱۶

شفاعت کرونگا - وہ جنت مین میرے ہمسایہ مین رہین گے - اور تمہارے دشمن پیاسے ہون گے - چہرے اُن کے کالے اور قبیح ہون گے - آتشین تازیانون سے پیٹے جائین گے - تمہاری لڑائی میری لڑائی ہی - تمہاری صلح میری صلح ہی - تمہارا راز میرا راز ہی - تمہارا اعلان میرا اعلان ہی - تم میرے شہر علم کے دروازہ ہو - تمہاری اولاد میری اولاد ہی - تمہارا گوشت میرا گوشت ہی - تمہارا خون میرا خون ہی - حق تمہارے ساتھہ ہی - حق تمہاری زبان پر ہی - حق تمہارے دل مین ہی - حق تمہاری آنکھون مین ہی - اور ایمان تمہاری ہر رگ و پے مین اسی طرح مخلوط ہی جیسے کہ میری رگ و پے مین - اے علیؑ مین تمکو بشارت دیتا ہون کہ تم اور تمہاری عترت جنتی ہین اور تمہارا دشمن دوزخی ہی اور کبھی وہ حوض کوثر تک نہین پہونچ سکتا اور کوئی دوست تمہارا حوض کوثر سے محروم نہین رہ سکتا - (ینابیع المودۃ و مناقب اخطب خوارزم و دیباچہ فواتح میبذی و ابن مغازلی کتاب مناقب و وسیلۃ المتعبدین و کفایات)

آیا کوئی ایسا ہی جسکی ماتحتی مین پیغمبرؐ نے کسی سریہ مین علی مرتضیؑ کو بھیجا ہو اور علیؑ کو اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہو ؟ - ہرگز نہین بلکہ وہ علیؑ ہی ہی کہ جسکی ماتحتی مین تمام بزرگ صحابہ سرایا مین جاتے تہے اور اُسکی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تہے -

یہ علیؑ ہی مین صفت تہی کہ بغیر فتح جنگ کبھی لوٹ کر نہین آے اور نہ کبھی کسی جگہ سے مُنہہ پھیرا اور نہ فرار کیا چنانچہ بعد فتح اُحد جب پیغمبرؐ نے اُنسے یہ پوچھا کہ تمنے فرار یونکا کیون نہین ساتہہ دیا تو عرض کیا آیا کافر ہوجاؤن نہین بعد ایمان لانے کے تحقیق کہ مجھے آپسے پیروی ہی - (مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ و روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا)

جبکہ ایک گروہ قریش نے بعد تحریر صلحنامۂ حدیبیہ پیغمبرؐ سے اپنے بعض غلامونکو واپس مانگا جنکی سفارش بعض بزرگ صحابہ نے بہی فرمائی تہی تو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نفسانیتو

سے باز آؤ ورنہ ایسے شخص کو تم پر مقرر کرونگا جو تمہاری کجی کو سیدھا کر دیگا" یہاں غور کرنا چاہیے کہ جب چند صحابہ نے اس کنایہ کو اپنے حق میں ظاہر کیا تو پیغمبرؐ سے کیا جواب پایا اور پیغمبرؐ نے اپنے ارشاد کی مراد میں کس کو ظاہر کیا اور پیغمبرؐ کا مقصود اصلی بمقابلہ اُن صحابہ کے کس کے حق میں ثابت ہوا ــ بابی انت وامی ــ وہ پیغمبرؐ کا قوت بازو اور اسلام کا سچا ہمدرد علی بن ابیطالبؑ ہی تھا جو پیغمبرؐ کی اُسوقت نعلین درست فرمارہا تھا۔

اُس پانچ تن کی جماعت میں نفس رسولؐ کون تھا جو نصارائے نجران سے مباہلہ کے لیے گئے تھے ــ؟

کیا اُن چاروں اصحاب (ابوذر غفاری ــ مقداد بن اسود ــ سلمان فارسی ــ علی بن ابیطالبؑ) میں کہ جنکی دوستی رکھنے کا پیغمبرؐ کو خدا نے حکم دیا ہی علی مرتضیٰؑ فرد اکمل نہیں ہیں؟ ــ لیکن افسوس ہی کہ خلفائے ثلاثہ کے اسمائے گرامی اس فہرست میں نہیں ہیں ــ (اخطب خوارزم وصواعق محرقہ صفحہ ۷۰)

کیا سوا علی مرتضیٰؑ کے بقسم شرعی پیغمبرؐ نے کسی اور کی نسبت یہ فرمایا ہی کہ وہ راہ خدا و حق خدا میں مضبوط ہی؟ ــ (حاکم)

یہ علیؑ ہی میں وصف تھا کہ جسکا حصہ حاضر و غائب سب میں برابر لگایا جاتا تھا۔

وہ علیؑ ہی ہیں کہ جنہوں نے تمام امور تبلیغ رسالت پیغمبرؐ کو اپنے عمل سے جاری کیا اور صرف اپنے عمل سے اُنکو جاری ہی نہیں کیا بلکہ بحکم خدا و رسول بعض امور تبلیغ رسالت کو مثل پیغمبرؐ مخلوق پر پہونچایا ہی جیسے احکام سورہ برائت کو کفار مکہ پر پڑھنا یا اہل یمن کو بلا کسی جنگ کے اپنی فصیح و بلیغ وعظوں سے بلا اکراہ و اجبار برضا و رغبت دلی مسلمان کرنا۔

علیؑ ہی نے اجرائے مسئلہ توحید کے عمل کے وقت بید ھڑک اور بے جھجک بت شکنی کی پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰؑ ہی کو اپنے کاندھے پر چڑھا کر اُنکے ہاتھ سے بام کعبہ کے بتوں کو تڑوایا ہی

طائف کی بت شکنی کا عمل بھی علی مرتضیٰؑ ہی کے ہاتھ سے جاری ہوا ہے۔

جس وقت علی مرتضیٰ کا مقام دوش پیغمبرؐ پر تھا اور وہ اصنام کو توڑ کر پاک و صاف کر رہے تھے تو پیغمبرؐ نے اُن سے اُنکی حالت کو پوچھا علی مرتضیٰؑ نے عرض کیا کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام پردہ ہائے حجاب منکشف ہو گئے ہیں اور گویا میرا سر ساق عرش تک پہنچا ہوا ہے اور جس طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں وہ چیز میرے ہاتھ میں آجاتی ہے اُس پر رسولؐ نے فرمایا کہ خوشا حال تمہارا اور میرا کہ تم کار حق کر رہے ہو اور میں بار حق اوٹھائے ہوئے ہوں

(روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق دہلوی)

جب علی مرتضیٰؑ بتوں کو بام کعبہ سے گرا کر توڑ چلے تو دوش مبارک پیغمبرؐ سے کود پڑے اور تبسم فرمایا جب آنحضرتؐ نے سبب تبسم دریافت کیا تو عرض کیا کہ میں اسقدر بلندی سے کودا لیکن کچھ صدمہ نہیں پہونچا آنحضرتؐ نے یہ سنکر فرمایا کہ کیا اُس شخص کو کچھ الم پہونچ سکتا تھا کہ جسکا اوٹھانیوالا امین ہوں اور اوتارنیوالا جبرئیلؑ ہو۔

(مدارج النبوۃ)

بت شکنی میں علی مرتضیٰؑ ہی نمونہ اپنے دادا ابراہیمؑ کے ہیں۔ بیشک بت شکنی اُس کسی سے نہیں ہو سکتی تھی کہ جسنے بتوں کو سجدہ کیا ہو اُسی کسی سے ہو سکتی تھی جو بتوں کی طرف کبھی جھکا نہو اور یہ علی ولیّ کاملیت ایمان کی ہے۔

یہ صفت علیؑ ہی میں تھی کہ ازواج رسولؐ کو شرف زوجیت رسولؐ سے رد کر دینے کا اختیار رکھتے تھے (روضۃ الاحباب و تاریخ اعثم کوفی)

کوئی خدائی خدائی میں بجز علیؑ سب سے زیادہ تر خدا کی محبوبیت کا فخر رکھنے والا ہے کہ جسے خدا نے نبی کی دعا پر نبی کا شریک تناول طعام طیر میں کیا ہو۔

پیغمبرؐ خاص طور پر علیؑ کو دوست رکھتے تھے اور دیگر صحابہ پیغمبرؐ کو۔ اسکا فرق سمجھنا چاہیے جسقدر ان دونوں امر میں فرق ہے اُسیقدر علیؑ اور غیر علیؑ کے درجہ

ایمان اور بوجہ اُسکے استحقاق خلافت مین ۔

علی مرتضی اُن بزرگوار ونمین شامل ہین کہ جنکی مودت ہی بحکم خدا اجرت رسالت پیغمبر نے قرار دی ہی

وہ علیؑ ہی ہی جسکو پیغمبر نے سردار عرب فرمایا ہی ۔ (حاکم وبیہقی وعمدۃ المناقب)

آیا بجز علی مرتضیؑ ایسا کوئی اور بہی ہی کہ جسکی نسبت پیغمبر نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ وہ آدم علم مین ہی نوح فہم مین ہی اور ابراہیم حکمت مین ہی یا یہ فرمایا کہ آدم علم مین ہی نوح غم وہم مین ہی ابراہیم خلق مین ہی موسی مناجات مین ہی عیسی براہ ہدایت مین ہی اور مثل میرا میری سیرت وحلم مین ہی جسے سنکر حضرت ابو بکر نے اوگا تعجب کیا ہو لیکن آخر کار علی مرتضیؑ کے ان فضائل پر مبارکباد دیکر یہ اقرار کیا ہو کہ یا ابوالحسن آپکا مثل ونظیر کب ممکن ہی اور یہ امور سیرت علیؑ کے واقعات سے ظاہر ہو گئے ہین ۔ (مناقب اخطب خوارزم ومعجم الادبا یاقوت حموینی)

یہ شان وصفت علیؑ ہی مین تہی کہ جنہون نے حالت نماز مین سائل کے حاجت روائی کر کے خدا سے یہ نص انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الخ کا معزز لقب حاصل کیا ۔

یہ علیؑ ہی مین انسانی ہمدردی کا کامل طور سے وصف تہا کہ اپنا اور اپنی بی بی اور بچونکا گرسنہ رہنا پسند کرتے تہے اور مسکین ویتیم واسیر کو سیر وسیراب فرماتے تہے اور اپنے اس عمل سے اُنہون نے خدا کو اپنا ثناخوان بنایا اور فرمان بشارت نشان ہل اتی کا پایا جو آجتک قرآن موجود مین موجود ہی اور تاقیامت پڑہا جائیگا ۔

علی مرتضیؑ مین وصف کرم کے غور کے واسطے کافی ہی یہ امر کہ جب عمرو بن عبدوُد کو وہ قتل کر چکے تو مقتول کی زرہ وجامہ کو جو قیمتی تہی اُسکے جسم سے نہین اوتارا حالانکہ اُس زمانہ مین دستور تہا کہ قاتل مقتول کا لباس اوتار لیتے تہے اور برہنہ کر دیتے تہے

چنانچہ جب مقتول کی بہن بہائی کی لاش پر آئی اور اُسنے مقتول کے جسم پر اُسکا لباس
و زرہ پایا تو کہنے لگی کہ بیشک تیرا قاتل کفو کریم تہا اگر ایسا نہوتا تو مین ہمیشہ تجہ اپنے
شیر افگن بہائی کے لیے رویا کرتی - (تاریخ خمیس)

- اس مقام پر ہمکو ایک اور بہن کا اپنے بہائی کی لاش پر آنا یاد آگیا اور جسنے
ہمکو نہایت مغموم کر دیا - اور وہ بہن بہی اپنے ماںجائے کی لاش پر روتے نہین پائی ہی
لیکن عمرو بن عبدود کی بہن تو اس بنا پر نہین روئی تہی کہ قاتل اُسکے بہائی کا کفو کریم
تہا اور مین جس بہن کا ذکر کرتا ہون اُسنے خود اُسکے بہائی کے قاتلون نے نہین رونے
دیا تہا کہ وہ کفو کریم نہ تہے بلکہ کفو لئیم تہے - جنہون نے وہ تبرکات کہ جو وہ بزرگوار
اپنے بزرگون کے اپنے زیب تن کیے ہوے تہا لوٹ لیے تہے اور جسم کو عریان
چہوڑ گئے تہے حتی کہ ایک ملعون نے جب انگشتری اُس سے نہ اوتر سکی تو اونگلی انگشتر
کے سمیت کاٹ لی - اُسکی بہن جب اپنے ماںجائے کی لاش کو اس حالت مین دیکہکر
رونیکا ارادہ کرتی تہی تو وہ ملعون نیزہ کی نوکین اُسکی آنکہونکے پاس لیجاتے تہے اگرچہ
اہل ایمان ناظرین ان بہن بہائی کو جان چکے ہین لیکن مین سائل مخاطب کی کہ جو
افضلیت علی مرتضیٰ اور اُن کے ایمانکا خدا کی شان ہی کہ ہمسے ثبوت طلب فرماتے
ہین آگاہی کے واسطے ظاہر کرتا ہون کہ اُسی کریم النفس و کفو کریم علی مرتضیٰ کی اولادیہ
دونون مظلوم بہن بہائی تہے جنکا ساتہہ مسافرت مین بمقام کربلا جو اُس زمانہ مین ایک
ریگستان دریای فرات سے قریب تہا چہوٹا ہی اور جو واقعات غم انگیز اُن دونون بہن بہائی
اور اُنکے عیال و اطفال اور دیگر ہمراہیون پر گذرے ہین وہ تاریخ عالم مین کم نظر آتے ہین
اور جنکی بابت مسٹر جسٹس آرنولڈ اپنے فیصلۂ مشہور مقدمۂ آغاخواجہ مین یہ تحریر فرماتے
ہین کہ جو مصائب شہدائے معرکۂ کربلا مین اہلبیت پر گذرے زبان زد خلائق ہین
صرف اتنا لکہنا کافی ہی کہ اس واقعۂ جانگزا نے اسلام کو تہ و بالا کر دیا -

مقتول کے ساتھہ تو علیؑ مرتضیٰ کا وہ وصف کرم ہم دکہا چکے جو کہ عین مقتضائے اخلاق تہا اب اُن کے اُس وصف کرم کو ایک مخمس مین دکہاتے ہین جو انہون نے اپنے قاتل کے ساتھہ کیا تہا۔

یا علی ہے ترے کرم کی دہوم — بہیجا شربت برائے قاتل شوم
اس عنایت سے ہو گیا معلوم — دوستان را کجا کنے محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنکے حق مین پیغمبرؐ نے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمائی مقام خم غدیر پر۔ اور یہ مقام اُس واقعہ عظیمہ کی وجہ سے مشہور ہو گیا جیسے کہ ہمیشہ واقعات عظیمہ کے سبب سے شہرت مقامات ہو جاتی ہے مقام خم غدیر کی شہرت پا یا جانے سے اشتہر ہے کہ اُس مقام پر مذہب اسلام کا ایک واقعہ عظیمہ ظہور مین آیا ہے اور اُس واقعہ عظیمہ سے سوائے امر استخلاف اور کچہہ نہین پایا جاتا۔

علیؑ ہی وہ بزرگوار ہین کہ جنکی خدمات اسلام پیش پیغمبرؐ اس درجہ پر پہونچ چکی تہین کہ جنکی بنا پر پیغمبرؐ نے اُنکی نسبت یہ بہی فرمایا "ان علیا منی وانا من علی وہو ولی کل مومن بعدی" (صحیح ترمذی باب مناقب)

علی مرتضیٰؑ کی اس فضیلت مین بہی کوئی کب برابری کر سکتا ہے کہ جنکی نسبت پیغمبرؐ نے یہ ارشاد فرمائین کہ کوئی شخص پل صراط سے عبور نہ کر سکے گا جبتک کہ علی مرتضیٰؑ کی دستخطی سند (پاس) اُسکے پاس نہوگا[۱] اور وہ سند کیا ہے اُنکے ساتھہ ولائے کامل۔ دُ اُنسے کسیکو افضل اور برتر نہ جاننا کہ بغیر افضل اور برتر نہ جاننے کے ولائے کامل نہین ہو سکتی جبتک نفی باطل نہ کرلی جائے اثبات حق نہین ہو سکتا جیسے "لا الٰہ الا اللہ"۔

وہ علیؑ ہی کے مراتب ہین کہ جنکی بنا پر پیغمبرؐ نے اُنسے عہد فرمایا ہے کہ تمہارے ساتہہ

[۱] صواعق محرقہ صفحہ ۲۳

دوستی نہین رکھیگا مگر مومن اور بغض نہین رکھیگا مگر منافق۔ (جامع ترمذی)
بجز علیؑ کے کوئی اور ہو [illegible] پیارا ہو کہ جسکی ولیعہدی سے ناراضامندی پر خدا
نے اُس شخص کو کہ جب اُس ولیعہدی سے بظاہر ناراضامندی ظاہر کی تھی اُسکی استدعا
کے موافق فوراً عذاب نازل کر کے اُسے ہلاک کیا ہو؟ ...

وہ علیؑ ہی ہین جنکو پیغمبرؐ نے بوقت وفات اپنے اسرار سپرد کیے۔
وہ علیؑ ہی ہین کہ جنہون نے اپنے ہاتھ سے پیغمبرؐ کو غسل دیا کفن دیا اور زیر زمین
دفن کیا۔ ایمان کامل والا ہی ایسا امر کر سکتا تھا۔
وہ علیؑ ہی ہین کہ جنہون نے بوقت غسل رسولؐ وہ پانی جو حلقہ گوش نبیؐ مین
جمع ہو گیا تھا نوش فرمایا جسکا ہر قطرہ حسب تحقیق صاحب معارج النبوۃ و مدارج
النبوۃ اور اعتقاداً ہر مسلمان کے نزدیک دریاے معرفت و ولایت تھا۔
وہ علیؑ ہی ہین کہ جنہون نے حسب وصیت رسولؐ بعد وفات رسولؐ انکا
دین ادا کیا۔
یہ علیؑ ہی کے برحق جانشین رسولؐ ہونے اور کاملیت ایمان کی دلیل تھی کہ
بعد وفات پیغمبرؐ وہ رسولؐ کی نشانیان کہ جو نشان خاص نائب رسولؐ ہونیکا ہی
یا یون سمجھو کہ وہ نشانیان پیغمبرؐ کے جانشین کے پاس رہنا اُسکی خلافت حقہ کے
لیے سند تہین حضرت ابوبکر کے ہاتھ سے علی مرتضیؑ کو ملین کہ جنکے دیے بغیر اُن
حضرت کو بہی کچہہ چارہ نہو سکا۔
وہ علی مرتضیؑ ہی ہین کہ جنہون نے آیت نجویٰ کی تعمیل کی اور صدقہ دیکر پیغمبرؐ
سے راز کی باتین کین۔
حضرت ابن عباس گواہی دیتے ہین کہ چار خصائل علی مرتضیؑ مین ایسے ہین کہ جو
بجز اُنکے کسی مین نہ تہے اور جنکی تائید واقعات کرتے ہین اول یہ کہ تمام عرب و عجم سے

پہلے اُنہوں نے رسول خداؐ کے ساتھ نماز پڑھی دوم جملہ کارزار مین علم فوج اُنہیں کے ہاتھ مین رہا سوم احد کے روز بجز علی مرتضیٰؑ کے کہ وہ ثابت قدم رہے اور سب بھاگ گئے تھے چہارم یہ کہ پیغمبرؐ کو اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور خود قبر مین اوتارا۔ (مناقب اخطب خوارزم و استیعاب و مستدرک حاکم)

خود پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰؑ کے دونون شانون پر ہاتھ رکھکر فرمایا ہے کہ یا علی سات خصلتیں تم مین ایسی ہین کہ قیامت کے دن کوئی شخص انمین تمہاری برابری نہین کر سکتا۔ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لانیوالے سب سے زیادہ خدا کے کام بجا لانیوالے سب سے زیادہ خدا کے احکام کی پابندی کرنیوالے سب سے زیادہ امت پر مہربان سب سے بڑھکر امت پر مساوی طور پر تقسیم کرنیوالے اور سب سے زیادہ فیصلہ کرنیکی لیاقت رکھتے ہو اور قیامت کے روز تمہارا درجہ اور مرتبہ نزدیک خدا کے سب سے زیادہ ہوگا (ابو نعیم در حلیۃ الاولیا)۔

علی مرتضیٰؑ کے اولی ہونے مین بمقابلہ جملہ صحابہ کے اب ہم یہ بھی کہتے ہین کہ وہ جیسے مقبول خاص خدا تھے کوئی تو اُنکی نسبت ویسا ہی بندہ مقبول خاص خدا ہونیکا اعتقاد رکھتا ہے اور کوئی برخلاف اس عقیدہ کے بنظر اُن فضائل اور اُن خدمات اسلام کے جو اُنسے مافوق طاقت انسانی ظہور مین آئین خود اُنہین کی نسبت خدا ہونیکا اعتقاد رکھتا ہے بس یہی چند اور مختصر فضائل کاملیت ایمان علی مرتضیٰؑ کے واسطے اطمینان دلا سکے اگر وہ بلا رو رعایت اور بغیر تعصب کے اُسپر غور کرین کافی ہین لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ علی مرتضیٰؑ مین ایسے اوصاف جو اُنکی کاملیت ایمان کے لیے بمقابلہ غیرون کے قطعی ہون اور جو نتیجہ اولی بالتصرف ہونیکا ہے۔ لا تعد و لا تحصی ہین اُنکا احصا میری تو کیا مجال وطاقت ہے بنظر اُس ارشاد پیغمبرؐ کے کہ اگر تمام دریا بجائے سیاہی کام مین لائے جائین اور تمام اشجار قلم بنائے جائین اور تمام انس

وجن ملکر لکھین تو بھی نہ لکھہ سکین — بہت صحیح شاعر کہتا ہی —

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست	کہ تر کنند سر انگشت و صفحہ بشمارند

اب سائل جیسا بھی ایمان رکہتے ہین اُسی ایمان کی روسے فرمائین کہ ایسا شخص تو (کہ جو کیا بلحاظ اُن آیات قرآنی کے کہ جن کا سوا علی مرتضیٰ کے اور کوئی مصداق نہین ہوسکتا ہی اور کیا بلحاظ اُن واقعات کے جو اُن کی کاملیت ایمان اور افضلیت اور جانشینی سے تعلق رکہتے ہین اور کیا بنظر اُن احادیث کے جن مین پیغمبرؐ نے اُن کے فضائل جو جانشینی کے لیے مختص تھے بیان فرماے ہین اور جن تمام ان امور کو ہمیشہ شیعہ جب اُن سے استدعا اور خواہش کی گئی ہی بڑے شد و مد سے اصول مناظرہ کے موافق ثابت کرتے آئے ہین اور کیا بنظر اُس دستور قدیم ملک عرب کے اور کیا بلحاظ علماے یورپ کی تحقیقاتون کے برحق جانشین پیغمبر تھا —) جانشین رسولؐ نہ قبول کیا جاے اور بقول مولوی صفدر علی صاحب بہادر کے عمر و بکر و زید خلیفہ رسولؐ قبول کیے جائین — کہ جن کی جانشینی کی بنا نہ کسی نص قرآنی پر ہی نہ حدیث رسولؐ پر اور نہ دستور قدیم ملک عرب پر —

اور اسی وجہ سے شیعہ تو درکنار کسی محقق یورپ نے بھی اُن کے جانشین پیغمبرؐ ہونے کو کسی حیثیت سے بمقابلہ علی مرتضیٰ علیہ السلام صحیح و جائز نہین بتایا ہی — اب مین اس جلد مین اپنے کلام کو قطعہ ذیل پر ختم کر کے منتظر رسائل مجتہد ادب رخصت ہوتا ہون —

قطعہ

تلک الصحیفۃ کالنجوم جوہرا	من مطرف لعصا الفرا ہیہ
ماقلتہ للمومنین مسرۃ	ذخارۃ مخطوطۃ الاشرار

والسلام

الراقم

سید اعجاز حسین [illegible] دفتر رسالہ [illegible] چوک لکھنو ۹ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

التماس ضروری

پہلے اس سے کہ اس کتاب کو ملاحظہ فرمائے گذارش یہہ ہی کہ خوبی اس تقریر و تحریر و جواب کے زیادہ تر ہی کہ بیان کیجائے اور گویا یہہ شعر اسکے حسب حال ہی - وصف ترا اگر کنند ور نکنند اہل فضل ٭ حاجت مشاطہ نیست روی دل آرام را کیونکہ یہہ کتاب عالی نصاب آپکے ہاتھ مین ہی یہہ ایک کان جواہر ہی کہ جسکو نقاد کلام ملاحظہ کرکے اسکے ہر جوہر مضمون پر فریفتہ ہوجاینگے اور جسنے اسمین سے کم یا زیادہ بقبل طبع ملاحظہ کیا ہے وہ ہزار جانسے اسکا خواہان اور دلدادہ ہے - لیکن یہ کیا سرد مہری زمانہ ہے - ایک عرصہ کثیر سے یہ کتاب زیر طبع تھی اور اسکی لائق مصنف کہ اڈیٹر رسالہ اردو تھی ہین اوسمین مصروف تھے اور طبع ہونا اکثر وجوہ سے ملتوی تھا مین بہت شکر گذار ہون کہ میری التماس پر اس کا انصرام طبع میرے سپرد فرمادیا اور حق تالیف کے علاوہ دو ثلث کتاب مطبوعہ بھی مطبع کو عطا کیے اور مین نے باقی اجزا کو چھاپ کر جلد اول کو ختم کیا السید ناظرینا کیمین سے یہ ہے کہ اسکی خریداری مین تعجیل فرماوین کہ بہت تھوڑی جلدین اسکی طبع کی گئی ہین اور یقین ہے کہ شیعیان اہلبیت علیہم السلام اسکی ایسی قدر کرینگے کہ دوسری مرتبہ ہزارون جلدین اسکی نفیس کاغذ اور عمدہ تقطیع پر یہہ مطبع پھر چھاپ کر ملاحظہ ناظرین مین گذرانیگا یہ کتاب بذریعہ ویلیوپے ایبل اس مطبع سے ملے گی قیمت اسکی بنظر تخفیف ہم رکھی گئی ہے جو اسکی گران بہائی کے روبرو کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا جو حضرات بذریعہ ویلیوپے ایبل درخواست کرین انکو ادائے قیمت مین آسانی ہوگی -

المشتہر

٭ سید مظفر حسین مالک مطبع مطلع الانوار ٭